تحریک خدام اہل سنت کا ترجمان۔ نظام خلافت راشدہ کا داعی

ماہنامہ

حق چار یار رضی اللہ عنہم

لاہور

اپریل ۲۰۰۱ء

نگران

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین مدظلہ

مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ نمبر

قارئین ماہنامہ "حق چار یارؓ" متوجہ ہوں!

محترم قارئین کرام! چار ماہ کے طویل اور صبر آزما انتظار کے بعد مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین اوکاڑویؒ نمبر کی صورت میں "ماہنامہ حق چار یارؓ" کی خصوصی اشاعت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ امیر مرکزیہ قائد اہل سنت مدظلہ کی طرف سے عائد کردہ ذمہ داریوں کو ہم کہاں تک نبھا سکے ہیں۔ اس کا فیصلہ قارئین کرام ہی کر سکیں گے۔ لہٰذا اس بارہ میں آپ کی قیمتی آراء وتجاویز کا شدت سے انتظار رہے گا۔ تاکہ ان کی روشنی میں ہم آئندہ ایڈیشن میں اپنی کوتاہیوں کی تلافی کر سکیں۔ خدا تعالیٰ اس خصوصی نمبر کو عوام و خواص کی فکری وعملی اصلاح کا ذریعہ بنائے۔ آمین یارب العالمین۔

(۱) خصوصی نمبر کی ضخامت آپ کے سامنے ہے۔ ہم نے اس کی ضخامت اور اس پر آمدہ اخراجات کے پیش نظر اس کی قیمت ۱۲۰ روپے مقرر کی ہے۔ لیکن مستقل سالانہ خریداروں کے لیے حسب وعدہ اس کی قیمت ۴۵ روپے ہوگی۔ (۲) جن حضرات کا سالانہ چندہ جنوری ۲۰۰۱ء سے ختم ہے اور باوجود اطلاع کے انہوں نے چندہ ارسال نہیں کیا' انہیں خصوصی نمبر ۳۰ اپریل تک سالانہ چندہ جمع کرانے کی صورت میں ہی ارسال کیا جائے گا' بصورت دیگر وہ نمبر کی خصوصی رعایت کے مستحق نہ ہونگے۔ (۳) ایجنسی ہولڈرز بھی جب تک اپنے بقایا جات جمع نہیں کرائیں گے' انہیں خصوصی نمبر ارسال نہ کیا جائے گا۔ نیز جن ایجنسی ہولڈرز کے ذمہ بقایا جات نہیں' انہیں بھی خصوصی نمبر اس وقت بھیجا جائے گا جب وہ اپنی حسب ضرورت تعداد سے بذریعہ خط آگاہ کریں گے۔ (۴) چونکہ "خصوصی نمبر" پر کثیر اخراجات آئے ہیں اور ادارہ ان اخراجات کا متحمل نہ تھا' جس کی وجہ سے وہ مالی اعتبار سے زیر بار ہے۔ لہٰذا "ماہنامہ حق چار یارؓ" کے ہر قاری کی یہ شرعی اور اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بقایا جات کی ادائیگی فی الفور کر کے' ادارہ سے بھرپور تعاون کرے۔ (۵) تاجر حضرات اگر پچیس یا اس سے زائد نسخے خریدیں تو انہیں یہ خصوصی نمبر تاجرانہ کمیشن پر فراہم کیا جائے گا۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین رب العالمین۔

حافظ زاہد حسین رشیدی
ناظم دفتر ماہنامہ حق چار یارؓ لاہور

فہرست مضامین

عرضِ مرتب

برادرانِ اہل سنت و جماعت! زندگی کے نظریاتی سفر میں کسی معیاری اور قابل اعتماد ہم سفر کی تلاش جس قدر ضروری ہے اسی قدر مشکل بھی ہے۔ لیکن دوران سفر حق رفاقت کی ادائیگی اس سے بھی کہیں زیادہ دشوار کام ہے۔ یقیناً اس کے لیے صدیقؓ و بلالؓ کے حوصلے اور خبیبؓ و یاسرؓ کی استقامت درکار ہوتی ہے۔ اور یہی وہ نازک مقام ہوتا ہے جہاں بڑے بڑے دعویداروں کے دعوے اور بڑے بڑے وفاداروں کی وفائیں ڈگمگا کے رہ جاتی ہیں --- یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ جس کام کے لیے اصولی شرائط جتنی سنگین ہونگی اس کا دائرہ بھی اتنا ہی سکڑتا اور سمٹتا چلا جائیگا۔ اور جتنی شرائط کے اندر نرمی و لچک پیدا ہوتی چلی جائے گی اتنا ہی اس کا دائرہ بھی وسیع ہوتا چلا جائے گا۔

تاریخ کی مصدقہ روایات کے مطابق امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ کے پاس چھ لاکھ سے زائد احادیث کا ذخیرہ موجود تھا۔ لیکن جب انہوں نے اپنی کڑی شرائط (راوی کا حفظ و عدالت اور استاد کے ساتھ اس کا لقاء سفر و حضر وغیرہ) کے تحت ان میں چھانٹی کا سلسلہ شروع کیا تو ان کی مقررہ شرائط کے مطابق ان میں سے بمشکل سات ہزار کے قریب روایات برآمد ہو سکیں جو ان کی صحیح بخاری کی زینت بنیں۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے بارہ میں مشہور مؤرخ علامہ عبدالرحمٰن بن خلدون المالکیؒ اپنی معروف تاریخ ابن خلدون کے مقدمہ میں فرماتے ہیں کہ احادیث کے بارے میں سب سے زیادہ سخت شرائط ان کی تھیں۔ انہوں نے جب اپنی مقررہ شرائط کے مطابق اپنے پاس موجود احادیث کی چھانٹی شروع کی تو صرف سترہ احادیث ان کی شرائط پر پوری اتر سکیں --- اسی روایت کی بنیاد پر بعض غیر مقلدین نے حضرت امام اعظمؒ کے خلاف یہ مکروہ پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ وہ حدیث کے علم میں یتیم تھے۔ کیونکہ ان کے پاس صرف سترہ حدیثیں تھیں۔ حالانکہ اپنے بیٹے حضرت حمادؒ کے نام حضرت امام اعظمؒ کے وصایا شریف میں یہ صراحت موجود ہے کہ پانچ لاکھ احادیث تو صرف ان کی بیاض میں تحریر تھیں --- غرضیکہ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ کسی بھی کام کے دائرے اصولی شرائط ہی کی بنیاد پر پھیلتے اور سمٹتے ہیں۔

عصر حاضر میں تحریک خدام اہل سنت و جماعت ایک خالص نظریاتی تنظیم ہے۔ جس کا تنظیمی دائرہ افرادی لحاظ سے ہمیشہ محدود و تنگ رہا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے ہمیشہ اپنے کارکنوں کے انتخاب میں تنظیموں کے عمومی مزاج سے ہٹ کر انتہائی احتیاط سے کام لیا ہے۔ کیونکہ آج کل تنظیموں کا عمومی مزاج یہ ہے کہ وہ اپنے پلیٹ فارم پر زیادہ سے زیادہ افرادی نفری جمع کرنے کی فکر میں رہتی ہیں۔ جب کہ تحریک خدام نے کبھی بھی ہڑبونگ اور

مجمع اکٹھا کرنے کی کوشش نہیں کی' بلکہ نظریاتی بنیادوں پر افراد جوڑے ہیں۔ کیونکہ وہ ایک خالص انقلابی ونظریاتی جماعت ہے' انتخابی' سیاسی یا جذباتی تحریک نہیں۔ اور انقلاب کے لیے ہجوم کی نہیں' فکری وحدت' قلبی یکجہتی اور نظریاتی ہم آہنگی رکھنے والے افراد کی ضرورت ہوتی ہے' اگرچہ تعداد میں وہ قلیل ہی کیوں نہ ہوں۔ اس لیے کہ کثیر تعداد پر مشتمل غیر نظریاتی ہجوم نہ صرف نظریاتی کاز کے لیے نقصان دہ ہوسکتا ہے بلکہ مشکل وقت میں اکثر بن برسے بادلوں کی طرح چھٹ جایا کرتا ہے۔ جیسا کہ ماضی اور حال کی متعدد تحریکیں اپنے فطری انجام اور منطقی نتائج کے حوالہ سے اس حقیقت پر شاہد ہیں۔

زمانہ حال میں عام طور پر تنظیمیں منفی بنیادوں پر قائم کی جاتی ہیں۔ اور کسی مخصوص طبقہ کو ہدف بنا کر ہر قسم اور ہر ذہن کے افراد اپنے پلیٹ فارم پر جمع کر لیے جاتے ہیں۔۔۔ مثلاً تحریک ختم نبوت کے پلیٹ فارم پر بنیادی مقصد عقیدہء ختم نبوت کا تحفظ ہے' لیکن صرف قادیانیت کو اپنا ہدف بنا کر نہ صرف بنیادی مقصد کو محدود کر دیا گیا' بلکہ بعض ایسے افراد وطبقات کو اس مقدس پلیٹ فارم پر پناہ دیدی گئی جن کی وجہ سے بنیادی مقصد بھی مجروح ہوا' اور دیگر سنی نظریات کے تحفظ کے لیے کام کرنے والی سنی تنظیموں کے لیے شدید مشکلات بھی پیدا ہوگئیں۔۔۔ اسی طرح تحفظ ناموس صحابہؓ کی تحریک میں بھی اصل بنیاد سے ہٹ کر صرف روافض کو اپنا ہدف بنا کر خوارج اور مودودیت کو اپنے ساتھ شامل کرلیا گیا' حالانکہ صحابہؓ دشمنی میں ان دونوں کا کردار بھی روافض سے الگ نہیں ہے۔ حتیٰ کہ بعض ایسے طبقات بھی اس تحریک میں شامل کر لیے گئے جن کی وجہ سے مختلف محاذوں پر سنی جدوجہد کا نظریاتی کام بری طرح متاثر ہوا۔

تحریک خدام اہل سنت وجماعت ایک نظریاتی تنظیم ہے' جس کا ہدف کوئی مخصوص طبقہ یا گروہ نہیں۔ بلکہ وہ آئینی واخلاقی حدود کے اندر رہتے ہوئے اہل سنت وجماعت کے متواتر ومتوارث عقائد ونظریات کے تحفظ ودفاع کا فریضہ سرانجام دے رہی ہے۔ اسی لیے نہ تو وہ سنی نظریات کے مخالف کسی فرد وطبقہ کو اپنے جماعتی پلیٹ فارم پر گوارا کرنے کی روادار ہے اور نہ کسی غیر سنی پلیٹ فارم پر جانے کے لیے تیار۔۔۔ تحریک کے اس محتاط طرز عمل کو ان اکابر علماء نے بھی بہت سراہا' جو مختلف سیاسی ودینی تحریکات میں وسیع النظرفی اور عدم احتیاط کے ناقابل تلافی نقصانات کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر چکے تھے۔ مثلاً بعض ثقہ راویوں کی زبانی معلوم ہوا کہ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ غیر نظریاتی اتحاد کے تلخ نتائج کی بناء پر اپنی زندگی کے آخری دنوں میں اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں ان شاءاللہ العزیز ختم نبوت کے مقدس پلیٹ فارم کو بہت جلد تمام فتنوں کی آلودگیوں سے پاک کردوں گا۔ کیونکہ ان سے ہمیں نظریاتی نقصان کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوا۔ ان کی زندگی نے وفا نہ کی' لیکن بدقسمتی سے ان کے بعد ان کے موجودہ جانشینوں نے باطل وگمراہ فرقوں کے ساتھ اتحاد کے معاملہ میں ایک قدم پیچھے آنے کی بجائے چار قدم آگے بڑھا دیئے۔۔۔ گزشتہ دنوں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی راہنما حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب نے سرگودھا میں ایک ملاقات کے دوران فرمایا کہ مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے ایک

بار خود مجھے فرمایا کہ کام تو وہی مفید اور ٹھوس ہے جو اپنے نظریاتی رفقاء کی معاونت سے کیا جائے۔ ہم نے زندگی بھر اغیار سے معاونت لیکر نظریاتی نقصان کے سوا کچھ بھی نہیں کمایا۔ اس سے ظاہر ہے کہ انتہائی تلخ تجربات سے گزر کر یہ بزرگ بھی بالآخر اسی نتیجہ پر پہنچے' جس کی بنیاد پر تحریک خدام اہل سنت وجماعت نے اپنی جماعتی پالیسی وضع کی۔

تحریک خدام اہل سنت وجماعت کی نظریاتی پالیسی صحیح ہے یا غلط؟ میں فی الحال اس پر کسی قسم کی بحث مناسب خیال نہیں کرتا۔ البتہ اگر کوئی شخص مجھ سے یہ سوال کرے کہ تمہارے پاس تحریک کی نظریاتی پالیسی صحیح ہونے کی دلیل کیا ہے؟ تو میں اس کے جواب میں مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نور اللہ مرقدہ کا وجود پیش کر دوں گا۔ کہ جس شخص کی فکری ونظریاتی بصیرت پر عصر حاضر کے تمام اہل حق متفق تھے' اسے تحریک خدام کی نظریاتی پالیسی سے مکمل اتفاق تھا۔ اور زندگی کے آخری سانس تک وہ اسی سے وابستہ رہا۔ اس نے اپنے لیے تحریک خدام کو پسند کرلیا اور تحریک نے اسے اپنے لیے اس طرح منتخب کرلیا کہ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہوکر رہ گئے۔ دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ وفاؤں کے عہد پوری طرح نبھائے۔ اور وفائے عہد کے لیے دونوں کے قدم کسی مرحلہ میں بھی نہ ڈگمگائے۔ خدا کرے کہ ہم بھی تاحیات اس عہد وفا کو نبھا سکیں' آمین یارب العالمین۔۔۔

ماہنامہ ''حق چاریارؓ'' کا زیر نظر خصوصی نمبر اسی ایفائے عہد کی ایک کڑی ہے کہ ہم مولانا مرحوم کی نظریاتی کاوشوں کو منظر عام پر لاکر ان کی زیارت وبیانات سے محروم اپنی آنے والی نسلوں کے ایمان وایقان کے تحفظ کے لیے انہیں محفوظ کردیں۔ زیر نظر خصوصی نمبر کے لیے مضامین میں تاثرات حاصل کرنے کی خاطر میں نے ملک بھر کے پچاس سے زائد علماء اور مولانا مرحوم کے متعلقین کے نام خطوط لکھے۔ اور جوابی لفافے ارسال کیے۔ مکتوب کا متن درج ذیل ہے۔

مخدوم مکرم حضرت مولانا زید مجدکم۔۔۔۔۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'! امید ہے مزاج بخیر ہونگے۔ گزارش ہے کہ مناظر اسلام' ترجمان احناف حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نور اللہ مرقدہ کی وفات' مسلک اہل سنت وجماعت احناف سے وابستہ اکابرو اصاغر کے لیے ایک عظیم سانحہ ہے۔ مولانا مرحوم نے ایک طویل عرصہ تک اہل حق کی ترجمانی اور مذاہب باطلہ کی سرکوبی کے لیے جو عظیم خدمات سرانجام دیں وہ عصر حاضر کی تاریخ کا ایک روشن اور یادگار باب ہیں۔ جنہیں وقت کا مؤرخ نظر انداز کرنے کی جسارت نہیں کرسکتا۔

تحریک خدام اہل سنت وجماعت نے امیر مرکزیہ قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ کے فرمان کے مطابق مولانا اوکاڑوی مرحوم کی علمی وتحقیقی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے اور ان کی حیات مستعار کے علم وتقویٰ پر مبنی حالات وواقعات کو منظر عام پر لانے کے لیے تحریک کے مرکزی ترجمان ماہنامہ حق چاریارؓ لاہور کا ایک خصوصی نمبر شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے جو ان شاءاللہ العزیز مارچ کے آغاز میں طبع ہوکر عوام تک پہنچے گا۔

چونکہ مولانا مرحوم کے ساتھ کسی نہ کسی نسبت سے آپ کا بھی تعلق و ربط رہ چکا ہے' لہٰذا اسی نسبت کے حوالہ سے آپ سے دست بستہ درخواست ہے کہ مولانا مرحوم کے حالات' واقعات' تعلیمات اور خدمات کے بارہ میں ماہنامہ "حق چار یار" کے خصوصی نمبر کے لیے اپنے خیالات اور قلبی تاثرات تحریر فرما کر ممنون فرمادیں۔ اگر بالفرض اپنی تدریسی' تحقیقی اور دعوتی مصروفیات کی وجہ سے تفصیلی مضمون تحریر نہ فرماسکیں تو آپ کی طرف سے چند صفحات اور چند سطور بھی ہمارے لیے باعث سعادت ہونگی۔ از راہ کرم ۱۵ شوال المکرم ۱۴۲۱ تک اپنا مضمون یا مکتوب ضرور ارسال فرمادیں' تاکہ ترتیب و تدوین اور کمپوزنگ و طباعت کے دیگر مراحل بھی ہم مقررہ وقت سے پہلے طے کر سکیں۔ امید ہے کہ خصوصی شفقت فرمادیں گے۔ خدا تعالیٰ آپ کو دنیوی و اخروی سعادتوں سے نوازے۔ آمین یارب العالمین بجاہ النبی الکریم ﷺ۔ والسلام

خادم اہل سنت حافظ عبدالحق خان بشیر

میں اپنے اور تحریک خدام اہل سنت کی مرکزی قیادت کی طرف سے ان تمام حضرات کا تہہ دل سے ممنون و شکر گزار ہوں جنہوں نے ہماری درخواست پر اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود اس خصوصی نمبر کے لیے مضامین ارسال فرمائے۔۔۔ علاوہ ازیں میں ان کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے مضامین ارسال کرنے کا وعدہ فرمایا' لیکن نامعلوم وجوہات کی بناء پر وعدہ وفا نہ کر سکے۔۔۔ ان کا بھی شکر گزار ہوں جو وعدہ فردا پہ مسلسل ٹالتے چلے گئے۔۔۔ اور ان کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے جوابی لفافہ ہونے کے باوجود لفظی جواب تک دینے کی زحمت گوارا نہ کی۔

یہ خصوصی نمبر مولانا مرحوم کی دینی و ملی اور علمی و تحقیقی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے ہماری طرف سے ایک معمولی سی کاوش ہے۔ جس میں ہم مولانا مرحوم کی شخصیت و خدمات کا احاطہ نہ کر سکے ہیں اور نہ ہی یہ ہمارے لیے ممکن تھا۔ یہ صرف ایک نشان منزل ہے۔ کاش کہ یہ اپنے قارئین کے لیے نظریاتی منزل تک رسائی کا ذریعہ بن سکے۔۔۔ ہم نے اپنی طرف سے بھرپور کوشش کی ہے کہ اس خصوصی نمبر میں کسی قسم کی مبالغہ آرائی کا عنصر اور خلاف حقیقت واقعات نہ آنے پائیں۔۔۔ واقعات کا غیر ضروری تکرار ختم کرنے کے لیے ہم نے مضامین کے اندر وسیع پیمانہ پر کانٹ چھانٹ کی۔۔۔ غیر مصدقہ واقعات حذف کیے۔۔۔ لیکن اس کے باوجود اگر ایسی کوئی کمی اس میں رہ گئی ہو تو اس سے درگزر فرمایا جائے۔

آخر میں میں برادرم مولانا جمیل الرحمن اختر (ابن حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب' باغبانپورہ لاہور) کا انتہائی ممنون ہوں کہ انہوں نے مولانا مرحوم سے متعلق بعض چیزوں کے حصول کے لیے خصوصی معاونت و شفقت فرمائی' خدا تعالیٰ انہیں دنیوی و اخروی سعادتوں سے نوازے' آمین۔۔۔ ان کے علاوہ ادارہ حق چار یار' کے ناظم حافظ زاہد حسین رشیدی اور مولانا عبدالوحید اشرفی' کا بھی انتہائی ممنون ہوں کہ ان کی خصوصی مشاورت اور پروف ریڈنگ میں ان کی معاونت سے یہ خصوصی نمبر قارئین کی خدمت میں پہنچ سکا۔ خدا تعالیٰ سب کی کاوشوں کو قبول فرما کر انہیں اپنی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر یہ خصوصی نمبر مارچ کی بجائے اپریل میں قارئین تک پہنچ رہا ہے۔ میں اپنی اور ادارہ حق چار یار کی طرف سے قارئین سے معذرت خواہ ہوں۔ شکریہ

عبدالحق خان بشیر

جوابی۔۔۔ مکاتیب

میرے مکتوب کے جواب میں موصول ہونے والے مکاتیب درج ذیل ہیں۔ بشیر

(۱) حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب' خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف

محترم حافظ عبدالحق خان صاحب بشیر آپ کا مکتوب گرامی ملا' حالات واضح ہوئے' فقیر دعا گو ہے۔ حضرت مولانا محمد امین صفدر رحمۃ اللہ علیہ ہمارے مسلک اہل سنت و جماعت کے ایک عظیم سرخیل تھے۔ رد مبتدعین کے سلسلہ میں ان کی گرانقدر خدمات سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔ ان کی مساعی جمیلہ سے اس ملک میں خوارج اور معتزلہ کے عقائد سے متاثرین کا سیلاب پوری قوت استدلال اور تبحر علمی سے روک دیا گیا۔ وہ دین حق کا ایک روشن چراغ تھے' جس سے بے شمار دینی مشعلیں روشن ہوئی ہیں۔ ان کو ایک عالم حق' باعمل و با اخلاص ہونے کی وجہ سے ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

فقیر دعا گو ہے' اللہ تعالیٰ ان کو اپنے جوار رحمت' غفران و رضوان میں جگہ عطا فرمائے۔ امت میں ایسے افراد و زہاد پیدا فرمائے جو اقامت دین کا اسی طرح فریضہ ادا کر سکیں جیسا کہ حضرت مولانا محمد امین صفدر نوراللہ مرقدہ نے سرانجام دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے اہل و عیال اور متعلقین کرام پر ہمیشہ اپنے فضل و کرم و رحمت کا سایہ فرمائے رکھے۔ آمین۔ والسلام

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ ۲۲' رمضان المبارک

---

(۲) حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مہتمم دارالعلوم کراچی

محترم جناب حافظ عبدالحق خان صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

گرامی نامہ مورخہ ۳۰ شعبان المعظم ۱۴۲۱ھ نظر نواز ہوا' یہ معلوم ہو کر مسرت ہوئی کہ ماہنامہ "حق چار یار" کا خصوصی نمبر حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و واقعات کے بارے میں شائع کیا جا رہا ہے' اللہ تعالیٰ اس مبارک مقصد میں آسانی' برکتیں' اخلاص اور مکمل کامیابی عطا فرمائے۔ آمین

میں محترم جناب مولانا محمد امین صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف و توصیف تو متعدد ذرائع سے بحمداللہ سنتا رہا ہوں' لیکن افسوس ہے کہ مجھے ان سے ملاقات یاد نہیں' اور کبھی خط و کتابت کی نوبت بھی نہیں آئی' اس لیے ان کے حالات و واقعات سے متعلق کچھ لکھنے کی سعادت سے محروم ہوں' اللہ تعالیٰ ان کی کامل مغفرت فرمائے' اور درجات عالیہ سے سرفراز فرمائے' اور ان کے علوم اور دینی خدمات کا فائدہ عرصہ دراز تک صدقہ جاریہ کی

صورت میں جاری رکھے۔ والسلام محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی

(۳) حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دارالعلوم کراچی

محترمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' احقر مولانا مرحوم کی زیارت تک سے محروم رہا۔ نہ ان کے حالات سے کماحقہ واقفیت رہی' اس لیے اس خدمت سے معذور ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس نمبر کی تکمیل میں آپ کی امداد فرمائیں۔ آمین۔ والسلام محمد تقی عثمانی ۱۷-۹-۲۱ھ

(۴) حضرت مولانا زرولی خان صاحب مہتمم جامعہ عربیہ احسن العلوم کراچی

محترم ومکرم برادرم مولانا حافظ عبدالحق خان بشیر سلمہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' آپ کا والا نامہ ترجمان احناف حضرت مولانا محمد امین صاحب مرحوم کے سلسلے میں باعث سرفرازی ہوا۔ اولاً میری طرف سے اپنے والد ماجد امام اہل سنت حضرت اقدس مولانا محمد سرفراز خان صاحب بارک اللہ فی حیاتھم القیمہ وکثر اللہ امثالھم واتباعھم کی خدمت میں اور ترجمان عدالت صحابہؓ حضرت قاضی صاحب مدظلہ کی خدمت میں تعزیت اور اس عظیم سانحہ پر تسلی وتشفی مسنون ارشاد فرمائیں۔ کیونکہ اصل صدمہ ہر دونوں بزرگوں کو ہوگا۔ گو سانحہ پوری امت کا ہے۔ آنجناب کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے ہم ناکاروں کو یاد فرمایا۔ میں فرصت قریبہ میں کچھ سقطۃ المتاع' بابت حضرت مولانا مرحوم عرض کروں گا۔ اطلاعاً یہ خط تحریر کیا۔ تاکہ آنجناب کو معلوم ہوسکے۔ کہ مجھے مکتوب ملا اور میں اس کے مطابق امتثال امر کی کوشش کروں گا۔ امید ہے آپ ہمارے مخدومین اور عظیم بزرگوں کے خدمت میں بھی اس عاجز کے لیے دعاؤں کی درخواست فرمائیں گے۔

والسلام مع التحیۃ والاکرام احقر محمد زرولی خان عفا اللہ عنہ خادم جامعہ عربیہ احسن العلوم

(نوٹ) افسوس کہ یہ وعدہ وفا نہ ہوسکا۔ بشیر

(۵) حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان

گرامی قدر حضرت مولانا حافظ عبدالحق صاحب زید مجدھم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مزاج گرامی بعافیت! آنجناب کا گرامی نامہ ملا۔ حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی نور اللہ مرقدہ' کی وفات واقعتاً مذہب اہل سنت وجماعت احناف سے وابستہ ہر ایک کے لیے ایک بہت بڑا سانحہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی قبر کو جنت کا باغ بنائے۔ آمین احقر گزشتہ ماہ ملک سے باہر سفر پر رہا ہے۔ ان شاء اللہ العزیز عیدالفطر کے بعد حضرت مولانا مرحوم کے بارے میں تحریر ارسال کردوں گا۔ والسلام

محمد حنیف جالندھری مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۶-۱۲-۲۰۰۰ء

(نوٹ) افسوس کہ مسلسل انتظار کے باوجود ہم مولانا کی تحریر سے محروم رہے۔ بشیر

(۶) حضرت مولانا پروفیسر عبدالدیان کلیم (فاضل دارالعلوم دیوبند) پشاور

محترم مولانا عبدالحق خان صاحب بشیر زید مجدہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ امید ہے مزاج بخیر ہونگے۔ آپ کا گرامی نامہ ملا تھا یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ ادارہ حق چاریارؓ نے مولانا اوکاڑوی مرحوم کی علمی تحقیقی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے ایک خصوصی نمبر کا اہتمام کیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مناظر اسلام' ترجمان احناف' حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نور اللہ مرقدہ' کی وفات مذہب اہل سنت وجماعت احناف (دیوبند) سے وابستہ اکابر واخلاف کے لیے ایک عظیم سانحہ ہے۔ راولپنڈی میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقدیر نور اللہ مرقدہ کی معیت میں آخری ملاقات مولانا مرحوم سے ہوئی تھی مجھے مخاطب کر کے حضرت شیخ الحدیث مرحوم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا'' میں ان کی وجہ سے حنفی بنا ہوں'' جس کی تفصیل مولانا اوکاڑی مرحوم نے اپنے ایک مقالہ'' میں حنفی کیسے بنا'' میں تفصیل سے بیان کی ہے۔ جو پڑھنے کے قابل ہے۔ جس طرح حضرت مولانا لال حسین صاحب اختر مرحوم کو قادیانیوں نے خوب پڑھایا مناظرے کے داؤ پیچ سکھائے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور قادیانیت سے تائب ہو کر مسلمان ہوگئے۔ تو قادیانی ان سے مناظرہ کرنے سے کتراتے تھے اسی طرح مولانا اوکاڑوی مرحوم کو غیر مقلدین نے پڑھایا ان کے مدرسہ میں پڑھتے تھے اور علماء اہل سنت احناف کو تنگ کرنے کے لیے پینترے سکھائے جوان کے مقالہ'' میں حنفی کیسے بنا'' میں موجود ہیں اور چھپ چکے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب اور حضرت مولانا عبدالحنان صاحب رحمہما اللہ کے ذریعے سے ہدایت دی تو سترہ سال تقریباً غیر مقلد رہنے کے بعد غیر مقلدیت سے تائب ہوگئے اور حنفیت اختیار کی اب غیر مقلد ان سے مناظرہ کرنے سے گھبراتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی خطاؤں اور لغزشوں کو معاف فرما کر مغفرت نصیب فرمائے۔ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین بحرمت سید المرسلین وصلی اللہ وعلی الہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الرحیم۔

طبیعت ٹھیک نہیں ہے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب رحمہ اللہ اکثر مجھ سے مولانا مرحوم کا تذکرہ فرماتے تھے۔ اور ان کی خدمات کے معترف تھے۔ بچوں کو پیار ودعاء

والسلام۔ عبدالدیان ۱۰ جنوری ۲۰۰۱ء

(۷) حضرت مولانا مفتی عبدالواحد جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

بخدمت جناب حضرت مولانا حافظ عبدالحق خان صاحب مدظلہ

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب رحمہ اللہ کے حالات وواقعات رقم کرنے کے بارے میں جناب کا مراسلہ موصول ہوئے ایک عرصہ ہوا۔ خود تو فی الواقع میرے ذہن میں کوئی ایسی بات نہیں جو رقم کی جاسکے کیونکہ مولانا رحمہ اللہ سے سلام دعا کی حد تک تعلق رہا ہے۔ کبھی جامعہ میں ان کی تقریر ہوئی تو وہ سن لی۔ اتفاق کہ ان کی کتابوں سے بھی زیادہ مستفیض نہ ہوسکا۔ بس چند ایک چھوٹے چھوٹے رسالے ہی دیکھے تھے۔ اپنے جامعہ کے

مولانا نعیم الدین صاحب سے میں نے ان کے بارے میں حق چار یارؓ کے لیے مضمون لکھنے کو کہا تو وہ فرمانے لگے کہ وہ انوار مدینہ کے لیے لکھیں گے۔ بہت ہی ندامت کے ساتھ معذرت خواہ ہوں کہ نہ تو جناب کے امر کا امتثال کر سکا اور نہ ہی مولانا رحمہ اللہ کا کوئی حق ادا کر سکا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور آپ حضرات کی سعی کو کامیاب بنائیں۔ والسلام عبدالواحد غفرلہ ۲۳ شوال المکرم ۱۴۲۱ھ

---

(۸) جناب پروفیسر خواجہ ابوالکلام صدیقی صاحب۔ ملتان

قابل صد احترام حضرت مولانا عبدالحق خان صاحب بشیر۔۔۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' آپ کا مطبوعہ گرامی نامہ جناب قاری عبدالرحمٰن رحیمی صاحب کی معرفت ملا۔ لہٰذا تعمیل ارشاد ین (آپ کا حکم اور قاری صاحب محترم کا حکم) میں یہ ایک مضمون ارسال ہے۔ والسلام محتاج دعا و دعا گو ابوالکلام خواجہ ۲۰۰۱-۱-۹

---

(۹) جناب پروفیسر میاں محمد افضل صاحب

برادر مکرم جناب حافظ عبدالحق خان صاحب زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا گرامی نامہ بھٹکتے بھٹکتے مورخہ ۲۰۰۱-۱-۱ کو بندہ کے پاس پہنچا۔ یاد آوری کا شکریہ' ماہنامہ ''الخیر'' میں بندہ کا ایک تفصیلی مضمون برادر مرحوم کے حالات پر شائع ہو چکا ہے۔ اب آپ کے حکم پر ایک دوسرا مضمون تحریر کیا ہے۔ میرے خیال میں کافی ثابت ہوگا۔ برادر مرحوم کے دو مرثیے ارسال خدمت ہیں' انہیں بھی خاص نمبر میں شائع کر دیں۔۔۔ بندہ پچیس سال سے شوگر کا مریض ہے' تیرہ سال سے انسولین لگوا رہا ہوں۔ روحانی بیماریاں اس کے علاوہ ہیں۔ صحت کاملہ اور خاتمہ بالخیر کے لیے ادعیہ صالحہ میں یاد فرمالیا کریں۔ اگر یاد رہے تو حضرت قاضی صاحب اور مولانا سرفراز خان صاحب کی خدمت میں بندہ کا سلام نیاز پیش کر دیں۔ والسلام طالب دعا پروفیسر میاں محمد افضل ساہیوال ۲۰۰۱-۱-۶

دوسرے مکتوب میں فرماتے ہیں کہ:

برادر مکرم جناب حافظ عبدالحق بشیر صاحب زیدت فیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! امید ہے مزاج بخیر ہونگے۔ برادر عزیز مولانا محمد انور صاحب اوکاڑوی کو مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی مرحوم کی جگہ خیر المدارس ملتان کے شعبہ الدعوۃ والارشاد میں چھوڑ آیا ہوں۔ اس سلسلہ میں دارالعلوم کبیر والا کے حضرات کو بصد منت و زاری راضی کیا۔ بہرحال اس تبدیلی کو ہمارے مسلک اور اداروں کے لیے بابرکت ہونے کی دعا کیجیے۔ بندہ مورخہ ۲۰۰۱-۲-۲۱ کو برائے حج بیت اللہ روانہ ہو رہا ہے۔ صحت و عافیت اور آداب حرمین شریفین کو ملحوظ رکھنے کی توفیق کی دعا فرماتے رہیں۔ برادر مرحوم کا ایک مرثیہ اور والدہ مرحومہ کا ایک مرثیہ ارسال خدمت ہے۔ شامل اشاعت فرما کر ممنون فرمائیں۔۔۔ حضرت قاضی صاحب اور مولانا سرفراز خان صاحب صفدر کی خدمت میں ہو سکے تو سلام اور دعا کی درخواست پہنچا دیں۔ بندہ آپ کا زیر بار احسان ہوگا۔ والسلام طالب دعا میاں محمد افضل ساہیوال ۲۰۰۱-۲-۸

حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری مدیر ماہنامہ ''بینات'' کراچی

بخدمت حضرت مولانا عبدالحق بشیر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ معروض آنکہ آنجناب کا نامہ کرم مخدوم مکرم حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر صاحب زید مجدہ کے نام موصول ہوا تھا کہ آنجناب حق چار یارؓ کا حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ نمبر شائع فرما رہے ہیں اس کے لیے مضمون تحریر فرما دیں۔ حضرت ڈاکٹر صاحب نے اس ہیچ مداں کے ذمہ لگایا تو چند سطریں پیش خدمت ہیں۔ اس پر اگر کوئی علمی یا تاریخی فروگذاشت ہو تو اسے تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ امید ہے بخیر ہوں گے۔ والسلام سعید احمد ۲۵-۱۱-۲۱ھ (مضمون آئندہ اوراق میں ملاحظہ فرمایئے۔ بشیر)

حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب جامعہ خیر المدارس ملتان

محترم المقام حضرت مولانا عبدالحق صاحب زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' گرامی نامہ صادر ہو کر باعث تشکر ہوا' بندہ کئی ماہ سے بیمار ہے لکھنا پڑھنا تقریباً متروک ہے۔ اس لیے کوئی مضمون لکھنے کی حالت میں نہیں تعمیل حکم کے لیے چند سطور سپرد قلم ہیں: قائد اہل سنت حضرت مولانا امین صاحب صفدر اوکاڑویؒ گوناگوں صفات کے مالک تھے ان کا تبحر علمی بے مثال تھا اپنی کتب اہل سنت کی ہی نہیں بلکہ تقریباً فرق باطلہ کی اہم کتب پر بھی ان کی گرفت مضبوط تھی۔ غیر مقلدین کے تو استاد کل تھے کتابوں کے قدیم وجدید نسخے عموماً پیش نظر رہتے تھے پھر ان میں جو خیانتیں کی گئی ہوں ان کی فہرست تیار رہتی تھی مقابل سے گفتگو کے وقت گھبرانا' پریشان ہونا' اس کو وہ جانتے بھی نہ تھے مقابل فریق جتنا چاہے غصہ ہو' شپٹائے ان کے چہرے کی بشاشت اور شگفتگی پر ذرہ بھر اثر نہیں ہوتا تھا ان کی بڑی خوبی یہ تھی کہ صاحب لسان اور صاحب قلم ہونے اور اپنی بے پناہ مقبولیت کے باوجود عقائد و نظریات و اعمال میں نہایت شدت کے ساتھ سلف صالحین اور اپنے اکابر کے قدم بقدم متبع تھے۔ اس دور میں اہل کمال کے اندر یہ امر تقریباً گم ہو رہا ہے اپنی معمولی مقبولیت دیکھ کر ابنائے زمانہ مجتہد بن بیٹھتے ہیں ایسے کم ظرفوں کے ہاں اکابر کی تحقیقات کا کوئی وزن نہیں ان کے نزدیک تحقیق وہی ہے جو ان کی سمجھ میں آئے حالانکہ یہ امر گمراہیوں کا دروازہ کھولتا ہے۔

اتباع صحابہؓ کو چھوڑ کر اپنے خام اجتہاد ہی کی بناء پر معتزلہ' مرجیہ' کرامیہ وغیرہ گمراہ فرقے ظاہر ہوئے مکہ مکرمہ میں ایک بڑے شخص نے مولانا سے کہا کہ فلاں بدعت پر تقریر کر دیجیے فوراً فرمایا کہ تائید میں یا تردید میں وہ تائیدی تقریر کرانا چاہتے تھے حضرت نے فرمایا کہ یہ جرأت کیسے کر سکتا ہوں ہاں حضرات مفتیان کرام کا فتویٰ لائیں تو پھر آپ کی خواہش پوری کروں گا۔ وہ صرف غیر مقلدین کے لیے ہی نہیں تھے بلکہ کسی بھی فرق باطلہ کی طرف سے جب انہیں دعوت مبارزت دی گئی تو انہوں نے کامیابی سے اس کا مقابلہ کیا مولانا مرحوم تمام اہلسنت والجماعت اور دینی جماعتوں کی مشترکہ متاع تھے۔ مولانا مرحوم کا ایک خصوصی وصف ان کی سادگی تواضع وانکساری

تھی اللہ تبارک وتعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں مولانا مرحوم کی کلام لطائف کا ذخیرہ ہوتی تھی
ہم ایک لطیفہ پر ان سطور کو ختم کرتے ہیں۔ وہ لطیفہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ مولانا اڈے پر سوار ہونے کے لیے بیٹھے
تھے تو چند بریلوی آدمیوں نے دیکھا کہ یہ دیوبندی عالم ہیں تو بار بار ان کے سامنے سے گزرتے اور پڑھتے
الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ تو تین چار مرتبہ جب انہوں نے ایسا کیا تو مولانا نے فرمایا کہ
میں تو رسول اللہ نہیں ہوں آپ لوگوں کو دھوکہ ہوا آپ تو مدینہ منورہ میں ہیں تو وہ رسوا ہو کر دوبارہ نہیں آئے۔ اس
لطیفہ سے مولانا کی شان علمی اور حاضر جوابی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کی مغفرت فرمائیں
آمین! فقط والسلام بقلم محمد عبداللہ

مولانا اوکاڑویؒ کی والدہ محترمہ بھی خالق حقیقی سے جاملیں

مولانا اوکاڑویؒ کی رحلت کے تین ماہ بعد ۸ ذیعقدہ کو ان کی والدہ محترمہ بھی قضائے الٰہی سے وفات
گئیں' اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ ایک نیک اور صالحہ عورت تھیں۔ سو سال کے قریب عمر پائی
بے شمار بچوں کو قرآن کی تعلیم دی۔ حضرت اقدس امیر مرکزیہ مدظلہ کے حکم پر ناچیز مولانا جمیل الرحمن
اختر کی معیت میں نماز جنازہ میں شریک ہوا۔ خدا تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے ان کے درجات بلند
کرے اور انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ادارہ
ماہنامہ حق چار یارؓ مرحومہ کے تمام اقرباء کے غم میں برابر کا شریک ہے۔۔۔۔ حافظ عبدالحق خان بشیر

اھدنا الصراط المستقیم

امین ملت مولانا اوکاڑویؒ

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین مدظلہ☆

امین ملت ترجمان اہل سنت وکیل حنفیت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑویؒ کی وفات حسرت آیات سنی
[حضر]ات کے لیے ایک عظیم سانحہ ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون: حق تعالیٰ مرحوم کی حسنات قبول فرمائیں اور تقصیرات
[مع]اف فرمائیں اور جنت الفردوس نصیب ہو۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم حسب ضابطۂ قرآنی کل نفس
ذائقۃ الموت مولانا مرحوم بھی اپنے وقت مقررہ پر ہی اس جہان فانی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال کر گئے
[ہ]یں اور موت وحیات کا یہ سلسلہ تو قیامت تک چلتا ہی رہے گا اور خالق موت وحیات بھی وہی وحدہ لاشریک لہ
اللہ جل شانہ' ہی ہے جو ساری مخلوق کا خالق ہے۔ چنانچہ سورہ ملک میں فرمایا خلق الموت والحیاۃ لیبلوکم
[ا]یکم احسن عملاً جس نے موت وحیات کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں سے کون شخص عمل میں
[ز]یادہ اچھا ہے (ترجمہ حضرت تھانویؒ ولادت ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ بمطابق ستمبر ۱۸۶۳ء وفات ۱۶/رجب
۱۳۶۲ھ بمطابق ۱۹۴۳ء) اور اس آیت کے تحت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں موت وحیات کا یہ سارا سلسلہ اس
لیے ہے کہ تمہارے اعمال کی جانچ کرے کہ کون برے کام کرتا ہے اور کون اچھے اور کون اچھے سے اچھے پہلی زندگی
[م]یں یہ امتحان ہوتا ہے اور دوسری زندگی میں اس کا مکمل نتیجہ دکھلا دیا گیا۔ فرض کرو اگر پہلی زندگی نہ ہوتی تو عمل کون
کرتا اور موت نہ آتی تو لوگ مبتدا و منتہیٰ سے غافل اور بے فکر ہو کر عمل چھوڑ بیٹھتے اور دوبارہ زندہ نہ کیے جاتے تو
بھلے برے کا بدلہ کیا ہو سکتا ہے' آیت مذکورہ سے ثابت ہوا کہ کامیاب وہی انسان ہوگا جو اس فانی زندگی میں اعمال
حسنہ بجالاتا ہے اور گو یہاں ایمان وعقیدہ کا ذکر نہیں ہے لیکن قرآن حکیم کی دوسری آیات میں جابجا الذین امنوا
وعملوا الصلحت فرمایا گیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اعمال صالحہ سے ایمان مقدم ہے۔ یعنی ایمان ہوگا تو
اعمال قبول ہونگے اگر ایمان نہیں تو اعمال صالحہ کیسے کریگا کیونکہ اعمال صالحہ گو وہ اعمال ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم اور

☆ بانی وامیر تحریک خدام اہل سنت وجماعت پاکستان' خطیب مدنی جامع مسجد چکوال

نبی کریم ﷺ کی شریعت کے ہوں۔ اور جب اس کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ہی ایمان نہیں ہے۔ تو وہ نیک اعمال کو کیوں اور کیسے کریگا اور اگر قرآن پر ہی ایمان نہیں تو قیامت پر ایمان کیونکر اور کیسے ہوگا بہر حال کتاب اللہ سے واضح ہوا کہ توحید و رسالت اور قیامت اسلام کے تین بنیادی عقیدے ہیں ان میں سے اگر ایک کا بھی انکار کرے تو مومن نہیں کافر ہے (۲) مذکورہ آیت کی روشنی میں کامیاب اور فلاح پانے والے وہی مسلمان ہیں جو حسن عمل کے تحت زندگی گزارتے ہیں۔ ہم جو تا حال زندہ ہیں ہمیں اپنی زندگی کا جائزہ لینا چاہیے اور جو وفات پا چکے ہیں ان کی زندگی کا بھی جائزہ لیکر ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ وہ آخرت میں جنت کا انعام لینے والوں میں سے ہیں یا العیاذ باللہ جہنم کے سزا یافتہ ہیں (۳) رب العالمین نے اس حقیقت کو سمجھانے کے لیے قرآن مجید میں فرمایا **قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم** (آل عمران ع ۴) آپ فرما دیجئے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم میری اتباع کرو خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے سب گناہوں کو معاف فرما دینگے اور خدا تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے بڑے عنایت کرنے والے ہیں (ترجمہ حضرت تھانویؒ) شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی اسیر مالٹاؒ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

دشمنان خدا کی موالات و محبت سے منع کرنے کے بعد خدا سے محبت کرنے کا معیار بتاتے ہیں یعنی اگر دنیا میں آج کسی شخص کو مالک حقیقی کی محبت کا دعویٰ یا خیال ہو تو اس کو اتباع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسوٹی پر کس کر دیکھ لے سب کھرا کھوٹا معلوم ہو جائیگا۔ جو شخص جس قدر حبیب خدا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ پر چلتا اور آپ کی لائی ہوئی روشنی کو مشعل راہ بناتا ہے اسی قدر سمجھنا چاہیے کہ خدا کی محبت کے دعوی میں سچا اور کھرا ہے اور جتنا اس دعویٰ میں سچا ہوگا اتنا ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں مضبوط اور مستعد پایا جائے گا۔ جس کا پھل یہ ملے گا کہ حق تعالیٰ اس سے محبت کرنے لگیں گے اور اللہ کی محبت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی برکت سے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے اور آئندہ طرح طرح کی ظاہری و باطنی مہربانیاں مبذول ہونگی گویا توحید وغیرہ کے بیان سے فارغ ہو کر یہاں سے نبوت کا بیان شروع کیا گیا اور پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی دعوت دی گئی" ان آیات میں ان خوش نصیب مسلمانوں کے لیے بڑی بشارت پائی جاتی ہے جو اپنی یہ فانی زندگی نبی کریم رحمۃ للعالمین خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں صرف کریں ان کو حق تعالیٰ کی محبت و محبوبیت کا مقام حاصل ہو جاتا ہے اور اگر کوئی شخص اتباع رسول اللہ ﷺ سے محروم ہے تو وہ آخرت میں نجات نہیں پا سکتا۔ العیاذ باللہ۔

خلاف پیمبرؐ کسے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

(۴) اس آخری امت میں اتباع نبویؐ کی برکت سے اصحاب رسول اللہ ﷺ کو حق تعالیٰ کی محبت کی یہ اعلیٰ نعمت نصیب ہوئی ہے اور یہ وہی جنتی جماعت ہے جن کو **رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ** کی قرآنی سند عطا ہوئی

ہے۔ اور اہل بیت نبویؐ سمیت یہ وہی حقانی جماعت صحابہؓ ہے کہ عالم شہادت، عالم برزخ اور عالم آخرت میں وہ اللہ کی ناراضگی اور عذاب سے محفوظ ہے۔ چنانچہ ایک سوال کے جواب میں قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ اولیائے کرام بھی بحکم شہداء ہیں اور بشمول آیت **بل احیاء عند ربھم** کے ہیں اور سوال قبر نہ ہونا شہداء سے بندہ کو معلوم نہیں۔ ہاں حدیث میں آیا ہے کہ شہید کو عذاب قبر سے امن دی جاتی ہے اور یہ فضیلت اولیائے عظام کے واسطے بھی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب ص ۸۷) اور اگر شہداء اور اولیائے عظام عذاب قبر سے محفوظ ہیں تو صحابہ کرامؓ تو بطریق اولیٰ عذاب قبر سے محفوظ ہونگے کیونکہ ان کو از روئے قرآن مجید حق تعالیٰ کی رضا کا سایہ نصیب ہے۔ (۵) اولیاء اللہ کو بھی مرتبہ ولایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور صحابہؓ کرام خصوصاً مہاجرین و انصار کی اتباع کے طفیل ہی نصیب ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا **والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ واعدلھم جنت تجری تحتھا الانھر خالدین فیھا ابداً ذلک الفوز العظیم** ۔ (سورۃ التوبہ ع ۱۳ آیت ۱۰۰) اور جو مہاجرین و انصار (ایمان لانے میں سب سے) سابق اور مقدم ہیں اور (بقیہ امت میں) جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس (اللہ) سے راضی ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی جن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ) شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ "مذکورہ آیت کے تحت لکھتے ہیں۔ جن مہاجرین نے ہجرت میں سبقت و اولیت کا شرف حاصل کیا اور جن انصار نے نصرت و اعانت میں پہل کی غرض جن لوگوں نے قبول حق اور خدمت اسلام میں جس قدر آگے بڑھ بڑھ کر حصے لیے پھر جو لوگ نکوکاری اور حسن نیت سے ان پیشروان اسلام کی پیروی کرتے رہے ان سب کو درجہ بدرجہ خدا کی خوشنودی اور حقیقی کامیابی حاصل ہو چکی جیسے انہوں نے پوری خوشدلی اور انشراح قلب کے ساتھ حق تعالیٰ کے احکام تشریعی اور قضائے تکوینی کے سامنے گردنیں جھکا دیں اسی طرح خدا نے ان کو اپنی رضا اور خوشنودی کا پروانہ دیکر غیر محدود انعام و اکرام سے سرفراز فرمایا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مابعد کے مسلمانوں کے لیے اپنی رضا اور خوشنودی کو مہاجرین و انصار کی پیروی سے مشروط کر دیا ہے یعنی قیامت تک آنے والوں میں سے وہی لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر سکیں گے جو اخلاص کے ساتھ مہاجرین و انصار صحابہؓ کی پیروی کریں گے۔ (۶) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے **تفترق امتی علی ثلث وسبعین ملۃ کلھم فی النار الا ملۃ واحدۃ قالوا من ھم یا رسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی** (مشکوٰۃ شریف) فرمایا میری امت عنقریب ۷۳ گروہوں میں تقسیم ہو جائیگی جن میں سے سوائے ایک گروہ کے باقی سب جہنم میں جائیں گے اس پر صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ کی امت میں سے نجات پانے والے کون سے لوگ ہونگے۔ تو فرمایا کہ "وہ لوگ جو میرے اور میرے اصحابؓ کے طریقے پر ہونگے" اس ارشاد رسالت سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرامؓ معیار حق ہیں۔ اور ناجی وہی گروہ اور فرقہ ہے جو رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے علاوہ صحابہ کرامؓ کی پیروی کو بھی لازم قرار دیتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اسلام کے نام لیوا تمام گروہوں اور فرقوں میں سے اہل سنت و جماعت ہی آیت قرآنی اور حدیث نبوی کی پیروی کرنیو الے ہیں اور یہی ناجی فرقہ ہے چنانچہ قرآن مجید کی آیت یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ (آل عمران ع ۱۱) وہ دن قیامت کا کہ بعض چہرے سفید نورانی اور بعض کالے سیاہ ہونگے۔'' اس آیت کے تحت حبر امۃ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ قیامت میں جن لوگوں کے چہرے سفید اور نورانی ہونگے وہ اہل سنت و جماعت ہیں۔

چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ مذکورہ آیت کے تحت لکھتے ہیں یعنی یوم القیامۃ حین تبیض وجوہ اھل السنت والجماعۃ وتسود وجوہ اھل البدعۃ والفرقۃ قالہ ابن عباس (تفسیر ابن کثیرؒ ایضاً تفسیر درمنثور للسیوطیؒ اور تفسیر مظہری از قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ) اور امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ مذکورہ حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ پیغمبر صادق علیہ من الصلوات افضلھا ومن التسلیمات اکملھا بر تمیز فرقۃ واحدۃ ناجیۃ۔ ازاں فرق متعددہ فرمودہ است آنست کہ الذین ھم ما انا علیہ واصحابی یعنی آں فرقہ واحدہ ناجیہ کہ: آنست ایشاں بطریقے اند کہ من برآں طریقم واصحاب من براں طریق اند۔ الخ (ترجمہ متعدد فرقوں میں سے ناجی فرقہ کی تمیز کے لیے جو دلیل پیغمبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے وہ الذین ھم ما انا علیہ واصحابی ہے۔ یعنی اس ناجی فرقے کے لوگ وہ ہیں جو میرے طریقے اور میرے اصحابؓ کے طریقے پر چلنے والے ہیں اور اس مقام پر باوجودیکہ خود صاحب شریعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کافی تھا اور صحابہ کرامؓ کے ذکر کی وجہ یہ ہے کہ لوگ جان لیں کہ میرا طریقہ وہی ہے جو میرے اصحابؓ کا طریقہ ہے اور راہ نجات فقط ان کے طریقے کی پیروی سے وابستہ ہے اور اس میں شک نہیں ہے کہ جو فرقہ اصحابؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو لازم قرار دیتا ہے وہ اہل سنت و جماعت ہی ہیں اللہ تعالیٰ ان کی کوششیں قبول فرمائے (۲) نیز فرماتے ہیں متابعت جمیع اصحاب در اصول دین لازم است ہرگز در اصول اختلافے ندارند اگر اختلاف است در فروع است والیضا مبلغان شریعت جمیع اصحاب اند کما مر لان الصحابۃ کلھم عدول (تمام اصحابؓ کی پیروی اصول دین میں ضروری ہے اور ہرگز ان کا اختلاف اصول دین میں نہیں ہے۔ اگر اختلاف ہے تو فروع میں ہے اور تمام اصحابؓ شریعت کے مبلغ ہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کیونکہ تمام صحابہؓ عادل ہیں۔ الخ (مکتوبات مجدد الف ثانی جلد اول نمبر ۱۳۱ ص ۱۰۵) (۳) اور قرآن کے موعودہ خلفائے راشدینؓ جو مہاجرین اولین میں سے ہیں وہ چار ہی ہیں یعنی امام الخلفاء حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر فاروق' حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی المرتضیٰ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور انہی کو چار یار کہا جاتا ہے۔ چنانچہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند (ولادت ۱۲۴۸ھ بمطابق ۱۸۳۲ء وفات ۱۲۹۷ھ بمطابق ۱۶ اپریل ۱۸۸۰ء) آیت استخلاف یعنی وعداللہ الذین

امنوا منکم وعملوا الصلحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا۔ یعبدوننی لا یشرکون بی شیئاً ومن کفر بعد ذلک فاولئک ھم الفسقون (ترجمہ یعنی وعدہ کیا ہے اللہ نے بعضے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور اچھے اچھے عمل کیے اس بات کا کہ ان کو زمین کا خلیفہ اور بادشاہ بنادونگا جیسا ان سے پہلوں کو (بنایا) اور ان کے لیے اس دین کو جو ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے چھانٹ کر رکھا ہے اور پسند کر رکھا ہے خوب جمادیگا اور ان کو بعد اس کے کہ خوف رہا کرتا تھا امن دیگا کہ پھر وہ میری ہی عبادت کرینگے اور کسی کو ذرہ برابر عبادت میں میرا شریک نہ کرینگے اور جو لوگ بعد اس نعمت کے کفران نعمت کریں اور ناشکری کریں وہی ہیں اصلی فاسق طاعت سے نکلے ہوئے۔ (ہدیۃ الشیعہ طبع دوم ص ۶۲) اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے حضرت نانوتویؒ لکھتے ہیں:

یہ وعدہ ہر کسی سے نہیں ہوا۔ اس زمانے کے مومنوں یعنی صحابہؓ سے ہوا ہے کیونکہ الذین امنوا کے بعد منکم بھی بڑھایا ہے اس کا حاصل یہی ہوا کہ یہ وعدہ انہی سے ہے کہ جو تمہارے زمانے میں مومن ہیں پچھلوں کو اس لفظ کے ذکر سے اس وعدہ سے علیحدہ کر دیا ہے تو اب حضرت امام مہدی کا تسلط روئے زمین پر اس وعدہ سے علیحدہ ہے اور پھر وعدہ بھی اس زمانہ کے تمام مومنوں سے نہیں ہوا بلکہ بعضے سے چنانچہ لفظ من جو منکم میں ہے اس کا ماحصل یہی ہے۔ (۲) اسی آیت کی تشریح کرتے ہوئے حضرت نانوتویؒ لکھتے ہیں۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ تسلط اہل اسلام اور تمکین دین پسندیدہ اور ازالہ خوف اور تبدیلی امن جو کچھ تھا سب کا سب اصل میں انہی چار یارؓ کے لیے تھا (ص ۷۵) (۳) القصہ نعمت خلافت ہر چند بالاصالت چار یارؓ ہی کے لیے تھی مگر سب ہی اس میں شریک تھے اور ساری نعمتوں سے جو اس آیت میں مندرج ہیں صحابہؓ اور غیر صحابہؓ بطفیل خلفاء اربعہؓ حسب لیاقت بہرہ ور ہوئے (ص ۷۵) یہاں بانی دارالعلوم دیوبند حضرت نانوتویؒ نے آیت استخلاف کا مصداق خلفاء اربعہؓ ہی کو قرار دیا ہے یعنی امام الخلفاء حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر فاروق' حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم اور انہی کے لیے چار یارؓ کا محاورہ بھی استعمال کیا ہے اور خدام اہل سنت بھی بطور تحریک آیت استخلاف کا مصداق خلفاء اربعہؓ کو قرار دیتے ہوئے ان کی حقانیت کے اظہار و اعلان کے لیے خلافت راشدہ کے جواب میں حق چار یارؓ کی صدائے حق بلند کر رہی ہے اور اس حقانی نسبت کو پھیلانے کے لیے اپنے ماہنامہ کا نام بھی حق چار یارؓ ہی تجویز کیا ہے اور یہ صرف خدام کے لیے ہی نہیں بلکہ ہر سنی مسلمان کا فریضہ ہے جو خلفاء اربعہ کو قرآن کے موعودہ چار خلفائے راشدین مانتا ہے کہ بلاخوف لومۃ لائم چہار سو حق چار یارؓ کا ڈنکہ بجائے چنانچہ ۱۹۳۹ء میں مدح صحابہؓ ایجی ٹیشن لکھنو کے دوران امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے جانباز احرار احتجاجی جلوسوں میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

جن کا ڈنکہ بج چکا ہے چار سو لیل ونہار
ہیں ابوبکرؓ، و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ چار یارؓ

ارشاد مدنیؒ

شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہ (ولادت ۱۹ شوال ۱۲۹۲ وفات مطابق ۱۸۷۹ وفات جمادی الاولی ۱۳۷۷ھ ۵ دسمبر ۱۹۵۷ء) نے تحریک مدح صحابہؓ کی پرزور تائید فرمائی۔ حتیٰ کہ گرفتاری کے لیے بھی دارالعلوم دیوبند سے طلبہ کا ایک دستہ لیکر لکھنؤ تشریف لے گئے تھے لیکن گرفتاری کی نوبت نہیں آئی۔ حضرت کی مداخلت کی وجہ سے یو پی گورنمنٹ نے بعض مطالبات تسلیم کر لیے تھے۔ ان دنوں بندہ دارالعلوم میں ہی دورہ حدیث میں شریک تھا۔ حضرت مدنیؒ نے سیکرٹری صاحب مرکزی مجلس تحفظ ناموس صحابہؓ لکھنؤ کے نام ایک مفصل گرامی نامہ لکھا جس میں مدح صحابہؓ کے وجوب کو دلائل سے ثابت کیا تھا۔ چنانچہ آپ نے لکھا کہ: حضرت خاتم النبیین سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دوستوں اور آپ کے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم کی تعریفیں قرآن مجید میں متعدد مقامات پر بہت سی آیتوں میں ذکر کی گئی ہیں حتیٰ کہ بعض جگہ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ان کی پیدائش سے بھی پہلی کتابوں (تورات و انجیل) میں ان کی ثنا وصفت ذکر کی گئی تھیں۔ سورۃ حشر میں مہاجرین اور انصار رضی اللہ عنہم اجمعین کے بعض خصائل حمیدہ پر روشنی ڈالنے کے بعد ان لوگوں کا ذکر فرمایا گیا ہے چونکہ اس کے بعد آئے یا آئیں گے (تابعین اور ان کے بعد والے لوگ) ان کی توصیف اور تعریف میں ان کا یہ قول بھی ذکر کیا گیا ہے کہ وہ کہتے ہیں ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رؤف رحیم۔ اے ہمارے پروردگار ہماری اور ہمارے ان بھائیوں کی جو کہ ہم سے پہلے ایمان لائے تھے مہاجرین اور انصار یعنی صحابہ کرامؓ ان کی مغفرت فرما اور ہمارے دلوں میں ان ایمان والوں کے متعلق کسی قسم کا کوئی کینہ نہ کر۔ اے پروردگار تو بہت محبت اور مہربانی والا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب یہ قوی صفت بطور ثنا صحابہ کرامؓ کے بعد قیامت تک کے آنے والوں کے لیے ذکر کی گئی ہے اور اس انداز سے کہ اس سے نہ صرف اس قسم کی پسندیدگی ہی معلوم ہوئی بلکہ اس کا حکم بھی مکانی زمانی انفرادی اور اجتماعی قیود وغیرہ سے بالاتر ہو کر ٹپکتا ہے۔ تو بعد کے آنے والے مسلمانوں پر اس قول کا پبلک مقامات عام مناسب مقامات پر بھی شرعاً مطلوب ہوگا۔ احادیث صحیحہ میں صحابہ کرامؓ رضی اللہ عنہم کی ثنا وصفت ان سے محبت رکھنے کی تاکید ان کی شان میں گستاخی کی مذمت ان کی تابعداری کرنے کا حکم ان کا ذکر بالخیر کرنے کا ارشاد وغیرہ نہایت کثرت سے مذکور ہے۔ اس بنا پر مسلمانوں کے اجتماعات عامہ عیدین، حج، جمعہ وغیرہ میں لیکچر دیتے ہوئے خطبہ پڑھتے ہوئے صحابہ کرام خصوصاً خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی ثنا وصفت کرنی نہ صرف مستحب قرار دی گئی ہے (درمختار، شامی، عالمگیری وغیرہ) بلکہ حسب تصریح امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز اس کو شعار اہل سنت و جماعت بھی قرار دیا گیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ ذکر خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اگرچہ از شرائط خطبہ نیست لیکن از شعائر اہل سنت است۔ الخ (مکتوبات جلد دوم ص ۱۵) ترجمہ: خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا ذکر اگرچہ خطبہ کی شرائط میں سے نہیں ہے لیکن اہل سنت کے شعائر میں سے ہے۔ کوئی اپنے ارادے اور سرکشی سے اسے نہیں چھوڑتا مگر وہ شخص جس کا دل بیمار ہو اور اس کا باطن خبیث ہو۔ اور اگر فرض کریں کہ تعصب اور عناد سے

ترک نہ کیا ہو تو وعید من تشبہ بقوم فھو منھم (جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ ان میں سے ہے) کا کیا جواب کہا جائے گا۔ اس قسم کا بدبودار پھول ابتدائے اسلام سے اس وقت تک ہندوستان سے کھلنا معلوم نہیں ہوتا لیکن نزدیک ہے کہ اس معاملے سے تمام شہر فتیح ہو جائے بلکہ ڈر ہے کہ ہندوستان سے یہ امر اٹھ جائے اس قسم کے واقعات سے تغافل برتنا مبتدعین کو دلیر بنانا اور دین میں رخنہ پیدا کرنا ہے اور چونکہ شعار کا اظہار اور اعلان ہر زمانے اور ہر جگہ میں ضروری ہے۔ بنابریں ان کا اعلان ہر جگہ ضروری ہوگا۔ منہاج السنۃ میں ہے ان المسلمین والکفار اذا کان لھؤلاء شعار وجب اظھار شعار الاسلام فی کل زمان وفی کل مکان۔ مسلمان اور کافروں کے جب کہ علیحدہ علیحدہ شعار ہوں تو مسلمانوں کے شعار کا ہر زمانہ اور ہر مکان میں ظاہر کرنا واجب ہے۔

(مکتوبات۔ شیخ الاسلام جلد سوم مکتوب نمبر ۶)

یہاں یہ ملحوظ رہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے بدبودار پھول اس سنی خطیب کو کہا ہے جس نے بمقام سامانہ ضلع لدھیانہ خطبہ عید الاضحیٰ میں خلفائے راشدینؓ کے نام نہیں لیے تھے اور آپ نے اس وقت کے حکمرانوں کو فرمایا کہ وہاں کے اس خطیب کے خلاف کارروائی کی جائے۔ اور اسی مکتوب میں حضرت مجددؒ فرماتے ہیں چوں استماع ایں خبر وحشت انگیز در شورش آورد رگ فاروقی را حرکت داد (جب اس خبر وحشت انگیز نے طبیعت میں ایک شورش پیدا کر دی اور میری فاروقیؓ رگ کو بھڑکا دیا اس لیے یہ چند کلمے تحریر کر دیئے۔ (۲) امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ (ولادت ۹۷۱ھ۔ وفات ۱۰۳۴ھ عمر ۶۳ سال) فرماتے ہیں۔ ہیچ ولی بمرتبہ صحابی نرسد اویس قرنی باآں رفعت شاں کہ بشرف صحبت خیر البشر علیہ الصلوات والتسلیمات نرسیدہ بمرتبہ ادنی صحابی نرسد الخ ترجمہ کوئی ولی کسی صحابیؓ کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا حضرت اویسؒ قرنی باوجود بلند مرتبہ کے چونکہ "حضور خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے شرف نہیں ہو سکے۔ کسی ادنیٰ صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ کسی شخص نے حضرت عبداللہؒ بن مبارک سے دریافت لیا کہ حضرت امیر معاویہؓ افضل ہیں یا عمر بن عبدالعزیزؒ تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہاد میں حضرت معاویہؓ کے گھوڑے کی ناک میں جو غبار داخل ہوا وہ بھی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے کئی گناہ افضل ہے (۳) فخر المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ (مصنف بذل المجہود شرح ابی داؤد و براہین قاطعہ غیرہ) کی خدمت میں کسی نے یہ سوال کیا کہ: حضرات خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم کے متعلق باتیں شیعوں کی جن قامات کے شیعوں میں پہنچتی ہیں ان مقامات کی ہر تقریب ذکر بزرگان دین میں ذکر خلفاء ثلثہ ضروری ہے یا نہیں۔ س کے جواب میں حضرت محدث سہارنپوریؒ فرماتے ہیں کہ:

حضرات خلفاء ثلثہ یعنی۔ صدیقؓ اکبر و فاروقؓ اعظمؓ و عثمان غنیؓ کے متعلق یا ائمہ ثلثہ یعنی حضرت علی و حضرت سن و حضرت حسین رضی اللہ عنہم کے متعلق شیعوں کی باتیں جن مقامات کے شیعوں میں پہنچتی ہیں یا پہنچنے کا احتمال ہو ن مقامات کی ہر تقریب ذکر صالحین میں بیان خلفاء ثلثہ ضروری اور سخت ضروری ہے۔ بدلائل بسیار ذکر خلفاء اشدینؓ ایسا ضروری شعار مذہب ہے کہ علماء کرام نے کسی کتاب میں کسی خطبہ میں کسی وعظ میں ترک نہیں کیا بلکہ

علماء کرام کی سینکڑوں کتابیں اس باب میں موجود ہیں۔حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی" کے ایک مکتوب میں یہ افادہ ہے کہ ذکر جمیل خلفاء راشدینؓ شعار مذہب اہل سنت ہے اس کو خطبہ عید میں جس نے ترک کیا ہے۔وہ وعید من تشبة بقوم فهو منهم سے بچ نہیں سکتا (جس نے کسی قوم کی مشابہت کی وہ انہی میں شمار ہوگا) نیز اس سلسلہ میں حضرت محدث سہارنپوری" لکھتے ہیں۔ذکر مناقب چار یارؓ عبادت ہے۔اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت اور چار یارؓ کبار کی مدح نظماً و نثراً پڑھنا فی حد ذاته جائز اور مستحب ہے۔(فتاویٰ خلیلیہ جلد اول ص ۳۵) اس فتویٰ کی تائید کرنے والے حضرات میں حسب ذیل اسماء گرامی بھی شامل ہیں۔حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی" مفتی دارالعلوم دیوبند شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ اسیر مالٹا۔محدث العصر حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ۔اس فتویٰ کی تائید میں حضرت مولانا ظفر احمد عثانی" مصنف اعلاء السنن لکھتے ہیں: الحمدللہ جوابات سب صحیح اور واجب الاظہار ہیں۔واقعی بغیر ذکر خلفاء ثلثہ ذکر تشبہ بالروافض ہونے کی وجہ سے معصیت کبیرہ ہے۔مگر سنیوں کے لیے ذکر خلفاء ثلثہ کے ساتھ ذکر حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی ضروری ہے تاکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے انکار کی صورت نہ پیدا ہو نیز تشبہ بالخوارج کا اندیشہ نہ ہو۔ (ایضاً فتاویٰ خلیلیہ ص ۳۶۱)

تقلید شخصی واجب ہے

جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اصول دین میں کوئی اختلاف نہ تھا ان کا جو بھی اختلاف تھا وہ فروعی اور اجتہادی مسائل میں تھا۔اسی طرح بعد کے مجتہدین کا اصول دین میں کوئی اختلاف نہیں اور ان کا اختلاف بھی فروعی اور اجتہادی مسائل میں ہے۔لیکن ہر عالم و محقق بھی مجتہد نہیں ہوتا بلکہ مقام اجتہاد بہت بلند ہے اور غیر مجتہد علماء بھی ان مسائل میں مجتہدین کی تقلید کرتے ہیں۔اور تقلید کا مطلب یہ ہے کہ فروعی اور اجتہادی مسائل میں کسی مجتہد کے اجتہاد پر عمل کیا جائے اور دلیل کا مطالبہ نہ کیا جائے۔اس اعتماد پر کہ مجتہد نے کتاب و سنت سے جو مسئلہ مستنبط کیا ہے۔وہ ان کے دلائل پر مبنی ہے۔اہل سنت میں چار مشہور مجتہد ہیں جن کے مذاہب مدون ہیں اور ان کی مذہبی کتابیں مشہور ہیں یعنی امام المجتہدین حضرت امام ابوحنیفہ" امام شافعیؒ امام مالکؒ اور امام احمد حنبلؒ ان میں تابعی صرف امام اعظم ابوحنیفہ" ہیں حضرت انس وغیرہ صحابہؓ رضی اللہ عنہ کی زیارت کی اور ان سے استفادہ کیا ان کی ولادت ۸۰ھ اور وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی۔حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (ولادت ۱۱۱۴ھ وفات ۱۱۷۶ھ) نے تقلید کے موضوع پر دو کتابیں لکھیں ہیں۔(۱) عقد الجید فی احکام التقلید (۲) الانصاف فی بیان الاختلاف حضرت شاہ صاحب عقد الجید میں لکھتے ہیں۔اعلم ان فی الاخذ بهذه المذاهب الاربعة مصلحة عظيمة وفی الاعراض عنها كلها مفسدة كبيرة. جان لیں کہ ان چار مذاہب کو اختیار کرنے میں بڑی عظیم مصلحت تھی اور ان کے چھوڑنے میں بعض بڑی خرابیاں ہیں۔

اکابر دیوبند حنفی ہیں

شیخ العرب والعجم حضرت مدنی" نے حضرت مولانا محمد انوری لائل پوریؒ خلیفہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ کو ان کے سوالات کے جوابات میں حسب ذیل گرامی نامہ لکھا۔

محترم المقام زید مجدکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ والا نامہ باعث سرفرازی ہوا جس پر آپ نے کوئی تاریخ درج نہیں کی۔یہ تحریر کا بڑا نقص ہے۔محترم ہم سب اور ہمارے اسلاف کرام حضرت امام ابوحنیفہ" کے مقلد ہیں۔ اساتذہ کرام کے ہم خوشہ چین ہیں۔ان کے احسان اور علوم سے استفادہ کرنے والے اور شکر گزار ضرور ہیں مگر تقلید صرف امام ابوحنیفہ" کی کرتے ہیں اور اسی کو علمی روشنی میں ضروری اور باعث نظام امت سمجھتے ہیں ہم دوسرے ائمہ مذاہب کو بھی حق پر سمجھتے ہیں (۲) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز جو سلسلہ کے بہت بڑے امام ہیں اور حضرت محمد شاہ اسماعیل صاحب" کے استاذ الاستاذ اور جد بزرگوار ہیں کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلہ میں مطاع نہیں قرار دیتے۔حجۃ اللہ البالغہ کی جلد ثانی میں شاہ صاحب" نے بہت سے مسائل میں خلاف فرمایا ہے۔ہم ان پر نہ فتویٰ دیتے ہیں اور نہ عمل کرتے ہیں اور بحمد اللہ ہمارے پاس ان مسائل فرعیہ کے جوابات بھی مکمل طور پر موجود ہیں۔اور اسی طرح پر محقق العصر علامہ ابن ہمام" وغیرہ دوسرے اکابر کے تفردات بھی ہم معمول بہا نہیں قرار دیتے۔اور یہی مسلک ہم نے اسلاف کرام سے ارجح پایا ہے (ایضاً جلد سوم مکتوب نمبر ۷)

حضرت گنگوہیؒ: قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (ولادت ٦ ذیقعدہ ۱۲۴۴ھ مطابق ۱۸۲...ء۔وفات ۸ جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ مطابق اگست ۱۹۰۵ء) نے بھی تقلید شخصی کو واجب قرار دیا ہے۔اور اس کو دلائل سے ثابت کیا ہے۔اور جو لوگ تقلید شخصی کو حرام اور شرک وغیرہ کہتے ہیں ان کی مذمت کی ہے۔چنانچہ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔جو شخص تقلید شخصی کو جو مامور و مفروض من اللہ تعالیٰ ہے شرک یا بدعت کہتا ہے وہ جاہل و گمراہ ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ کامل و مبوب ص ۱۸۰) طعن کرنے والا ائمہ مجتہدینؒ پر فاسق ہے اور جو شخص طعن کرنے والے کو بزرگ جانے اس وجہ سے وہ بھی فاسق (ایضاً ص ۱۸۲)

شیخ الہندؒ: غیر مقلدین (جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں) کے سرخیل مولانا محمد حسین بٹالوی نے رسالہ اشاعت السنۃ میں حنفی علماء کے خلاف دس سوالات لکھے تھے۔جن کے جواب میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن اسیر مالٹاؒ (متوفی ۱۸ ربیع الاول ۱۹۲۰ء) نے "ادلہ کاملہ" کے نام سے ایک رسالہ شائع کیا تھا جس کے کچھ عرصہ بعد بجائے بٹالوی صاحب کے غیر مقلدین کے ایک دوسرے عالم مولوی محمد احسن امروہی [1] نے ایک رسالہ

---

[1] یہ مولوی محمد احسن امروہی بعد میں قادیانی ہو گئے اور قادیان کے دارالافتاء میں مرزا قادیانی کی طرف سے مفتی کی حیثیت سے فتویٰ دیتے رہے۔مرزا قادیانی کے خلاف حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑویؒ کی کتاب "شمس الہدایہ" کا جواب انہی مولوی احسن امروہی نے "شمس بازغہ" کے نام سے لکھا۔قادیانی جماعت میں اختلاف کے بعد یہ لاہوری گروپ میں شامل ہو گئے۔ان کی وفات پر مرزا بشیر الدین محمود نے قادیان کے اندر ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی۔ترک تقلید کا یہ انجام غیر مقلدین کے لیے مقام عبرت ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار. بشیر

بنام مصباح الادلة لدفع الادله الاذله شائع کیا پھر اس کے جواب میں حضرت شیخ الہندؒ نے "ایضاح الادلة" کے نام سے ۳۹۲ صفحات کی ایک ضخیم کتاب شائع کی جس کے ساتھ مزید ۲۰ صفحات بعنوان تزئیل وتذنیب شامل ہیں۔ اور ایضاح الادلة میں حسب ذیل مسائل پر بحث کی ہے۔ (۱) فقہائے کرام کی فضیلت حضرات محدثین پر اور ائمہ مجتہدین کا بدرجہ اولیٰ محدث ہونا (۲) رفع یدین (۳) آمین بالجہر (۴) قراءۃ فاتحہ خلف الامام (۵) وجوب جمعہ اور اس کی شرائط (۶) تقلید کی اہمیت اور اس کا لزوم (۷) حقیقت ایمان اور اس میں زیادتی اور کمی وغیرہ۔

شیخ الہندؒ کی شخصیت

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ نے حضرت شیخ الہندؒ کی وفات پر حسب ذیل الفاظ سے ان کو خراج تحسین پیش فرمایا رب العالمین جل مجدہ کا حقیقی سایہ لایخافون لومة لائم کا واقعی مظہر یجاهدون فی سبیل الله باموالهم وانفسهم کا سچا پیرو اسلاف مرحومین کی حقیقی یادگار عالم اسلام اور مسلمانان ہند کا بے لوث خیر خواہ امتی کالمطر لایدری اولهم خیر ام آخرهم کا بے شبہ مظہر من یجدوبهم الدین کا اصلی نمونہ حضرت قطب العالم حاجی امداد اللہ مرحوم ومغفور کا وہ پیارا لعل جس کی نسبت فرماتے تھے کہ مولوی محمود حسنؒ کو کم نہ سمجھو وہ اپنے زمانے کا شیخ ہوگا۔ مولانا نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ کا وہ لاڈلا جس کی منہ بھر بھر تعریف کرتے ہوئے فرماتے کہ مولوی محمود حسن علم کا کھٹلا ہے۔ (محی الطریقة والشریعة ملاذ اهل الشهود) والحقیقت مولانا وسیدنا فی الدارین حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب حنفی العثمانی قدس اللہ سرہ العزیز ہماری سرپرستی سے عالم ظاہر میں منہ موڑتے ہیں وصال حقیقی کی تمنا میں ہم ضعفا کو حالت یتیمی اور بے چارگی میں چھوڑ گئے۔ ہم بے کسوں کی غم خواری اور بے بسوں کی مددگاری کا ظاہری وسیلہ قطع کر گئے۔ (ارشادات مدنی ص ۳۱۹)

غیر مقلدیت کا انجام

قدرت خداوندی کا یہ عجیب کرشمہ ہے کہ غیر مقلدین کے سرخیل مولانا محمد حسین بٹالوی مذکور نے خود ترک تقلید کے قبیح انجام کا اقرار کرلیا۔ چنانچہ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ ردمودودیت کے سلسلہ میں فرماتے ہیں۔ وہ ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہ وامام مالک امام شافعی امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ کی تقلید کو گمراہی اور حرام بتاتے ہیں حالانکہ یہ ائمہ کرام اپنے اپنے زمانے میں آفتابہائے ہدایت وتقویٰ اور علوم دینیہ اور فقہ کے روشن چراغ تھے اور انابت الی اللہ کے درخشاں ستارے ہیں۔ ان کی تقلید شخصی پر چوتھی صدی کے بعد تمام امت مسلمہ کا اجماع ہے۔ اور وہ (یعنی مودودیت) ہر پروفیسر کی رائے کو آزادی دیتی ہے کہ وہ اپنے مذاق اور اپنی رائے کو عمل میں لائیں اور مسلمانوں کو اس پر چلائیں خواہ اس سے سلف صالحین کے مذاق اور رائے کے کتنا ہی خلاف کیوں نہ ہو حالانکہ منکرین تقلید بھی اس کے مخالف ہیں۔ ان کو بھی تجربہ کے بعد اس کی مضرتوں کا قوی احساس ہوا ہے۔ مولوی محمد حسین صاحب مرحوم بٹالوی جو کہ غیر مقلدوں کے نہایت جوشیلے امام تھے اور عدم تقلید کے زوردار حامی اور ہندوستان میں اس کے پھیلانے والے تھے اپنے رسالہ اشاعت السنة جلد دوم نمبر ۲ ص ۵ میں لکھتے ہیں۔ پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ

بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور تقلید مطلق کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔ ان میں سے بعض عیسائی ہو جاتے ہیں۔ اور بعض لا مذہب جو کہ دین و مذہب کے پابند نہیں رہتے۔ اور احکام شریعت سے فسق وخروج تو آزادی کا ادنیٰ نتیجہ ہے۔ ان فاسقوں میں بعض تو کھلم کھلا جمعہ جماعت نماز روزہ چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ سود وشراب سے پرہیز نہیں کرتے اور بعض جو کسی مصلحت دنیاوی سے فسق ظاہری سے بچتے ہیں وہ فسق مخفی میں سرگرم رہتے ہیں۔ ناجائز طور پر عورتوں کو نکاح میں پھنساتے ہیں۔ ناجائز حیلوں سے لوگوں کے مال خدا کے مال وحقوق کو دبا رکھتے ہیں کفر وارتداد وفسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت موجود ہیں۔ مگر دینداروں کے بے دین ہو جانے کے لیے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے۔ الخ جس بے علمی کو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی مذکورہ نے ذکر فرمایا ہے وہ تو اس زمانہ میں عام طور پر اہل علم میں بھی موجود ہے بالخصوص پروفیسروں اور انگریزی تعلیم یافتہ حضرات میں۔ یہ حضرات تو علوم اسلامیہ اور فنون عربی اور عربی ادب سے اسی طرح ناواقف ہیں جس طرح عوام مسلمین اور اگر کسی میں عربی کی شدبد موجود بھی ہے تو وہ بمنزلہ عدم ہے عموماً یہ حضرات اردو فارسی یا انگریزی ترجموں سے کام لیتے ہوئے پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے جو لوگ کسی یونیورسٹی میں خواہ ہندوستانی ہو یا یورپین عربی کے ایم اے اور فاضل بھی ہیں وہ عربی درسگاہوں کے فاضل کے سامنے بمنزلہ طفل مکتب کے ہیں۔ اور اگر بعض چیدہ اشخاص میں ایسی قابلیت بھی پائی جاتی ہے تو وہ ان دیگر علوم سے یقیناً بے بہرہ ہوتے ہیں۔ جن پر اجتہاد فی الدین کے علاوہ عربی ادب کا مدار ہے۔ چنانچہ مشاہدہ اور تجربہ ہے۔ ایسی صورت میں ان پروفیسروں کا اجتہاد اور ترک تقلید کرنا اور اس کی اجازت دینا سراسر دین اور احکام شریعت کی جڑ کھودنا اور ہلاکت وگمراہی کو پھیلانا ہے۔ ہم نے خود اس زمانہ کے مجتہدین مطلق کو آزما کر دیکھا ہے۔
(مکتوبات شیخ الاسلام جلد دوم مکتوب نمبر ۱۴۰)

امیر جماعت اسلامی ہندوستان ابواللیث اصلاحی کے نام اس مکتوب حقانی کی ابتداء میں ہی حضرت مدنیؒ نے امیر جماعت اسلامی بھارت کو لکھ دیا تھا کہ آپ کی جماعت اسلامی خلاف سلف صالحین مثل معتزلہ خوارج روافض جہمیہ وغیرہ فرق قدیمہ اور مثل قادیانی چکڑالوی مشرقی نیچری۔ مہدوی بہائی وغیرہ فرق جدیدہ ایک نیا اسلام بنانا چاہتی ہے۔ اور اس کی طرف لوگوں کو کھینچ رہی ہے۔ وہ ان اصول وعقائد واعمال پر مشتمل ہے جو کہ اہل سنت وجماعت اور اسلاف کرام کے خلاف ہیں بہرحال مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے ترک تقلید کے جو برے نتائج بیان کیے ہیں دور حاضر کی مودودیت اور پرویزیت وغیرہ کا وجود بھی انہی قبائح خبیثہ کے برگ وبار ہیں۔

مودودی صاحب کی غیر مقلدیت

جماعت اسلامی کے بانی اور امیر اول ابوالاعلیٰ مودودی صاحب لکھتے ہیں میں نے دین کو حال یا ماضی کے اشخاص سے سمجھنے کے بجائے قرآن وسنت ہی سے سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ اس لیے میں کبھی یہ معلوم کرنے کے لیے کہ خدا کا دین مجھ سے اور ہر مومن سے کیا چاہتا ہے۔ یہ دیکھنے کی کوشش نہیں کرتا کہ فلاں اور فلاں بزرگ کیا کہتے

ہیں اور کیا کرتے ہیں بلکہ صرف یہ دیکھنے کی کوشش کرتا ہوں کہ قرآن کیا کہتا ہے اور رسول نے کیا کہا (ترجمان القرآن مارچ ۱۹۷۵ء ص ۴۵ روئداد اجتماع جماعت اسلامی حصہ سوم ص ۳۷) میں نہ مسلک اہل حدیث کو اس کی تمام تفصیلات کے ساتھ صحیح سمجھتا ہوں اور نہ حنفیت یا شافعیت کا پابند ہوں (رسائل و مسائل حصہ اول ص ۲۳۵) میرے رب کی مجھ پر یہ عنایت ہے کہ اس نے میرے دامن کو داغوں سے محفوظ رکھا ہے۔ (روزنامہ مشرق لاہور ۲۶ راکتوبر ۱۹۶۳ء) مودودی صاحب نے اپنے بے داغ ہونے کا اعلان اس تقریر میں کیا۔ جو انہوں نے جماعت اسلامی کی کل پاکستان چار روزہ کانفرنس ۲۵ تا ۲۸ اکتوبر ۱۹۶۲ء میں کی تھی اور یہ تقریر خود مودودی جماعت نے ایک پمفلٹ کی شکل میں بھی شائع کی۔

فریضہ رسالت میں کوتاہی

اپنے بے داغ ہونے کے مدعی مودودی صاحب نے امام الانبیاء والمرسلین سرور کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو داغدار قرار دیا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ چنانچہ سورۃ النصر کی تشریح کرتے ہوئے۔ ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ اس طرح جب وہ کام تکمیل کو پہنچ گیا جس پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مامور کیا گیا تھا تو آپ سے ارشاد ہوتا ہے کہ اس کارنامے کو اپنا کارنامہ سمجھ کر کہیں فخر نہ کرنے لگنا۔ نقص سے پاک اور بے عیب ذات اور کامل ذات صرف تمہارے رب ہی کی ہے۔ لہٰذا اس کار عظیم کی انجام دہی کے لیے اس کی تسبیح وحمد وثنا کرو اور اس ذات سے درخواست کرو کہ مالک۔ ۲۳ سال کے زمانہ خدمت میں اپنے فرائض ادا کرنے میں جو خامیاں اور کوتاہیاں مجھ سے ہوگئی ہوں انہیں معاف فرمادے (قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں ص ۱۷۶) یہاں تو بے عیب ذات ابوالاعلیٰ صاحب نے صرف اللہ تعالیٰ کو قرار دیا ہے۔ لیکن مذکورہ تقریر میں اپنے آپ کو بے داغ قرار دیا ہے اور بے داغ اور بے عیب ہونے کا ایک ہی مطلب ہے۔ اپنے آپ کو تو بے داغ قرار دیں اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو یہ لکھ کر داغدار کر دیا ہے کہ آپ سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہیاں سرزد ہوئیں۔ العیاذ باللہ۔ اب مودودی جماعت سے ہم یہ پوچھتے ہیں کہ یہ کونسا اسلام ہے جس کی رو سے دور حاضر کا ایک سیاسی اہل قلم لیڈر تو بے داغ ہے حالانکہ قرآن وحدیث اور تفسیر وفقہ میں اس کا کوئی معروف استاذ ہی نہیں لیکن امام المعصومین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم فرائض رسالت میں کوتاہیوں اور خامیوں کی وجہ سے داغدار قرار پائے ہیں۔ یقیناً یہ ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کا اسلام خود ساختہ ہے جو اسلام سے متصادم ہے جس کے بارے میں قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔ ان الدین عند اللہ الاسلام یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں دین اسلام ہے۔ اور اسی دین حق اسلام کو غالب کرنے کے لیے حق تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے۔ اب مودودی جماعت اسلامی کے اراکین ومتفقین خود ہی فیصلہ کرلیں کہ ان میں سے وہ کس اسلام کی پیروی کرتے ہیں واللہ الہادی۔

جوابی مکتوب

موجودہ جماعت اسلامی کے امیر قاضی حسین احمد نے ماہنامہ حق چاریارؓ میں شائع شدہ میرے ایک مضمون

کے سلسلے میں مجھے ایک خط لکھا تھا جس کا میں نے مفصل جواب دیا جو جوابی مکتوب کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ اس میں مودودی صاحب کی مذکورہ زیر بحث عبارت پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ جو قابل مطالعہ ہے۔ اس میں بندہ نے حضرت مولانا مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیعؒ کی یہ عبارت بھی پیش کی ہے جس میں آپ نے لکھا ہے کہ اس امر میں کسی فرد اور کسی شخص کا اختلاف نہیں ہے کہ انبیاء علیہم السلام سب کے سب ادائے رسالت کے فریضہ میں کبھی کوئی کوتاہی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ انبیاء کے لیے اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں ہے کہ جس منصب کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کا انتخاب فرمایا ہے خود اس میں کوتاہی کر بیٹھیں (تفسیر معارف القرآن جلد چہارم سورۃ یونس)

مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت

مودودی جماعت اسلامی کے دستور میں یہ بھی عقیدہ لکھا گیا ہے کہ رسول خدا کے سوا کسی انسان کو معیار حق نہ بنائے' کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے' کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو۔ ہر ایک کو خدا کے بنائے ہوئے اس معیار کامل پر جانچے اور پرکھے اور جو اس معیار کے لحاظ سے جس درجہ میں ہو اس کو اسی درجہ میں رکھے۔''

حضرت مدنیؒ نے دستور جماعت کی مندرجہ عبارت کو گمراہیوں کی بنیاد قرار دے کر دلائل و براہین سے یہ ثابت کیا ہے کہ صحابہ کرامؓ بھی معیار حق ہیں۔ اور معیار حق ہونے کے لیے نبوت اور عصمت کا ہونا ضروری نہیں۔ اور ہر وہ شخص معیار حق ہوتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے راضی ہونے کا اعلان فرمایا ہے۔ اور چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں قرآن مجید میں فرمادیا ہے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے) (سورۃ التوبہ) اس لیے صحابہ کرامؓ معیار حق ہیں (۲) انبیاء کرام علیہم السلام ہر چھوٹے اور بڑے گناہوں سے معصوم ہیں ان سے کسی طرح کا گناہ سرزد نہیں ہو سکتا۔ اور اگر کسی صحابی سے بتقاضائے بشریت کسی گناہ کا ارتکاب ہو گیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو کامل توبہ کی بھی توفیق عطا فرمائی ہے اور ان کی توبہ بھی دوسروں کے لیے معیار حق بن گئی (۳) ابوالاعلیٰ صاحب کی کتابوں میں ایسی عبارتیں پائی جاتی ہیں جن سے عقیدہ عصمت انبیاءؑ مجروح ہوتا ہے۔ حضرت مدنیؒ نے مودودی نظریہ عصمت کا ابطال کر کے عصمت انبیاءؑ کی حقیقت واضح فرمائی ہے۔ اس کتاب کے آخر میں شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مدنی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ مودودی صاحب کا دستور نمبر ۶ اور اس کا عقیدہ نہایت غلط اور مخالف قرآن و حدیث ہے۔ اور مخالف عقائد اہل السنۃ والجماعت واسلاف کرام ہے۔ جس سے دین اور اسلام کو انتہائی ضرر اور نقصان ہوا ہے۔ لوگوں کو اس سے احتراز ضروری ہے۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل اللھم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعہ اللھم ارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہ (آمین) بہرحال مودودیت بھی غیر مقلدیت کا ہی ایک کڑوا پھل ہے۔ اور یہ ایک ایسا ملغوبہ ہے۔ جس میں رافضیت' خارجیت الحادولا مذہبیت اور پرویزیت کے تھوڑے بہت جراثیم پائے جاتے ہیں۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ اس میں قادیانیت کے جراثیم بھی پائے جاتے ہیں۔ تو بے جانہ ہوگا۔ اس لیے کہ جب مودودی صاحب اپنے آپ کو بے داغ قرار دیتے ہیں اور سورۃ اذا جآء نصر اللہ والفتح کی تشریح کرتے

ہوئے واستغفرہ کے تحت بارگاہ الوہیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی درخواست کو ان خودساختہ الفاظ میں پیش کرتے ہیں کہ مالک ۲۳ سالہ زمانہ نبوت میں اپنے فرائض ادا کرنے میں جو خامیاں اور کوتاہیاں مجھ سے سرزد ہوگئی ہیں انہیں معاف فرما (قرآن کی چار بنیادی اصلاحیں ص ۱۷۶) اور مرزا قادیانی مرتد آنجہانی بھی اپنی اسی طرح کی تعریفیں کیا کرتا تھا۔ العیاذ باللہ۔ تو ابوالاعلیٰ صاحب کے باغیانہ دماغ اور بیباک قلم سے شان رسالت کے منافی مندرجہ الفاظ سرزد ہونے کے بعد اب اس بات کی تحقیق کی کیا ضرورت باقی رہ گئی ہے کہ مودودیت کیا ہے اور کیا نہیں۔ لیکن انتہائی تعجب خیز اور افسوسناک بات ہے کہ مذکورہ زیر بحث عبارت معلوم ہونے کے بعد بھی جو تعلیم یافتہ لوگ مودودی کے عقیدت مند ہیں اور ان کو مفکر اسلام بلکہ مجدد زمانہ سمجھتے ہیں کیا وہ ختم اللہ علیٰ قلوبھم کا مصداق تو نہیں بن گئے۔ العیاذ باللہ۔

پرویزی فتنہ

پرویزی فتنہ بھی غیر مقلدیت کی کوکھ سے جنم لینے والا ایک الحادی فتنہ ہے۔ جو چودھری غلام احمد پرویز کی طرف منسوب ہے۔ اس سے پہلے ایک غلام احمد کذاب و دجال قادیانی آنجہانی تھا۔ جس نے جھوٹی نبوت کا فتنہ پھیلایا اور اس کا ہمنام یہ غلام احمد پرویز ہے جو اپنے بعض کفریہ عقائد میں قادیانی کذاب و دجال سے بھی بازی لے گیا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کی آیت اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم سورۃ النساء رکوع نمبر ۸ (اے ایمان والو تم اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو اور تم میں سے جو لوگ اہل حکومت ہیں ان کا (ترجمہ حضرت تھانویؒ) کی تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

۱۔ قرآن کریم میں اللہ اور رسول سے مراد مرکز ملت ہے (معارف القرآن جلد ۴ ص ۶۲۳)
۲۔ اللہ اور رسول کی اطاعت سے مراد مرکزی حکومت کی اطاعت ہے (اسلامی نظام حق ص ۸۶)
۳۔ قرآن کریم میں اولی الامر سے مراد افسران ماتحت ہیں (معارف القرآن ص ۶۲۶)
۴۔ رسول کو قطعاً یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کسی سے اپنی اطاعت کرائے (معارف القرآن ص ۶۱۶)
۵۔ اور تو اور انسانوں میں سب سے زیادہ ممتاز ہستی (محمد) کی پوزیشن اتنی ہی ہے کہ وہ اس قانون کا انسانوں تک پہنچانے والا ہے۔ اسے بھی کوئی حق نہیں کہ کسی پر اپنا حکم چلائے (سلیم کے نام خطوط جلد دوم ص ۳۷)
۶۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود موجود تھے تو بحیثیت مرکز ملت آپ کی اطاعت فرض اولین تھی (مقام حدیث ص ۱۹)
۷۔ رسول اللہؐ کی وفات کے بعد آپ کی اطاعت نہیں کیونکہ اطاعت کے معنی کسی زندہ کے احکام کی تابعداری ہے (اسلامی نظام ص ۱۱۲)
۸۔ شریعت محمدیہ صرف آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک کے لیے تھی نہ کہ ہر زمانہ کے لیے۔ ہر زمانہ کی شریعت وہ ہے جس کو اس عہد کا مرکز اور اس کی مجلس شوریٰ مدون کرے۔ (مقام حدیث ج ۱۱ ص ۳۹۱)

۹۔ مرکز ملت کو اختیار ہے کہ وہ عبادات نماز روزہ معاملات اخلاق غرض جس چیز میں چاہے ردوبدل کردے (قرآنی فیصلے ص ۴۲۴)
۱۰۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی خارج میں وجود نہیں بلکہ وہ عبارت ہے ان صفات عالیہ سے جنہیں انسان اپنے اندر منعکس کرنا چاہتا ہے۔ (معارف القرآن جلد ۷ ص ۴۲۰)
۱۱۔ جنت و جہنم مقامات نہیں انسانی ذات کی کیفیات ہیں (معارف القرآن جلد اول ص ۴۴۹)
۱۲۔ حدیث عجمی سازش ہے اور جھوٹ جو مسلمانوں کا مذہب ہے (مقام حدیث جلد دوم ص ۱۲۲) پرویز کے مذکورہ نظریات سے ثابت ہوا کہ وہ نہ صرف منکر حدیث ہے بلکہ منکر قرآن ہے اور نہ صرف منکر قرآن بلکہ منکر خالق کائنات بھی ہے اور اگر اس نے توبہ نہیں کی تو وہ بلاشک کفر کی حالت میں مرا ہے۔

مولانا احمد علی سراج: رد پرویزیت کے سلسلہ میں اس وقت سب سے زیادہ اور کامیاب جدوجہد جناب مولانا ڈاکٹر احمد علی سراج زید مجدہم امیر انٹرنیشنل موومنٹ ختم نبوت کویت کی ہے جو مخلصانہ دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ رد پرویزیت میں ان کا ایک مضمون ماہنامہ حق چار یارؓ میں قسط وار شائع ہو چکا ہے۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ مولانا موصوف ڈیرہ اسماعیل خان کے رہنے والے ہیں اور حضرت مولانا سراج الدین صاحب فاضل دیوبند شیخ الحدیث دارالعلوم نعمانیہ ڈیرہ اسماعیل خان کے فرزند ارجمند ہیں۔ ان کے بعد اب ان کے بھائی حضرت مولانا علاؤالدین صاحب زید مجدہم دارالعلوم کے مہتمم ہیں۔

مسعودی فرقہ

یہ فرقہ مسعود احمد (بی ایس سی) کی طرف منسوب ہے جو پہلے فرقہ جماعت غرباء اہل حدیث میں تھے پھر ان سے جدا ہو گئے اور ۱۳۹۵ھ میں جماعت المسلمین کے نام سے ایک جماعت بنائی جس کے پہلے امام بھی خود تھے۔ وہ اس نئی جماعت کی ضرورت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: راقم الحروف اور جماعت المسلمین کے تمام افراد کا پہلے مختلف فرقوں سے تعلق رہا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ تلاش حق کی پہلی اشاعت کے بعد سے اب تک جو لوگ بھی جماعت المسلمین سے وابستہ ہوئے ہیں وہ اب کسی فرقہ میں شامل نہیں ہیں۔۔۔۔ وہ تمام فرقوں اور فرقہ وارانہ ناموں سے اپنی بریت کا اعلان کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اس توبہ اور رجوع الی الحق کو قبول فرما کر استقامت عطا فرمائے۔ آمین (خلاصہ تلاش حق ص ۴) جماعت المسلمین کی دعوت کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمارا حاکم صرف اللہ ہے ہمارے امام واجب الاتباع صرف محمد رسول اللہ ﷺ ہیں ہم کسی امتی غیر معصوم کو یہ درجہ نہیں دیتے۔ ہمارا دین صرف اسلام ہے۔ جو صرف قرآن و حدیث کے اندر کامل ہوا تھا اور انہی میں محفوظ اور محدود ہے۔ کسی کی رائے اور فتویٰ کو ہم دین نہیں سمجھتے بلکہ اس عقیدے کو شرک سمجھتے ہیں۔ فرقہ وارانہ مذاہب سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ ہمارا نام بموجب آیت کریمہ ھو سمکم المسلمین ٥ مسلم جو اللہ کا رکھا ہوا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔ تلزم جماعت المسلمین، جماعت المسلمین سے چمٹے رہنا ہوگا (خلاصہ تلاش حق

ص۴) مندرجہ عبارت میں تو مسعود صاحب نے لکھا ہے کہ ہمارے امام صاحب الاتباع صرف محمد رسول اللہ علیہ وسلم ہیں یعنی حضور ﷺ کے سوا تمہارا اور کوئی امام نہیں لیکن اس کے باوجود خود مسعود صاحب بھی امام المسلمین بن گئے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ: لوگ اکثر ہم سے سوال کرتے ہیں کہ آپ تو کہتے تھے کہ امام بنانا تو اللہ کا کام ہے۔ تو پھر بتایئے کہ آپ کیسے امام بن گئے۔ آپ کو کس نے امام بنایا۔ یہ عجیب وغریب اعتراض ہے اللہ تعالیٰ تو وہ امام بناتا ہے جو اپنے قول وفعل میں قطعی معصوم ہو۔ دنیا والے جس کو امام بناتے ہیں (وہ معصوم نہیں ہوتا) خواہ وہ کسی جماعت کا امام ہو یا امیر ہو یا کسی مسجد کا امام ہو یا کسی علم وفن میں مہارت تامہ رکھنے کی وجہ سے امام بنایا گیا ہو۔ رہا یہ اعتراض کہ آپ کو کس نے امام بنایا۔ تو یہ اعتراض برائے اعتراض ہے۔ بہرحال مجھے تو ان لوگوں نے امام بنایا جو میری طرح فرقوں سے بیزار تھے اور یہ لوگ اچھی طرح جانتے تھے کہ بغیر امیر یا امام کوئی جماعت چل نہیں سکتی۔ لہٰذا میرا انتخاب دین کی ایک ضرورت کے تحت کیا گیا ہے۔ دنیا والے جب نماز باجماعت کے لیے کسی امام کو منتخب کر کے اسے منصب امامت تفویض کر سکتے ہیں تو کیا کسی ایسی جماعت کے لوگ جو خالص دین اسلام کا داعیہ لے کر اٹھے ہوں۔ کسی امام کا انتخاب نہیں کر سکتے (عصمت رسول ص۳۱) بہرحال مسعود صاحب کے مذکورہ جواب سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ ان کا یہ لکھنا کھلا فریب ہے کہ ہمارے امام واجب الاتباع صرف محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ کسی امتی غیر معصوم کو یہ درجہ نہیں دیتے لیکن اس کے برعکس اپنی کتاب جماعت المسلمین ص۲ تا ۵ پر امیر جماعت المسلمین کی اتباع کو نہ صرف واجب بلکہ فرض قرار دیتے ہیں اور اس کی نافرمانی کو کفر قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔۔۔۔ جماعت المسلمین ہی وہ جماعت ہے جو کہتی ہے کہ جماعت المسلمین کو چھوڑنا اسلام کو چھوڑنا ہے۔ جماعت المسلمین امیر کی اطاعت کو فرض سمجھتی ہے۔ امیر کی نافرمانی گویا جماعت کو چھوڑنا ہے۔ اور جماعت کو چھوڑنا جاہلیت کی موت کو دعوت دینا ہے یعنی اسلام کو چھوڑنا ہے" ہم پوچھتے ہیں کہ کیا امیر جماعت المسلمین یعنی مسعود احمد معصوم ہیں کہ ان کی نافرمانی سے وہ خارج از اسلام ہو جاتا ہے۔ اور یہ بھی تو عجیب اسلام ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع تو واجب ہے لیکن جماعت المسلمین کے امیر کی اتباع فرض ہے گویا کہ فرض کا درجہ جس طرح واجب سے بڑا ہے اسی طرح امیر جماعت المسلمین کا درجہ حضرت رحمۃ اللعالمین خاتم النبیین امام الانبیاء والمرسلین ﷺ سے بھی بڑا ہے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

جماعت کی رجسٹریشن: امیر جماعت المسلمین مسعود صاحب نے درخواست دے کر اپنی جماعت المسلمین سرکاری طور پر رجسٹرڈ کرائی ہے۔ چنانچہ اس جماعت کا رجسٹریشن نمبر ۶۶۰۶۵/۳۱۶۳ ہے (تاریخ المسلمین)

عبرت عبرت: یہ ہے مسعود صاحب کی جماعت المسلمین کی حقیقت کہ اگر وہ اس کو رجسٹرڈ نہ کرائیں تو وہ محفوظ نہیں رہ سکتی گویا کہ ان کی جماعت کا اللہ تعالیٰ محافظ نہیں ہے سرکاری قانون اس کا محافظ ہے کہ اگر رجسٹرڈ نہ کرائی جائے تو ڈاکو اس کو لوٹ سکتے ہیں۔

شخصی تقلید اور مسعود: مسعود اور ان کے پیروکار امام اعظم ابوحنیفہؒ وغیرہ مجتہدین کی تقلید کو تو شرک قرار دیتے ہیں لیکن خود مسعود بوجہ امام جماعت المسلمین ہونے کے اپنی تقلید واتباع کو فرض قرار دیتا ہے۔ اور جو ان کا حکم نہیں مانتا اس کو خارج از اسلام یعنی کافر قرار دیتے ہیں ایں چہ بوالعجبیست۔ لیکن ہم (اہل السنۃ والجماعۃ) مجتہدین کی تقلید شخصی کے منکر کو کافر نہیں قرار دیتے۔ جس سے معلوم ہوا کہ مسعود صاحب اس درجہ کی اپنی تقلید شخصی کروا رہے ہیں جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

تلزم جماعت المسلمین: جماعت المسلمین کی طرف سے ایک پمفلٹ شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے۔ ہمارا نام صرف ایک یعنی مسلم۔ فرقہ ورانہ نام نہیں اس میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی ایک یہ روایت پیش کی گئی ہے کہ رسول اللہؐ نے خیر وشر کے زمانوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ (گمراہی کی طرف) اس طرح دعوت دینگے کہ گویا وہ دوزخ کے دروازے پر کھڑے ہو کر دوزخ میں آنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ جو شخص ان کی پکار پر لبیک کہے گا وہ اسے جہنم میں ڈال دیں گے" حضرت حذیفہؓ نے پوچھا' اگر میں وہ زمانہ پاؤں تو کیا کروں آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تلزم جماعت المسلمین و امامھم (تم جماعت المسلمین اور جماعت المسلمین کے امیر سے چمٹے رہنا) الخ۔ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس پیش گوئی کے مطابق جب امت میں انتشار پیدا ہو جائے گا اور امت مختلف فرقوں میں بٹ جائے گی تو اس وقت اگر اللہ والوں کی جماعت ہوگی تو اس کا نام جماعت المسلمین ہوگا۔ یہ جماعت ان تمام فرقوں سے علیحدہ ہوگی دوزخ کی طرف بلانے والوں سے اس کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔

جہالت وضلالت: مندرجہ بالا حدیث کے الفاظ تلزم جماعت المسلمین و امامھم سے یہ سمجھنا کہ ایسے زمانے میں کوئی جماعت ہوگی جس کا نام جماعت المسلمین ہوگا۔ یہ ان کی جہالت ہے۔ حالانکہ اس سے مراد عام مسلمان ہیں جو کسی امیر کے تابع ہوں گے۔ امت میں انتشار افتراق تو پیدا ہوتا رہا ہے لیکن اس نام کی کسی جماعت کا ثبوت نہیں ملتا۔ اگر ارشاد رسالت سے مراد اہل حق کی جماعت المسلمین کے نام کی کوئی تنظیم ہوتی تو انتشار وافتراق کے وقت اہل حق جماعت المسلمین ضرور بنا لیتے جو کسی امیر وامام کی قیادت میں دین حق کا تحفظ کرتی لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا۔ اور علاوہ ازیں حقیقت بھی یہ ہے کہ مذکورہ پیشین گوئی کا تعلق ان احوال سے ہے جو قرب قیامت میں رونما ہوں گے۔

اتباع خلفائے راشدینؓ: حضرت عرباض رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من یعش منکم بعدی فسیریٰ اختلافا کثیر افعلیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیینo

(مشکوٰۃ شریف بحوالہ ابوداؤد۔ نسائی وغیرہ)

(میرے بعد تم میں سے جو شخص زندہ رہے گا وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا۔ پس اس وقت تم پر میری سنت

اور میرے بعد آنے والے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت (طریقے) کی پیروی لازم ہوگی"۔اس حدیث کی شرح میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں "ومراد بخلفاء راشدین خلفائے اربعہ داشتہ اند پس ہر چہ خلفاء راشدین بداں حکم کردہ باشند اگر چہ باجتہاد و قیاس ایشاں بود موافق سنت نبویؐ است و اطلاق بدعت برآں نتواں کرد (اشعۃ اللمعات کتاب الایمان)

(۲) علامہ علی قاری حنفیؒ محدث مندرجہ حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔۔۔۔

قیل هم الخلفاء الاربعة ابو بكر و عمر و عثمان و علی رضی الله عنهم. لانه عليه الصلوة و السلام قال الخلافة بعدی ثلثون سنة و قد انتهیٰ بخلافة علی كرم الله وجه.

(مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد اول ص ۲۴۲) اور اس حدیث کے تحت کہا گیا ہے کہ وہ (یعنی خلفائے راشدین) خلفاء اربعہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ ہیں۔کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ خلافت میرے بعد تیس سال ہوگی اور یہ مدت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت پر ختم ہو جاتی ہے"۔مذکورہ حدیث سے ثابت ہوا کہ انتشار و افتراق کے زمانے میں سنتِ رسول اللہ ﷺ و سنت خلفاء راشدین کی پیروی سب پر لازم ہے۔خواہ وہ جماعت المسلمین کا امیر و امام ہو یا اور کوئی سربراہ حکومت وغیرہ۔لیکن اس کے برعکس مسعود صاحب نے بحیثیت امام جماعت المسلمین تمام مسلمانوں پر اپنی اتباع کو لازم اور فرض قرار دے دیا ہے۔اور اگر کوئی شخص ان کی اتباع نہیں کرتا تو وہ خارج از اسلام اور کافر ہے گویا کہ مسعود صاحب نے اپنے لیے منصب نبوت اختیار کرلیا ہے۔جس کے نتیجے میں سوائے امام اور جماعت المسلمین کے افراد کے تمام امت محمد یہ علی صاحبها الصلوۃ والتحیۃ کافر قرار پائی ہے۔العیاذ باللہ۔کیا جماعت المسلمین کے افراد اپنے امام و امیر کے بارے میں اتنے اندھے ہو گئے ہیں کہ وہ اس ضال و مضل امیر کی اتباع میں کروڑوں مسلمانوں کو کافر قرار دے رہے ہیں۔لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ہ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ خود مسعود صاحب اور ان کے پیروکار اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں۔اور صم بکم عمی کا مصداق بنے ہوئے ہیں۔

صفاتی ناموں کا استعمال: جس طرح خالق کائنات کا ذاتی نام اللہ ہے اور الہ و معبود خالق و رزاق، مالک، محی و ممیت وغیرہ صفاتی نام ہیں اور ذاتی نام ہو یا صفاتی ہر طرح اس کو پکارنا جائز ہے چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا:

قل ادعوالله اودعوالرحمن ایاما تدعوا فله الاسماء الحسنیٰ

(پ ۱۵ (سورۂ بنی اسرائیل ع نمبر ۱۲ آیت ۱۱۱)

(آپ فرما دیجیے کہ خواہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو جس نام سے بھی پکارو گے سو اس کے بہت اچھے اچھے نام ہیں (ترجمہ حضرت تھانویؒ) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ آیت کے تحت لکھتے ہیں "ان میں شرک سے کوئی علامت نہیں کیونکہ مسمّٰی تو ایک ہی ہے اسماء متعدد ہیں۔شرک تب لازم

آتا ہے جب مسمّٰی دوسرا ہوگا"۔علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ اللہ اور رحمٰن ایک ہی ذات منبع الکمالات کے دو نام ہیں۔صفات و اسماء کے تعدد سے ذات کا تعدد لازم نہیں ہوتا کہ یہ چیز توحید کے منافی سمجھی جائے"

سنی حنفی ہونا شرک نہیں

اسی طرح اسلام کی وجہ سے ہر کلمہ گو کا اصل نام تو مسلم ہے اور دوسرے نام صفاتی اور نسبتی ہیں مثلاً سنی ہونا، حنفی ہونا، شافعی ہونا، موحد ہونا، بلکہ غازی ہونا، حاجی ہونا، مولوی ہونا، صوفی ہونا، خلیفہ ہونا، چشتی ہونا، قادری ہونا، نقشبندی، سہروردی ہونا وغیرہ بلکہ صحابی ہونا خلیفہ راشد ہونا، امام، امیر ہونا وغیرہ۔چنانچہ مندرجہ زیر بحث حدیث میں بھی نبی کریم ﷺ نے چار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو خلفائے راشدین قرار دیا ہے کیا یہ بھی شرک ہے؟ اور جماعت المسلمین کے افراد جو مسعود صاحب کو امام اور امیر کے ناموں سے یاد کرتے ہیں تو یہ کیوں شرک نہیں ہے ان کو صرف مسلم کے نام سے پکارنا چاہیے یعنی مسعود مسلم صاحب نے فلاں کتاب لکھی ہے مسعود مسلم صاحب فلاں جگہ تشریف لے گئے وغیرہ۔

مہاجرین و انصار: قرآن مجید میں ہے:

والسابقون الاولون من المهجرین و الانصار الایہ (سورہ توبہ)

اللہ تعالیٰ نے یہاں صحابہ کرامؓ کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں مہاجرین اور انصار۔اور ان صفاتی ناموں سے ہی معلوم ہو سکتا ہے کہ کن کن صحابہ نے ہجرت فرمائی اور کون صحابہ مدینہ منورہ کے رہنے والے انصار ہیں رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

بخاری و مسلم بھی نام ہیں: امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۹۴ھ وفات ۲۵۶ھ عمر ۶۲ سال) اور امام مسلم بن الحجاج نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۲۰۶ھ وفات ۲۶۱ھ عمر ۵۵ سال) نے جو کتاب حدیث لکھی ہے اس کو صحیح بخاری کہا جاتا ہے نے جو کتاب لکھی ہے اسے صحیح مسلم کہا جاتا ہے یہ بھی تو نسبتی نام ہیں اور خود مسعود صاحب ان کتابوں کے حوالہ جات انہی ناموں سے دیتے ہیں تو جب ان نسبتوں کا اظہار شرک نہیں ہے۔کیونکہ ان ناموں سے ہی دوسری کتب حدیث سے امتیاز ہو سکتا ہے مثلاً ابوداؤد، ترمذی، نسائی وغیرہ۔تو اگر امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۷۰ یا ۸۰ھ وفات ۱۵۰ھ) کی نسبت سے آپ کے مقلدین اپنے آپ کو حنفی کہہ دیں تو اس میں کونسی شرک کی بات پائی جاتی ہے۔اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۵۰ھ وفات ۲۰۴ھ عمر ۵۴ سال) کے مقلدین اگر اپنے امام کی نسبت سے شافعی کہلوائیں تو اس کو شرک کیوں کر کہا جا سکتا ہے۔حالانکہ یہ نسبتیں ہیں جو ان کی پہچان کا ذریعہ ہیں۔

امام اعظم تابعی ہیں: مشہور مجتہدین اربعہ یعنی امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ (ولادت ۹۳ھ

وفات ۱۷۹ھ عمر ۸۶ سال) اور امام احمد بن حنبلؒ (ولادت ۱۶۴ھ وفات ۲۴۱ھ عمر ۷۷ سال) میں سے صرف امام اعظم ابوحنیفہؒ کو تابعی ہونے کا شرف حاصل ہے اور آپ نے حضرت انسؓ وغیرہ متعدد صحابہ کرامؓ کی زیارت کی ہے۔

کتاب الآثار: امام ابو یوسفؒ (ولادت ۹۳ھ وفات ۱۸۲ھ عمر ۸۹ سال) کی تالیفات میں سے ایک "کتاب الآثار" ہے۔ جس کو امام اعظم نے روایت کیا ہے اور یہ کتاب مؤطا امام مالک سے بھی پہلے کی ہے اور صحیح بخاری تو بہت بعد کی کتاب ہے۔

امام محمد مجتہد (ولادت ۱۳۲ھ وفات ۱۸۹ھ عمر ۵۷ سال) بھی امام اعظم کے تلامذہ میں سے ہیں۔ ان کے علاوہ بڑے بڑے محدثین بھی امام صاحب کے تلامذہ میں شامل ہیں مثلاً عبداللہ بن مبارکؒ سفیان ثوریؒ' امام احمد بنؒ حنبل' امام وکیع بن الجراحؒ اور امام یحییٰ بن سعید قطانؒ وغیرہ۔ امام اعظم کے شیوخ حدیث اور تلامذہ سینکڑوں کی تعداد میں ہیں۔ یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں۔ مشہور محدث وفقیہہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے حضرت امام صاحب کو امام اعظم کا لقب دیا تھا' رحمۃ اللہ علیہ امام شافعیؒ کا بیان ہے کہ امام مالکؒ سے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا سبحان اللہ وہ تو ایسے شخص تھے کہ اگر تم سے کہہ دیتے کہ یہ ستون سونے کا ہے تو پھر اس کو دلیل وحجت سے ثابت کر دکھلاتے۔

تدوین فقہ حنفی

امام اعظمؒ کا امت مسلمہ پر ایک بڑا احسان ہے کہ انہوں نے تدوین فقہ کے لیے ایک مجلس قائم کی تھی جس کے مستقل چالیس ارکان تھے جو حدیث وفقہ میں مہارت رکھتے تھے۔ کسی مسئلہ پر بحث ہوتی تو ارکان مجلس اپنی اپنی رائے پیش فرماتے تھے اور آخری فیصلہ امام صاحب خود فرماتے تھے۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ فرماتے ہیں کہ پس بلاشائبہ تکلف وتعصب ہم کہتے ہیں کہ نظر کشفی میں مذہب حنفی کی نورانیت دریائے عظیم کی طرح معلوم ہوتی ہے اور دوسرے مذاہب چھوٹی چھوٹی نہروں اور حوضوں کی طرح معلوم ہوتے ہیں۔ اور ظاہر نظر سے بھی دیکھا جائے تو مسلمانوں کا سواد اعظم امام اعظم کا متبع ہے۔ (مکتوبات جلد ثانی مکتوب نمبر ۵۵)

ورع وتقویٰ

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ جب میں کوفہ پہنچا تو لوگوں سے پوچھا کہ یہاں کے علماء میں سب سے بڑا کون ہے تو سب نے کہا ابوحنیفہؒ پھر میں نے پوچھا کہ زہد میں سب سے بڑا کون ہے تو سب نے کہا ابوحنیفہؒ ' پھر میں نے پوچھا کہ تقویٰ اور پارسائی میں سب سے بڑا کون ہے تو کہا کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بہرحال امام ابوحنیفہ ہی امام اعظم ہیں۔ آپ کے مناقب وفضائل میں بڑے بڑے محققین نے کتابیں لکھی ہیں جن میں بعض شوافع بھی ہیں مثلاً:

(۱) عقود الجمان فی مناقب النعمان مولفہ علامہ محمد بن یوسف دمشقی شافعیؒ (۲) الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان مولفہ حافظ بن حجر مکی شافعیؒ (۳) الفوائد المھمۃ مولفہ علامہ عمر بن عبدالوھاب شافعیؒ (۴) تبییض الصحیفۃ فی مناقب الامام ابی حنیفۃ مولفہ امام جلال الدین سیوطی شافعیؒ (۵) مرأۃ الجنان فی مناقب النعمان مولفہ علامہ یافعی شافعیؒ.

مذکورہ تصانیف سے ہی حضرت امام کی عظمت ومقبولیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جو محققین امام شافعیؒ کے مقلدین میں سے ہیں وہ بھی امام اعظم کے فضائل میں رطب اللسان ہیں۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشآء واللہ ذوالفضل العظیمo

آیں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

اور فقہ حنفی کی مقبولیت اور افادیت کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ انگریزی استبداد سے پہلے ہندوستان میں فقہ حنفی ہی صدیوں تک نافذ رہی ہے اور تمام سلاطین امام اعظم کے مقلد اور فقہ حنفی پر عمل کرتے رہے۔ تھے اور اگر یہ کہا جائے کہ صحابہ کرامؓ کے بعد ہندوستان کو احناف نے ہی فتح کیا ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ واللہ اعلم ان حضرات کے علاوہ حنفی محققین نے بھی امام صاحب کے مناقب میں کتابیں لکھی ہیں: بخوف تطویل یہاں ان کا تذکرہ نظر انداز کر دیا ہے بہرحال ہم نے یہاں بطور نمونہ امام اعظم کے فضائل ومناقب بیان کئے ہیں۔ جس سے مقصود امام جماعت المسلمین جیسے اہل فتن کو سمجھانا ہے کہ تم کون ہو تمہارا علم کیا ہے تمہاری ہستی ہی کیا ہے۔ تم خود جہالت وضلالت کے دریا میں ڈوبے ہوئے ہو۔ لیکن اس کے باوجود اپنی تقلید کو عین اسلام کہتے ہو اور امام اعظمؒ اور دیگر آئمہ مجتہدین کی تقلید کو شرک قرار دیتے ہو حالانکہ نہ تم توحید کو سمجھتے ہو اور نہ شرک کو یا کیا تم کسی دشمن اسلام کے ایجنٹ تو نہیں ہو کہ پڑھے لکھے لیکن دین سے ناواقف لوگوں کو گمراہ کرنے اور علمائے حق سے متنفر کرنے کی ڈیوٹی تمہارے سپرد کی گئی ہے واللہ الھادی.

مولانا اوکاڑویؒ کی جامعیت

اگر علمی اور تحقیقی حیثیت سے مولانا اوکاڑوی مرحوم کی تبلیغی زندگی کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ انہوں نے مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں سے دین حق اور علمائے حق کے حقوق کے تحفظ کا فریضہ بطریق احسن انجام دیا ہے' اور سابقہ اوراق میں بندہ نے جو کفر وشرک الحاد وزندیقیت انکار وتوہین رسالت ورافضیت' بدعت وخارجیت مماتیت' غیر مقلدیت ومودودیت' پرویزیت ومسعودیت وغیرہ فتنوں کی نشاندہی کی ہے۔ مولانا نے تحریر وتقریر کے ذریعے حسب ضرورت ان سب فتنوں کا رد کیا ہے۔ اور اگر مناظرہ کی ضرورت پڑی ہے تو خداداد

صلاحیتوں سے کام لے کر مخالفین کا ناطقہ بند کیا ہے' اور مثبت پہلو انہوں نے تقریر و تحریر کے ذریعہ توحید و رسالت' عصمت انبیاءؑ و خاتمیت یعنی (ختم نبوت) حیات انبیاءؑ اور برزخیت شرف صحابیت و معیاریت سنت و شریعت' معجزہ و کرامت' حجیت حدیث و قرآنیت وغیرہ عقائد و مسائل حقہ کو دلائل محکم اور براہین قاطعہ سے اس طرح ثابت کیا ہے کہ متلاشیان حق کے لیے ان کا تسلیم کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے' اور مرحوم کی تبلیغی سرگرمیوں کی خصوصیت یہی ہے کہ انہوں نے اہم اسلامی عقائد و مسائل میں سے کسی کو نظر انداز نہیں کیا' اور حسب ضرورت عوام و خواص کے سامنے ان کا اثبات کرتے رہے ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

عقیدہ توحید

دین اسلام کے بنیادی عقائد تین ہیں (۱) توحید (۲) نبوت و رسالت (۳) قیامت' اور ان میں بھی توحید ہے' اور عقیدہ نبوت و قیامت بھی توحید ہی پر مبنی ہے' اور توحید خالص ہے کہ خالق کائنات صرف اللہ ہے و ھو علی کل شئ قدیر (اور وہی ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے) وھو بکل شیء علیم (اور وہی ہر چیز کو ازلی اور ابدی طور پر یکساں جاننے والا ہے۔) اس کی ذات و صفات اور افعال میں کوئی بھی شریک نہیں ہے۔ وہی خالق معبود برحق ہے۔ ماسوا اس کے ساری مخلوق ہے۔ انبیائے معصومین ہوں یا ملائکہ مقربین سب اس کی بندگی اور عبادت کرنے والے ہیں کلمہ اسلام لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی پہلی جز لا الہ الا اللہ میں اس حقیقت کا اقرار و اعلان ہے اور کلمہ اسلام کی دوسری جزء محمد رسول اللہ میں رسالت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ کا اقرار و اعلان ہے۔ کیونکہ رسالت کے ذریعے ہی جن و انس کو لا الہ الا اللہ کا علم حاصل ہوا ہے اور ہر پیغمبر علیہ السلام نے اپنی اپنی قوم کو اسی خالص توحید کی دعوت دی ہے۔ چنانچہ فرمایا:

یقوم اعبد و اللہ مالکم من الہ غیرہ

''اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو بغیر اس کے تمہارے لیے اور کوئی معبود و مستحق عبادت نہیں ہے'' اور توحید کے مقابلہ میں شرک کا عقیدہ ہے۔ جس کا انجام ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

'' ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذالک لمن یشاء۔''(سورۃ النساء آیت ۴۸)

بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے اور اس کے سوا اور جتنے گناہ ہیں جس کے لیے منظور ہو گا وہ گناہ بخش دیں گے۔ (ترجمہ حضرت تھانوی) اس آیت کے تحت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ:'' قرآن و حدیث اور اجماع سے یہ مسئلہ ضروریات شرع سے ہے کہ شرک اور کفر دونوں غیر مغفور ہیں''

عقیدہ تثلیث

اسلامی توحید کے مقابلہ میں عیسائیوں کا عقیدہ تثلیث کا ہے یعنی معبود اور الہ ایک نہیں تین ہیں۔ خدا' مسیح یعنی

عیسیٰ علیہ السلام اور روح القدس جبرائیل علیہ السلام' اور بعض حضرات مریم کو تیسرا خدا مانتے ہیں۔ ان کے نزدیک اللہ بڑا ہے' اور حضرت عیسیٰ اور روح القدس اس کا جزء ہیں۔ جو اس سے جدا ہوئے ہیں اس لیے ان کا عقیدہ تثلیث باپ بیٹا اور روح القدس سے بنتا ہے۔ وہ ایک میں تین اور تین میں ایک کے قائل ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید میں ان کے اس عقیدہ تثلیث کو کفر قرار دیا ہے چنانچہ فرمایا:

لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْ اِنَّ اللّٰہ ثالث ثلثۃ و ما من الہ الا الہ واحد (المائدہ آیت ۷۳)

''بلاشبہ وہ لوگ بھی کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تین میں ایک ہے۔ حالانکہ بجز ایک معبود کے اور کوئی معبود نہیں'' (ترجمہ حضرت تھانویؒ) مولانا اوکاڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اپنے چک میں عیسائیوں کی آبادی تھی۔ انہوں نے عقیدہ توحید کی تبلیغ کی اور تثلیث کا دلائل سے رد کیا' اور مناظرہ میں بھی پادریوں کو لاجواب کر کے اہل اسلام کے ایمان کو تحفظ دیا۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

عقیدہ ختم نبوت

ختم نبوت بھی اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔ یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ زمانے کے لحاظ سے بھی اور مرتبہ کے لحاظ سے بھی آخری نبی ہیں۔ قرآن مجید میں فرمایا ہے:

" ماکان محمد ابااحد من رجالکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین " (الاحزاب یت ۴۰)

''محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں۔'' (ترجمہ حضرت تھانویؒ) شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔ یعنی آپ کی تشریف آوری سے نبیوں کے سلسلہ پر مہر لگ گئی۔ اب کسی کو نبوت نہیں دی جائے گی۔ بس جن کو ملنی تھی مل چکی اس لئے آپ کی نبوت کا دور سب نبیوں کے بعد رکھا جو قیامت تک چلتا رہے گا۔ حضرت عیسیٰؑ اخیر زمانہ میں بحیثیت آپ کے ایک امتی کے آئیں گے۔ اور خود ان کی نبوت و رسالت کا عمل اس وقت جاری نہ ہوگا۔ جیسے آج تمام انبیاءؑ اپنے اپنے مقام پر موجود ہیں۔ مگر شش جہت میں عمل صرف نبوت محمدیہ کا جاری و ساری ہے۔ حدیث میں ہے کہ:

''آج حضرت موسیٰؑ (زمین پر) زندہ ہوتے تو ان کو بھی بجز میرے اتباع کے چارہ نہ تھا۔''

بلکہ محققین کے نزدیک تو انبیاء سابقین اپنے اپنے عہد میں بھی خاتم الانبیاء ﷺ کی روحانیت عظمیٰ سے ہی مستفید ہوتے تھے۔ جیسے رات کو چاند اور ستارے سورج کے نور سے منور ہوتے ہیں۔ حالانکہ سورج اس وقت دکھائی نہیں دیتا اور جس طرح روشنی کے تمام مراتب عالم اسباب میں آفتاب پر ختم ہو جاتے ہیں اس طرح نبوت و رسالت کے تمام مراتب و کمالات کا سلسلہ روح محمد ﷺ پر ختم ہو جاتا ہے۔ بدیں لحاظ کہہ سکتے ہیں کہ آپ رتبی اور زمانی لحاظ سے خاتم النبیین ہیں اور جن کو نبوت ملی ہے آپ ہی کی مہر لگ کر ملی ہے (تنبیہ) ختم نبوت کے متعلق قرآن' حدیث اور اجماع وغیرہ سے سینکڑوں دلائل جمع کر کے بعض علمائے عصر نے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ ان

کے مطالعہ کے بعد ذرا تردد نہیں رہتا کہ اس عقیدہ کا منکر قطعاً کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے'' یہاں یہ ملحوظ رہے کہ علامہ عثمانیؒ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو حدیث کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: ''اگر آج حضرت موسیٰ علیہ السلام (زمین پر) زندہ ہوتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح عالم شہادت یعنی اس دنیا میں زندہ ہوتے اور اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ اپنی قبر میں بھی زندہ نہیں ہیں۔ کیونکہ قبر گو زمین میں ہے لیکن اب آپ عالم برزخ میں ہیں اور عالم برزخ میں بھی اس جسم سے ان کو حیات حاصل ہے۔ جو عالم شہادت یعنی اس دنیا میں تھا'' نبی کریم رحمۃ للعالمین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے سلسلے میں علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ختم نبوت زمانی اور رتبی کا جو ذکر فرمایا ہے' اس کی مزید عارفانہ تشریح و توضیح کے لیے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تحذیر الناس اہل علم کے لیے قابل استفادہ ہے جس میں حضرت نانوتویؒ نے ختم نبوت کی تشریح کرتے ہوئے عجیب و غریب حقائق و معارف بیان فرمائے ہیں۔

کافر مرتد قادیانی

دور حاضر میں انگریزی راج کے دور میں مرزا غلام احمد قادیانی (ضلع گورداسپور) نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اپنے نہ ماننے والوں کو بھی کافر قرار دیا تھا اور چونکہ ختم نبوت اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اور اس کے انکار سے آدمی کافر قرار پاتا ہے۔ اس لیے علمائے اسلام نے دلائل و براہین سے مرزا قادیانی کو قطعی کافر مرتد قرار دیا اور اس کے ماننے والوں کو بھی کافر قرار دیا خواہ وہ قادیانی مرزائی ہوں جو اس کو نبی مانتے ہیں اور خواہ وہ لاہوری مرزائی ہوں جو اسے مجدد مانتے ہیں۔ اور الحمد للہ آئین پاکستان میں بھی عقیدہ ختم بنوت کے منکر کو (قادیانی ہو یا لاہوری) کافر قرار دیا گیا ہے۔ اکابر علمائے دیوبند نے ختم نبوت کے موضوع پر متعدد کتابیں لکھی ہیں اور ان میں فخر المحدثین علامہ سید محمد انور شاہ صاحب محدث کشمیری شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۳۵۲ھ) قادیانی فتنہ کے متعلق بڑے فکر مند رہتے تھے۔ آپ نے ختم نبوت کے موضوع پر ایک مستقل کتاب خاتم النبیین فارسی میں لکھی ہے جس کا اردو ترجمہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے۔ حضرت شاہ صاحب کتاب کی تمہید میں فرماتے ہیں: کہ بندہ ہیچ میرز محمد انور شاہ کشمیری عفا اللہ عنہ تمام اہل اسلام عوام و خواص کی خدمت عالی میں عرض پرداز ہے کہ یہ ختم نبوت اور آیت کریمہ خاتم النبیین کی تفسیر میں جو مرزا قادیانی علیہ ما علیہ کے الحاد و زندقہ اور کفر و ارتداد کے رد میں تحریر کیا گیا ہے الخ''

تازیانۂ عبرت

میرے والد ماجد رئیس المناظرین حضرت مولانا ابوالفضل محمد کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۷ جولائی ۱۹۴۶ء) نے جب مرزا قادیانی دجال و کذاب کا تقریر و تحریر کے ذریعہ رد شروع کیا تو اس نے اپنی کتاب مواہب الرحمٰن میں والد صاحب کے خلاف سخت توہین آمیز الفاظ لکھے جس پر والد صاحب نے اس کے خلاف دعویٰ دائر کر

دیا۔ یہ مقدمہ ۲۶ جنوری ۱۹۰۳ء کو جہلم میں دائر کیا گیا تھا اور پھر ۲۹ جون ۱۹۰۳ء کو ضلع گورداسپور میں منتقل ہو گیا تھا۔ تمام کارروائی کے بعد مجسٹریٹ لالہ آتما رام نے ۸' اکتوبر ۱۹۰۴ء کو اپنا مفصل فیصلہ سنایا جس کے آخر میں لکھا کہ:

''ملزم نمبر ا (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی) کو عمر اور حیثیت کا خیال کر کے ہم اس کے ساتھ رعایت برتیں گے۔ ملزم نمبر ا۔ اس امر میں مشہور ہے کہ وہ سخت اشتعال دہ تحریرات اپنے مخالفوں کے برخلاف لکھا کرتا ہے اگر اس کے اس میلان طبع کو برمحل نہ روکا گیا تو غالباً امن عامہ میں نقض پیدا ہوگا۔'' ۱۸۹۷ء میں کپتان ڈگلس صاحب نے ملزم کو ہیچو قسم تحریرات سے باز رہنے کی فرمائش کی تھی پھر ۱۸۹۹ء میں مسٹر ڈولی صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے اس سے اقرار نامہ لیا کہ: ''ہیچو قسم نقض امن والے فعلوں سے باز رہے گا نظر بر حالات یا ایک معقول تعداد جرمانہ کی ملزم نمبر ا پر ہونی چاہیے اور ملزم نمبر ۲ (یعنی حکیم فضل دین) پر اس سے کچھ کم لہٰذا حکم ہوا کہ ملزم نمبر ا ۵۰۰ روپے جرمانہ دے اور ملزم نمبر ۲۔ ۲۰۰ روپے ورنہ اول الذکر چھ ماہ اور آخر الذکر پانچ ماہ قید محض میں رہیں' حکم سنایا گیا'' (دستخط حاکم)

پھر مرزا قادیانی دجال نے اپیل دائر کی جس میں وکیل ایک انگریز تھا اور اس اپیل میں اس کی سزا معاف ہوگئی۔

والد صاحب کے خلاف پیشینگوئیاں

مرزا قادیانی نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں والد صاحب مرحوم کے خلاف حسب ذیل پشین گوئیاں شائع کیں تھی۔ (۱) کرم الدین جہلمی کے مقدمہ فوجداری کی نسبت پیشگوئی تھی۔ رب کل شیء خادمک رب فاحفظنی و انصرنی وارحمنی۔ خدا نے مجھے اس مقدمہ سے بری کیا (۲) کرم دین جہلمی کے اس مقدمہ فوجداری سے مجھے بریت ہوگئی جو گورداسپور میں دائر تھا۔ (۳) کرم دین جہلمی کے مقدمہ فوجداری کے لیے گورداسپور گیا تو مجھے الہام ہوا یسئلونک من شانک۔ قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون اپنی جماعت کو یہ الہام سنا دیا (۴) ۲۹ جون ۱۹۱۳ء کی رات کے وقت یہ فکر ہو رہی تھی کہ مقدمات کرم دین کا کیا انجام ہوگا الہام ہوا۔ ان اللہ مع الذین اتقو والذین ھم محسنون۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مقدمات کا فیصلہ ہمارے حق میں ہوا۔

قارئین اندازہ فرمائیں کہ مرزا قادیانی کتنا دجال و کذاب ہے کہ گورداسپور کی اس عدالت سے تو اس کو سزا سنائی گئی جس میں مقدمہ دائر تھا۔ لیکن وہ اس کو بھی اپنی فتح قرار دے رہا ہے۔ حالانکہ بعد میں اس کی سزا اپیل کے ذریعہ معاف ہوئی۔ لیکن سزا تو اس کو بہر حال سنائی گئی تھی۔ جہلم اور گورداسپور کے مذکورہ مقدمات کی تفصیل مع سرکاری ریکارڈ کے حضرت والد صاحب مرحومؒ نے اپنی کتاب تازیانۂ عبرت میں شائع کر دی ہے۔ اور اس میں مرزا قادیانی کے متضاد عقائد و احوال کا بھی ذکر پایا جاتا ہے۔ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن مولوی محمد یعقوب صاحب مہتمم مدرسہ اشرف العلوم ہرنولی والوں نے شائع کیا ہے۔ ان سے یہ تاریخی دستاویزات دستیاب ہو سکتی ہیں۔

عدالتی جہاد: ہمعصر علماء میں والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فوقیت اور سابقیت حاصل ہے کہ آپ نے بلا واسطہ مرزا قادیانی کا مقابلہ کیا۔ اس کو سرکاری عدالت میں گھسیٹا۔ قادیانی کذاب دجال اور سنی مجاہد والد صاحب مرحوم عدالت میں آمنے سامنے کھڑے ہوئے اور حق تعالیٰ کی خصوصی نصرت سے والد صاحب مرحوم کامیاب ہوئے اور قادیانی دجال کو سزا سنائی گئی یہی وہ عدالتی جہاد ہے جس کی قادر مطلق نے مولانا ابوالفضل دبیر رحمۃ اللہ علیہ کو توفیق عطا فرمائی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست' تانہ بخشد خدائے بخشندہ

والد صاحب کی بیعت: شیخ المشائخ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۲۱۴ھ مطابق ۱۸۹۵ء وفات ۲۴ صفر' ۱۳۰۰ھ مطابق ۸۲۔۱۸۸۱ء) کے فرزند ارجمند جانشین حضرت سیالوی حضرت خواجہ محمد دین سیالوی سے حضرت والد صاحب بیعت ہوئے تھے۔ اور جب پیرانہ سالی میں اکابر دیوبند سے عقیدت نصیب ہوئی تو آپ نے مجھے تعلیم کے لیے دار العلوم دیوبند بھیجا تھا تو بندہ کی قید کے دوران ہی بذریعہ عریضہ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہٗ سے بیعت کی درخواست کی تو حضرت نے فرمایا تجدید بیعت کی ضرورت نہیں۔ آپ اپنے سابق شیخ کا تلقین فرمودہ وظیفہ پڑھتے رہیں۔ حضرت والد صاحب فرماتے تھے کہ اس کے بعد حضرت مدنیؒ کا فیض محسوس ہوتا ہے۔ مزید حالات ماہنامہ حق چار یارؓ کے مکاتیب شیخ الادب نمبر فروری ۲۰۰۰ء میں قابل استفادہ ہیں۔

۵۳ء کی تحریک ختم نبوت

یہ ایک تاریخی المیہ ہے کہ پاکستان جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا اور تحریک پاکستان کے دوران پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ کا نعرہ گونجا کرتا تھا۔ اس کا پہلا وزیر خارجہ ظفر اللہ قادیانی مرتد کو بنایا گیا۔ لیکن حضور خاتم النبیین ﷺ کے پروانے اور علمائے حق اس کو کب برداشت کر سکتے تھے ظفر اللہ کو ہٹانے کے لیے ملک بھر میں تحریک شروع ہوگئی۔ جس کے نتیجے میں آخر کار ۱۹۵۳ء کی تاریخی تحریک چلی جس نے حکومت کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیں۔ ہزار ہا علماء و حفاظ اور شمع ختم نبوت کے پروانوں نے گرفتاریاں پیش کیں اور پنجاب بھر کی جیلیں نظر بندوں سے بھر گئیں۔ آخر کار تحریک کے نتیجے میں ظفر اللہ مرتد قادیانی سے ملک کو نجات ملی اور تحریک ختم نبوت کے خلاف جو ارباب اقتدار تھے وہ ذلیل و رسوا ہوئے۔ اس تحریک کی کامیابی کا سہرا امیر شریعت مجاہد اعظم حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے سر ہے جن کی قیادت میں احرار سرفروشوں نے حیرت انگیز قربانیاں دیں۔

ضلع جہلم: ضلع جہلم سے احرار رضا کاروں ٹھیکیدار محمد شریف صاحب مرحوم اور غازی (عبدالرحمٰن) صاحب مرحوم اور چکوال سے مجاہد کرم الٰہی صاحب مرحوم کے علاوہ سنی دیوبندی مکتبہ فکر میں سے حضرت مولانا حکیم سید علی شاہ صاحب ڈومیلی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا عبداللطیف صاحب مہتمم و بانی جامعہ حنفیہ جہلم رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۹۲۰ء وفات ۱۲۷ پریل ۱۹۹۸ء) کے ساتھ بندہ خادم اہل سنت غفرلہ بھی سنٹرل جیل منٹگمری (حال

ساہیوال میں نظر بند رہا ہے۔ جب نظر بندوں کی رہائیاں شروع ہوئیں تو ہم میں سے پہلے حضرت شاہ صاحب رہا ہوئے ان کے بعد مولانا جہلمی اور ان کے بعد بندہ قریباً ۹ ماہ نظر بند رہنے کے بعد ۱۴ جنوری ۱۹۵۴ء کو رہا ہوا۔

حضرت مدنیؒ کا کرامت نامہ: رہائی کے بعد بندہ نے حضرت الشیخ المدنی قدس سرہ کی خدمت میں عریضہ لکھا تو حضرت نے اپنے کرامت نامہ میں فرمایا: ''نظر بندی کا علم فقط اس خط سے ہوا اگر چہ عرصہ دراز سے کوئی والا نامہ نہیں آیا تھا مگر یہ خیال نہ تھا۔ حق تعالیٰ آپ کے اس دینی جہاد کو قبول فرمائے اور باعث کفارہ سیئات بنائے اور ترقی درجات کرے آمین (۲۳ شوال ۱۳۷۳ھ' جون ۱۹۵۴ء)

مولانا اوکاڑوی: امین ملت مولانا محمد امین صاحب اوکاڑوی مرحوم نے بھی عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے بے پناہ خدمات سرانجام دیں اور ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں نظر بند بھی رہے اور نظر بندی کے دوران بھی قادیانی فتنہ کفر و ارتداد کے خلاف ذہن سازی کرتے رہے۔ بہر حال ملک بھر میں آپ نے جس خلوص و ہمت سے رد قادیانیت میں تقریر و تحریر کے ذریعہ جو کام کیا اس سے سینکڑوں لوگوں کو اس فتنہ سے تحفظ ملا۔ حق تعالیٰ آپ کی یہ خدمت قبول فرمائے۔ آمین۔

عظمت صحابہؓ اور خلافت راشدہ: آیت: اذا قری القرآن فاستمعوا له و انصتوا (سورۃ اعراف)

''اور جب قرآن کریم پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگاتے رہو اور خاموش رہو تاکہ تم پر حق تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں'' کی تشریح میں مولانا اوکاڑویؒ فرماتے ہیں کہ:

> ''یوں تو سبھی صحابہ کرامؓ آسمان ہدایت کے روشن ستارے بلکہ چندے آفتاب ماہتاب تھے ہر ایک اپنی جگہ مینارہ نور ہے' ہر ایک تقویٰ کا پیکر' تدین کا پہاڑ' اور علم و فضل کا پتلا تھا لیکن بعض صحابہ کرامؓ دوسرے صحابہ کرامؓ سے علم و فضل' فقہی بصیرت دانش و بینش اور فہم و فراست میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔ من جملہ ان کے عبداللہ بن مسعودؓ ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بعض ایسے جزوی فضائل حاصل تھے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کوئی دوسرا ان کا شریک و سہیم نہ تھا۔ (مجموعہ رسائل جلد اول ص ۶)

(۲) آیت: وما كان المومنون لينفروا كافة (التوبہ ع ۱۵ آیت ۱۲۲)

اور ہمیشہ کے لیے مسلمانوں کو یہ بھی نہ چاہئے کہ جہاد کے واسطے سب کے سب ہی نکل کھڑے ہوں سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر ہر بڑی جماعت میں سے ایک ایک چھوٹی جماعت جہاد میں جایا کرے تاکہ یہ باقی ماندہ لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں (ترجمہ حضرت تھانویؒ) اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے مولانا اوکاڑویؒ فرماتے ہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ میں دو جماعتیں تھیں۔ ایک چھوٹی سی جماعت فقہاء کی تھی جس میں ہر قوم کے دو دو آدمی شامل تھے۔ یہ فقہ کی تربیت حاصل کرتے تھے۔ اس جماعت کو آنحضرت ﷺ اس طرح

ترغیب دیتے من یرد الله به خیراً یفقه فی الدین (بخاری) اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اس کو فقیہ بنا دیتے ہیں" آنحضرت ﷺ ان فقہا صحابہ کرامؓ کو اپنی اپنی قوم میں بھیج دیتے۔ ساری قوم والے اپنے اس فقیہ سے فقہی مسائل پوچھ پوچھ کر عمل کرتے کسی امتی مجتہد کے فقہی مسائل کو بلا مطالبہ تسلیم کر کے عمل کر لینا اس کا نام تقلید ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتویٰ دینے سے پہلے فرمایا کرتے تھے کہ یہ فتویٰ میں اجتہاد ورائے سے دے رہا ہوں (جامع بیان العلم ج ۲ ص ۵۱) لوگ حضرت صدیق کے ان اجتہادی فتاویٰ پر عمل کرتے تھے۔ اسی کو تقلید کہتے ہیں اور دور صدیقی میں ایک بھی غیر مقلد کا نام پیش نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے اجتھد برائی (شرح فقہ اکبر) میں اپنی رائے اور اجتہاد سے فتویٰ دیتا ہوں چنانچہ خلفائے راشدینؓ کے کئی فتاویٰ مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی موجود ہیں الخ (مجموعہ رسائل جلد دوم ص ۳۴۲ تا ۳۴۴)

سنت و جماعت: مولانا اوکاڑویؒ فرماتے ہیں: کہ مسلمانوں میں کئی فرقے ملتے ہیں مگر ان میں نجات پانے والے صرف اہل السنّت والجماعت ہیں۔" رسول پاک ﷺ نے فرمایا: " ما انا علیہ واصحابی یعنی نجات وہ پائیں گے جو میرے اور میرے صحابہؓ کے طریقہ پر ہوں گے" اور فرمایا: "میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑنا (ترمذی) اور فرمایا: جس نے میری سنت سے منہ موڑا وہ مجھ سے نہیں (بخاری) اور ایک روایت میں تو آپ نے تارک سنت کو ملعون فرمایا۔ (مشکوٰۃ) باقی کو آپؐ نے دوزخی فرمایا (ابو داؤد) جس طرح قرآن پاک کو صحیح سمجھنے کے لیے صرف عربی دانی کافی نہیں۔ اس کی صحیح تفسیر آپؐ کی عملی زندگی ہے اسی طرح آپؐ نے آنے والی امت کی پوری رہنمائی کے لیے صحابہ کرامؓ کی ایک عظیم جماعت تیار فرمائی جنہوں نے آپؐ کی نگرانی میں آپ کی سنتوں پر عمل کیا اور بعد میں آنے والوں کے لیے یہ حضرات سنت کے عملی نمونے قرار پائے جو نہ صرف نبی پاک ﷺ کی نگرانی میں تیار ہوئے بلکہ خداوند قدوس نے ان کی مکمل نگرانی فرمائی اور رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ (راضی ہوا اللہ ان سے یعنی صحابہ کرامؓ سے اور وہ راضی ہوئے اس سے) کا سرٹیفکیٹ عطا فرمایا۔ آپ نے تاکیدی حکم دیا کہ علیکم بالجماعۃ (اس جماعت کو لازم پکڑو) اور جماعت سے کٹنے والوں کو شیطان کا لقب دیا اور اس بکری سے تشبیہ دی جو چرواہے کی نگرانی اور ریوڑ سے نکل کر کسی بھیڑیے کا نوالہ بن جائے (رواہ احمد) شیخ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں۔

فاهل السنة والجماعة هم المتبعون للنص والاجماع (منهاج السنة جلد ۳ ص ۲۷۶)

"یعنی اہل سنت وہ لوگ ہیں جو نص (کتاب سنت) اور اجماع کی تابعداری کرتے ہیں۔" سورۃ النور کی آیت استخلاف وعدالله الذین امنوا منکم و عملوا الصلحت لیستخلفنهم فی الارض کی تشریح کرتے ہوئے مولانا مرحوم لکھتے ہیں۔

"چنانچہ جس دین کی تکمیل آپؐ پر ہوئی تھی وہ صحابہ کرامؓ کی محنتوں اور کوششوں سے مضبوطی کے ساتھ دنیا میں جم گیا۔ یہی وہ مقدس جماعت ہے جن کا ذکر خیر ہمارے نام میں والجماعت کے لفظ میں آ گیا۔ اہل سنت کے علاوہ کسی اہل بدعت کے نام میں نہ والجماعت ہے نہ اس سے مراد صحابہ کرامؓ ہیں۔ قرآن پاک کی مکمل عملی تفسیر سنت تھی۔ اس سنت کے کامل نمونہ صحابہ کرام تھے جو رسولؐ کی نگرانی میں تیار ہوئے۔ ان کے ذریعے آپؐ کی سنت پوری دنیا میں پھیل گئی۔ آپ ﷺ آفتاب ہدایت تھے اور آپؐ کے صحابہ ستارے تھے ان کے ذریعہ دین دنیا میں پھیل گیا۔ ان مقبولین کی زندگیاں جہاد میں گزر گئیں۔" (مجموعہ رسائل جلد دوم ص ۳۶۰ تا ص ۳۶۴)

بیٹوں کے نام: مولانا اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فرزندوں کے نام خلفائے راشدین کے اسماء پر رکھے۔ چنانچہ آپ کے پانچ بیٹوں کے نام بالترتیب حسب ذیل ہیں۔ محمد ابو بکر، محمد عمر، محمد عثمان، محمد علی، محمد معاویہ (رضی اللہ عنہم) پہلے چاروں کے نام تو قرآن کے موعودہ چاروں خلفاء راشدین کے نام پر ہیں اور پانچویں بیٹے کا نام محمد معاویہ رکھ کر اظہار کیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کے بعد وہ بالاتفاق برحق خلیفہ تھے۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

رافضیت وخارجیت

مولانا اوکاڑویؒ نے مثبت طور پر صحابہ کرامؓ کی قرآنی عظمت اور خلفائے راشدینؓ کے فتاوی اور ان کی اہمیت کو جس طرح بیان کیا ہے۔ اس سے رافضیت اور خارجیت کی بنیادیں خود بخود منہدم ہو جاتی ہیں اس لیے کہ روافض خلفائے راشدینؓ میں سے صرف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو برحق پہلا خلیفہ اور امام معصوم مانتے ہیں۔ چنانچہ کلمہ واذان میں بھی وہ خلیفہ اول بلافصل کا اظہار واعلان کرتے ہیں اور باقی تین خلفائے راشدینؓ کی خلافت کی بلکہ ان کے ایمان کی بھی نفی کرتے ہیں۔ اور جماعت صحابہؓ میں سے بھی وہ چند صحابہؓ کو برحق مومن مانتے ہیں اور باقی صحابہ کرامؓ کے ایمان کی بھی نفی کرتے ہیں العیاذ باللہ خوارج خلفائے راشدینؓ میں سے پہلے تین خلفائے راشدینؓ کو مانتے ہیں اور قرآن کے موعودہ چوتھے خلیفۂ راشد حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت بلکہ صحابیت کو بھی مجروح کرتے ہیں، اور جنت کے جوانوں کے سرداروں حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو باغی اور یزید کو خلیفۂ راشد قرار دیتے ہیں جیسا کہ محمود احمد عباسی نے اپنی تصانیف خلافت معاویہ ویزید اور تحقیق مزید وغیرہ میں ہرزہ سرائی کی ہے۔ العیاذ باللہ۔ لیکن ان کے برعکس مولانا اوکاڑوی مرحوم اور اہل سنت و جماعت تمام جماعت صحابہؓ اور چاروں خلفائے راشدینؓ اور ازواج مطہرات سمیت دیگر اہل بیت حضرت فاطمۃ الزہرا اور حضرات حسنین کو جنتی مانتے ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

(تنبیہ): روافض، خوارج، اور مودودی فرقہ کے ساتھ ہمارا اہل السنّت والجماعت کا اصولی اختلاف ہے اور اصولی اختلاف میں حق و باطل کا تقابل ہوتا ہے یعنی ایک فریق حق پر ہوتا ہے اور دوسرا باطل پر لیکن فروعی اختلاف یعنی اجتہادی اختلاف حق کے دائرہ میں ہوتا ہے۔ یعنی ان میں حق و باطل کا تقابل نہیں ہوتا بلکہ دونوں

فریق حق پر ہوتے ہیں۔ البتہ ایک فریق اس اجتہاد میں صواب پر ہوتا ہے اور دوسرا خطا پر۔ مجتہد مصیب کو دو اجر ملتے ہیں ایک اجتہاد کی وجہ سے دوسرا اصواب کی وجہ سے جیسا کہ بخاری شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذاحکم الحاکم فاجتهد فاصاب فله اجران و اذا حکم فاجتهد ثم اخطا فله الاجر.

مماتیت غیر مقلدین: فخر ملت مولانا اوکاڑوی مرحوم نے اپنی زندگی کے آخری چند سالوں میں مماتیت اور غیر مقلدیت کے ابطال کی طرف زیادہ توجہ دی ہے اور ان دونوں گروہوں کے بڑے بڑے مناظرین کو شکست فاش دی ہے۔ مماتیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ بعد از وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر تو قبر شریف میں محفوظ ہے لیکن آپ کے جسم پاک میں روح کے تعلق سے کوئی حیات نہیں ہے اور آپ وہاں مردہ پڑے ہوئے ہیں نہ درود شریف دور سے ان تک پہنچتا ہے اور نہ آپ عند القبر سنتے ہیں اور وہ اس عقیدے سماع عند القبر کو بھی شرک قرار دیتے ہیں العیاذ باللہ لیکن اس کے برعکس اہل السنت والجماعت کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زمینی قبر شریف میں زندہ ہیں اور وہاں روح پاک کے تعلق سے جسد اطہر میں حیات پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے دور سے بذریعہ ملائکہ آپ کی خدمت اقدس میں امتیوں کا درود شریف پہنچتا ہے اور قبر شریف پر حاضر ہونے کا درود آپ بلاواسطہ خود سنتے ہیں چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

من صلی علی عند قبری سمعته و من صلی علی نائیا ابلغته

"جو شخص میری قبر کے پاس آ کر درود پڑھے گا اس کو خود سنوں گا اور جو دور سے پڑھے گا وہ فرشتوں کے ذریعہ مجھ تک بھیجا جائے گا) حیات النبی ﷺ کے بارے میں جو اختلاف شدت اختیار کر گیا تھا اور جس کی وجہ سے حیاتی اور مماتی دو گروہ بن گئے۔ اس اختلاف کو ختم کرنے کے لیے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب (سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند) رحمۃ اللہ علیہ نے اس نزاع کے خاتمہ کے لیے حسب ذیل عبارت تجویز فرمائی تھی۔

"وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضۂ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام آپ سنتے ہیں"

عقیدہ حیات النبی ﷺ کے بارے میں یہ عبارت حضرت مولانا قاری محمد امین صاحب فاضل دیوبند کی جامع مسجد ورکشاپی محلہ روالپنڈی میں حضرت قاری محمد طیب صاحب نے فریقین کے سامنے ۲۲ جون ۱۹۶۲ء کو پیش فرمائی۔ جس پر حضرت قاری محمد طیب صاحب اور حضرت مولانا محمد علی جالندھری نے اور حضرت قاضی نور محمد صاحب فاضل دیوبند (جو حضرت علامہ انور شاہ کشمیری کے تلامذہ میں سے ہیں) نے اور مولانا غلام اللہ خان صاحب مرحوم نے دستخط کیے اس اجلاس میں حضرت مولانا عبداللطیف صاحب جہلمی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ بندہ بھی موجود تھا اور یہی عبارت پھر ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی میں ماہ اگست ۱۹۶۲ء میں بھی شائع ہوئی تھی۔ لیکن اس

اجلاس میں سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری گجراتی شریک نہیں ہوئے اور نہ ہی انہوں نے مذکورہ عقیدہ کو تسلیم کیا بلکہ وہ نبی اکرم ﷺ کے عند القبر سماع کو شرک قرار دیتے ہوئے اس جہاں سے انتقال کر گئے۔ یہاں یہ ملحوظ رہے کہ راولپنڈی کے مذکورہ اجلاس کی مفصل کارروائی حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی یکم جنوری ۲۰۰۱ء) نے اپنی کتاب ہدایۃ الحیران کے دوسرے ضخیم ایڈیشن میں شائع کر دی ہے۔ اس کے علاوہ حضرت مفتی صاحب نے اپنی اس کتاب میں "عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام کے انکار کا پس منظر" کے عنوان کے تحت فریقین کے مابین معاہدہ سکھر اور ثالث نامہ وغیرہ سے متعلق سارے حالات مفصل بیان فرمائے ہیں جو قابل استفادہ اور قابل عبرت ہیں۔ یہاں یہ ملحوظ رہے کہ ۵ جنوری ۱۹۶۱ء کو سکھر کے ایک اجتماع میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا لال حسین اختر، مولانا غلام اللہ خان صاحب مرحوم اور مولانا سید عنایت اللہ شاہ نے درج ذیل تحریر پر دستخط کر کے ثالث تسلیم کر لیا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

الحمد للہ وحدہ و الصلوٰۃ و السلام علی من لانبی بعدہ. بخدمت گرامی حضرت شیخ الحدیث علامہ مولانا ظفر احمد عثمانی و حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ہم مندرجہ ذیل فریقین نے مسئلہ حیات النبی (حیات برزخی و حیات دنیوی) کے تصفیے کے لیے آپ دونوں بزرگوں کو حکم تسلیم کیا ہے۔ امید ہے کہ آپ مہربانی فرما کر مسئلہ مذکورہ میں فریقین کے دلائل سن کر جو فیصلہ فرمائیں گے فریقین اسے تسلیم کر لیں گے۔ مکرر آنکہ ہم نے آپ کو حکم تسلیم کر کے آپ کا فیصلہ ماننا باہمی تسلیم کر لیا ہے۔ ہم آپ کے فیصلے کے پابند ہوں گے۔ نہایت ادب سے التماس ہے کہ آپ ہماری درخواست کو شرف قبولیت بخش کر موجودہ نزاع کو ختم کرنے میں امداد فرمائیں۔ یہ اجتماع سکھر میں ہوگا تاریخ ۱۸/۱۷ جنوری ۱۹۶۱ء مقرر کی گئی ہے۔ والسلام الرقوم ۵ جنوری ۱۹۶۱ء دستخط فریقین محمد علی جالندھری، لال حسین اختر، لاشی غلام اللہ، عنایت اللہ (ملاحظہ ہو ہدایۃ الحیران طبع دوم ص ۳۳-۳۲) پھر یہ مناظرہ کیوں نہیں ہوا؟ اس کی تفصیل بھی اسی کتاب میں حضرت مفتی صاحب نے بیان کر دی ہے۔ یہاں یہ ملحوظ رہے کہ بمقام کالری دروازہ گجرات میرے اور سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری گجراتی کے مابین مناظرہ مقرر ہوا تھا۔ موضوع مناظرہ اصل مسئلہ حیات النبی (ﷺ) تھا اور اسی دن اسی مقام پر مولانا محمد علی جالندھری اور سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کے مابین مقرر ہوا تھا۔ موضوع مناظرہ دیوبندی مسلک تھا یعنی حیات النبی کے بارے میں اکابر دیوبند کا مسلک کیا ہے لیکن بعد میں مولانا جالندھری نے مجھے خط میں لکھا کہ: "اب گجرات میں مناظرہ نہیں ہوگا کیونکہ مناظرہ کے لیے سکھر میں ثالث حضرات تجویز کیے جا رہے ہیں اس لیے آپ گجرات نہ جائیں۔ مفتی عبدالشکور صاحب نے شاہ صاحب اور

میرے مابین ہونے والے مناظرہ کا تو اس کتاب میں تذکرہ کیا ہے۔" لیکن مولانا جالندھریؒ اور شاہ صاحب کے مابین مناظرے کا تذکرہ نہیں کیا۔ غالباً مولانا جالندھریؒ کے مجوزہ مناظرے کا آپ کو علم نہیں ہو سکا واللہ اعلم اور علاوہ مسئلہ حیات النبی (ﷺ) کے حضرت مفتی عبدالشکور صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا غلام اللہ صاحب مرحوم کی طرف منسوب تفسیر جواہر القرآن کے بعض ان تفسیری بیانات پر بھی تنقید و جرح کی ہے جو جمہور اہل سنت کے خلاف ہیں۔ حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب فاضل دیوبند رحمۃ اللہ علیہ ایک سنی حنفی دیوبندی راسخ العقیدہ اور محقق عالم تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث پڑھا، اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع بانی دارالعلوم کراچی رحمۃ اللہ علیہ کے مجاز طریقت تھے۔ حق تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس نصیب ہو آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ۔

غیر مقلدیت

مولانا محمد امین اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی زندگی کے آخری چند سالوں میں فتنہ غیر مقلدیت کے خلاف بہت زیادہ سرگرم رہے ہیں۔ وہ فرماتے تھے کہ عصر حاضر کے تمام مذہبی فتنوں کی بنیاد غیر مقلدیت ہے اور تقلید سے ہی ان فتنوں سے تحفظ حاصل کیا جا سکتا ہے۔

تقلید کی تعریف اور اس کا شرعی مفہوم

اس سوال کے جواب میں کہ تقلید کا لغوی اور شرعی معنی کیا ہے۔ مولانا مرحوم فرماتے ہیں کہ تقلید کا لغوی معنی پیروی ہے اور لغت کے اعتبار سے تقلید، اتباع، اطاعت اور اقتدا سب ہم معنی ہیں۔ تقلید کے لفظ کا مادہ قلادہ ہے۔ یہ قلادہ جب انسان کے گلے میں ڈالا جائے تو ہار کہلاتا ہے اور جب جانور کے گلے میں ڈالا جائے تو پٹہ کہلاتا ہے۔ ہم چونکہ انسان ہیں اس لیے انسانوں والا معنی بیان کرتے ہیں اور جانوروں کو جانوروں والا معنی پسند ہے۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تقلید کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"تقلید کہتے ہیں کسی کا قول محض اس حسن ظن پر مان لینا کہ یہ دلیل کے موافق بتلا دے گا اور اس سے دلیل کی تحقیق نہ کرنا" (الاقتصاد ص ۵) تقلید کی اس تفریق کے مطابق راوی کی روایت کو قبول کرنا تقلید فی الروایۃ ہے اور مجتہد کی درایت کو قبول کرنا تقلید فی الدرایۃ ہے۔ کسی محدث کی رائے سے کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف ماننا بھی تقلید ہے اور کسی محدث کی بات سے کسی راوی کو ثقہ یا مجہول یا ضعیف ماننا بھی تقلید ہے۔ کسی امتی کے بنائے ہوئے اصول حدیث، اصول تفسیر اور اصول فقہ کو ماننا بھی تقلید ہے۔

تقلید جائز اور ناجائز

جس طرح لغت کے اعتبار سے کتیا کے دودھ کو بھی دودھ کہا جاتا ہے اور بھینس کے دودھ کو بھی دودھ کہتے ہیں

مگر ان میں حرام اور حلال کا فرق ہے۔ اسی طرح تقلید کی بھی دو قسمیں ہیں۔ اگر حق کی مخالفت کے لیے کسی کی تقلید کرے تو یہ مذموم ہے جیسا کہ کفار و مشرکین خدا و رسول خدا ﷺ کی مخالفت کے لیے اپنے گمراہ وڈیروں کی تقلید کرتے تھے۔ اور اگر حق پر عمل کرنے کے لیے تقلید کرے کہ میں مسائل کے بارہ میں استنباط نہیں کر سکتا اور مجتہد کتاب و سنت کو ہم سے زیادہ سمجھتا ہے۔ اس لیے اس سے خدا اور رسول اللہ (ﷺ) کی بات سمجھ کر عمل کرے تو یہ تقلید جائز اور واجب ہے۔

کن مسائل میں تقلید کی جاتی ہے

صرف مسائل اجتہادیہ میں تقلید کی جاتی ہے اور حدیث معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس کو نواب صدیق حسن خان صاحب حدیث مشہور کہتے ہیں (الروضۃ الندیہ جلد۲ ص ۲۴۶) اجتہاد کا مقام متعین ہے کہ جو مسئلہ صراحتاً کتاب و سنت سے نہ ملے اس کا حکم رائے اور اجتہاد کے اصولوں سے کتاب و سنت سے مجتہد اخذ کرے گا۔ (نوٹ) محدثین کا اصول حدیث بنانا کسی حدیث کو صحیح، ضعیف کہنا۔ کسی کو راوی ثقہ یا مجروح قرار دینا ان کا اجتہاد ہے۔ ظاہر ہے مسائل اجتہادیہ میں ہی مجتہد کی تقلید کی جاتی ہے اور مجتہدین کا اعلان ہے کہ القیاس مظہر لا مثبت (شرح عقائد نسفی) کہ ہم کوئی مسئلہ اپنی ذاتی رائے سے نہیں بناتے بلکہ ہر مسئلہ کتاب و سنت اور اجماع سے ہی ظاہر کر کے بیان کرتے ہیں۔ اور مجتہدین کا اعلان ہے کہ ہم پہلے مسئلہ قرآن پاک سے لیتے ہیں۔ وہاں نہ ملے تو سنت سے وہاں نہ ملے تو اجماع صحابہؓ سے، اگر صحابہ کرامؓ میں اختلاف ہو جائے تو جس طرف خلفائے راشدینؓ ہوں اس سے لیتے ہیں۔ اگر یہاں بھی نہ ملے تو اجتہادی قاعدوں سے اس طرح مسئلہ کا حکم تلاش کرتے ہیں جس طرح حساب دان ہر نئے سوال کا جواب حساب کے قواعد کی مدد سے معلوم کر لیتے ہیں۔ اور وہ جواب اس کی ذاتی رائے نہیں بلکہ فن حساب کا ہی جواب ہوتا ہے۔

کون تقلید کرے؟

ظاہر ہے کہ حساب دان کے سامنے جب سوال آئے گا تو وہ خود حساب کے قاعدوں سے سوال کا جواب نکال لے گا اور جس کو حساب کے قاعدے نہیں آتے وہ حساب دان سے جواب پوچھے گا۔ اس طرح مسائل اجتہادیہ میں کتاب و سنت پر عمل کرنے کے دو ہی طریقے ہیں۔ جو شخص خود مجتہد ہو گا وہ خود قواعد اجتہادیہ سے مسئلہ تلاش کر کے کتاب و سنت پر عمل کرے گا اور غیر مجتہد یہ سمجھ کر کہ میں خود کتاب و سنت سے مسئلہ استنباط کرنے (یعنی نکالنے) کی اہلیت نہیں رکھتا، اس لیے کتاب و سنت کے ماہر سے پوچھ لوں کہ اس میں کتاب و سنت کا کیا حکم ہے۔ اس طرح عمل کرنے کو تقلید کہتے ہیں۔ اور مقلد ان مسائل کو ان کی ذاتی رائے سمجھ کر عمل نہیں کرتا بلکہ یہ سمجھ کر کہ مجتہد نے ہمیں مراد خدا اور مراد رسول ﷺ سے آگاہ کیا ہے۔

سوال سوم: کیا قرآن و حدیث میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ چاروں اماموں میں سے کسی ایک امام کی تقلید کرو؟ (الجواب) قرآن پاک میں قرآن کی تلاوت کا حکم تو موجود ہے مگر ان دس قاریوں کا نام مذکور نہیں جن کی

قراأتوں پر آج ساری دنیا تلاوت قرآن کر رہی ہے اور نہ یہ حکم ہے کہ ان دس قاریوں میں سے کسی ایک قاری کی قرأت سے قرآن پڑھنا ضروری ہے لیکن ہمارے ملک پاک و ہند میں سب مسلمان قاری عاصم کوفیؒ کی قرأت اور قاری حفص کوفی کی روایت پر قرآن پڑھتے ہیں۔ آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح کریں کہ ساری زندگی ایک قرأت پر قرآن پڑھنا کفر ہے یا شرک ہے یا حرام یا جائز؟ اسی طرح کتاب وسنت سے سنت کا واجب العمل ہونا ثابت ہے مگر نام لے کر بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ کو صحاح ستہ نہیں کہا گیا۔ نہ بخاری و مسلم کو صحیحین کہا گیا، نہ بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہا گیا۔ جس طرح ان دس قاریوں کا قاری ہونا اجماع امت سے ثابت ہے اسی طرح اصحاب صحاح ستہ کا محدث ہونا اجماع امت سے ثابت ہے۔ اسی طرح ان چاروں اماموں کا مجتہد ہونا اجماع امت سے ثابت ہے اور مجتہد کی تقلید کا حکم کتاب وسنت سے ثابت ہے۔

غیر مقلدیت کی تعریف

مجتہد اور مقلد کا مطلب تو آپ نے جان لیا۔ اب غیر مقلد کا معنی بھی آپ سمجھ لیں کہ جو نہ خود اجتہاد کر سکتا ہو اور نہ کسی کی تقلید کرے یعنی نہ مجتہد ہو نہ مقلد۔ جیسے نماز باجماعت میں ایک امام ہوتا ہے باقی مقتدی، لیکن جو شخص نہ امام ہو اور نہ مقتدی وہ غیر مقلد ہے۔ یا جیسے ملک میں ایک حاکم ہوتا ہے باقی رعایا لیکن جو نہ حاکم ہے نہ رعایا وہ غیر مقلد ہے۔ (مجموعہ رسائل جلد اول ص ۳ تا ۵) ماشاء اللہ مولانا اوکاڑوی مرحوم کے مذکورہ تحقیقی بیان کو اگر سمجھ لیا جائے تو تقلید شرعی پر تمام اعتراضات کا جواب مل جاتا ہے اور تقلید کی ضرورت سمجھی جاسکتی ہے اور غیر مقلدیت کے فتنے سے آدمی محفوظ ہو جاتا ہے۔

امام کعبہ کا فتویٰ

۱۹ جولائی ۱۹۹۵ء کو ڈاکٹر عدنان حکیم صاحب نے مسئلہ تقلید، اجماع اور قیاس سے متعلق ایک استفتاء دار الافتاء مملکت عربیہ سعودیہ کو بھیجا تھا جس کا جواب امام الحرمین شریفین فضیلۃ الشیخ محمد بن عبداللہ السبیل نے دیا۔ مذکورہ استفتاء اور اس کے جوابات عربی میں تھے جو ماہنامہ دارالعلوم دیوبند نے شائع کیے ہیں اور ان کا ترجمہ بھی کر دیا ہے۔ یہاں صرف اردو ترجمہ نقل کیا جا رہا ہے۔ اگرچہ سارے سوالات و جوابات بہت اہم اور مفید ہیں لیکن بخوف طوالت یہاں صرف مسئلہ تقلید کے متعلق سوالات و جوابات شائع کیے جا رہے ہیں۔

سوال نمبر ۸: اسلامی شریعت میں ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام کی تقلید (یعنی تقلید شخصی) کا کیا حکم ہے؟

جواب: مسئلہ تقلید کے اعتبار سے مسلمانوں کی دو قسمیں ہیں (۱) مجتہدین یعنی وہ علماء جو دلائل سے مسائل مستنبط کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ ان کے لیے تقلید جائز نہیں بلکہ ان پر اجتہاد واجب ہے (۲) عوام یعنی وہ لوگ جو اجتہاد کی قدرت و اہلیت نہیں رکھتے ان کے لیے ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید جائز ہے، اور تقلید سے مراد یہ ہے کہ فقہی مسائل میں دلیل جانے بغیر مجتہد کے قول کی اتباع کرنا اور اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا قول

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون ○ "پس پوچھو اہل علم سے اگر تم نہیں جانتے (الانبیاء: ۷) اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان زخمی صحابی کے مشہور واقعہ میں کہ: "جب وہ نہیں جانتے تھے تو انہوں نے پوچھ کیوں نہ لیا" عاجز آدمی کے لیے بجز سوال کے کسی بات میں شفاء نہیں" (ابوداؤد، ابن ماجہ، احمد، حاکم، طبرانی) اور عامۃ الناس کو اجتہاد کا مکلف بنانا متعذر ہے، کیونکہ اجتہاد کا تقاضا ہے کہ مجتہد میں خاص ذہنی صلاحیت ہو، علم میں پختگی ہو اور لوگوں کے احوال اور وقائع کی معرفت اور طلب علم اور اس پر صبر کی عادت اور اگر سب لوگ ان شرائط کو پورا کرنے کے لیے ان کے حصول میں مشغول ہو جائیں تو کاروبار معیشت باطل ہو جائیں گے اور نظام دنیا درہم برہم ہو جائے گا۔

سوال نمبر ۹: کیا آیت کریمہ "اتخذوا احبار ھم و رھبانھم ارباباً من دون اللہ ○." ائمہ اربعہ یعنی امام ابو حنیفہؒ امام مالکؒ امام شافعیؒ امام احمد بن حنبلؒ کی تقلید پر منطبق ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب: آیت سے مقصود یہ ہے کہ انہوں نے اپنے احبار کو ارباب کی طرح بنالیا۔ کیونکہ انہوں نے ان کی ہر چیز میں اطاعت کی چنانچہ امام ترمذی نے عدی بن حاتم سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں میں نبی کریم ﷺ کے پاس اس حالت میں آیا کہ میری گردن میں سونے کی صلیب تھی آپ نے فرمایا اے عدی اس کو اتار پھینک، یہ بت ہے اور میں نے آپؐ سے سنا آپؐ نے سورۃ براۃ کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اتخذو احبار ھم و رھبانھم ارباباً من دون اللہ والمسیح ابن مریم (توبہ آیت نمبر ۳۱) پھر فرمایا خوب سن لو وہ ان کی عبادت نہیں کرتے تھے، لیکن جب وہ کسی چیز کو حلال قرار دیتے یہ اس کو حلال سمجھتے اور وہ ان پر کوئی چیز حرام کرتے تو یہ اس کو حرام سمجھتے۔ سو کہاں ائمہ اربعہ اور کہاں وہ احبار جو اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں اور اللہ کی حلال ٹھہرائی ہوئی چیز کو حرام ٹھہراتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ اس بات سے ائمہ اعلام کو ان احبار جیسا سمجھا جائے۔ کیونکہ ان آئمہ نے شریعت اسلامیہ کی خدمت میں اپنی پوری قوت صرف کی اور اس میں اپنی زندگیاں لگادیں اور ان کے درمیان جو مسائل میں اختلاف ہے وہ درحقیقت اجتہادات کی وجہ سے ہے ان کا یہ اختلاف باعث اجر ہے اور یہ کہنا کہ مذکورہ بالا آیت ائمہ اربعہ کو بھی شامل ہے جھوٹ ہے بہتان ہے۔ اس کا سبب جہالت عظیمہ ہے۔

سوال نمبر ۱۰: کیا ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید شرک و کفر کے زمرہ میں داخل ہے؟

جواب: آئمہ اربعہ کی تقلید غیر مجتہد کے لیے جائز ہے اور اس کا کفر و شرک کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ائمہ اربعہ حق اور دین حق کے داعی ہیں۔ انہوں نے اپنے نفوس کو علم شریعت کے سیکھنے سکھانے کے لیے وقف کر دیا۔ حتیٰ کہ اس علم کا بڑا حصہ پایا جس کی وجہ سے ان میں اجتہاد کی قدرت و صلاحیت پیدا ہو گئی۔ سو عامۃ المسلمین جو ان کے مقلد ہیں وہ راہ ہدایت اور راہ نجات پر ہیں ان شاء اللہ۔

سوال نمبر ۱۱: اور جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ مقلدین شرک اور کفر کرتے ہیں اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس کا یہ عقیدہ غلط ہے۔ اس کی قطعاً کوئی بنیاد نہیں اور یہ عقیدہ دلالت کرتا ہے شریعت اسلامیہ سے بڑی جہالت پر کیونکہ شریعت اسلامیہ نے کفر و ایمان اور شرک و توحید کے درمیان فرق کیا ہے' ایسے شخص پر لازم ہے کہ وہ دین کا اتنا حصہ ضرور سیکھے جس کے ساتھ وہ شرک و کفر اور اجتہاد کے درمیان فرق کر سکے۔ (ملاحظہ ہو ماہنامہ دار العلوم دیوبند فروری ۲۰۰۱ء) تقلید کے بارے میں امام حرمین شریفین کے تحقیقی جوابات غیر مقلدین کے لیے تازیانۂ عبرت ہیں یہاں ملحوظ رہے کہ سعودی مملکت عربیہ کے علما حنبلی ہیں جو امام احمد بن حنبلؒ کے مقلد ہیں۔

اہل سنت حنفی کی فتوحات

مولانا اوکاڑوی مرحوم لکھتے ہیں کہ:

"یہ ایک ناقابلِ تردید تاریخی حقیقت ہے کہ اسلام جو ایک عالمگیر دین ہے اس کو ساری دنیا میں پھیلانے کا سہرا اہل السنّت والجماعت احناف کے سر ہے اور کوئی فرقہ اس عالمگیر حیثیت کو پا بھی نہ سکا۔ پوری دنیا اور خصوصاً ہندوستان میں خدا کا قرآن رسول اقدس ﷺ کی مقدس تعلیمات اور فقہ اسلامی کی نشر و اشاعت اسی جماعت کی مرہون منت ہے اور جن مقدس ہستیوں کے ہاتھوں پہ لاکھوں کافروں نے اسلام قبول کیا وہ سب بھی اہل السنّت والجماعت حنفی کہلائے۔" اس حقیقت کا اعتراف نواب صدیق حسن خان (غیر مقلد) نے یوں فرمایا کہ: "خلاصۂ حال مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقے اور مذہب کو پسند کرتے ہیں اس وقت سے آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے اور ہیں۔ اور اس مذہب کے عالم اور فاضل' قاضی مفتی اور حاکم ہوتے رہے ہیں" (ترجمان وہابیہ ص ۱۰) اسی حقیقت کو علامہ شکیب ارسلان یوں فرماتے ہیں کہ: "مسلمانوں کی اکثریت امام ابوحنیفہ کی پیرو اور مقلد ہے۔ سارے ترک اور بلقستان کے مسلمان' چین کے مسلمان' ہندوستان کے مسلمان اور عرب کے اکثر مسلمان' شام و عراق کے اکثر مسلمان فقہ میں حنفی مسلک رکھتے ہیں۔" (حاشیہ حسن المسائی ص ۶۹)

۱۹۱۱ء کی سرکاری مردم شماری کے اعداد و شمار یہ ہیں: اثنا عشری ایک کروڑ ۳۷ لاکھ' زیدی ۳۰ لاکھ' حنبلی ۳۰ لاکھ' مالکی ایک کروڑ' شافعی دس کروڑ' حنفی ۳۷ کروڑ سے زائد (انسائیکلو پیڈیا آف اسلام) صاف ظاہر ہے کہ ۱۹۱۱ء میں اہل السنّت والجماعت مقلدین کی تعداد ۴۸ کروڑ ۳۰ لاکھ سے زائد تھی جبکہ غیر مقلدین کا اس وقت تک کوئی قابل ذکر فرقہ نہ تھا۔ اس لیے انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں ۱۹۱۱ء کی مردم شماری میں ان کا نام نہ نشان چنانچہ غیر مقلدوں کے مشہور عالم اور مؤرخ مولانا محمد شاہجہان پوری نے ۱۹۰۰ء میں اپنی کتاب الارشاد تحریر فرمائی۔ وہ اس میں لکھتے ہیں:

"کچھ عرصہ سے ہندوستان میں ایک ایسے غیر مانوس مذہب کے لوگ دیکھنے میں آ رہے ہیں جس سے لوگ بالکل آشنا ہیں۔ پچھلے زمانے میں شاذ و نادر اس خیال کے لوگ کہیں ہوں تو ہوں مگر اس کثرت سے دیکھنے

میں نہیں آئے بلکہ ان کا نام ابھی تھوڑے ہی دنوں سے سنا ہے۔ اپنے آپ کو وہ اہل حدیث یا محمدی یا موحد کہتے ہیں مخالف فریق میں ان کا نام غیر مقلد یا وہابی یا لا مذہب لیا جاتا ہے (الارشاد الی سبیل الرشاد ص ۱۳) غیر مقلد مؤرخ کے بیان سے معلوم ہوا کہ یہ فرقہ ایک نیا (بدعتی) فرقہ ہے۔ اور یہ واقعی ایک تاریخی حقیقت ہے کیونکہ اسلامی لٹریچر میں طبقات حنفیہ' طبقات مالکیہ' طبقات شافعیہ اور طبقات حنابلہ کی کتابیں تو ملتی ہیں جن میں ان کے محدثین' فقہاء' مفسرین' سلاطین اور دیگر علمی طبقات کا تذکرہ ہے مگر اسلامی لٹریچر طبقات غیر مقلدین نامی کتاب کے تذکرہ سے بالکل خالی ہے۔ مذاہب اربعہ کی کتب حدیث' تفسیر' فقہ' اصول فقہ' اصول حدیث' اصول تفسیر' اسماء الرجال تو دستیاب ہیں مگر غیر مقلدین کی کوئی حدیث' تفسیر' فقہ' اصول فقہ وغیرہ کی کتاب انگریز کے دور سے پہلے کی موجود نہیں ہے۔ نہ دور برطانیہ سے پہلے ان کا ترجمہ قرآن' ترجمہ حدیث' نہ نماز کی کتاب' تو اس فرقہ کے نیا (بدعتی) ہونے میں کسی کافر کو بھی شک نہیں ہو سکتا۔ الغرض یہ ملک پاک و ہند (متحدہ ہندوستان' جس کے فتح ہونے کی پیشگوئی زبان رسالت مآب ﷺ نے فرمائی تھی۔ دیکھو مسند احمد ج ۵ ص ۱۷۸ جلد دوم ص ۳۲۹) اس فتح کی یہ پیشین گوئی اہل سنت والجماعت احناف کے ہاتھوں پوری ہوئی اور اس ملک میں صدیوں تک اسلامی قانون یعنی فقہ حنفی کا نفاذ رہا (مجموعہ رسائل جلد ۳ ص ۱۹۶ تا ۱۹۸)

غیر مقلدین سے سوالات: مولانا اوکاڑوی مرحوم نے ایک رسالہ میں غیر مقلدین سے دو سو اور دوسرے رسالہ میں ۳۹۸ سوالات کیے ہیں۔ (مجموعہ رسائل) (نوٹ) چونکہ غیر مقلدین احناف سے بھی سوالات کرتے رہتے ہیں اس لیے اس کے ردِعمل میں وکیل حنفیت مولانا اوکاڑویؒ نے غیر مقلدین سے سینکڑوں سوالات کر کے ان کا ناطقہ بند کر دیا۔

مسعودی فرقہ کے سوالات کے جوابات: مسعودی فرقہ چونکہ گوناگوں فرقوں پر مشتمل ہے اس لیے مناظر اسلام مولانا اوکاڑوی مرحوم نے اس فرقہ کی بھی سرکوبی کی ہے۔ چنانچہ مجموعہ رسائل جلد سوم میں فرقہ' جماعت المسلمین کے خود ساختہ امام کی جہالتیں اور خیانتیں ثابت کی ہیں۔ مسعود احمد نے حدیث تلزم جماعت المسلمین و امامهم کا مصداق اپنے آپ کو اور اپنی جماعت کو قرار دیا۔ اس کے رد میں مولانا نے فرمایا کہ حدیث میں امام سے مراد خلیفہ وقت ہے جو صاحب اقتدار ہو۔ علاوہ ازیں جن حالات میں یہ حکم فرمایا ہے وہ قرب قیامت کے حالات ہیں۔ مجموعہ رسائل جلد دوم میں ص ۳۱۸ تا ص ۳۵۳ وکیل حنفیت رحمہ اللہ نے مسعود احمد کے لایعنی سوالات کے مسکت اور دندان شکن جوابات دے کر اس کی تلبیسات اور خرافات کا پردہ چاک کر کے اس فتنے کا سر کچل کر رکھ دیا ہے۔

یزیدیت

معرکہ امام حسینؓ و یزید کے سلسلے میں اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ (۱) حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما دونوں صحابی ہیں اور دیگر صحابہ کرامؓ کی طرح جنتی ہیں بلکہ حسب ارشاد نبویؐ دونوں بھائی جنت کے

جوانوں کے سردار ہیں۔ (۲) معرکۂ کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اعزہ ورفقاء سمیت شہادت، کے مرتبہ پر فائز ہوئے ہیں۔ (۳) یزید صحابی نہیں ہے۔ اہل سنت و جماعت کے مابین اس کی تکفیر میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن اس کا فسق متفق علیہ ہے جیسا کہ مشہور مورخ علامہ ابن خلدونؒ نے مقدمہ ابن خلدون جلد دوم میں اور حافظ ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے صواعق محرقہ میں اس کی تصریح کی ہے اور قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں یزید بے شک فاسق تھا (فتاویٰ رشیدیہ) اور بندہ نے خارجی فتنہ حصہ دوم میں مسئلہ فسق یزید پر تفصیلی بحث کی ہے جو قابل استفادہ ہے۔ پاکستان میں محمود احمد عباسی نے اپنی تصانیف میں یزید کو خلیفۂ راشد قرار دیا اور بعض دیوبندیت کی طرف منسوب اہل علم نے بھی عباسی کی تحریرات سے متاثر ہو کر اس کا عقیدہ اپنا لیا۔ چنانچہ ابوریحان مولوی عبدالغفور صاحب سیالکوٹی مؤلف کتاب "سبائی فتنہ" بھی اس زمرے میں شامل ہیں۔ مناظر اسلام مولانا اوکاڑویؒ نے یزیدیت کے رد میں بھی قلم اٹھایا ہے۔ چنانچہ انہوں نے کھلا خط بنام ابوریحان صاحب لکھا تھا جو تجلیات صفدر جلد اول میں شائع ہو گیا ہے۔ اور جس میں آپ نے اپنی مناظرانہ علمی صلاحیت کے ذریعہ ان کو لاجواب اور بے بس کر دیا۔

اکابر کا مسلک و مشرب

مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی خطیب جامع مسجد صدیق اکبرؓ چوہڑ پال راولپنڈی) نے ایک کتاب بنام اکابر کا مسلک و مشرب تصنیف کی ہے جس میں دیوبندی بریلوی اختلافات کو مثل حنفی شافعی وغیرہ اختلافات قرار دیا۔ مولانا اوکاڑوی رحمہ اللہ نے اس کتاب پر بھی تنقیدی تبصرہ کیا ہے جو تجلیات صفدر جلد اول میں شائع ہوا ہے جو قابل استفادہ ہے۔ مولانا مرحوم نے اس میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ کے خلیفہ اعظم مولانا مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی حسب ذیل عبارت بھی پیش کی ہے کہ بریلوی دیوبندی اختلاف ایسا نہیں ہے جیسا حنفیہ شافعیہ کا اختلاف ہوتا ہے بریلوی لوگ حضرات علمائے دیوبند کو بلکہ اپنے سوا تمام مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں انہوں نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ: "جو ان کو کافر نہ سمجھے وہ خود کافر ہے (فتاویٰ محمودیہ جلد ۶ ص ۱۱۰)

یہاں مذکورہ اختلافی عقائد ومسائل پر تفصیلی بحث کی نہ ضرورت ہے نہ گنجائش بلکہ صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ مولانا اوکاڑویؒ کا مطالعہ بہت وسیع تھا علمی اور اعتقادی فتنوں کی تاک میں رہتے تھے۔ مسلک حق کے خلاف جب اور جہاں بھی ان کو کسی قسم کا کوئی فتنہ نظر آیا تو اس کا تعاقب کرتے دلائل سے اس کا رد کرتے اور اس راہ میں وہ لا یخافون لومة لائم پر عمل کرنے والے اور استقامت کا پہاڑ تھے اور آیت ان الذین قالو اربنا الله ثم استقامو ا یعنی جن لوگوں نے ربنا اللہ کہا پھر اس پر ڈٹے رہے۔ کا بفضلہٖ تعالیٰ مصداق تھے۔ تحفظ حق کے لیے ان کی مساعی اخلاص پر مبنی تھیں وہ ریا ونمود سے بلند ہو کر خدمت دین کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ اس راہ سے نہ ان کو

ن کا خوف ہٹا سکتا تھا نہ کوئی لالچ۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ وہ اس شعر کا مصداق تھے تو بے جا نہ ہوگا:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضرت مجددؒ کا ارشاد

دور حاضر میں غلبہ مادیت کا زور ہے حب مال اور حب جاہ کی زہریلی وبا اطراف عالم میں پھیلی ہوئی ہے۔ مدد علمی و دینی عقائد ومسائل کی تحقیق کو بھی عموماً فرقہ واریت کا طعنہ دیکر قابل مذمت قرار دیا جاتا ہے۔ حالانکہ دین وشریعت کا ہر مسئلہ بندوں کی اصلاح وہدایت کے لیے ہے۔ خواہ وہ وضو کا مسئلہ ہو یا تیمم کا' چنانچہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ شیخ فرید کے نام اپنے مکتوب گرامی میں لکھتے ہیں کہ:

"جہانگیر بادشاہ کی اولین امداد یہی ہے کہ مسائل شرعیہ اور کتاب وسنت اور اجماع امت کے مطابق عقائد اسلامیہ سے ان کو باخبر کیا جائے تا کہ کوئی مبتدع اور کوئی گمراہ غلط راہ پر لے جا کر کام خراب نہ کر دے جناب والا سے توقع ہے کہ خدا نے آپ کو بادشاہ کا قرب اور پھر کلمۂ حق کہنے کی استطاعت اور قدرت دی ہے تو خلوت اور جلوت میں شریعت کی ترویج کے لیے ضرور کوشش فرمائیں گے اور مسلمانوں کو اس کسمپرسی کے عالم سے ضرور نکالیں گے (ترجمہ مکتوب ۴۷ دفتر اول (۲) نیز فرماتے ہیں: اے سعادت مند ہم پر اور تم پر ضروری ہے کہ اپنے عقائد کو کتاب وسنت کے مطابق اس طور پر کہ علمائے اہل حق نے کتاب وسنت سے سمجھا اور اخذ کیا ہے صحیح کریں کیونکہ ہمارا تمہارا سمجھنا اگر ان حضرات کے مطابق نہ ہو تو قابل اعتبار نہیں۔ اس لیے کہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے خیالات کی بنیاد قرآن و حدیث ہی پر رکھتا ہے اور وہیں سے اس کو اخذ کرتا ہے۔ حالانکہ ان سے کوئی یقین حاصل نہیں ہوتا" (مکتوب نمبر ۱۵۸ دفتر اول) (۳) مسلمانوں پر ضروری ہے کہ بادشاہ کو ان بدکیشوں کی رسومات کی قباحت پر مطلع کریں اور ان کے مٹانے کی پوری پوری کوشش کریں۔ جو کچھ ان میں سے باقی رہ گئی ہیں ان کا بقا شاید اسی وجہ سے ہے کہ بادشاہ کو ان کی خرابی کا علم نہ ہوا (مکتوب نمبر ۱۹۷) (۴) تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ضروریات طریقت میں سے ایک اعتقاد صحیح بھی ہے جس کو علمائے اہل سنت نے کتاب وسنت اور آثار سلف سے سمجھا۔ نیز قرآن و حدیث کو بھی انہی معانی پر محمول کرنا جو علمائے اہل سنت نے سمجھے ہوں ضروریات دین میں سے ہے۔ اور اگر بالفرض کشف والہام سے جمہور علماء کے خلاف کسی نص کے معنی معلوم ہوں تو اس کا اعتبار نہیں بلکہ اس سے پناہ مانگنا چاہیے۔ کیونکہ جمہور علماء کے آراء کے خلاف جو معانی سمجھے جائیں وہ مقام اعتبار سے قطعاً ساقط ہیں۔ اس لیے کہ ہر مبتدع اور ہر گمراہ اپنے معتقدات کو بزعم خود قرآن و حدیث سے ہی نکالتا ہے (مکتوب نمبر ۲۸۶ دفتر اول) (۵) یہ فقیر حق سبحانہ وتعالیٰ سے نہایت عاجزی اور زاری کے ساتھ دعا کرتا ہے کہ دین میں جو نئی باتیں پیدا کی گئی ہیں جو آنحضرت ﷺ اور آپ کے خلفاء کے زمانے میں موجود نہ تھیں اگرچہ وہ روشنی میں سفیدی صبح کی طرح ہوں پھر بھی اس ناتواں کو ان سے محفوظ رکھے اور ان میں مبتلا نہ کرے (مکتوب ۱۸۶ دفتر اول)

بہر حال یہ حقیقت تسلیم کرنی چاہیے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات کے تحت اکابر علمائے اہل سنت دیو بند نے سنت اور بدعت کا فرق سمجھایا ہے۔عقائد اہل سنت والجماعت کی اشاعت کی ہے' اور اس راہ میں جو بھی تکالیف اور اذیت پہنچی ہیں ان کو حق تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے خندہ پیشانی سے برداشت کیا ہے۔لیکن جو کام بھی دین کا کیا ہے دلائل و براہین سے اس کا اثبات کیا ہے۔رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔مناظر اسلام حضرت مولانا اوکاڑوی مرحوم کو بھی حق تعالیٰ نے اکابر کی اتباع میں ہی مذہب اہل السنّت والجماعت کی تبلیغ و تحفظ کی توفیق دی ہے۔شرعی دلائل کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اہل السنّت والجماعت چار دلائل شرعیہ کے قائل ہیں (۱) کتاب اللہ (۲) سنت رسول اللہ ﷺ۔ان دونوں کو نص کہا جاتا ہے کیونکہ کتاب اللہ صحیفۂ علم ہے اور سنت اس کا نمونۂ عملی (۳) اجماع امت (۴) قیاس شرعی'' ائمہ اربعہ کا اتفاق صحابہؓ کے اتفاق پر مبنی ہے اور ائمہ اربعہ کا اختلاف صحابہؓ کے اختلاف پر مبنی ہے جن مسائل میں صحابہؓ اور ائمہ کا اجماع ہے ان سے اختلاف کرنا اجماع سے اختلاف ہے اور جن مسائل میں ائمہ اربعہ کا اختلاف ہے ان میں کوئی نیا اختلاف پیدا کرنا بھی اجماع کے خلاف ہے۔اس لیے حنفی' مالکی' شافعی' حنبلی' اہل سنت والجماعت ہیں۔جو ان سے خارج ہے وہ اہل سنت والجماعت نہیں۔بحوالہ طحاوی' مظہری (مجموعہ رسائل جلد سوم ص ۷۶۔۷۷) مولانا مرحوم کے مجموعہ رسائل تین جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں اور تجلیات صفدر کے نام سے آپ کے افادات بھی چار جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔

مولانا کے اساتذہ

مولانا اوکاڑوی نے خصوصاً چار اساتذہ سے تعلیم حاصل کی ہے (۱) حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ (۲) حضرت مولانا عبدالحنان صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔یہ دونوں بزرگ ضلع اٹک کے رہنے والے ہیں اور بحر العلوم حضرت علامہ انور شاہ محدث کشمیریؒ کے مخصوص تلامذہ میں سے ہیں (۳) حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب فاضل دیو بند خطیب اوکاڑہ رحمۃ اللہ علیہ (۴) حضرت مولانا عبدالحمید صاحب شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور دام مجدہم۔حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر صاحبؒ کی ایک دفعہ حضرو میں زیارت ہوئی تھی آپ دار العلوم تعلیم القرآن میں شیخ الحدیث بھی رہے ہیں اور آپ مصنف بھی ہیں' آپ نے دار العلوم تعلیم القرآن راولپنڈی کی تدریس کے دوران ہی مسئلہ حیات النبی ﷺ کے موضوع پر بڑی مدلل اور محققانہ کتاب ارشاد العلماء[1] اور تحقیق مسئلہ سماع الموتی و حیاۃ الانبیاء لکھی تھی۔حضرت مولانا محمد سرفراز صاحب صفدر شیخ الحدیث جامع نصرت العلوم گوجرانوالہ دام مجدہم بھی حضرت مفتی صاحب کے تلامذہ میں سے ہیں۔حضرت مولانا عبدالحنان کی ملاقات ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران سنٹرل جیل منٹگمری (حال ساہیوال) میں ہوئی تھی بڑے وجیہہ عالم و فاضل

۱۔ یہ کتاب دراصل مولانا مرحوم کی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ کی کتاب ''تسکین الصدور'' پر بطور تقریظ لکھی گئی تھی۔جو کتابی صورت میں شائع کی گئی۔ بشیر

اور حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب کی ملاقات بھی سنٹرل جیل منٹگمری میں ہوئی تھی۔انہوں نے اپنی بیعت کے بارے میں فرمایا تھا کہ میرے والد صاحب حضرت علامہ انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے لیکن میرا میلان حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف تھا اور والد صاحب نے اجازت دے دی تھی۔جب میں نے حضرت مدنی کی خدمت میں بیعت کے لیے عرض کیا تو فرمایا میری بیعت میں تو جیلیں کاٹنی پڑیں گی تو میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھے منظور ہے پھر حضرت نے بیعت فرمایا۔یہ ہے بیعت کی حقیقت کہ مرشد حق کی پیروی میں ہر چیز قربان کر دی جائے۔حضرت رحمۃ اللہ علیہ انگریز کی مخالفت جہاد فی سبیل اللہ کی نیت سے کرتے تھے۔جب بندہ دار العلوم دیو بند میں زیر تعلیم تھا تو آپ داڑھی کو سیاہ خضاب لگاتے تھے ایک دن کسی طالب علم نے رقعہ میں لکھا کہ حضرت سیاہ خضاب تو ناجائز ہے آپ کیوں لگاتے ہیں تو حضرت نے فرمایا کہ مجاہد کے لیے جائز ہے اور میں اس وقت انگریز سے جہاد کر رہا ہوں بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت نے خضاب لگانا چھوڑ دیا تھا۔حضرت جامع الکمالات [illegible]۔اگر حضرت کے جہادی کمالات کی جھلک دیکھنی ہو تو آپ کا مؤلفہ رسالہ اسیر مالٹا اور خود نوشت سوانح عمری بنام نقش حیات (دو جلدوں میں) کا مطالعہ کریں حضرت کی روحانی قوت کے بارے میں امام التبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ''آپ وہ دریا ہضم کئے ہوئے تھے جس کا ایک جرعہ بھی بے خود کرنے کے لیے کافی ہوتا ہے'' (الجمعیت دہلی کا شیخ الاسلام نمبر ص ۶۱)

کامیاب مناظر: مولانا اوکاڑوی کو حق تعالیٰ نے تبحر علمی کے ساتھ مناظرانہ صلاحیتیں بھی عطا فرمائی تھیں ہر عالم مسائل فقہ و حدیث کے موضوع پر مناظرہ نہیں کر سکتا اس کے لیے علوم فقہ و حدیث میں مہارت کے علاوہ اسماء الرجال پر بھی گہری نظر کی ضرورت ہے۔حق تعالیٰ نے آپ کو ان علوم سے وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔آپ کا حافظہ بھی کمال کا تھا اور اسماء الرجال پر بھی گہری نظر رکھتے تھے اور اہل سنت اور اہل حدیث (یعنی غیر مقلدین) کے مابین متعدد مناظرے ہوئے جن میں غیر مقلدین کے بڑے بڑے مناظروں نے آپ سے شکست کھائی' اور اب تو یہ حال ہو گیا تھا کہ کوئی غیر مقلد عالم اور کوئی مماتی مناظر آپ کا سامنا کرنے کی جرأت نہیں کرتا تھا۔آپ دور حاضر میں بلا شبہ سلطان المناظرین تھے اور ہر فرقہ باطلہ سے مناظرہ کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے بلا توقف۔

تواضع اور بے نفسی: دور حاضر میں کامیاب مقررین اور مناظرین اور خوش الحان نعت خوان عموماً خود رائی اور کبر میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور عملی زندگی ان کی بہت کمزور ہوتی ہے اور بعض تو پابندی نماز سے بھی آزاد ہو جاتے ہیں لیکن حق تعالیٰ نے مولانا کو حب مال اور حب جاہ کی مہلک بیماریوں سے بڑی حد تک محفوظ فرما دیا تھا آپ اتباع سنت میں کوشاں رہتے تھے اور اپنی اصلاح کی بھی فکر رکھتے تھے۔

حضرت لاہوریؒ سے بیعت: بندہ کی ملاقات موصوف سے چکوال' بھیں اور جہلم کے جلسوں میں ہی ہوئی تھی۔ایک دفعہ جامع شریعت و طریقت' صاحب کشف و کرامت شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس ذکر کا تذکرہ ہوا تو میں نے ان سے کہا کہ کیا آپ نے حضرت لاہوری کی زیارت کی

ہے؟ تو آپ نے فرمایا میں نے تو حضرت سے بیعت بھی کی ہے۔ پھر بتایا کہ ایک دفعہ حضرت لاہوریؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت ہم تو لوگوں کو نماز با جماعت کے بعد ذکر جہر سے منع کرتے ہیں اور آپ مجلس ذکر میں ذکر جہر کراتے ہیں تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ ہماری مجلس ذکر کا مقصد تعلیم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ مجلس ذکر میں مریدین کو ذکر کی تلقین کرتے ہیں یعنی ان کو ذکر کرنا سکھلاتے ہیں۔ چنانچہ مجلس ذکر میں حضرت فضائل ذکر بھی بیان فرماتے تھے اتباع سنت کی بھی تاکید فرماتے تھے اور ذکر کرنا بھی سکھلاتے تھے اور اس کے باوجود مجلس ذکر کو ضروری نہیں قرار دیتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ منچن آباد ضلع بہاولنگر کے جلسہ پر جاتے ہوئے ریل کے سفر میں جانشین حضرت لاہوری حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے تنقیدی لہجہ میں کہا کہ یہ آپ نے کیا بنا رکھا ہے کہ فلاں ماسٹر کو اور فلاں حافظ کو آپ مجلس ذکر کی اجازت دے دیتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ خود حضرت لاہوریؒ نے مجلس ذکر ترک کر کے یہ سمجھا دیا تھا کہ یہ ضروری نہیں ہے۔ نیز حضرت لاہوریؒ صاحب کشف والہام تھے۔ آپ کو آئندہ اس کے مفاسد نظر آ گئے ہوں گے علاوہ ازیں ذکر جہر کوئی مقصود بالذات نہیں ہے چنانچہ حضرت لاہوریؒ فرماتے ہیں عرض یہ ہے کہ ذکر جہر کا مقصد یہ ہے کہ تمام خیالات ایک جگہ بند ہو جائیں نہ ذکر زیادہ بلند آواز سے کرنا چاہیے نہ بہت آہستہ آہستہ۔ بعض تو وارد آ جاتے ہیں جن کو اس بات کا علم نہیں ہوتا اس لیے وہ بہت بلند آواز سے ذکر کرنے لگتے ہیں۔ تربیت یافتہ حضرات کا فرض ہے کہ ان کو روک دیا کریں۔ آہستہ سے ان کے کان میں کہہ دیں کہ اتنا زور نہ لگائیں۔ ایک دفعہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) بلند آواز سے ذکر کر رہے تھے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کسی بہرے کو تو نہیں سنا رہے (مجلس ذکر حصہ پنجم ص ۱۸۸۔ ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۲ھ مطابق ۲۷ دسمبر ۱۹۵۶ء خدام الدین لاہور ۳ جولائی ۱۹۹۸ء حضرت کا یہ ارشاد ان کے لیے باعث عبرت ہے جو لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ ذکر جہر کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں حضرت مولانا عبید اللہ انورؒ نے فرمایا:

> ''حضرت فرمایا کرتے تھے کہ یہ مجلس ذکر فرض، واجب یا سنت نہیں ہے اور نہ ہم کسی شخص پر واجب قرار دیتے ہیں۔ کوئی شخص اس میں شریک ہو تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ اگر نہ شریک ہو تو ہم اسے مجبور نہیں کرتے۔ لیکن جو انسان بھی اس مجلس ذکر میں اللہ کی رضا کے حصول کے لیے شامل ہوتا ہے خالی نہیں لوٹتا بلکہ اللہ کی طرف سے جھولیاں بھر کر واپس ہوتا ہے۔ اکٹھے ہو کر ذکر کرنے میں یہ فائدہ ہے کہ نیکوں کے ساتھ بروں کی بھی قبولیت ہو جاتی ہے۔ حضرت نے ایک دفعہ مرکز میں مجلس ذکر موقوف کرا دی تھی اور اپنی بیماری اور بڑھاپے کا عذر پیش کیا تھا۔ حالانکہ حضرت کا مزاج یہ تھا کہ انہوں نے کسی بھی حالت میں درس قرآن کا ناغہ نہیں کیا۔ مجلس ذکر کو موقوف کرنے کا ارادہ محض اس لیے ظاہر فرمایا تھا کہ لوگ اس کو فرض یا واجب نہ سمجھنے لگ جائیں۔'' (ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۱۰ جولائی ۱۹۹۸ء بحوالہ مجلس ذکر ۱۰ فروری ۱۹۶۶ء)

مولانا جہلمیؒ

حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب مہتمم و بانی جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم رحمۃ اللہ علیہ حضرت لاہوریؒ کے خلفاء میں سے ہیں۔ ان سے میں نے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں تو ایک ہی دفعہ حضرت کی مجلس ذکر میں حاضر ہوا ہوں۔ حضرت نے نہ کبھی مجھے وہاں مجلس ذکر میں حاضر ہونے کے متعلق فرمایا اور نہ مجلس ذکر قائم کرنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ ہم نے دیکھا کہ حضرت لاہوریؒ غالباً دو تین مرتبہ جہلم تشریف لائے ہیں لیکن آپ نے مجلس ذکر منعقد نہیں کی۔ مولانا جہلمی اور بندہ ایک دفعہ حضرت لاہوریؒ کی معیت میں ایبٹ آباد گئے تھے۔ لیکن آپ نے وہاں بھی مجلس ذکر منعقد نہیں کی۔ لیکن اب تو یہ حال ہے کہ حضرت لاہوریؒ کے سلسلہ قادریہ میں جو لوگ پیری مریدی کرتے ہیں وہ تو جہاں جاتے ہیں عموماً وہاں مجلس ذکر منعقد کرتے ہیں اور درس قرآن کی جگہ مجلس ذکر نے لے لی ہے۔ مجالس ذکر کے اشتہار شائع کیے جاتے ہیں اور بعض جگہ تو مجلس ذکر کے بعد مٹھائی بھی تقسیم ہوتی ہے اور کھانا بھی کھلایا جاتا ہے۔

اہل اللہ کی خانقاہیں

پہلے تو خواص اہل اللہ کی خانقاہیں ہوتی تھیں وہاں اہل سلوک ذکر بھی کرتے تھے اور ان خانقاہوں سے ان کا تزکیہ نفوس ہوتا تھا مثلاً قطب الارشاد حضرت گنگوہیؒ حکیم الامت حضرت تھانویؒ اور قطب وقت حضرت رائے پوریؒ کی خانقاہیں۔ لیکن اب تو دکانوں کی طرح متصوفین نے خانقاہیں بنا رکھی ہیں۔ گویا پیری مریدی اور خلیفہ سازی کی دکانیں کھلی ہوئی ہیں۔ لوگوں کو کھینچ کھینچ کر مجالس ذکر میں لانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

حکیم الامت امام طریقت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اصلاحی تقریر میں فرمایا۔ اس تقریر سے یہ بات سمجھ میں آ گئی ہو گی کہ مشیخت (یعنی پیر و شیخ بننا) کسبی نہیں بلکہ وہبی ہے۔ پس جو لوگ پیر بننے کی کوشش کرتے ہیں اور تدابیر سے اس میں کامیاب ہوتے ہیں وہ سچے مشائخ نہیں بلکہ جھوٹے ہیں۔ حقیقی مشائخ کبھی اس کے لیے سعی نہیں کرتے۔ بلکہ اس منصب سے گھبراتے اور عافیت طلب کرتے ہیں اور محض اپنے مشائخ کے امر سے مجبور ہو کر اس فریضہ کو انجام دیتے ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اس مقام پر علماء نے جو دروازہ مشیخت کھولنے سے منع فرمایا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ خود اس کے لیے کوشش نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ یہ زمانہ اس کے لیے مناسب نہیں اور یہ مطلب نہیں کہ جن کو ان کے مشائخ نے بیعت و تلقین کی اجازت دی ہے ان کے پاس از خود بھی طالبین آئیں تو تعلیم و تلقین نہ کریں۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ ان کے اخلاص کا امتحان کر کے تعلیم و تلقین کیا کریں اور ان شاء اللہ ہر زمانے میں مخلصین ضرور رہیں گے گو قلیل سہی (رسالہ النور بابت رجب ۱۳۴۸ھ)

ذکر جہر بدعت ہے

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔ از ذکر جہری منع می کند کہ بدعت است

با آنکہ ذوق وشوق می بخشد (مکتوبات دفتر اول حصہ چہارم مکتوب ۲۳۱) یعنی باوجود اس کے کہ ذکر جہر سے ذوق و شوق پیدا ہوتا ہے پھر بھی مشائخ نقشبند اس سے منع کرتے ہیں کیونکہ یہ بدعت ہے' (۲) حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ آیت ادعوا ربکم تضرعا و خیفۃ۔ (الاعراف آیت ۵۵) کے تحت لکھتے ہیں ثم اجمع العلماء علی ان الذکر سراً ھو افضل و الجھر بالذکر بدعۃ الا فی مواضع مخصوصۃ مست الحاجۃ الی الجھر بہ کالا ذان و الاقامۃ و تکبیرات التشریق و تکبیرات الانتقال فی الصلوٰۃ للامام و التسبح للمقتدی اذا ناب نائبۃ و التلبیۃ للحج و نحو ذالک (تفسیر مظہری جلد ۳ آیت ۵۵) تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ آہستہ ذکر کرنا ہی افضل ہے اور ذکر جہر بدعت ہے مگر ان مقامات پر کہ جہاں جہر کی شرعی ضرورت پیش آ جائے۔ مثلاً اذان' اقامت اور عید الاضحیٰ کے ایام کی تکبیریں اور امام کے نماز میں رکوع وسجود وغیرہ انتقال کی تکبیریں یا نماز میں کوئی حادثہ پیش آ جائے گا تو مقتدی کا سبحان اللہ کہنا یا تلبیہ حج کے دنوں میں لبیک اللھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک بلند آواز سے کہنا وغیرہ گو مشائخ چشتیہ اور قادریہ کے نزدیک ذکر جہر بطور وظیفہ جائز ہے۔ لیکن کسی کے نزدیک ضروری نہیں اور نہ ذکر جہر کو مسنون قرار دیتے ہیں۔۔ ذکر جہر تو مبتدی کے لیے بطور علاج کے ہے کہ ایک طرف توجہ اور یکسوئی رہتی ہے اور چونکہ اجتماعی ذکر جہر میں مفاسد پیدا ہوتے ہیں اس لیے اکابر مشائخ دیوبند حضرت گنگوہی' حضرت تھانوی' حضرت مدنی اور حضرت رائے پوری رحمہم اللہ تعالیٰ نے مروجہ مجالس ذکر منعقد نہیں کرائیں نہ ہی اپنے خلفاء کو حکم دیا اور نہ ہی ان کے سلسلوں میں اجتماعی ذکر جہر کا عمل پایا جاتا ہے۔ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے بعض خلفاء سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ: "مروجہ مجالس ذکر حضرت شیخ الحدیثؒ نے نہیں کرائیں۔ علاوہ ازیں یہ اصول تو موجود ہے کہ مستحب عمل میں تداعی (یعنی اوروں کو بلا کر کرنے سے) بدعت بن جاتا ہے"

چنانچہ شیخ العلماء حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے براہین قاطعہ میں میلاد مروجہ کے سلسلہ میں اس امر کی وضاحت فرمائی ہے کہ کوئی عمل مندوب و مستحب بھی تداعی سے بدعت بن جاتا ہے' اور اگر عوام اس کو واجب اور ضروری سمجھنے لگیں تو وہ بھی بدعت بن جاتا ہے اور قطب الارشاد حضرت گنگوہیؒ کا بھی خصوصی فتویٰ نقل کیا گیا ہے کہ ذکر مستحب ومندوب ہے لیکن تداعی سے بدعت بن جاتا ہے۔ البتہ وعظ ودرس میں تداعی ثابت ہے کیونکہ وہ فرض ہے جیسا کہ فرائض صلوات میں تداعی ضروری ہے اور ذکر اللہ کے بارے میں حضرت سہارنپوریؒ فرماتے ہیں کہ: "ذکر اللہ اس وقت مقبول ہے کہ حسب قاعدہ شرع کے ہو نہ بطور بدعت ومعصیت کے۔ پس جو ذکر مرکب بدعت ومعصیت سے ہوگا اس کی شرکت بھی ممنوع ہوگی اور منع کرنا بوجہ بدعت کے لیے ہے نہ بوجہ ذکر کے وعظ ودروس فرض ہے اس کے واسطے اہتمام کرنا ضروریات دین سے ہے" (ایضاً براہین قاطعہ)

ذکر و فکر: شیخ وقت حضرت احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق کی برکت سے مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑویؒ ذکر اللہ سے غافل نہیں تھے وہ سفر وحضر میں ذکر و وظیفہ کی پابندی کرتے تھے اور اپنی اصلاح میں کوشاں رہتے تھے۔ اصلاح کسی کے تابع ہونے سے ہی ہوتی ہے جو شخص کسی کے تابع بھی نہ ہو وہ کبر نفس کی مہلک بیماری میں مبتلا ہو کر خسر الدنیا و الاخرہ کا مصداق بن جاتا ہے۔ حضرت احمد علی لاہوریؒ قدس سرہ کے بعد مولانا اوکاڑوی نے جو اس ناکارہ کے ساتھ تعلق رکھا تھا وہ اس لیے نہیں تھا کہ میں ان کی رہنمائی کی اہلیت رکھتا تھا بلکہ ان کو شیخ العرب والعجم حضرت مولانا مدنی رحمہ اللہ سے غایت درجہ کی محبت وعقیدت تھی' اور کیوں نہ ہوتی جبکہ ان کے شیخ حضرت لاہوریؒ خود حضرت مدنیؒ کے اس درجہ کے عقیدت مند تھے کہ فرماتے تھے کہ جمعیت علماء کے اجلاس میں جب حضرت مدنیؒ تشریف فرما ہوتے تھے تو میں آپ کے احترام میں تین تین چار چار گھنٹے دو زانوں بیٹھا رہتا تھا۔ اور بارہا فرمایا کہ مجھے غالباً ۴ مرتبہ حرمین شریفین کی حاضری نصیب ہوئی ہے میں نے حضرت مدنی جیسا بزرگ (ولی اللہ) کہیں نہیں پایا' اور ایک مرتبہ پرانی انار کلی بازار کے مدرسہ میں رات کو حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر کا پروگرام تھا بندہ بھی ان دنوں لاہور میں تھا جلسہ میں حاضر ہوا۔ حضرت قاری صاحب کی موجودگی میں ان کی تقریر سے پہلے حضرت لاہوریؒ نے تھوڑی دیر تقریر فرمائی اور دوران تقریر فرمایا کہ حضرت مدنیؒ کے جوتوں میں جو علم ہے وہ احمد علیؒ کے دماغ میں نہیں ہے۔ اس سے مراد بفضلہ تعالیٰ وہ برکات ہیں جو حضرت مدنی سے متعلقہ ہر چیز میں سرایت کرتی ہیں۔ واللہ اعلم' تو مولانا اوکاڑویؒ نے حضرت مدنیؒ کے سلسلہ طریقت میں شمولیت کے لیے اس بندۂ عاصی پر معاصی کو ایک ظاہری واسطہ بنایا تھا۔ حق تعالیٰ حضرت مدنیؒ کے طفیل مولانا اوکاڑویؒ کے درجات بلند فرمائے اور اس بندہ کی اور سلسلہ سے منسلک سب احباب کی اصلاح فرمائیں آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ۔

مقصد بیعت

حضرت مدنیؒ کے مکتوبات چار جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں جو علوم ومعارف کا گنجینہ ہیں۔ حضرت جابجا فرماتے ہیں کہ بیعت کا مقصد تزکیہ نفس ہے اور سالکین طریقت کے لیے مقام احسان کا حاصل کرنا ہے جس کا ذکر حدیث جبرئیل میں پایا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں قارئین کے استفادہ کے لیے حضرت کی تقاریر کے بعض اقتباسات درج ذیل ہیں (۱) آنحضرت ﷺ کو چار کام سپرد کیے گئے تھے۔ جن کا تذکرہ اس آیت میں ہے: یتلوا علیھم ایاتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتاب و الحکمۃ o (سورۃ جمعہ) قرآن حکیم کی آیات سناتے تھے (اس کا قرآن پاک میں تین چار جگہ ذکر ہے) اللہ تعالیٰ کا کلام سکھاتے تھے حکمت کی باتیں بتلاتے تھے اور چوتھا کام یہ کہ دلوں کا میل کچیل دور کرتے تھے اور ان کو پاک وصاف کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی روحانی طاقت سے اہل ایمان کے دلوں کا میل کچیل دور ہو جاتا تھا۔ غیر اللہ کی محبت اور ہر قسم کی پریشانی دور ہو جاتی تھی۔ آنحضرت ﷺ روحانیت کے آفتاب تھے صحابۂ کرامؓ نے ان سے روشنی حاصل کی۔ اس بناء پر اہل سنت والجماعت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ جو شخص اسلام کے ساتھ چند منٹ بھی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں رہا ہو وہ بعد میں آنے والے بڑے سے

بڑے متقی اور ولی سے بھی افضل اور اعلیٰ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی روحانی طاقت بجلی سے بھی زیادہ طاقتور اور دل و دماغ کو روشن کرنے والی اس لیے ریاضت کی زیادہ حاجت نہیں ہوتی تھی۔ ضرورت اس کی تھی کہ اخلاص کے ساتھ مجلس میں حاضر ہو جائے۔ مگر جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کی جدائی کے بعد وہ روشنی نہیں رہی۔ اسی طرح صحابہ کرامؓ کے زمانے سے جتنا زمانہ دور ہوتا گیا روحانی اور قلبی صفائی میں کمی ہوتی گئی جس طرح صاف برتن کے صاف کرنے سے میل کچیل جلدی دور ہو جاتا ہے۔ صحابہؓ کے صاف قلوب صاف کرنے کے لیے کسی خاص ریاضت کی ضرورت نہیں تھی مگر جیسے جیسے میل بڑھتا گیا اور جمتا گیا ریاضت کی ضرورت زیادہ ہوتی گئی۔ احسان کوئی نئی چیز نہیں دل کی صفائی کرنے کا نام احسان ہے اور یہی تصوف کا مقصد ہے۔ حدیث جبرئیلؑ میں جو نئی چیز مذکور ہے وہی ہے مگر زمانہ کے بعد کی وجہ سے طبیعتوں میں میل زیادہ ہو گیا جس کی وجہ سے مانجھنے کی ضرورت زیادہ ہو گئی (۲) خدا تعالیٰ نے کئی جگہ ذکر کی تاکید فرمائی ہے۔ ارشاد ہے۔

يا ايها الذين امنوا اذكر الله ذكراً كثيرا

"اے ایمان والوں اللہ کا ذکر زیادہ کرو" ارشاد فرمایا: "اگر تم مجھ کو زیادہ یاد کرو گے میں تم کو یاد کروں گا" کوئی قید نہیں کہ کس طرح ذکر کیا جائے۔ مطلقاً ذکر کا حکم ہے ہمارے بڑے تجربہ کار لوگوں نے کہا ہے کہ ذکر سری سانس کے ساتھ اور ذکر خفی روح کے ساتھ کرو۔

(۳) میرے بھائیو نہ بیعت بدعت ہے نہ طریقت بدعت ہے۔ نہ طریقت شریعت سے جدا ہے۔ طریقت شریعت کی خادم اور اس کی تکمیل کرنے والی ہے بڑے بڑے لوگ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ۔ ان بزرگوں نے وہ طریقے جاری کیے جن سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی خوشنودی حاصل ہو ان طریقوں سے مقصود قربت اور آخرت کا حاصل کرنا تھا۔ مگر جیسے ہر جماعت میں کھرے کھوٹے ہوتے ہیں اسی طرح اس جماعت میں بھی کچھ لوگ داخل ہو گئے ہیں جس کی وجہ سے خرابی پیدا ہو رہی ہے۔ دین کو جال بنا کر دنیا حاصل کرنے والے ہر جماعت میں اور ہر زمانے میں ہوتے ہی آئے ہیں۔ ایک دو کی برائی کی وجہ سے پورے دین میں برائی نہیں ہوتی ہاں بیعت ہونے کے وقت مرشد کا انتخاب سوچ سمجھ کر کھرا کھوٹا دیکھ کر کرنا چاہئے۔ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نہ باید داد دست

"بسا اوقات شیطان آدم کے بھیس میں آئے گا۔" (۴) اے میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله (آل عمران آیت ۳۱)

کہدو کہ اگر خدا کی خوشنودی اور رضا چاہتے ہو تو اس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ آقائے نامدار ﷺ کی اتباع کرو ان سے محبت رکھو۔ رسول اللہ نے تاکید فرمائی ہے: اعفوا اللحی و قصوا الشوارب داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کتراؤ۔ آج ہماری یہ حالت ہوتی ہے کہ خدا کے دشمنوں کی صورتیں اختیار کرتے ہیں۔ اس سے بچنا چاہئے اور ہمیشہ خدا کا ذکر کرنا چاہئے ذکر سے کبھی غافل نہ ہونا چاہئے' یہ تقریر حضرت نے مدراس میں فرمائی ہے۔

دوسری تقریر

یہ تقریر حضرت نے ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۶ اپریل ۱۸۵۷ء ضلع کچھار صوبہ آسام میں فرمائی ہے۔ اس کے اقتباسات درج ذیل ہیں۔ مجھے آپ حضرات کے سامنے چار باتیں عرض کرنی ہیں ان میں سے ہر ایک بات اس قدر تفصیل رکھتی ہے کہ جس کے بیان کے لیے وقت چاہیے۔ میں کمزوری کی وجہ سے تفصیل سے عرض نہیں کر سکتا ضعف نہ ہوتا تو میں ان میں سے کچھ تھوڑا تھوڑا عرض کرتا۔ جیسا کہ سلہٹ میں عرض کیا کرتا تھا۔ (۱) پہلی بات میں آپ حضرات کی توجہ خدا کی طرف دلانا ضروری سمجھتا ہوں۔ اللہ کی نعمتیں تمام مخلوقات کی طرف متوجہ رہتی ہیں مگر خصوصی طور پر انسان کی طرف بڑے پیمانے پر متوجہ رہتی ہیں ہر انسان کا خدا کو یاد کرنا اور اس کا شکر ادا کرنا بہت ضروری ہے۔ سب سے بڑی چیز ہم کو ایمان و اسلام کی نعمت عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو حکم دیا ہے کہ میری نعمتوں کو یاد کرو۔ ہم سب قرآن پڑھتے ہیں مگر اس کا حق ادا نہیں کرتے ہماری انتہائی درجہ کی نالائقی اور غفلت ہے ہم سب کو چاہئے کہ جو کچھ پڑھا اور لکھا ہے اس پر عمل بھی ہو اور ہم میں جتنے لوگ ہیں خواہ چھوٹا ہو یا بڑا امیر ہو یا غریب' بادشاہ ہو یا فقیر سب اس کا شکر ادا کریں۔ (۲) دوسری بات یہ ہے کہ اللہ کا ذکر تمام عبادتوں کی جان اور مغز ہے۔ بہت ہی عظیم الشان عبادت ہے حضور ﷺ نے اس کو خیر اعمال فرمایا ہے۔ اللہ کے نزدیک سب عملوں میں صاف اور عمدہ عمل اللہ کا ذکر ہے سب سے بڑا مرتبہ اللہ کے ذکر کا ہے۔ نماز کے اندر بڑائی خدا کے ذکر کی وجہ سے آئی ہے۔ اس کے لیے وضو بھی شرط نہیں' وضو نہ ہو تب بھی ذکر کرتے رہو اگر غسل کی حاجت ہو تب بھی ذکر کر سکتے ہو دن میں رات میں جب بھی آپ کو موقعہ ملے اور فرصت ہو' کھڑے ہوں بیٹھے ہوں' سو رہے ہوں جاگ رہے ہوں' کیسا بھی وقت ہو اس کے ذکر سے غافل مت رہو۔ تو بھائی اللہ کا ذکر بہت بڑا مرتبہ رکھتا ہے۔ خواہ جسم سے ہو روح سے ہو' قلب سے ہو' سانس سے ہو' خفی ہو' جلی ہو۔ (۳) تیسری بات عرض کرنی ہے وہ یہ کہ ہمارے بہت سے بھائی ہیں جو اللہ کے ذکر میں مشغول ہیں اور انہوں نے اس کے ذکر میں ترقی کی اور اب اس لائق ہو گئے ہیں کہ ان کو اجازت دے دی جائے تا کہ وہ اور بھائیوں کو بھی اللہ کا نام سکھائیں۔ اس کو اجازت کہا جاتا ہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جب ذکر میں مداومت اور اطمینان ہو جاتا تھا تو وہ اس کو فوراً اجازت دے دیتے تھے۔ مگر حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اجازت نہ

دیتے تھے یہاں تک کہ ذات مقدسہ کا مشاہدہ کر کے اور یاد رکھنے کا ملکہ نہ پیدا ہو جائے کہ وہ بغیر ارادہ کے اللہ کا تصور رکھنے لگے اور ان تعبد الله کانک تراہ و ان لم تکن تراہ فانہ یراک (یعنی اللہ کی عبادت ایسی کرو گویا کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو اگر یہ حاصل نہیں تو اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو جب تک ایسی صورت نہ بنے اجازت نہیں دیتے تھے۔ بہر حال آپ بھائیوں میں سے چند ایک اس کے اہل ہو گئے ہیں کہ اب ان کو اجازت دے دی جائے۔ اگر کسی کو اجازت مل جائے تو وہ یہ نہ سمجھے کہ اب اعلیٰ درجہ پر پہنچا دیا گیا ہے اور اس کے یہ معنی نہیں کہ تم سلوک کے اونچے درجے پر پہنچ گئے ہو اور اب تم کو ذکر وغیرہ کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ بلکہ تم کو ایک پختہ سڑک پر پہنچا دیا گیا ہے۔ یہ ایک شاہراہ ہے اس کے اوپر جب تک چلتے رہو گے اللہ کا تقرب حاصل ہوتا رہے گا۔ یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اب ہم کو ذکر کی ضرورت نہیں نہ اس پر مغرور ہونا اور نہ ناامید ہونا چاہیے جن بھائیوں نے اس طرح کامیابی حاصل کی ہے ان کو اجازت دی جاتی ہے۔ ان کو ہمیشہ ذکر پر مداومت اور ذات مقدسہ مراقبہ کرتے رہنا چاہیے غافل ہونا درست نہیں۔ ذکر کے بہت سے درجات ہیں اور ذکر کے دوسرے معنی سلوک کے ہیں اس کے دو درجے ہیں۔ وصول اور قبول۔ وصول کا معنی ذات مقدسہ کا مشاہدہ حاصل ہونا ہے اور قبول کا معنی اللہ کے ہاں قبول ہو جانا تو وصول صرف متقین اور مسلمانوں کے ساتھ مخصوص نہیں کئی غیر مسلم بھی اس کو حاصل کر لیتے ہیں۔ جیسے کوئی چور کمند لگا کر بادشاہ کے محل میں پہنچ جائے یا کوئی بادشاہ کے حضور میں لایا جائے۔ ایک مرتبہ ایک جوگی جو کہ پہاڑوں میں رہتا تھا حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے پندرہ پندرہ کوس کی چیزیں نظر آتی ہیں مگر مجھے معلوم ہوا ہے کہ بغیر مسلمان ہوئے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ تو میں آپ کے پاس مسلمان ہونے کے لیے آیا ہوں۔ حضرت نے اس کو مسلمان کر لیا۔ تو یہ چیز مسلمان کے ساتھ مخصوص نہیں۔

فراق وصل چہ خواہی رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد ازو غیر ازیں تمنائے

دوسرا درجہ صرف متقین اور مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس لیے وصول کے ساتھ ساتھ قبول کے درجہ کو بھی حاصل کرنا چاہیے۔ متقدمین صوفیاء کے یہاں اخلاقی درستگی کو مقدم رکھتے تھے بالکل اخیر میں ذات مقدسہ کا مشاہدہ کراتے تھے۔ اور جب تک ذکر میں اور دوسری چیزوں میں پختگی نہ آ جائے اجازت نہ دیتے تھے۔ اور اب متاخرین صوفیہ نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ ذکر کے ساتھ ساتھ وصول کرایا جاتا ہے اور یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ بداخلاقیاں دور کرو اور مغرور نہ بنو وغیرہ وغیرہ۔ وصول کے بعد اس کے حاصل کرنے میں آسانی ہوگی تو میرے بھائیو! رسول اللہ ﷺ نے جن برائیوں کو دور کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ ان کو دور کرو اور حضور ﷺ کے نقش قدم پر چلنے کی صورت اختیار کرو۔ میں نے بہت مختصر طریقہ سے عرض کیا ہے۔ آپ حضرات سنت اور اہل سنت والجماعت

لی اطاعت کریں اور اللہ پاک کی پکڑ سے ہر آن ڈرتے رہیں۔ (۴) چوتھی بات یہ ہے کہ جو حضرات اجازت کے اہل ہو گئے ہیں ان کی فہرست تیار کر لی گئی ہے وہ آپ کو سناتا ہوں وہ یہ ہیں۔ آسام مدراس گجرات اور پاکستان کے اہل افراد ہیں (نوٹ) حضرت کے ۱۶۷ خلفاء کی مکمل فہرست الجمعیۃ دہلی کے شیخ الاسلام نمبر میں شائع ہو چکی ہے۔ (ارشادات مدنی ص ۱۹۷) (نوٹ) یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی آخری تقریر ہے جس کے چند ماہ بعد ۶ دسمبر ۱۹۵۷ء کو آپ اس دار فانی کو چھوڑ کر عالم جاودانی کی طرف پرواز کر گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون.

حق تعالیٰ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے طفیل مولانا اوکاڑویؒ کو جنت الفردوس عطا فرمائے اس بندہ عاصی پر معاصی کی اور تمام احباب کی اصلاح فرمائے۔ سنی دیوبندی مسلک پر قائم و دائم رکھیں اپنی مرضیات کی توفیق دیں اور حضور رحمۃ للعالمین خاتم النبیین امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نصیب ہو۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ ۲۶ ذوالحجہ ۱۴۲۱ھ

ایسی چنگاری بھی یا رب اپنی خاکستر میں تھی

✍ جناب پروفیسر میاں محمد افضل ☆

تجھے رونا پڑے گا زندگی بھر
تیری ہے موت ملت کا خسارہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم: میرے برادر محترم مولانا محمد امین صفدر کو مرحوم ہوئے دو ماہ سے زائد عرصہ ہو گیا ہے۔ لیکن ان کی موت کا یقین نہیں آتا ہر وقت ان کی یاد تڑپاتی رہتی ہے۔ دل خون کے آنسو روتا ہے۔ اداسیوں نے گھر میں ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔ مجنوں جو مر گیا ہے تو جنگل اداس ہے۔ کے مصداق ہر چیز اداس نظر آتی ہے ان کی زندگی میں ان کی تعریف وتوصیف سے اس لیے مجتنب رہتا تھا کہ لوگ کہیں گے کہ اپنے بھائی کی تعریف کر رہا ہے۔ اب چونکہ وہ اللہ کے پاس جا چکے ہیں اس لیے اُذْكُرُوا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ وَكُفُّوا عَنْ مَسَاوِيهِمْ (اپنے فوت ہونے والوں کی خوبیاں بیان کیا کرو اور ان کی برائیوں کے ذکر سے احتراز کیا کرو) حدیث پاک کے حکم کو سامنے رکھ کر برادر محترم کی کچھ بھولی بسری یادوں کو تازہ کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ بہت سے مخلف احباب کی جانب سے مولانا مرحوم کے متعلق کچھ لکھنے کے تقاضے بڑھ رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں بندہ کا ایک مسلسل مضمون بعنوان "خاموش ہو گیا ہے چمن بولتا ہوا" ماہنامہ "الخیر" ملتان کے رمضان المبارک اور شوال المکرم ۱۴۲۱ھ کے شماروں میں شائع ہو چکا ہے۔ جس سے مولانا مرحوم کی زندگی کے بہت سے گوشے بے نقاب ہو گئے ہیں۔ اس لیے مولانا مرحوم کے معتقدین اس مضمون کو پڑھ لیں تو کافی حد تک ان کی تشنگی دور ہو جائے گی۔ درج ذیل سطور بھی مولانا مرحوم کی یاد کو تازہ کرنے کے لیے ہی تحریر کر رہا ہوں۔ ممکن ہے اس کو پڑھ کر کسی کی زندگی سنور جائے اور یہ تحریر میرے لیے باعث نجات بن جائے۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ

جو لمحے تیری صحبت میں گزارے
انہیں کی یاد میری زندگی ہے

☆ مولانا محمد امین صفدرؒ کے چھوٹے بھائی، گورنمنٹ کالج ساہیوال کے استاد

خاندانی پس منظر

مولانا مرحوم اس بندہ ناچیز سے ساڑھے دس سال بڑے تھے "الخیر" والے مضمون میں ساڑھے نو سال غلطی سے لکھا گیا ہے۔ مولانا مرحوم ۴/ اپریل ۱۹۳۴ء کو پیدا ہوئے اور بندہ ناچیز کی تاریخ پیدائش یکم اکتوبر ۱۹۴۴ء ہے۔

والد صاحب: ہمارے والد ماجد کا نام میاں ولی محمد تھا آپ نہایت نیک طینت اور حق گو بزرگ تھے۔ پرائمری پاس صوم وصلوٰۃ کے پابند تلاوت قرآن کا شغف رکھنے والے تھے۔ ہمارا تعلق ارائیں قوم سے ہے اور ہمارا آبائی پیشہ باغبانی تھا۔ ہم جالندھر شہر کی ایک نواحی بستی "بستی غزاں" کے رہنے والے ہیں۔ پاکستان بننے کے بعد ہمارے والد صاحب اوکاڑہ کے نواحی چک ۵۵ ٹو ایل میں اقامت گزیں ہو گئے۔ آپ کا روحانی تعلق حضرت مولانا سید شمس الحقؒ صاحب سے تھا جو نقشبندی سلسلہ طریقت کے ایک بزرگ تھے۔ فاضل دیوبند اور انگریز حکومت کے باغی تھے۔ اس لیے روپوشی کی زندگی گزارتے تھے۔ اس دوران والد صاحب کی ان سے ملاقات ہو گئی۔ آپ نے ان کی کچھ کرامات دیکھیں اور ان کے ہی ہو کر رہ گئے۔ پاکستان بننے کے بعد والد صاحب کے شیخ صادق آباد ضلع رحیم یار خاں کی ایک نواحی گوٹھ (گاؤں) میں آباد ہوئے اور وہیں وفات پائی۔ مولانا شمس الحق" صاحب کے چھوٹے بھائی مولانا نور الحقؒ صاحب (فاضل دیوبند) سے والد صاحب نے فقہ کی کچھ کتابیں پڑھی تھیں اور فرمایا کرتے تھے کہ مولانا نور الحقؒ صاحب میرے استاد ہیں۔ بندہ ناچیز نے اپنے والد کے ہمراہ بچپن میں ان کی زیارت کی تھی۔ اس وقت وہ لاہور کی ایک چھوٹی سی مسجد میں (جو غالباً ٹکسالی دروازہ کے اندر تھی) امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ ان دونوں بزرگوں کی وجہ سے ہمارے والد صاحب کا تعلق علمائے اہل سنت دیوبند سے قائم ہوا اور تاحیات قائم رہا۔ برادر مرحوم کا نام محمد امین بھی والد صاحب کے شیخ نے ہی رکھا تھا۔ والد صاحب کے شیخ ایک جلالی بزرگ تھے ان کی صحبت میں رہ کر والد صاحب پر بھی جلال کا غلبہ ہو گیا تھا۔ آپ خلاف حق کوئی بات برداشت نہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ رمضان المبارک کے مہینہ میں ہمارے گاؤں کے ایک بہت بڑے زمیندار (غالباً نمبردار) اپنے گھر کے سامنے بیٹھے حقہ گڑگڑا رہے تھے والد صاحب نے دیکھا تو جلال میں آ گئے پہلے اس کا حقہ پھینک کر توڑا پھر اس پر خوب برسے اس نے اپنی بیماری کا عذر کیا تو فرمایا احترام رمضان فرض ہے۔ اگر تم معذور ہو تو یہ کام گھر میں چھپ کر بھی کر سکتے ہو۔ آئندہ سرعام ایسی حرکت برداشت نہیں کی جائے گی۔ اس واقعہ کے بعد ہمارے گاؤں کے کسی آدمی کو کبھی بھی توہین رمضان کی جرات نہ ہوئی۔

وہ مرد خدا مست نہ دولت تھی نہ لشکر
اس پہ بھی یہ طرفہ تھا کہ جھکتے تھے جہاندار

ہمارے والد صاحب نے اٹھارہ سال تک ایک قادیانی کی ملازمت کی۔ لیکن اس کے سامنے بھی کبھی

مداہنت سے کام نہ لیا۔ حق بات (تم کافر ہو) اس کے منہ پر بھی ڈنکے کی چوٹ کہتے تھے۔ اور اس کے گھر سے کبھی ایک گھونٹ پانی پینا بھی گوارا نہ کیا۔ بعض علماء کے اس فتویٰ کے باوجود کہ قادیانی چونکہ مرتد ہیں اس لیے ان کا مال مباح ہے۔ والد صاحب نے کبھی بھی اس کے مال میں خیانت نہ کی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ علماء کا فتویٰ یقیناً درست ہوگا لیکن میرا دل اس پر عمل کرنے سے مجھے روکتا ہے (یہ تھی تقویٰ کی انتہا) وہ قادیانی بھی آپ کی امانت و دیانت کا معترف تھا اس لیے آپ کا بہت احترام کرتا تھا اور کبھی آپ کے سامنے اونچی آواز سے بات بھی نہ کرتا تھا۔ اس طرح والد صاحب نے اپنی اولاد کی پرورش خالص حلال کمائی سے کی مشکوک کمائی سے بھی اجتناب کیا۔ والد ماجد کا وصال ١٩٧٦ء میں اسی گاؤں میں ہوا اور گاؤں کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔

دادا جان : ہمارے دادا جان کا نام میاں پیر محمد تھا۔ درمیانہ قد سفید رنگت' سفید لباس اور ایک سفید چادر ہمیشہ کندھے پر رکھتے تھے ہاتھ میں عصا (کھونڈا) بھی ہوتا تھا۔ آپ کا حلیہ حضرت مولانا خیر محمد جالندھری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خاصا ملتا تھا۔ آپ قسمت کے دھنی تھے ہمیشہ فراخی رزق کی نعمت سے بہرہ ور رہے۔ پاکستان بننے کے بعد ہمارے چچا جان کے ساتھ چک نمبر گ۔ب/۳۳٦ ضلع لائل پور (ٹوبہ ٹیک سنگھ) میں اقامت گزیں ہوئے۔ طبیعت پر جمال کا غلبہ تھا۔ پرانے (ہندوستانی) لوگوں کی طرح گیارہویں کے ختم اور رسوم مرگ کے قائل تھے۔ ایک دفعہ ملنے کے لیے ہمارے ہاں اوکاڑہ آئے۔ اس وقت مولانا محمد امین صفدر مرحوم نئے نئے پر جوش عالم بنے تھے۔ آپ نے دادا جان سے کہا کہ گیارہویں کا ختم اور قل کا ختم وغیرہ سب بدعت ہیں۔ سنت میں ان کی کوئی اصل نہیں ہے۔ اس لیے ان رسومات کو ترک کر دینا چاہیے۔ دادا جان یہ باتیں سن کر ناراض ہو گئے اور کہنے لگے کہ میں تمہارے گھر ایک رات بھی قیام نہ کروں گا۔ کیونکہ اگر میں یہاں مر گیا تو تم میرے قل کا ختم بھی نہیں دلاؤ گے۔ اور واپس جانے پر مصر ہو گئے۔ والد صاحب نے بصد منت و زاری انہیں واپس جانے سے روکا۔ لیکن دادا جان نے اپنی زندگی کے آخری سال ہمارے ہاں ہی گزارے۔ اور بھائی صاحب مرحوم کی محنت سے تمام بدعات و رسومات سے تائب ہو گئے۔ علمائے اہل سنت دیوبند خصوصاً تبلیغی جماعت والوں سے لگاؤ پیدا ہو گیا تھا۔ آپ کا وصال ١٩٥٨ء میں ہمارے ہاں ہی ہوا۔ اور بحمد اللہ ان کی وفات پر کسی قسم کی کوئی رسم ادا نہ کی گئی۔ ہمارے دادا جان کا موقف ہمیشہ یہ رہا کہ حلال کماؤ خود کھاؤ اور دوسروں کو کھلاؤ کسی کے سامنے دست سوال دراز کرنے کو بہت معیوب سمجھتے تھے۔ جب میں نے پرائمری پاس کی تو والد صاحب نے مجھ سے کہا کہ بیٹا! میں تمہیں دس جماعت سے زیادہ نہیں پڑھا سکتا۔ کیونکہ تمہارے بڑے بھائیوں کو بھی صرف دس جماعتیں پڑھائی ہیں۔ اس لیے میری خواہش ہے کہ تم دین پڑھ لو۔ اور مجھے میری مرضی کے خلاف مدرسہ جامعہ محمودیہ عیدگاہ اوکاڑہ میں فارسی کی جماعت میں داخل کرادیا گیا۔

ایک دن دادا جان ہمارے ہاں آئے تو میں نے ان سے شکائت کی کہ ابا جان نے مجھے چھٹی جماعت میں داخل نہیں کرایا بلکہ مجھے مدرسہ میں داخل کرا دیا ہے وہاں میرا دل نہیں لگتا۔ دادا جان کو میری بات سن کر دکھ ہوا۔

جب والد صاحب گھر آئے تو دادا جان ان سے ناراض ہوئے اور فرمانے لگے کہ تم نے محمد افضل کو سکول کی بجائے مدرسہ میں داخل کرا کر اچھا نہیں کیا اسے فوراً مدرسہ سے اٹھا کر سکول میں داخل کراؤ۔ کیونکہ ہمارا کام کمانا' کھانا اور کھلانا ہے۔ مدرسہ میں رہ کر اس کی نیت خراب ہو جائے گی اور یہ ٹکریل (روٹی مانگنے والا) بن جائے گا۔ والد صاحب نے دادا جان کی باتیں بڑے تحمل سے سنیں اور بڑی لجاجت کے ساتھ کہنے لگے' میاں جی! میرا مقصد یہ نہیں کہ افضل کی نیت بگڑ جائے اور یہ ٹکریل بن جائے۔ بلکہ میرا مقصد یہ ہے کہ اسے دین کی سمجھ آ جائے جس سے ہمیں بھی قبر میں فائدہ ہوگا۔ آپ دعا فرمائیں کہ یہ عالم باعمل بن جائے۔ والد صاحب کی یہ باتیں سن کر دادا جان خاموش ہو گئے اور میرا منصوبہ ناکام ہو گیا۔ لیکن والد صاحب اور دادا جان کے اس مکالمہ سے مجھے یہ فائدہ پہنچا کہ میں نے مشکل سے مشکل وقت میں بھی کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کیا۔ اور اسی وقت میرے چھوٹے سے ذہن نے فیصلہ کر لیا کہ کتابیں محنت سے پڑھ کر مدرس بنوں گا۔ محض کسی مسجد کی امامت کر کے ٹکریل نہیں بنوں گا۔ (جیسا کہ آج کل اکثر دیہات میں ایسے مولوی موجود ہیں۔ جنہوں نے امامت کو صرف پیشہ کے طور پر اختیار کر رکھا ہے۔ بشیر)

والدہ ماجدہ : ہماری والدہ ماجدہ کا نام عائشہ بی بی ہے۔ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے انہیں تہجد گزار پایا۔ اب ان کی عمر سو سال کے قریب ہو گئی ہے۔ [1] نظر اور حافظہ انتہائی کمزور ہو گیا ہے۔ پہچان کا ملکہ بھی تقریباً ناپید ہے۔ اس ضعف و ناتوانی کے باوجود آج تک ان کی کوئی نماز اور کوئی روزہ قضا نہیں ہوا اور تا حال ایام بیض کے روزے بھی رکھتی ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تا دیر ان کی دعاؤں سے ہمیں بہرہ مند فرماتا رہے۔ والد صاحب کے رزق حلال اور والدہ صاحبہ کی تربیت کا اثر ہے کہ بحمد اللہ ہم سب بھائی احکام شریعت کے پابند اور فسق و فجور سے نفور ہیں۔ ہمارے گاؤں میں چونکہ بڑے زمیندار قادیانی تھے اور مسلمان کہلانے والے زمیندار بھی اکثر نام کے مسلمان تھے۔ اس لیے گاؤں میں قرآن پاک کی تعلیم کا کوئی خاص انتظام نہ تھا۔ والد صاحب نے ایک مرتبہ والدہ صاحبہ سے کہا کہ تم گاؤں کے بچوں کو قرآن پاک پڑھا دیا کرو کیونکہ یہ کار ثواب ہے۔ والد صاحب کی اس خواہش پر والدہ صاحبہ نے اس کام کا بیڑا اٹھا لیا۔ اس طرح گاؤں کی تین نسلیں قرآن پاک پڑھنے کے سلسلہ میں والدہ صاحبہ کی شاگرد ہیں۔ قرآن پاک پڑھنے والے بچوں میں قادیانیوں کے بچے بھی آ جاتے والدہ صاحبہ انہیں بھی قرآن پاک پڑھا دیتیں اس کا اثر یہ ہوا کہ والدہ صاحبہ کے بہت سے شاگرد بچے بچیاں بڑے ہو کر قادیانیت سے تائب ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے جس کا اجر ان شاء اللہ والدہ صاحبہ کو ضرور ملے گا۔

مولانا مرحوم کا سلسلہ تعلیم و تعلم

برادر مرحوم نے ١٩٥٠ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا تھا۔ پھر اوکاڑہ میں غیر مقلدین کے مدرسہ دارالحدیث میں دینی علوم کی تحصیل شروع کر دی۔ ان کے اساتذہ میں حافظ محمد رمضان صاحب اور مولانا عبدالجبار کنڈیالوی

---

(1) مولانا کی والدہ صاحبہ بھی گزشتہ دنوں قضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بشیر

صاحب کے نام تاحال مجھے یاد ہیں۔ بھائی صاحب غیر مقلدین کی صحبت میں رہ کر غیر مقلد بن گئے۔ والد صاحب کی ادعیہ صالحہ اور مولانا عبدالقدیر صاحبؒ کی محنت شاقہ کی برکت سے بھائی صاحب دوبارہ اہل سنت والجماعت حنفی بن گئے۔ یہ واقعہ ۱۹۵۳ء میں پیش آیا۔ پھر آپ جامعہ محمودیہ عیدگاہ میں حضرت مولانا عبدالقدیرؒ صاحب فاضل دیوبند شاگرد رشید حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ (بعد میں شیخ الحدیث مدرسہ تعلیم القرآن راولپنڈی) حضرت مولانا عبدالحنان صاحبؒ فاضل دیوبند شاگرد رشید حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ (دفن بقیع) اور حضرت مولانا ضیاء الدین اوکاڑویؒ صاحب سے حصول علم میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ تقریباً تین سال تک شب و روز ان حضرات سے استفادہ کرتے رہے۔ اور مولانا عبدالحنان صاحبؒ سے علم فقہ و حدیث کی منتہی کتب انفرادی طور پر پڑھیں (کیونکہ جماعت ان کے ساتھ چل نہیں سکتی تھی) حضرت مولانا عبدالحنان صاحبؒ اپنی بیماری اور پیرانہ سالی کے باوجود فرمایا کرتے تھے کہ محمد امین اگر تم آدھی رات کے وقت بھی میرے پاس پڑھنے کے لیے آؤ گے تو میرا دروازہ تمہارے لیے کھلا ہوگا۔

الغرض بھائی صاحب نے ان بزرگان دین سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ ۱۹۵۵ء میں والد صاحب کے مشورہ سے بھائی صاحب نے جے۔ وی کلاس میں داخلہ لے لیا اور چنیوٹ چلے گئے۔ اسی زمانہ میں بھائی صاحب کے مراسم حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی زید مجدہم سے استوار ہوئے۔ اور تاحیات قائم رہے۔ بھائی صاحب کے جے۔ وی میں داخلہ کی خبر جب حضرت مولانا عبدالحنان صاحبؒ کو ہوئی تو آپ سخت ناراض ہوئے۔ اور والد صاحب سے فرمایا کہ تمہارے سات بیٹے ہیں اگر ان میں سے ایک بیٹا (محمد امین) مجھے دیدیتے تو دنیا دیکھتی کہ میں نے اسے کیا بنا دیا ہے۔ تم نے بہت گھاٹے کا سودا کیا ہے اگر محمد امین میرے پاس دو سال اور پڑھ لیتا تو عربی مدارس والے اسے پانچ سو سے زیادہ تنخواہ دیتے اور اس کی خوب قدر کرتے۔ والد صاحب نے بڑی مشکل سے مولانا کو راضی کیا اور کہا کہ حضرت وہ جے۔ وی کر کے آپ کے پاس ہی آجائے گا۔ آپ ناراض نہ ہوں۔

۱۹۵۶ء میں بھائی جے۔ وی کر کے واپس آئے اور اپنے اساتذہ سے دوبارہ سلسلہ تلمذ قائم کر لیا۔ اسی سال بھائی صاحب نے ستلج کاٹن ہائی سکول اوکاڑہ میں بطور انٹرمیڈیٹ ٹیچر عربی مدرس کی اسامی پر کام شروع کر دیا۔ ۱۹۵۶ء میں ہی اوکاڑہ کی تاریخ میں ایک بہت بلند پایہ علمی شخصیت کا اضافہ ہوا۔ حضرت مولانا عبدالحنانؒ صاحب اپنے ساتھیوں سمیت جامعہ محمودیہ عیدگاہ سے جامعہ عثمانیہ گول چوک تشریف لے گئے۔ ان کی خالی جگہ کو پر کرنے کے لیے جامع معقولات و منقولات حضرت مولانا عبدالحمید صاحب سیتاپوری زیدت فیوضہم فاضل دیوبند (جو بعد ازاں جامعہ مدنیہ لاہور میں مفتی اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے) کا تقرر جامعہ محمودیہ عیدگاہ میں ہوا۔ اب بھائی صاحب کو اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے ایک اور کنواں میسر آ گیا۔ آپ دن کے وقت سکول میں پڑھاتے عصر کے بعد حضرت مولانا عبدالحمید صاحب سے حضرت نانوتویؒ کی کتب اور دیگر معقولات کی کتابوں کا درس لیتے۔ مغرب کے بعد چھوٹی جماعتوں کے طلباء کو ابتدائی عربی و فارسی کی کتابیں پڑھا دیتے۔ پھر رات گئے تک

حضرت مولانا عبدالحنانؒ سے استفادہ کرتے۔ رات عیدگاہ میں گزارتے اور علی الصبح گاؤں روانہ ہو جاتے فجر کی نماز گاؤں کی مسجد میں ادا کرتے اور بعد از نماز درس قرآن دیتے۔ آپ نے گاؤں کی مسجد میں بیس سال تک الحمد للہ درس قرآن دیا۔ دو مرتبہ مکمل قرآن پاک درس قرآن میں ختم فرمایا۔ اس درس قرآن کی برکت سے ہمارے گاؤں میں قادیانیوں کی ترغیب۔ تحریص اور ترہیب کے باوجود کسی غریب مسلمان کا بچہ بھی قادیانی نہیں ہوا۔ ہاں قادیانیوں کے کچھ بچے بچیاں ضرور مسلمان ہوئے۔ فللہ الحمد۔ الغرض بھائی صاحب مرحوم کے اساتذہ میں مندرجہ بالا تین اساتذہ کرام کا نام ستاروں کی مانند روشن ہے۔ اس کے علاوہ آپ کو جہاں کہیں موقعہ ملتا تحصیل علم کی خاطر حاضر ہو جاتے۔ اوکاڑہ کے ایک عالم مولانا محمد طفیل صاحب فاضل دیوبند اور نواحی گاؤں چک نمبر ۴۔۲۱/۱ کے مولانا محمد حسین صاحب فاضل مظاہر العلوم سہارنپور بھی برادر مرحوم کے اساتذہ میں شامل تھے۔

اساتذہ و شیوخ کے آپ کے بارہ میں خیالات

دنیا میں جتنی بھی بڑی بڑی شخصیات ہو گزری ہیں جب ان کی زندگی کے حالات پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ بچپن ہی سے غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ ایسے لوگوں کے بارہ میں بزرگان دین اور اولیائے کرام کی پیشین گوئیوں کا ذکر بھی کیا جاتا ہے۔ اس نقطہ نگاہ سے اگر برادر مرحوم کی زندگی کو پرکھا جائے بزرگان دین اور اساتذہ کرام کے ان کے بارہ میں خیالات کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ بھائی صاحب کا نابغہ دوراں اور عبقری زمانہ ہونا ان کی نظروں سے مخفی نہ تھا۔ اس سلسلہ میں چند ایک واقعات پیش خدمت ہیں۔

۱۔ ہمارے والد صاحب نے اپنے شیخ طریقت حضرت مولانا شمس الحق شاہ صاحبؒ سے درخواست کی کہ حضرت! میرے بچے چھوٹی عمر میں وفات پا جاتے ہیں۔ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے نرینہ اولاد سے نوازے۔ تو حضرت کچھ دیر کے لیے مراقبہ میں چلے گئے۔ پھر فرمایا میاں ولی محمد اللہ تعالیٰ تمہیں سات بیٹے دے گا وہ سب صاحب اولاد ہونگے ان میں سے پہلے بیٹے کو عالم دین بنانا۔ والد صاحب نے اس بات کا وعدہ کر لیا۔ یہ پیشین گوئی صدفی صد صحیح ثابت ہوئی جب بھائی صاحب پیدا ہوئے تو آپ کا نام "محمد امین" والد صاحب کے شیخ نے ہی تجویز کیا۔ بھائی صاحب نے ایک مرتبہ بتایا کہ جب میں چھ سات سال کا تھا تو والد صاحب مجھے اپنے شیخ سے ملانے کے لیے لے گئے۔ مجھے دیکھ کر حضرت شیخ نے فرمایا یہ محمد امین ہے۔ یہ بہت بڑا عالم اور بہت بڑا مناظر بنے گا۔ بھائی صاحب کہتے ہیں کہ مجھے اس وقت عالم اور مناظر کے معنی بھی نہیں آتے تھے۔

۲۔ چونکہ بھائی صاحب بہت زیرک اور فطین تھے اس لیے جس جماعت میں پڑھنے کے لیے شامل ہوتے وہ جماعت پیچھے رہ جاتی اور آپ آگے نکل جاتے۔ حضرت مولانا عبدالحنانؒ آپ کو اگلی جماعت میں بٹھا دیتے اس طرح آپ سال میں تین تین جماعتوں میں شریک ہو کر ساتھیوں سے آگے نکل جاتے۔ مہتمم مدرسہ مولانا ضیاء الدین صاحبؒ تک جب یہ بات پہنچی تو آپ نے اس سلسلہ میں مولانا عبدالحنان صاحبؒ سے استفسار کیا تو آپ نے فرمایا کہ محمد امین کے سلسلہ میں آپ دخل نہ دیں میں بہتر جانتا ہوں کہ اس کا مقام کس جماعت میں ہے۔ اس پر

مولانا ضیاء الدین صاحبؒ خاموش ہو گئے۔ مولانا عبدالحنانؒ نے ایک مرتبہ فرمایا "ہم زمین کی بات کرتے ہیں تو محمد امین ہمیں آسمان کی باتیں بتلاتا ہے۔ ایک مرتبہ بھائی صاحب مولانا ضیاء الدین صاحبؒ کے پاس سے گزرے۔ مولانا کے پاس کچھ ساتھی کھڑے تھے تو مولانا نے بھائی صاحب کی جانب اشارہ کر کے فرمایا "یہ انور شاہ ثانی جا رہا ہے" ساتھیوں نے حیرت سے پوچھا کیا مطلبؒ؟ تو فرمایا مولانا عبدالحنان صاحبؒ اس کے بارہ میں ایسے ہی خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔

۳۔ حضرت مولانا بشیر احمد پسروریؒ خلیفہ اجل حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ جامعہ محمودیہ عیدگاہ تشریف لائے ان دنوں بھائی ستلج کاٹن ہائی سکول اوکاڑہ میں مدرس تھے۔ اور سکول سے فراغت کے بعد حضرت مولانا عبدالحمید صاحب سیتاپوری زیدت فیوضہم سے حضرت نانوتویؒ کی کتب پڑھنے کے لیے آتے تھے۔ سب طلبہ مولانا پسروریؒ سے ملنے کے لیے آئے آپ سب سے مصافحہ کرتے۔ جب بھائی صاحب کی باری آئی تو آپ نے مصافحہ کرنے کے بعد بھائی کو اپنے پاس بٹھالیا۔ جب سب طلبہ مصافحہ سے فارغ ہو گئے تو بھائی صاحب سے نام پوچھا آپ نے نام بتایا تو مولانا عبدالحمید صاحب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ یہ لڑکا ایک علاقے کو سنبھال لے گا۔ پھر بھائی صاحب کو حضرت لاہوریؒ سے بیعت ہونے کی ترغیب دیتے رہے۔ اس وقت تک بھائی صاحب بیعت ہونے کے قائل نہ تھے۔

۴۔ بھائی صاحب نے خدام الدین میں حضرت لاہوریؒ کا یہ بیان پڑھا کہ آنکھیں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ظاہر کی آنکھیں اور باطن کی آنکھیں۔ جب دل کی آنکھیں کھل جاتی ہیں تو آدمی حلال و حرام میں تمیز کر سکتا ہے اور اس پر صاحب قبر کے احوال بھی منکشف ہو جاتے ہیں۔ تو آپ کچھ سکول کے ساتھیوں کو ساتھ لے کر حضرت کا امتحان لینے لاہور پہنچے اور حرام و حلال پھل ملا کر حضرت کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ آپ نے حرام و حلال پھل علیحدہ علیحدہ کر دیئے اس وقت ۔ لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا۔ کے مصداق بھائی صاحب حضرت لاہوریؒ کے گرویدہ ہو گئے۔ اور نوبت صرف بیعت تک ہی نہ پہنچی بلکہ حضرت نے انجیل برنباس پر مقدمہ لکھنے کا حکم صادر فرما دیا۔ اس امتحان میں جب بھائی صاحب کامیاب ہوئے تو حضرت لاہوریؒ کی توجہات خاصہ کا مہبط بن گئے۔ پھر کئی مرتبہ حضرت نے آپ کو مناظرہ کرنے کی ترغیب دی اور فرمایا انشاء اللہ مناظرین والی امراض (تکبر، غرور، خود رائی وغیرہ) سے تم بچے رہو گے۔ اللہ تعالیٰ مناظرے کے ذریعے تم سے کام لینا چاہتا ہے۔ اور حضرت لاہوریؒ کی یہ پیشن گوئی بالکل صحیح ثابت ہوئی۔

۵۔ ابتدا میں بھائی صاحب تبلیغی جماعت کے ساتھ بھی وقت لگایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ دس روز کے لیے تبلیغی جماعت کے ساتھ گئے۔ آپ کی تشکیل موجودہ ضلع قصور کے دیہاتی علاقہ میں ہوئی۔ اس علاقہ میں غیر مقلدین کا زور تھا۔ جس مسجد میں جماعت نے قیام کیا وہ مسجد اہل سنت والجماعت کی تھی۔ اس مسجد کا امام کوئی بڑا عالم نہیں تھا۔ غیر مقلدین نے اسے طلاق ثلاثہ کے مسئلہ پر مناظرہ کرنے کا چیلنج دیا اور مسجد پر چڑھ دوڑے اور اعلان کیا کہ اگر تمہارا مولوی اس مسئلہ میں ہم سے شکست کھا گیا تو تمام گاؤں والوں کو غیر مقلد ہونا پڑے گا۔ یہ بڑا نازک معاملہ تھا۔ بھائی صاحب نے امیر صاحب سے اجازت مانگی کہ حضرت حرام و حلال کا معاملہ ہے مجھے اجازت دیں کہ میں اپنے مولوی صاحب کی مدد کروں۔ لیکن انہوں نے اس بات کی اجازت نہ دی۔ مناظرہ شروع ہوا تو اہل سنت والجماعت کے مولوی صاحب اپنی کم علمی کی وجہ سے شکست کے قریب پہنچ گئے اور غیر مقلدین کے غلبہ کے آثار واضح ہونا شروع ہو گئے تو بھائی صاحب نے پھر امیر جماعت سے مناظرہ کرنے کی اجازت مانگی لیکن انہوں نے اجازت نہ دی۔ تو بھائی صاحب نے سوچا کہ حرام و حلال کا مسئلہ ہے اگر اب بھی میں خاموش رہا تو شکست کی صورت میں کہیں سارا گاؤں غیر مقلد نہ ہو جائے اور پھر سب حرام میں مبتلا ہو جائیں۔ اس لیے بلا اجازت امیر میدان میں آ گئے اور غیر مقلدین سے کتابیں لے کر ان کے دلائل کا تیا پانچہ کر دیا۔ آدھ گھنٹے کے بعد غیر مقلدین سارے فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے اور پورا گاؤں لامذہب ہونے سے بچ گیا۔ امیر جماعت نے رائے ونڈ واپس آ کر بھائی صاحب کی شکایت کی کہ یہ امیر کی اطاعت سے نکلنے کا مجرم ہے اور پورا واقعہ بزرگوں کے گوش گزار کر دیا۔ بھائی صاحب نے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے حلال و حرام کی اہمیت واضح کرنے کی کوشش کی اور کہا کہ معاملہ بڑا خطرناک تھا اس لیے میں نے مجبور ہو کر اطاعت امیر ترک کی تھی۔ لیکن بزرگوں نے بھائی صاحب کو ہی مورد الزام ٹھہرایا۔ بھائی صاحب دلبرداشتہ ہو کر لاہور حضرت لاہوریؒ کے پاس پہنچے حضرت بھائی صاحب کو دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا رائے ونڈ سے آ رہے ہو۔ آپ نے اثبات میں جواب دیا اور پورا واقعہ گوش گزار کر دیا تو حضرت نے فرمایا محمد امین تمہارا میدان اور ہے اور تبلیغی ساتھیوں کا میدان اور اس معاملہ میں تم بھی صحیح ہو اور وہ حضرات بھی صحیح ہیں آئندہ تم اپنے میدان میں رہو کسی دوسرے کے میدان میں جا کر دخل مت دو اللہ تعالیٰ مناظروں کے ذریعے تم سے بہت بڑا کام لینا چاہتا ہے۔ میری دعائیں تمہارے شامل حال ہیں۔ اس طرح حضرت نے آپ کو تسلی دی اور دل کا بوجھ ہلکا کر دیا۔ اس کے بعد بھائی صاحب کے مناظروں میں بڑا بانکپن آ گیا آپ کسی مناظرہ میں بھی شکست سے دوچار نہ ہوئے۔ آپ کے ہاتھوں کئی عیسائی پادری اور قادیانی مربی تائب ہو کر دولت اسلام سے مالا مال ہوئے۔ یہ سب حضرت لاہوریؒ کی دعاؤں اور توجہات کا فیضان تھا۔

۶۔ ایک مرتبہ کچھ نوجوان علماء حضرت مولانا عبدالحمید سیتاپوری زیدت فیوضہم کے پاس آئے اور شکوہ کیا کہ آپ محمد امین کا خیال ہم سے زیادہ رکھتے ہیں۔ حالانکہ ہم باضابطہ عالم ہیں اور امین تو صرف سکول ماسٹر ہے۔ اس لیے آپ اپنے رویہ پر نظر ثانی فرمائیں اور محمد امین پر اپنی شفقتیں ضائع نہ کریں۔ تو جواب میں مولانا نے فرمایا محمد امین نے حدیث حضرت مولانا عبدالحنانؒ صاحب سے پڑھی ہے اس طرح وہ ایک واسطہ سے حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد ہیں۔ لہٰذا انہیں عالم نہ جاننا کم ظرفی ہے۔ مزید فرمایا کہ محمد امین کو مولانا قاسم نانوتویؒ کی آب حیات آتی ہے تم سب مل کر آب حیات کے دو صفحات مجھے سمجھا دو تو میں تمہاری بات مان لوں گا۔ اس پر وہ حضرات مولانا سے ناراض ہو کر چلے گئے۔

۷۔ بندہ ناچیز دورہ تفسیر حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب سے پڑھنا چاہتا تھا لیکن والد صاحب اور بھائی صاحب نے وہاں نہ جانے دیا اور کہا کہ تم دورہ تفسیر حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ کے ہاں جا کر کرو۔ چنانچہ بندہ شعبان ۱۹۶۱ء میں دورہ تفسیر کی خاطر مدرسہ مخزن العلوم خان پور حضرت درخواستیؒ کے ہاں حاضر ہو گیا۔ وہاں پر دورہ تفسیر کے ساتھ ساتھ عیسائیت‘ قادیانیت اور دیگر فرق باطلہ سے مناظرہ پڑھانے کے لیے حضرت مولانا لال حسینؒ اختر بھی تشریف فرما تھے۔ اس لیے تمام ساتھیوں نے دورہ تفسیر کے ساتھ ساتھ حضرت مولانا لال حسینؒ اختر سے فرق باطلہ کے ساتھ مناظرہ کا فن بھی سیکھا۔ چونکہ میرے نام کے ساتھ اوکاڑوی لگتا تھا۔ اس لیے ایک دن مولانا لال حسینؒ اختر صاحب نے مجھے بلایا اور پوچھا کہ تم اوکاڑہ کے رہنے والے ہو؟ میں نے اثبات میں جواب دیا تو فرمایا اوکاڑہ میں کوئی محمد امین صفدر نامی سکول ٹیچر ہے کیا تم اسے جانتے ہو؟ میں نے عرض کیا وہ میرے بڑے بھائی ہیں تو فرمایا مجھے ان سے ملنے کا شوق ہے کیونکہ میں نے ترجمان اسلام اور خدام الدین میں ان کے عیسائیت پر کچھ مضامین پڑھے ہیں۔ ان کی گرفت کا انداز بڑا نرالا ہے۔ اپنی مصروفیات کی وجہ سے میں انہیں مل نہیں سکا۔ میری خواہش ہے کہ محمد امین صفدر صرف چھ ماہ کی چھٹی لے کر میرے پاس آ جائے تو میں اس فن میں اسے ماہر بنا دوں گا اور مرنے سے پہلے مجھے تسلی ہو گی کہ میرا جانشین دنیا میں موجود ہے۔ پھر میں سکون سے مر سکوں گا۔ فرمایا میرا پیغام اپنے بھائی تک پہنچا دینا۔ کہ وہ میرے پاس وقت نکال کر آ جائے۔ میں نے مولانا کا پیغام بھائی صاحب تک پہنچا دیا لیکن بھائی اپنی خانگی مصروفیات کی وجہ سے مولانا کے پاس نہ جا سکے۔ میں کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ مولانا لال حسینؒ اختر جیسے آدمی کا بھائی صاحب کے بارہ میں اس طرح سوچنا قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید (قلندر جو بات بھی کرتا ہے دیکھ کر کرتا ہے) کے زمرے میں تو نہیں آتا؟

۸۔ حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے نام سے کون واقف نہیں۔ یہ غالباً ۱۹۷۰ء سے کچھ پہلے کی بات ہے۔ ان دنوں مولانا سرحد اسمبلی کے ممبر تھے۔ اور جمعیت علماء اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ صاحب کی قیادت میں اپنے عروج پر تھی۔ مولانا ہزارویؒ نے اوکاڑہ میں اپنے ایک پرانے احراری ساتھی جو گھڑی ساز تھے۔ (نام ذہن سے نکل گیا ہے) کو خط لکھا کہ میں فلاں دن بذریعہ تیزگام اوکاڑہ سے گزر رہا ہوں۔ اوکاڑہ کے رہنے والے محمد امین صفدر نامی آدمی کو تلاش کر کے اس دن اسٹیشن پر لے آؤ۔ میرا ان سے ملنا نہایت ضروری ہے۔ چنانچہ وہ بزرگ بھائی صاحب کے پاس آئے اور مولانا ہزارویؒ کا خط دکھلایا۔ بھائی صاحب مقررہ وقت پر ان بزرگ کے ہمراہ ریلوے اسٹیشن پہنچ گئے۔ مولانا ہزارویؒ بڑی شفقت سے پیش آئے اور فرمانے لگے کہ میں نے ”ترجمان اسلام لاہور“ میں تمہارا ایک مضمون قادیانیت کے بارہ میں پڑھا ہے۔ تمہاری گرفت بڑی مضبوط ہے۔ تم سکول میں پڑھانے کے لیے نہیں بنے۔ تم سکول کی ملازمت ترک کر کے میرے ساتھ ہفت روزہ ترجمان اسلام میں آ جاؤ اور ترجمان اسلام کو فرق باطلہ کی تردید کے لیے استعمال کرو۔ ہم تمہیں سکول سے زیادہ تنخواہ دیں گے۔ سکول میں رہ کر اپنی صلاحیتیں برباد نہ کرو۔ بھائی صاحب والد صاحب سے مشورہ کا بہانہ کر کے حضرت ہزارویؒ کو طرح دے

گئے۔ میں سوچتا ہوں کہ ان بزرگوں کی آنکھیں بھائی صاحب کی ذات میں کیا چیز دیکھتی تھیں؟ کیا انہیں ”ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات“ نظر آ رہے تھے۔ یا ان کی فراست ایمانی بھائی مرحوم میں مستقبل کے انور شاہؒ کی جھلک دیکھ رہی تھی؟ خدا کی بات خدا ہی جانے

انداز تفہیم

بھائی صاحب کو خدا تعالیٰ نے مشکل بات کو آسان انداز میں سمجھانے کا ملکہ عطا کیا تھا۔ آپ مشکل سے مشکل بات کو آسان انداز میں سامعین کے ذہن نشین کرانے کا فن جانتے تھے۔ جب حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کا وصال ہوا۔ تو مجھے اس بات کا بڑا صدمہ ہوا کہ ایک ایسا آدمی جو آسان مثالوں کے ذریعے مشکل سے مشکل بات عوام الناس کے ذہن نشین کرا دیتا تھا وہ اٹھ گیا۔ پھر میں نے اس وقت کے زندہ علماءؒ کے گروہ پر نظر ڈالی لیکن مجھے ان میں کوئی بھی مولانا جالندھریؒ کی طرح کا نظر نہ آیا۔ سوچتے سوچتے اچانک ذہن میں جھماکا ہوا اور برادر محترم کی تصویر سامنے آ گئی۔ کہ برادر محترم میں مولانا جالندھریؒ والا ملکہ موجود ہے چلو زیادہ نہ سہی کم ہی سہی تو اللہ کا شکر ادا کیا کہ ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں۔ اب بھائی صاحب کے بعد تو کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آتا۔

تقریباً بائیس سال پہلے کی بات ہے کہ تحصیل چیچہ وطنی کے ایک گاؤں میں غیر مقلدین کے ساتھ طلاق ثلاثہ کے مسئلہ پر مناظرہ تھا۔ غیر مقلدین کے بہت سے عالم موجود تھے اور ہماری طرف سے صرف بھائی صاحب مناظر تھے اور مولانا فقیر اللہ صاحب ان کے معین تھے۔ بھائی صاحب کے دلائل اتنے عام فہم اور عوام کی سمجھ میں آنے والے تھے کہ بھائی صاحب کی تقریر کے بعد غیر مقلد علماء آپس میں لڑتے کہ اس تقریر کا جواب کون دے گا۔ پھر ایک دوسرے کو لعن طعن کرتے کہ تم نے فلاں بات کیوں کی اور فلاں بات کیوں چھوڑ دی۔ یہ مناظرہ تقریباً پانچ گھنٹے جاری رہا اور ثالثوں کا فیصلہ ہمارے حق میں تھا۔ گاؤں کے عام لوگ بھائی صاحب کے دلائل سے بڑے محظوظ ہوتے رہے۔ کیونکہ اتنا مشکل مسئلہ بھائی صاحب نے ان کے ذہن نشین کرا دیا تھا۔ گاؤں کے عوام کہہ رہے تھے کہ آئندہ سالانہ جلسہ کی بجائے سال بعد غیر مقلدین سے مناظرہ رکھ لینا چاہیے کیونکہ اس سے ہمیں بڑا علمی فائدہ ہوا ہے۔ طلاق ثلاثہ جیسا مشکل مسئلہ عوام کے سامنے آسان انداز میں پیش کر کے داد وصول کرنا صرف بھائی صاحب کا طرہ امتیاز تھا۔

اس سلسلہ میں ایک دوسرا واقعہ ذہن میں آ رہا ہے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔ آپ ساہیوال جیل میں تھے۔ ختم نبوت کے نام پر قید ہونے والوں کو آپ درس قرآن دیتے تھے۔ بعد میں جماعت اسلامی کے کچھ کارکن اور لیڈر بھی گرفتار ہو کر ساہیوال جیل میں آ گئے تو انہوں نے حسب عادت اپنی انفرادیت قائم کرنے کی کوشش کی۔ جس سے مخلص کارکنوں کو دکھ پہنچا۔ کیونکہ جب ایک مقصد کے لیے قید و بند کو گلے لگا لیا ہے تو ایں افتراق چہ معنی دارد؟ جماعت اسلامی والوں نے اپنا علیحدہ درس قرآن کا سلسلہ شروع کر دیا لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکا اور بھائی صاحب کا درس جاری رہا۔ ایک دن کچھ کارکنوں نے جو جماعت اسلامی کے رویہ سے شاکی تھے۔

بھائی صاحب سے مودودی صاحب کے بارہ میں کچھ کہنے کا مطالبہ کیا۔ آپ نے فرمایا یہ بات مناسب نہیں کیونکہ جماعت کے ساتھیوں کو دکھ پہنچے گا جس سے ہمارے مشترکہ دشمن (قادیانیوں) کو خوشی ہوگی۔ آپ نے کارکنوں کو ٹالنے کی بہت کوشش کی لیکن جب ان کا اصرار بڑھتا گیا تو آپ نے انہیں کہا کہ میری ایک بات ذہن نشین کرلو اس کے بعد حق وصداقت کا فیصلہ آپ خود کرلیں۔ فرمایا علم دو قسم کا ہوتا ہے علم نافع اور علم ضار۔ شریعت کا مطلوب وہ علم ہے جو بندے کے اندر تواضع، انکساری اور خدا خوفی کے جذبات پیدا کرے۔ دوسرا علم وہ ہے جس سے آدمی کے اندر عجب، تکبر اور خودرائی پیدا ہوتی ہے۔ یہی وہ علم ہے جو آدمی کی عاقبت کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ فرمایا ہمارے اکابر کی کتابیں پڑھو تو دل میں عجز، انکسار پیدا ہوتا ہے اور اپنے نالائق ہونے کا یقین بڑھتا ہے۔ اور مودودی صاحب کی کتابیں پڑھو تو سر میں علم کا غرور پیدا ہوتا ہے۔ ہیچو ما دیگرے نیست کا زعم پیدا ہوتا ہے اور بزرگان دین حتیٰ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کمتر نظر آتے ہیں۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) فرمایا مودودی صاحب اور ہمارے اکابر میں یہی فرق ہے۔ فرمایا ایک طرف آپ حضرت شیخ الحدیثؒ کی ''فضائل اعمال'' پڑھ لیں اور دوسری طرف مودودی صاحب کی ''خلافت وملوکیت'' کا مطالعہ کرلیں فرق آپ پر واضح ہو جائے گا۔ جماعت اسلامی اور علمائے حق کے درمیان فرق کیا ہے اس مشکل بات کا کارکنوں کے ذہن نشین کرانا آپ کا ہی کام تھا۔ آپ کے اس تجزیہ کے بعد جماعت اسلامی کے کچھ کارکن بھی متاثر ہوئے اور آپ کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے۔ اندازہ کیجئے کہ مولانا رومیؒ کے اس شعر کی تعبیر وتشریح مولانا مرحوم نے کتنے دلکش انداز میں پیش کی۔

علم را برتن زنی مارے بود
علم را برجاں زنی یارے بود

(علم کو جسم تک محدود رکھو گے تو وہ سانپ بن کر ڈس لے گا اور اگر دل کی گہرائیوں میں اتارو گے تو وہ تمہارا دوست بن جائے گا۔)

عادات ومحاسن

حب جاہ اور حب مال سے مبرا

میرے بھائی مرحوم نے انتہائی سادہ زندگی گزاری۔ ان میں حب جاہ اور حب مال کے جراثیم قطعاً ناپید تھے۔ یہ دونوں بیماریاں جسے لگ جائیں اس کی عاقبت تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس مادی دور میں ان بیماریوں سے بچنا اہل اللہ کی صحبت کے بغیر ناممکن ومحال ہے۔ برادر مرحوم پر چونکہ ان کے اساتذہ اور بزرگان دین کی خصوصی توجہات تھیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں ان امراض سے محفوظ رکھا۔ حضرت مولانا عبدالحنانؒ صاحب حضرت مولانا احمد علیؒ لاہوری حضرت مولانا بشیر احمد پسروریؒ کی توجہات خاص کا تو آپ مہبط تھے ہی ان حضرات کے وصال کے بعد حضرت مولانا عبیداللہؒ انور، حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب زیدت فیوضہم اور

حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ کی شفقتوں کی بارش بھی بھائی صاحب پر برستی رہی۔ ان لوگوں کی ادعیہ صالحہ کے طفیل بھائی صاحب فرق باطلہ کے سامنے حق کی چٹان بن گئے۔ آپ نے کبھی بھی مناظرہ پڑھانے، مناظرہ کرنے، یا تقریر پر جانے کے لیے کوئی شرط نہیں لگائی جس نے جو خدمت کی اسے قبول کرلیا اور اگر کسی نے کوئی خدمت نہ کی تو بھی چیں بہ جبیں نہ ہوئے۔ آپ کا مشن صرف احقاق حق تھا۔ دنیا کمانا آپ کا مطمح نظر کبھی نہ رہا۔

سادگی و بردباری

آپ کی زندگی نہایت سادہ تھی۔ کرتہ وتہبند آپ کا پسندیدہ لباس تھا۔ آپ کی خوراک بھی بڑی سادہ تھی جو مل گیا کھالیا۔ اگر نہ ملا تو بھوک برداشت کرلی لیکن اس سلسلہ میں کسی پر کبھی بار نہ بنتے تھے۔ آپ کا رہن سہن بھی سادگی کا مرقع تھا۔ گاؤں میں ہی سادہ سے مکان میں رہتے تھے کبھی بھول کر بھی شہری زندگی یا پرشکوہ بنگلے کے بارہ میں نہ سوچا بڑے بڑے علماء کے مزین مکانات و منازل دیکھ کر بھی آپ نے ان کی تمنا نہ کی۔ آپ بڑے متحمل مزاج اور انتہائی بردبار تھے۔ مخالفین بعض اوقات آپ کی ذات پر نہایت گھٹیا الزام لگاتے لیکن جواب میں مسکرا کر خاموش ہو جاتے۔ مخالف مناظرین مناظرہ کے دوران بڑی اوچھی حرکتیں کرتے خود اشتعال میں آتے اور آپ کو بھی اشتعال دلانے کی کوششیں کرتے لیکن آپ ان کے سامنے حلم و بردباری کے کوہ گراں ثابت ہوتے آپ ان کی تلخ سے تلخ بات کا جواب شیریں ادائی اور مسکراہٹ کے ساتھ دیتے اور ہمیشہ وقار کا خیال رکھتے۔

مسلک حقہ کا دفاع

آپ کی زندگی کا نصب العین مسلک علمائے اہل سنت (دیوبند) کی حفاظت تھا۔ اس سلسلہ میں آپ کسی قسم کی مداہنت گوارا نہ کرتے تھے۔ وہ لوگ جو دیوبندی کہلاتے ہوئے مسلک اہل سنت والجماعت کے خلاف عقائد رکھتے تھے جیسے حیاۃ النبیؐ اور عذاب قبر وغیرہ کا انکار۔ آپ ان کو دیوبندی تو کیا اہل سنت والجماعت میں بھی شمار نہ کرتے تھے۔ اپنی زندگی کے آخری بہت سے سال آپ نے ان کے تعاقب میں صرف کر دیئے۔ آپ جیسا زیرک اور فطین آدمی اگر چاہتا تو زمانے کی رسم کے مطابق کوئی نئی جماعت یا فرقہ پیدا کرکے اس کا لیڈر بن سکتا تھا۔ لیکن حضرت لاہوریؒ اور دیگر بزرگان دین کی دعاؤں کا نتیجہ تھا کہ آپ ہمیشہ مسلک حقہ پر قائم و دائم رہے اور مسلک علمائے اہل سنت (دیوبند) کی تشریح وتوضیح آپ کا مشن رہا فالحمدلله علی ذلک۔ بزرگان دین اور اکابر کا احترام آپ کی زندگی کا لائحہ عمل تھا۔ آپ نے تمام عمر قادیانیت۔ عیسائیت۔ منکرین حدیث اور مبتدعین کا تعاقب کیا۔ لیکن جب ایک غیر مقلد عالم نے حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ کو مناظرے کا چیلنج دیا تو آپ اسے برداشت نہ کر سکے اور اس غیر مقلد عالم سے کہا کہ حافظ الحدیث کا منصب تیرے ساتھ مناظرہ سے بہت بلند و بالا ہے۔ پہلے تو مجھ جیسے ماسٹر سے مناظرہ کر اور جیت کر دکھا پھر میرے اکابر کے منہ لگنا۔ پھر تقریباً بیس سال آپ نے غیر مقلدین اور لامذہب لوگوں کے تعاقب میں گزار دیئے۔ آپ نے سنی دیوبندی علماء اور عوام کے ذہن میں یہ

بات جاگزیں کردی کہ تمام فتنوں کی جڑ ترک تقلید کا فتنہ ہے۔ جب آدمی غیر مقلد ہو جاتا ہے تو اس کے لیے قادیانی، رافضی، منکر حدیث وغیرہ ہونا بہت آسان ہو جاتا ہے۔ اس لیے تقلید کی رسی کو مضبوطی سے تھامنا اور اکابر پر اعتما کرنا ایمان کی حفاظت کے لیے بہت ضروری چیزیں ہیں۔

وسیع الظرفی اور رواداری

آج کے اس دور میں بھی آپ میں سلف صالحین کی وسیع النظری اور رواداری پائی جاتی تھی آپ ائمہ اربعہ کے احترام کو ایمان کی نشانی قرار دیتے تھے۔ ائمہ ثلاثہؒ کے مقلدین کو بھی برحق جانتے ہوئے ان کا اکرام فرمایا کرتے تھے۔ آپ کا مسلک تھا کہ جس جگہ جس فقہ کا کھیت ہے وہاں اسے پھلنے پھولنے دو۔ وہاں دوسرے مذہب والوں کو اپنے فقہی مسائل ٹھونس کر فتنہ پیدا نہ کرنا چاہیے۔ نیز فرماتے تھے کہ برصغیر پاک و ہند فقہ حنفی کا کھیت ہے۔ لہٰذا یہاں دوسرے مذاہب والوں خصوصاً لامذہبوں کو دخل اندازی سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اس سلسلہ میں ایک واقعہ پیش خدمت ہے۔ جب آپ بنوری ٹاؤن میں درجہ تخصص کے علماء کو پڑھاتے تھے تو ایک دن آٹھ نو افریقی علماء جنہوں نے دو سال تک آپ سے پڑھا تھا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست پیش کی کہ ہمیں حنفی بنا لیا جائے۔ کیونکہ آپ سے دو سال پڑھنے کے بعد ہمیں معلوم ہوا ہے کہ فقہ حنفی کا دامن دیگر فقہوں کے مقابلہ میں بڑا وسیع ہے۔ نیز ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ فقہ حنفی ہی اقرب الی الصواب ہے۔ آپ نے ان علماء سے پوچھا کہ کیا آپ اپنے علاقوں میں واپس جانا چاہتے ہیں یا پاکستان میں رہنے کا ارادہ ہے تو انہوں نے کہا کہ ہم واپس اپنے اپنے ممالک میں جانا چاہتے ہیں اور اپنے علاقوں میں فقہ حنفی کو رواج دینے کا سوچ رہے ہیں۔ آپ نے سوال کیا کہ آپ کے علاقوں میں کونسی فقہ رائج ہے تو ان میں سے بعض نے فقہ مالکی اور بعض فقہ شافعی بتلایا۔ آپ ان پر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا جہاں پر جو فقہ بطور مذہب رائج ہے اسے رائج رہنے دو۔ وہاں جا کر فقہ حنفی کو رواج دینے کی کوشش فتنہ برپا کرنے کے مترادف ہے۔ اس لیے تم حنفی ہونے کی بجائے اپنے مسالک پر ہی قائم رہو۔ اپنے علاقوں میں جا کر لوگوں کو فتنہ میں مبتلا نہ کرو۔ چنانچہ بھائی صاحب کے سمجھانے پر وہ علماء اپنے سابقہ مذہبوں پر قائم رہتے ہوئے اپنے ممالک کو لوٹ گئے۔ اس واقعہ سے اندازہ کیجئے کہ آپ کے اندر کتنی وسیع الظرفی اور رواداری تھی۔ اور آپ دین کے نام پر فتنہ پردازی کو کتنا ناپسند فرماتے تھے۔ یہی شان ہمارے اکابر کی تھی۔

رحم دلی اور رقتِ قلبی

اپنوں اور بیگانوں سے حسنِ سلوک آپ کے اخلاق کا حصہ تھا۔ اپنے گھر والوں، اپنی اولاد، اپنے بھائیوں اور تمام خاندان والوں سے ہمیشہ شفقت کا سلوک کرتے تھے۔ نرمی اور رحم دلی سے کام لینا آپ کا وطیرہ تھا۔ بے جا سختی کو ناپسند فرماتے تھے۔ کسی کو دکھ درد میں مبتلا دیکھتے تو آب دیدہ ہو جاتے اور اس کے دکھ کا مداوا کرنے کی بھرپور

...ل کرتے۔ ہمارے ایک بھائی میاں محمد اسلم صاحب تقریباً دو سال پہلے خاصے بیمار رہنے کے بعد وفات پا ...۔ جب کبھی ان کے علاقہ رحیم یار خان کی طرف جاتے تو ان کے ہاں ضرور جاتے بچوں کے سر پر دست شفقت ... اور ان کی مالی معاونت سے دریغ نہ کرتے۔ اپنی وفات سے ایک ماہ قبل چھوٹے بھائی مولانا محمد انور صاحب ... الحدیث دار العلوم کبیر والا[1] سے کہنے لگے جب میں ملتان سے اوکاڑہ جانے کے لیے بس پر بیٹھتا ہوں تو ... آنکھوں میں بھائی اسلم کے بچوں کو یاد کر کے بے اختیار آنسو آ جاتے ہیں کہ میں تو اپنے بچوں کے پاس جا ... ہوں لیکن بھائی اسلم تو اب اپنے بچوں میں نہیں جا سکتے۔ باپ کی یاد میں ان بچوں کا کیا حال ہوتا ہوگا۔ ... میرے بھائی خیر کم خیر لاھلہ کا مصداق تھے اور گھر والوں کے لیے ہمیشہ آسانیاں پیدا کرنے ... کوشاں رہتے تھے۔

ــــال : اس سال جامعہ خیر المدارس میں جب سالانہ تعطیلات کا آغاز ہوا تو آپ دس دن کے لیے مناظرہ ...مانے کی خاطر عازم سرگودھا ہو گئے۔ وہاں آپ کو دل کی تکلیف ہو گئی۔ مدرسہ کے مہتمم صاحب کے اصرار کے ...د علاج کرانے پر راضی نہ ہوئے اور کہتے رہے کہ مجھے سردی لگ گئی ہے اس لیے بازو میں درد ہو رہا ہے کوئی فکر ...بات نہیں۔ جب حالت زیادہ خراب ہوئی تو مدرسہ والوں سے کہنے لگے کہ مجھے بس پر بٹھا دیں تاکہ میں اوکاڑہ ...جاؤں۔ مدرسہ کے مہتمم صاحب نے کمال شفقت سے کار کا انتظام کر دیا۔ اور اپنے بیٹے کو بھائی صاحب کے ...ساتھ بھیجا تاکہ آپ کو گھر پہنچا آئے۔ ۳۱؍اکتوبر ۲۰۰۰ء کا دن گھر پر گذارا۔ ظہر کے وقت درد میں اضافہ ہوا تو اہل ...خانہ نے ڈاکٹر کو دکھانے کا مشورہ دیا آپ نے ہسپتال جانے سے صاف انکار کر دیا۔ برادرم حکیم محمد سلیم صاحب نے ...دل کے افاقہ کے لیے دوا دی اس کے کھانے سے قدرے افاقہ ہو گیا۔ مغرب اور عشاء کی نماز گھر میں پڑھی ...رات تقریباً نو بجے پھر دل کا دورہ پڑا جو بہت شدید تھا۔ چند منٹوں میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہہ دیا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعُونَ.

میرے خیال میں بھائی صاحب کو اپنے مرض اور اس کی شدت کا احساس تھا۔ اسی لیے وہ کسی ڈاکٹر کے ...پاس نہ جانا چاہتے تھے کہ کہیں گھر والے پریشان نہ ہو جائیں اور درد دل کو انتہائی صبر کے ساتھ برداشت کرتے ...رہے۔ انہیں علم تھا کہ اس مرض کا علاج ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کا تقاضہ کرتا ہے میں اتنی رقم کہاں سے لاؤں گا ...اور گھر والے اس کا بندوبست کیسے کریں گے۔ اس لیے اپنی مرض چھپاتے رہے اور گھر والوں کو ٹالتے رہے کہ

---

[1] مولانا مفتی محمد انور صاحب مدظلہ اب جامعہ خیر المدارس ملتان میں حضرت اوکاڑوی مرحوم کی جگہ التخصص فی الدعوۃ والارشاد کے رئیس کا عہدہ سنبھال چکے ہیں۔ بشیر

مجھے سردی لگ گئی ہے اس لیے بازو میں درد ہو رہا ہے۔[1] اے باری تعالیٰ ہمارے بھائی کو قبر میں سکون و راحت عطا فرما کیونکہ انہوں نے تیرے حضور حاضر ہوتے ہوئے بھی اپنے اہل خانہ اور عزیز و اقارب کے آرام کا خیال رکھا اور انہیں حتی الوسع پریشان نہ ہونے دیا۔ اے خدائے بزرگ و برتر تو ان کے لیے آسانیاں پیدا فرما دے اور انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرما۔

تدفین: یکم نومبر ۲۰۰۰ء ۴ شوال ۱۴۲۱ھ بوقت ۴ بجے شام آپ کا جنازہ گاؤں کے سکول کی گراؤنڈ میں ان کے مرشد زادے حضرت مولانا قاضی ظہور حسین اظہر صاحب نے پڑھایا اور قبیل المغرب گاؤں کے قبرستان میں والد صاحب کے پہلو میں آپ کو دفن کر دیا گیا۔ جنازے میں ہزاروں علماء و صلحاء نے شرکت کی اور مختصر انداز میں اپنے اپنے جذبات کا اظہار بھی کیا۔ ان میں سے مولانا زرولی خان شیخ الحدیث کراچی اور مولانا علی شیر حیدری نے انتہائی مختصر مگر جامع انداز میں مرحوم کے مناقب بیان کیے اور آپ کو خراج تحسین پیش کیا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

خیر المدارس ملتان والوں کا حوصلہ

خیر المدارس ملتان والوں، خصوصاً مولانا محمد حنیف جالندھری، مولانا محمد ازہر صاحب، مدیر ''الخیر'' مولانا محمد صدیق صاحب شیخ الحدیث جامعہ ہذا اور مولانا فیاض احمد عثمانی ناظم ''الخیر'' کے حوصلہ کی داد نہ دینا بخل ہوگا۔ کیونکہ ان حضرات نے میرے بھائی مرحوم کے ساتھ ہر قسم کا تعاون فرمایا۔ جب سے مولانا مرحوم خیر المدارس میں تشریف لائے ماہنامہ ''الخیر'' کا کوئی شمارہ آپ کے مضمون کے بغیر شائع نہ ہوا۔ اس سلسلہ میں بھائی صاحب پر کوئی پابندی نہ تھی کہ فلاں بات لکھیں اور فلاں بات نہ لکھیں۔ اس طرح جہاں ماہنامہ ''الخیر'' کی اشاعت میں اضافہ ہوا وہاں مولانا مرحوم کے علوم و فیوض کی بھی خوب اشاعت ہوئی۔

جب مولانا مرحوم مفتی احمد الرحمنؒ کے تقاضے پر جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی گئے تو بنوری ٹاؤن کے آرگن ''بینات'' میں بھائی صاحب کے چند ایک مضامین ہی شائع ہو سکے۔ پھر مفتی صاحب کی وفات کے بعد بھائی صاحب کے مضامین پر مکمل پابندی لگ گئی۔ کیونکہ مدرسہ والے غیر مقلدین اور مدرسہ میں چھپے ہوئے مماتیوں کا دباؤ برداشت نہ کر سکے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا بنوریؒ کے اس ادارے کو ان تقیہ بازوں سے پاک کر دے۔ ماہنامہ ''الخیر'' اس سلسلہ میں بہت آگے نکل گیا انہوں نے بلا خوف لومۃ لائم بھائی صاحب کے مقالات کو وہ اہمیت دی جس کے وہ حقدار تھے۔ فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَاء وَمَا تَوْفِيْقِى اِلاَّ بِاللّٰهِ.

[1] ممکن ہے غیبی اشارات کے ذریعہ مولانا مرحوم کو اپنے سفر آخرت کا علم ہو چکا ہو۔ جیسا کہ عموماً اہل اللہ کو خبر ہو جاتی ہے۔ بشیر

سراپا اخلاص

جناب مولانا محمد انور اوکاڑوی ☆

راقم سطور سات بھائیوں میں سب سے چھوٹا اور صاحب سوانح سب سے بڑے تھے اس لیے راقم نے جب ہوش سنبھالا تو وہ سکول ٹیچر تھے اور مرزائیوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں مناظر تھے۔ اور بعض اوقات گھر میں کسی حدیث کی کتاب کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ بعض اوقات شرارتوں پر ہماری پٹائی بھی کیا کرتے تھے اور پھر ہمیں دو پیسے یا چار پیسے ان سے ملا کرتے جن کے لالچ میں بسا اوقات ہم ان کی پٹائی کے منتظر رہتے۔ دوسری جماعت میں مجھے والد صاحب نے ان کے پاس ایم سی ہائی سکول میں داخل کروایا تین چار دن کے بعد سبق یاد نہ ہونے کی وجہ سے مجھے بھی مکے لگوائے گئے۔ میں رونے لگا کلاس کے ساتھیوں نے کہا استاد جی انور روتا ہے تو فرمایا اچھا ہے آنکھوں کا گندہ پانی نکل جائے گا۔ اس پر میں اور زور سے رویا سارا دن اس طرح روتے گزرا شام کو گھر جا کر والد صاحب سے کہا کہ میں ان سے نہیں پڑھوں گا تو انہوں نے مجھے عید گاہ میں داخل کروا دیا شہر میں آنا جانا ان کے ساتھ ہوتا ابتداء میں پیدل آتے رستے میں پیدل چلتے ہوئے بھی کوئی کتاب پڑھتے رہتے تھے۔ بعد میں سائیکل پر آنے جانے لگے اس دوران ایک دن میں نے پوچھا کہ سائیکل پر آنے جانے میں کتنا وقت صرف ہوتا ہے تو فرمایا کہ وقت کا تو مجھے علم نہیں دو دفعہ سورۃ یٰسین اس کے علاوہ اور چند سورتوں اور درود پاک کی چند تسبیحات جن کی تعداد اب مجھے یاد نہیں فرمایا کہ یہ پڑھ لیتا ہوں۔ ایک دفعہ میں حسب معمول عید گاہ سے چھٹی کے بعد سکول میں ان کے پاس گھر جانے کے لیے آیا تو دیکھا کہ رو رہے ہیں ان کی آنکھیں سرخ ہو چکی ہیں میں پریشان ہو گیا کہ نامعلوم کسی نے لڑائی ہوگئی ہے مگر پوچھنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ انہوں نے میری سوالیہ نظر کو دیکھ کر فرمایا کہ آج سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ انتقال فرما گئے ہیں، بندہ بچپن کی وجہ سے اس نام سے مانوس نہیں تھا البتہ ان دنوں انکار حیات النبی علیہ السلام کا فتنہ کھڑا ہو چکا تھا اور اوکاڑہ میں سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کی تقریر کی وجہ سے ان کا ذکر

☆ مولانا محمد امین صفدرؒ کے سب سے چھوٹے بھائی اور ان کے علمی جانشین پہلے دار العلوم کبیر والا میں استاذ الحدیث تھے اور اب جامعہ خیر المدارس ملتان میں مولانا مرحوم کی جگہ شعبہ ''التخصص فی الدعوۃ والارشاد'' کے رئیس ہیں۔ بشیر

زبانوں سے سننے میں آیا تھا تو میں نے پوچھا کیا عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری فوت ہوئے ہیں تو انہوں نے فرمایا نہیں عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ جو بہت بڑے عالم' بزرگ اور مجاہد تھے اور انگریز کے خلاف ان کی مجاہدانہ کارروائیوں کا کچھ اس انداز سے ذکر کیا کہ مجھ پر ان کی عظمت اور ان کی وفات کا غم چھا گیا جو گھر میں جا کر والد صاحب اور والدہ صاحبہ کے غم کو دیکھ مزید بڑھ گیا۔

بھائی جان سکول کے اوقات میں بھی دینی کتابوں کا مطالعہ کرنے کے عادی تھے۔ اور طلبہ کا ذہن بھی مرزائیت جیسے فتنوں کے خلاف بنایا کرتے تھے بعض دیہاتوں میں مرزائیوں کے لٹریچر تقسیم کرنے کا علم ہوتا تو بن بلائے وہاں جا کر مسجد میں ان کی تردید کرتے اور بعض اوقات رات ہی کو سائیکل پر واپس آ جاتے اور بعض اوقات وہ لوگ صبح کے درس کا کہہ دیتے تو رات بھی وہاں ٹھہر جاتے درس کے بعد گھر آتے اور وہاں سے سکول چلے جاتے ایک دفعہ سکول سے واپسی پر مرزائیوں نے ان کی پٹائی کرائی جس کے تقریباً ہفتہ بعد بوقت عصر مجھے فرمایا کہ چک ۱۲۔ایل ر۵۳ میں مرزائیوں نے لٹریچر تقسیم کیا ہے میں وہاں جا رہا ہوں تو نے بھی جانا ہے تو چل۔ میں نے غصہ میں کہا کہ پہلے مار کھائی ہے اب اور کھانی ہے؟ تو چہرہ کچھ متغیر ہوا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جتنا علم دیا ہے اس کے بارہ میں اس نے ہم سے سوال کرنا ہے۔ لہٰذا اگر تو نے جانا ہے تو صحیح ورنہ میں جا رہا ہوں۔ یہ بات سن کر میں بھی تیار ہو گیا۔ رات کو مرزائیوں کے پمفلٹ جمع کر کے بعد از عشاء اور بعد از فجر ان کی تردید کر کے واپس آ گئے۔ اس طرح اکثر سکول کی دو ماہ کی چھٹیوں میں آپ مذاہب باطلہ کی تردید کے لیے بیرونی سفر بھی کرتے شورکوٹ کینٹ میں کئی مرتبہ آپ چھٹیوں میں تردید عیسائیت کے لیے مولانا بشیر احمد حسینی کے پاس تشریف لائے وہیں ایک مرتبہ آپ کو زہر دیا گیا جس کی وجہ سے آپ کافی دن بیمار رہے (۱)۔ ایسے تبلیغی اسفار میں آپ کا معمول تھا کہ آمد و رفت کے خرچ کا انتظام کر کے جاتے اگر کوئی مالی تعاون کرتا تو اس کو من عند اللہ سمجھ کر رد نہ کرتے اور اگر کچھ تعاون نہ ہوتا تو کسی قسم کی کڑھن نہ ہوتی۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ بلا اشراف نفس اگر کوئی چیز ملے تو وہ اللہ کی نعمت ہوتی ہے۔ اس کو ٹھکرانا نعمت خداوندی کی ناقدری ہے۔ ایسے متعدد واقعات بھی پیش آئے کہ آپ کسی پروگرام سے واپس آ گئے بعد میں انہوں نے کرایہ وغیرہ کے عنوان سے کچھ رقم بھیجی۔

اللہ تعالیٰ نے تفہیم کا ملکہ ایسا عطا فرمایا تھا کہ ہر فن کے آدمی کو اس فن کے مطابق مثالیں دے کر معقول کو محسوس بنا دیتے اور بالکل مطمئن کر دیتے۔ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ طالب علمی کے زمانہ میں استاذ مکرم حضرت مولانا ضیاء الدین صاحبؒ نے سالانہ جلسہ کا ارادہ فرمایا تو ہم بعض طلباء نے درخواست کی کہ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کو بلائیں وہ مثالوں سے مسائل اچھی طرح ذہن نشین کرا دیتے ہیں تو مولانا ضیاء الدین صاحبؒ نے فرمایا کہ ہم کب تک محمد علیؒ کو بلاتے رہیں گے تم بھی تو محمد علی بنو! یہ بات ایسی دل میں بیٹھی کہ عمر بھر اسی انداز سے مثالوں سے مسائل کا حل فرماتے رہے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اختلافی مسائل کو حل کرنے کے لیے کوئی اتفاقی معیار قائم کر لیا

---

(۱) اس زہر کے اثرات مولانا مرحوم کے بدن میں آخر وقت تک رہے۔ پیٹ بڑھنے کا مرض بھی اس کے بعد شروع ہوا۔ شیر

جائے تو مسئلہ آسانی سے حل ہو جاتا ہے۔ مثلاً عیسائی اور ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو بالاتفاق مانتے ہیں البتہ عیسائی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں اختلاف کرتے ہیں۔ ان سے عیسیٰ علیہ السلام کی دلیل نبوت طلب کی جائے تو انکا یہ معجزہ ذکر کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی دعا کی برکت سے پانچ روٹیاں اور دو مچھلیاں بہت سے لوگوں کے سیر ہونے کا ذریعہ بن گئیں (مرقس ب ۶: ۴۲ تا ۵۴) ہم کہتے ہیں اگر کھانے میں برکت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے دلیل نبوت ہے تو غزوہ تبوک میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑے سے کھانے پر برکت کی دعا کی تمام لشکر نے اپنے توشہ دان بھر لیے سب نے سیر ہو کر کھایا بھی اور پھر بھی کھانا بچ گیا (مشکوٰۃ ص ۵۳۸) اور اس لشکر کی تعداد تیس ہزار تھی۔ اگر انجیل کے مطابق پانچ ہزار کے لیے کھانے کا کفایت کرنا عیسیٰ علیہ السلام کے لیے دلیل نبوت ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے تھوڑے کھانے کا تیس ہزار سے بھی بچ جانا دلیل نبوت کیوں نہیں؟ اسی طرح مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کی تردید کے لیے بہت سے ایسے جھوٹے مدعی نبوت ہیں جن کی نبوت کے باطل ہونے پر ہمارا اور مرزائیوں کا اتفاق ہے تو مرزائی مربی سے ان متنبیوں کی نبوت کے بطلان کی دلیل پوچھ لیں اسی دلیل سے مرزا غلام احمد کی نبوت باطل ہو جائے گی۔ اس طرح منکرین حدیث نقل روایات اور قرآن و سنت کے متواتر مفاہیم پر علمائے امت سے اعتماد اٹھا کر تغیر و تبدل کا احتمال پیدا کرتے ہیں۔ البتہ ہمارے اور ان کے نزدیک الفاظ قرآن بلا تغیر و تبدل ہم تک پہنچے ہیں۔ ہم کہتے ہیں نقل الفاظ میں علماء امت کی عدم خیانت نقل مفہوم میں عدم خیانت کی دلیل ہے۔ اس طرح دور حاضر کے اہل بدعت قبل از اذان صلوٰۃ کے مسئلہ میں اہل سنت و جماعت کو منکر صلوٰۃ اور گستاخ رسول تک کہہ دیتے ہیں ہم کہتے ہیں کہ اذان میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی پر آپ بھی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہتے جو اس کے انکار کی دلیل ہے وہی ہمارے انکار کی دلیل ہوگی اور یہ صلوٰۃ و سلام نہ پڑھ کر اگر آپ منکر صلوٰۃ یا گستاخ رسول نہیں تو سپیکری صلوٰۃ و سلام کے ترک سے ہم منکر صلوٰۃ کیوں ہو گئے۔ اس طرح غیر مقلدین کا ہم سے رکوع کو جاتے رکوع سے سر اٹھاتے اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کا اختلاف ہے البتہ سجدوں میں جاتے اور سجدوں سے سر اٹھاتے اسی طرح دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں ترک رفع یدین پر ہمارا اور ان کا اتفاق ہے وہ ہم سے رکوع کی رفع یدین کے منسوخ ہونے کی دلیل مانگتے ہیں ہم کہتے ہیں سجدوں کی رفع یدین کے منسوخ ہونے کی دلیل تم دو ہم اسی جیسی دلیل رکوع کے بارہ میں پیش کر دیں گے۔ ایسے ہی آمین بالجہر میں ان کا اور ہمارا اختلاف مغرب کی ۲ عشاء کی ۲ فجر کی ۲ رکعتوں یعنی کل چھ رکعتوں میں ہے اور وہ بھی جماعت کی نماز میں ورنہ اکیلے وہ بھی ہر نماز میں آمین آہستہ کہتے ہیں۔ اور جماعت کی نماز میں ۴ رکعت ظہر' ۴ رکعت عصر' تیسری رکعت مغرب اور عشاء کی تیسری' چوتھی رکعت میں وہ بھی آمین آہستہ کہتے ہیں۔ تو ان گیارہ رکعتوں میں آمین آہستہ کہنے کی جو دلیل ان کی ہوگی' وہی اختلافی مقامات میں ہماری دلیل ہوگی' یوں ہی وہ فاتحہ خلف الامام کو فرض کہتے ہیں اور اگلی سورۃ کو امام کے پیچھے وہ بھی فرض نہیں کہتے اس کی عدم فرضیت پر واذا قرئ القرآن کی آیت وہ پیش کرتے ہیں ہم کہہ دیں گے کہ جس طرح ۱۱۳ سورتیں اس آیت میں

داخل ہیں اور امام کے پیچھے ان کے پڑھنے کی ممانعت ہے تو سورہ فاتحہ بھی اس آیت میں داخل ہے اور وہ بھی ما زاد علی الفاتحہ کے حکم میں ہے۔ بہر حال اس اصول سے انہوں نے بہت سے مشکل مسائل کے حل کو آسان کر دیا۔

ایک دفعہ میں گھر گیا تو فرمایا کہ آج کچھ آدمی چند وکلاء سمیت پوتے کی وراثت کا مسئلے لے کر اوکاڑہ سے آئے کہ اس کو وراثت نہ دینا کتنا بڑا ظلم ہے۔ میں نے کہا کہ تقسیم وراثت چند شرعی پختہ اصولوں پر مبنی ہیں یہ کوئی انسانی عطیات اور ہبہ وغیرہ نہیں کہ ہم اس میں کسی فقر و فاقہ یا کم سنی یا معذوری کی وجہ سے تغیر تبدل کریں لیکن اصولی بات سے وہ مطمئن نہ ہوئے تو میں نے اس انداز سے کچھ مثالیں بیان کیں کہ ایک شخص فوت ہو گیا اس کا ایک ۲ ماہ کا معصوم بچہ دوسرا بالغ مگر پاگل تیسرا آنکھوں سے معذور اپاہج چوتھا عاقل بالغ تندرست مگر بے روزگار فقیر جس کے پاس ایک وقت کا کھانا بھی نہیں اور کافی عیالدار بھی ہے اور پانچواں بچہ بے اولاد اور غیر شادی شدہ کروڑوں پتی ماہانہ ہزاروں روپیہ تنخواہ لینے والا ہے آپ ان پانچوں بیٹوں میں وراثت برابر تقسیم کریں گے یا فقیر معذور اور معصوم کا لحاظ کر کے ان کو زیادہ دیں گے کہنے لگے کہ نہیں بیٹا ہونے میں سب برابر ہیں اس لیے سب کو وراثت برابر ملے گی میں نے کہا کہ اگر آپ یہاں معذور کے عذر معصوم کی معصومیت فقیر کے فقر مجنون کے جنون کا لحاظ نہ کر کے ظالم نہیں بنے تو پوتے کے مسئلہ میں علماء کو کیوں ظالم کہتے ہو اس طرح میں نے فقیر معذور بیوی کو غیر معذور لاکھوں پتی بیوی اور معذور مسکین بھائی بہنوں کو غیر معذور مالدار بھائی بہنوں کے وراثتی حصہ میں فرق کا پوچھا تو انہوں نے حسب سابق عدم فرق کا جواب دیا۔ تو میں نے کہا جس طرح آپ ان مسائل میں ظالم نہیں پوتے کی وراثت کے مسئلہ میں علماء بھی ظالم نہیں اگر ہم وراثت میں اپنی عقل کو دخل دیتے تو یہ قانون بچوں کا کھیل بن جاتا چنانچہ وہ اعتراف کر کے اٹھے کہ ہمارا عقلی طور پر پوتے کی وراثت پر اعتراض کرنا درست نہیں تھا۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے آپ کو انہام و تفہیم کا ایک وہبی ملکہ عطا فرمایا تھا۔ آپ کے استاد حضرت مولانا عبدالحمید صاحب سیتاپوری مدظلہ حال شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور نے ایک دفعہ مجھے فرمایا کہ بھائی ہمارا علم کتابی ہے اور مولوی محمد امین کا علم علم لدنی (یعنی خداداد) ہے ہمارا علم اس کے علم کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اسی پر ایک قصہ یاد آیا بندہ دارالعلوم کبیر والا میں پڑھتا تھا احمد سعید چتروڑی نے کبیر والا میں مدرسہ کے لیے جگہ لی اور جمعہ شروع کیا۔ دارالعلوم کے اساتذہ کرام کے خلاف جن میں سے بعض اس کے بھی استاذ تھے زبان کھولنی شروع کی سب اساتذہ پریشان تھے کیونکہ شرفاء کے محلہ میں اگر ایک شریر آ جائے تو سارے محلے کی نیند حرام ہو جاتی ہے۔ میں نے استاذی المکرم حضرت مولانا مفتی علی محمد صاحب نور اللہ مرقدہ سے عرض کیا کہ یہ اکثر مناظرے کا چیلنج دیتا رہتا ہے میرے بڑے بھائی ہیں جو اس سے بات کر سکتے ہیں اگر آپ کہیں تو میں ان کو لے آؤں پوچھا وہ کیا کرتے ہیں میں نے بتایا وہ ٹیچر ہیں (کیونکہ ان دنوں میں بھائی جان کی اتنی شہرت نہیں ہوئی تھی) بعض اور اساتذہ کے کہنے پر حضرت مہتمم صاحب نے فرمایا لے آؤ۔ رات کو وہ میرے پاس کمرہ میں سوئے میں نے پوچھا کہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہ کی کتاب سماع موتی چھپی ہے آپ نے دیکھی ہے فرمایا نہیں البتہ میں نے تسکین الصدور پڑھی ہے میں نے کہا

میرے پاس ہے جو میرے ساتھی مولانا اسماعیل صاحب مظفر گڑھی کے پاس ہے فرمایا لاؤ میں دیکھوں مگر مجھے مولوی اسماعیل نہیں ملے وہ مدرسہ سے کہیں باہر گئے ہوئے تھے صبح اذان سے کچھ دیر پہلے میری آنکھ کھلی تو بھائی جان اپنی کاپی پر کچھ لکھ رہے تھے فجر کے بعد مولوی اسماعیل صاحب سے وہ کتاب لے کر ان کو دی تو کتاب کی فہرست دیکھنی شروع کی پھر کتاب سے ایک مقام نکال کر پڑھنے لگے اور ساتھ ہی خوشی سے مسکرانے لگے میں نے پوچھا کوئی خاص بات ملی ہے تو فرمایا کہ صبح جب میں بیدار ہوا تو چند باتیں میرے ذہن میں آئی تھیں جو میں نے اپنی کاپی پہ نوٹ کر لی تھیں۔ مولانا نے بالکل وہی باتیں اس کتاب سماع موتی میں لکھی ہیں پھر مجھے کاپی اور کتاب دکھائی تو ایک ہی مضمون تھا (اس وقت مجھے اتنا واقعہ تو یاد ہے مگر مضمون یاد نہیں)

۱۹۷۶ء یا ۱۹۷۷ء کا قصہ ہے کہ میں حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہ کی خدمت میں دورہ تفسیر میں حاضر تھا ایک ساتھی نے مولانا کو بتایا کہ یہ مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی کا بھائی ہے تو حضرت نے فرمایا کہ ان سے ملاقات تو کہیں یاد نہیں البتہ کچھ تحریریں پڑھی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ علم پختہ اور گرفت بڑی مضبوط ہے۔ حضرت مولانا عبدالحنان صاحبؒ نے ایک دفعہ سبق میں فرمایا کہ پڑھایا میں نے بہت سے لوگوں کو ہے مگر کام کے چند ایک ہی نکلے ہیں جن میں ایک مولوی امین ہے (واضح ہو کر حضرت مولانا عبدالحنان صاحبؒ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد اور حضرت مولانا عبدالحق صاحب اکوڑہ خٹک والوں کے استاد تھے میں نے شرح جامی اور جلالین ان سے پڑھی تھی اسی سبق میں آپ نے یہ بات فرمائی) ہمارے استاذ حضرت مولانا محمد عبداللہ رائپوریؒ سابق شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ ساہیوال نے ایک دفعہ مجھ سے فرمایا کہ مناظرے تو ہم نے بھی حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ سے مل کر بہت کیے ہیں مگر جو نکیل غیر مقلدین کو مولوی محمد امین نے ڈالی ہے وہ کسی نے نہیں ڈالی۔ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی مدظلہ بن حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانویؒ ایک مرتبہ قربانی کے دنوں میں حضرت سید نفیس شاہ صاحب مدظلہ کی خدمت میں حاضر تھے۔ میں بھی وہیں تھا جامعہ مدنیہ میں گائے کی قربانی ہوتی دیکھ کر آئے اور حضرت شاہ صاحب سے فرمایا کہ ہم جیسے اگر بیس آدمی بھی گائے کو گرانا چاہیں گرانا مشکل ہے قصائی اتنا ماہر ہوتا ہے کہ دو منٹ میں گائے کو زمین پر گرا دیتا ہے حضرت نے فرمایا کہ ہاں ہر شخص اپنے فن کا ماہر ہوتا ہے۔ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نے فرمایا کہ حضرت مولانا محمد امین اس قصائی سے بھی زیادہ ماہر ہے ایک منٹ میں بڑے سے بڑے غیر مقلد مناظر کو چت لٹا دیتا ہے۔ حضرت نے فرمایا ہاں وہ بھی ماہر فن ہیں۔ یہ چند اکابر کی تائیدات ضمناً آ گئیں ان کی تاثیر تفہیم کے واقعات ذکر کر رہا تھا۔ ہمارے چک میں ایک بچی کی شادی ہوئی جو وفاق کا نصاب پڑھی ہوئی تھی مگر خاندانی طور پر مودودی ذہن کی تھی اس کا باپ اپنے علاقے کی جماعت اسلامی کا امیر تھا ان دنوں بھائی جان مسجد میں درس دیا کرتے تھے وہ درس سنتی رہتی ایک دن اس نے اپنی ساس سے بھائی کے بارہ میں پوچھا تو اس نے تعریف کی اس نے ملنے کی خواہش کی اور اپنی ساس کے ساتھ بھائی سے ملاقات کی

مودودی صاحب کے بارہ میں پوچھا کہ علماء کا ان سے کیوں اختلاف ہے بھائی نے اس کو حیات صحابہؓ پڑھنے کو دی حضرت عثمانؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے فضائل میں خصوصی نشان دہی بھی کی فرمایا کہ اس کے بعد تجھے تیرے سوال کا جواب دونگا چند دنوں کے بعد اس نے کتاب واپس کی تو پوچھا کہ ان روایات کو پڑھ کر صحابہؓ کے بارہ میں کیا ذہن بنا ہے؟ اس نے کہا کہ صحابہ کرامؓ کی بہت عظمت دل میں بیٹھی ہے تو آپ نے اس کو خلافت وملوکیت دے کر حضرت عثمانؓ اور حضرت امیر معاویہؓ سے متعلق حصہ پڑھنے کو کہا پڑھنے کے بعد جب آئی تو آپ نے پوچھا کہ احادیث سے جو صحابہ کرامؓ کی عظمت دل میں بیٹھی تھی وہ باقی ہے یا نہیں اس نے کہا کہ اس کتاب کو پڑھ کر تو وہ عظمت ختم ہوتی نظر آتی ہے تو بھائی نے کہا بس علماء کا مودودی صاحب سے یہی اختلاف ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو صحابہ کرامؓ کی عظمت دلوں میں بٹھانا چاہتے تھے مودودی صاحب اس کو دلوں سے نکالنا چاہتے ہیں' الحمدللہ اسی بات سے اس بچی کو توبہ کی توفیق نصیب ہوگئی۔ اسی طرح تحریک نظام مصطفیٰؐ میں گرفتار ہو کر ساہیوال جیل میں گئے وہاں مودودیوں نے بھی اپنی تبلیغ شروع کر دی اور لٹریچر بھی تقسیم کرنا شروع کیا۔ بعض حضرات نے پوچھا کہ آپ لوگ مودودی صاحب کے کیوں خلاف ہیں تو فرمایا کہ ہم ہر فن میں فن والوں پر اعتماد کرتے ہیں۔ مثلاً دوائی لینی ہو تو حکیموں یا ڈاکٹروں پر اعتماد کرنا پڑتا ہے۔ بیج خریدنا ہو تو بیج بیچنے والوں پر اعتماد کرنا پڑتا ہے اگر سارے ڈاکٹر یا حکیم ایک دوائی کو مضر کہیں ایک شخص جو ڈاکٹری یا حکمت پڑھا نہیں وہ اس کو مفید کہے تو ہم ڈاکٹروں پر اعتماد کریں گے نہ کہ غیر ڈاکٹر پر اس طرح بیج بیچنے والے سارے ایک بیج کو ناقص کہیں ایک کمہار اسی بیج کو اچھا کہے تو ہم اس کمہار کی بات اس لیے نہیں مانتے کہ وہ اس فن کا نہیں ہے اسی طرح مودودی صاحب باضابطہ دین کہیں سے نہیں پڑھے باضابطہ دین کا کام کرنے والے اس کی باتوں میں گمراہی دیکھتے ہیں اس لیے ہم ان ماہرین پر اعتماد کرتے ہیں اور اس غیر ماہر سے خود بھی بچتے اور لوگوں کو بھی بچاتے ہیں ایک اردو تعلیم یافتہ نے مودودی صاحب کے خطبات کا وہ حصہ جو حقیقت صوم وصلوٰۃ کے نام سے چھپا ہوا تھا لا کر دیا کہ ہم تو اس کو پڑھ کر اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ وہ یعنی مودودی صاحب اس وقت کے مجدد ہیں اور آپ ان کو غیر ماہر کہتے ہیں۔ بھائی جان نے کہا اس کو یہاں رکھ دو کل کو بات کریں گے اور جامعہ رشیدیہ میں پیغام بھیجا کہ شامی کی پہلی دو جلدیں بھیج دیں چنانچہ دوسرے دن ان ساتھیوں کو بلا کر سمجھایا کہ مودودی صاحب کے اس خطبہ میں نماز کے موضوع پر چھیالیس صفحے اور روزہ کے موضوع پر کل انیس صفحے ہیں جب کہ علامہ شامی نے نماز کے موضوع پر ساڑھے پانچ سو سے زائد صفحے اور روزہ کے موضوع پر ستر صفحے تحریر فرمائے ہیں اور شامی کا ایک صفحہ مودودی صاحب کے تین صفحات سے بڑا ہے۔ پھر اس کتاب میں مودودی صاحب نے نہ نماز کے شرائط وفرائض و واجبات کی تفصیل لکھی نہ ان چیزوں کا ذکر کیا جن سے نماز ٹوٹ جاتی ہے نہ مکروہات کا ذکر کیا نہ یہ ذکر ہے کہ کتنی چیزوں سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے جب کہ شامی میں یہ تمام چیزیں تفصیل کے ساتھ مع زوائد موجود ہیں تو علماء کرام کامل کو چھوڑ کر ناقص کو قبول کیوں کریں پھر شامی کے مسائل درس میں تفصیلاً بیان کرنے

شروع کیے۔ تو ان کا ذہن درست ہوگیا۔ اسی طرح ایک سکول ٹیچر حضرت شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ کی لافانی کتاب تقویۃ الایمان کی قابل اعتراض عبارات بریلویوں کی طرف سے لایا' بھائی جان نے تقویۃ الایمان کے پہلے نام والے صفحہ کو گوند کے ذریعہ گتے سے چپکا کر اس کو کہا کہ آپ پہلے یہ کتاب پڑھ لیں بعد میں ان اعتراضات پر بات کرلیں گے اور یہ نہ بتایا کہ یہی تقویۃ الایمان ہے وہ کتاب پڑھ کر واپس آیا تو اس سے پوچھا کہ یہ کتاب کیسی ہے اس نے تعریف کی کہ بہت اچھی کتاب ہے تو آپ نے پہلا ورق گتے سے جدا کر کے بتایا کہ یہی تقویۃ الایمان ہے آپ نے خالی الذہن ہو کر پڑھی تو کوئی اعتراض آپ کو نظر نہیں آیا۔ جب آپ رضا خانی عینک لگالیں گے تو آپ کو اس میں اعتراضات نظر آئیں گے معلوم ہوا کہ کتاب کا قصور نہیں رضا خانی ذہنیت کا قصور ہے۔ اس کی مثال ایسے ہیں کہ بغض فقہا کے بغیر فقہ قرآن وسنت کی تشریح نظر آئے گی اور جب بغض فقہا کی عینک لگ جائے تو شرک فی التوحید یا شرک فی الرسالۃ نظر آئے گی اسی طرح پرویزیت کی ذہنیت سے احادیث کہیں قرآن سے ٹکراتی نظر آئیں گی کہیں احادیث میں توہین انبیاءؑ توہین صحابہؓ نظر آئے گی مگر پرویزیت کی عینک اتار کر دیکھیں تو ہر حدیث اپنے موقع اور محل پر تکمیل دین کا حسین منظر پیش کر رہی ہوگی بھینگے کو اگر ایک کے دو نظر آئیں تو اس کی آنکھ کا قصور ہے صفراوی (بخار میں مبتلا) مریض کو اگر چینی کڑوی لگے تو اس کے مزاج کا قصور ہے نہ کہ چینی کا اسی طرح جب ان پر حضرت شاہ شہیدؒ کا بغض سوار ہے تو یہی عبارتیں جو آپ کو اچھی نظر آئی ہیں بری دکھائی دیں گی۔

عین الرضا عن کل عیب کلیلۃ

ولکن عین السخط تبدی المساویا

بندہ نے جب مشکوٰۃ شریف شروع کی تو سہ ماہی کے قریب بھائی جان کو خط لکھا کہ میں تو غیر مقلد نہ ہو جاؤں کیونکہ سب احادیث احناف کے خلاف ہیں ہمارے پاس صرف تاویلیں ہیں جب سہ ماہی پر گھر گیا تو بھائی نے زجاجۃ المصابیح دی کہ تھوڑا سا وقت نکال کر اس کا بھی مطالعہ کر' میں نے مطالعہ کیا تو الحمدللہ اس کے دیکھنے سے دل مطمئن ہوگیا دوبارہ گھر گیا تو پوچھا کہ مطالعہ کیا تھا میں نے کہا کہ اس میں سب روایات احناف کے مطابق ہیں فرمایا کہ ہر مصنف کوشش کرتا ہے کہ اپنے امام کے مستدلات اکٹھے کرے صاحب مشکوٰۃ چونکہ شافعی ہیں اس لیے انہوں نے اپنے مسلک کے مطابق ابواب باندھے ہیں اگرچہ ہمارے مستدلات بھی انہیں کتابوں میں بکھرے ہوئے ہیں مگر ہمارے مطابق ابواب نہ ہونے کی وجہ سے ان کے تلاش کرنے میں دقت پیش آتی ہے پھر کچھ مثالیں دیں کہ اسفار فجر کی ہماری دلیل کتاب الحج میں ذکر کی ہے۔ اس طرح خون کے ناقض وضو ہونے کی ہماری صحیح روایت استحاضہ کے باب میں ذکر کی ہے اس طرح مس مرأۃ کے غیر ناقض وضو ہونے کی ہماری دلیل باب السترۃ میں نقل کی ہے۔ مزید کافی مثالیں دیں جن سے مزید اطمینان حاصل ہوا۔ فتنہ غیر مقلدیت کو آپ تمام فتنوں کی اصل قرار دیتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے عیسائیت کے مطالعہ کا مشورہ بذریعہ خط طلب کیا تو آخر میں لکھا کہ غیر مقلدیت کی طرف بھی توجہ کی ضرورت ہے۔ زمانہ طالب علمی میں آپ کی یہ بات کہ جتنے جھوٹ غیر مقلد بولتے

ہیں کسی عیسائی، مرزائی، مجوسی نے بھی نہیں بولے) سن کر میں نے کہا کہ آپ غیر مقلدوں کی تردید میں بہت سختی کرتے ہیں میری بات پر فی الحال خاموش ہوگئے دوسرے دن محمد جوناگڑھی کے کچھ رسائل مجھے دیئے کہ اصل کتابوں سے حوالے تلاش کر، میں نے جب اصل کتابیں دیکھیں تو حیرت کی انتہا نہ رہی کہ کوئی حوالہ مغالطہ سے خالی نہیں تھا بعض جگہ آدھی عبارت نقل کی بعض جگہ اصل مسئلہ کے بالکل الٹ مسئلہ نقل کیا تھا تو میں نے کہا کہ آپ ان کے بارہ میں بہت نرمی کرتے ہیں یہ لوگ اس سے بھی زائد سختی کے مستحق ہیں تو ہنس دیئے اور فرمایا کہ میں نے جس وقت ان کے خلاف کام شروع کیا تو سارے غیر مقلد اکٹھے ہو کر حضرت مولانا عبدالحنان صاحبؒ کی خدمت میں گئے اور کہا کہ امین آپ کا شاگرد ہے۔ مرزائیوں، عیسائیوں، رضاخانیوں کے خلاف اچھا کام کرتا تھا۔ اب وہ بلاوجہ ہمارے پیچھے پڑ گیا ہے آپ اس کو سمجھائیں تو حضرت مولانا عبدالحنان صاحبؒ نے مجھے بلایا اور کہا کہ اوکاڑہ کے سارے غیر مقلد میرے پاس آکر روتے ہیں کچھ ہاتھ نرم کرلے۔ میں نے ان کی باتیں سننے کے بعد جوناگڑھی کی کتابیں حضرت مولانا عبدالحنان صاحبؒ کو دیں کہ حضرت پہلے ان کتابوں کا مطالعہ کرلیں پھر مجھے مشورہ دیں اس کے بعد تقریباً میں ایک ہفتہ حضرت کی خدمت میں نہیں گیا ایک ہفتہ بعد جب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو دور سے ہی مجھے دیکھ کر برس پڑے کہ تو کہاں مر گیا تھا اتنے دن آیا نہیں میں نے وہ رسالے تو اسی رات دیکھ لیے تھے اور اس دن سے آج تک مجھے نیند نہیں آئی۔ ان بے ایمانوں کا ساری عمر پیچھا نہ چھوڑنا میں ان کو اتنے غلیظ نہیں سمجھتا تھا جتنے ان رسالوں سے ظاہر ہوئے ہیں۔ جب بھائی سکول چھوڑ کر مستقل بنوری ٹاؤن کراچی چلے گئے تو بوریوالہ میں مجھے خط لکھا کہ میں مدرسہ میں نیا آیا ہوں۔ اس لیے مجھے مدرسہ میں رہنے کے کچھ آداب بتا دے اور خط کے آخر میں یہ شعر لکھا ہے۔

کس طرح فریاد کرتے ہیں بتا دو قاعدہ
اے اسیران قفس میں نو گرفتاروں میں ہوں

چند سال بعد مجھے فرمانے لگے کہ مدارس میں حسد بہت ہے۔ گزشتہ سال فرمایا کہ مجھے مدرسہ والے کوئی سبق دینا چاہتے ہیں مگر میں نے انکار کر دیا ہے کیونکہ میں مدارس میں دیکھتا ہوں اکثر لڑائی اسباق کی تقسیم پر یا تنخواہ پر ہوتی ہے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں نے جہاں تقریر کے لیے جانا ہوتا ہے دو تین راتیں پہلے والد صاحب خواب میں اس جگہ کا نام لیکر فرماتے ہیں کہ میں وہاں جا رہا ہوں تم بھی آ جانا بھاوجہ صاحبہ نے بتایا کہ انتقال سے چند دن پہلے مجھے بتایا کہ اب والد صاحب خواب میں کافی دنوں سے نہیں ملے معلوم نہیں مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں پھر فرمایا کہ خیال ہے کہ اب فیصل آباد میں چچا جان کے پاس جاتا ہوں ان کی کوئی خدمت کرتا ہوں تاکہ والد صاحب کی زیارت ہو۔ لیکن فیصل آباد چچا جان کے پاس جانے سے پہلے ہی مالک حقیقی نے والد صاحب کے پاس پہنچا دیا۔
فانا للہ وانا الیہ راجعون اللھم لاتحرمنا اجرہ ولاتفتنا بعدہ و نقہ من الخطایا کما ینقی الثوب الابیض من الدنس وباعد بینہ وبین خطایاہ کما باعدت بین المشرق والمغرب.

امتِ مسلمہ کے عظیم محسن

جناب مولانا حکیم محمد اختر ☆

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ بھی دنیا سے رخصت ہو گئے، اللہ تعالیٰ ان کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔ مولانا مرحوم فرقِ باطلہ کے خلاف ایک عظیم مناظر تھے، چونکہ وہ بچپن میں کچھ عرصہ غیر مقلدین سے متاثر رہ کر ان کے بحث و مباحثہ کے داؤ پیچ سے آگاہ ہو گئے تھے۔ اور ان کے تمام کرتوتوں کو جان گئے تھے۔ اس وجہ سے ان کا خوب ڈٹ کر مقابلہ کیا کرتے تھے، لیکن اس بحث و مباحثہ میں بھی وہ حد اعتدال سے تجاوز نہ کرتے تھے۔ اور بالمقابل کی ترش بات کا بھی نہایت خوش اخلاقی اور مسکراہٹ کے ساتھ مدلل جواب دیتے تھے۔ مولانا کا امت مسلمہ پر یہ عظیم احسان ہے کہ جہاں بھی مسلک حقہ کے خلاف آواز اٹھتی تو اس کا جواب دیتے، اس طرح وہ ہم سب کی طرف سے فرض کفایہ ادا کرتے رہے ان کی وفات پر جو حادثہ امت مسلمہ کو پہنچا ہے وہ کسی بھی غم سے کم نہیں اور اس کی وجہ سے جو خلا پیدا ہو گیا ہے، خدا تعالیٰ اس خلا کو پر کر دے، ان جیسی شخصیات دنیا میں بہت آتی ہیں اور ایسی شخصیات صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں، وہ نامور مناظر اور فقہ حنفی کے مایہ ناز ترجمان تھے، ان کی عظیم خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ ان کا اصلاحی تعلق حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے تھا، حضرت لاہوریؒ کے انتقال کے بعد انہوں نے وکیل صحابہؓ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم (چکوال والے) سے اصلاحی تعلق قائم کیا، حضرت قاضی صاحب سے ان کا تعلق وفات تک برقرار رہا۔

احقر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دیں اور تمام پسماندگان اور امت مسلمہ کو صبر جمیل عطا فرمائیں، ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو مولانا کا نعم البدل عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔ **اللھم لاتحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ، ان اللہ ما اخذ ولہ ما اعطیٰ وکل شئی عندہ باجل مسمی.**

اسلاف کی روایات کے امین

جناب مولانا ابوعمار زاہد الراشدی ☆

نحمدہ تبارک وتعالیٰ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم
وعلی آلہ وأصحابہ و ازواجہ واتباعہ أجمعین o

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ ہمارے دور کے ان منتخب علماء میں سے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ کسی خاص مقصد اور مشن کے لیے چن لیتے ہیں اور پھر ان کے اوقات واشغال میں برکت دے کر انہیں توفیق سے نوازتے ہیں۔ مولانا مرحوم صاحب مطالعہ اور صاحب استدلال بزرگ تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں نکتہ رس ذہن کے ساتھ ساتھ تفہیم کے ملکہ سے نوازا تھا' اور وہ مشکل سے مشکل مسئلہ کو عام فہم انداز میں بیان کرنے اور ہر سطح کے مخاطبین کو اپنی بات سمجھانے پر دسترس رکھتے تھے' میں نے اپنی زندگی میں یہ ملکہ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ میں اور ان کے بعد مولانا محمد امین صفدرؒ میں دیکھا ہے کہ مشکل علمی مسائل کو عام فہم انداز میں چھوٹی چھوٹی مثالوں اور روزمرہ محاوروں کے ذریعہ عام ذہنی سطح کے لوگوں کے سامنے اس انداز میں پیش کرتے تھے کہ بات کو سمجھنا ان کے لیے مشکل نہیں رہتا تھا' مناظرہ میں بھی ان کا انداز بات سمجھانے کا ہوتا تھا اور وہ غصہ میں آئے بغیر دھیمے اور ٹھنڈے لہجے کو قائم رکھتے ہوئے مخالف پر ایسی گرفت کرتے تھے کہ وہ تلملا کر رہ جاتا تھا۔ مناظرین میں یہ خوبی میں نے اپنے استاذ محترم فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیات صاحب قدس اللہ سرہ العزیز میں بدرجہ اتم دیکھی ہے کہ وہ سخت سے سخت بات پر بھی غصہ میں نہیں آتے تھے۔ اور نہ اپنی گفتگو سے کسی قسم کی تلخی کا اظہار ہونے دیتے تھے مگر ان کی گرفت اتنی مضبوط ہوتی تھی کہ فریق مخالف ہاتھ پاؤں مارتا رہ جاتا تھا' یہی انداز مولانا محمد امین صفدرؒ کا تھا اور وہ ہنستے مسکراتے فریق مخالف کے دلائل اور استدلال کے بخیے ادھیڑ کر رکھ دیتے تھے۔

میرے نزدیک مولانا محمد امین صفدرؒ اوکاڑوی بنیادی طور پر عیسائیت اور قادیانیت کے محاذ کے مناظر تھے۔ اور مسیحی وقادیانی لٹریچر پر انہیں اس قدر عبور حاصل تھا جو ان کے دیگر معاصرین میں شاید دو چار متخصصین ہی کو نصیب

ہوا ہو مگر حالات نے انہیں "دفاع حنفیت" کے محاذ پر سامنے آنے پر مجبور کر دیا اور پھر یہ محاذ انہوں نے اس خوبی کے ساتھ سنبھالا کہ انہیں اس شعبہ میں سند کی حیثیت حاصل ہوتی چلی گئی۔ مسیحیت کے موضوع پر ان کی ایک مناظرانہ گفتگو خود میرے گھر (مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ) میں ہوئی اور خود مجھے ان کا بائبل کا مطالعہ اور اس کے موضوعات ومواد پر ان کی گرفت دیکھ کر خوشگوار تعجب ہوا کہ آج کے دور میں بھی حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ذوق رکھنے والے علماء موجود ہیں۔

"دفاع حنفیت" کے محاذ پر انہوں نے "علاج بالمثل" کا طریقہ اختیار کیا اور جارحیت کا جواب اسی انداز میں دے کر اس کا رخ موڑ دیا' جہاں تک احناف' شوافع' مالکیہ اور حنابلہ بلکہ متقدمین "ظواہر" کے باہمی فقہی اختلافات کا تعلق ہے یہ ایک فطری بات ہے اور یہ سب مذاہب دین اسلام اور اس کے احکام وقوانین کی مختلف تعبیرات و تشریحات کا روپ اختیار کیے ہوئے ہیں جن میں سے ہر ایک کو امت کے تیرہ سو سالہ اجماعی تعامل میں اہمیت حاصل (۱) ہے لیکن اہل علم اور ارباب تفقہ کا یہ اختلاف' جب جہل وعناد کے خوگر لوگوں کے ہتھے چڑھا تو ناروا تعصب اور بے جا فتویٰ بازی نے اس علمی اور فطری اختلاف کو جنگ وجدال کا بازار بنا کر رکھ دیا' ورنہ یہی اختلاف تیرہ سو سال سے چلا آ رہا ہے' اس کا اظہار بھی ہر دور میں ہوتا رہا ہے اور ایک دوسرے کا احترام بھی قائم رہا ہے۔ اس فقہی اختلاف میں سب سے زیادہ شدت احناف اور شوافع کے اختلاف میں بیان کی جاتی ہے مگر اختلاف کے باوجود باہمی احترام کا یہ حال تھا کہ حضرت امام شافعیؒ ایک روایت کے مطابق فرماتے ہیں کہ جب کوئی حاجت پیش آتی ہے تو دو رکعت نماز پڑھ کر امام ابوحنیفہؒ کی قبر پر جاتا ہوں اور وہاں کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعاء مانگتا ہوں اور میری دعا قبول ہو جاتی ہے۔ (بحوالہ امام ابوحنیفہؒ اور ان کے ناقدین از مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانیؒ ص ۱۲۸)

لیکن گزشتہ صدی کے دوران برصغیر پاک وہند میں جہال اور معاندین کے ایک مخصوص گروہ نے ان فقہی اختلافات کو ایمان وکفر کا مسئلہ بنا دیا اور ائمہ وفقہاء اور ان کے متبعین کے خلاف فتویٰ بازی کا وہ طوفان کھڑا کیا کہ الامان الحفیظ' مولانا محمد امین صفدرؒ نے اسی جہل وعناد کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی اور "جواب ترکی بہ ترکی" کا اسلوب اختیار کر کے فقہاءِ کرام اور ان کے متبعین ومقلدین کے خلاف فتنہ بازی کا بازار گرم کرنے والوں کو انہی کے لہجے میں للکارا تو ان کے لیے میدان میں ٹھہرنا مشکل ہو گیا اور بلاشبہ یہ معرکہ مولانا محمد امین صفدر مرحوم کی زندگی کا سب سے بڑا معرکہ اور ان کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔

۱۔ تیرہ سو سالہ اجماعی تعامل کی حیثیت صرف مذاہب اربعہ کو حاصل ہے۔ امام داؤد ظاہریؒ اور علامہ ابن حزم ظاہریؒ کا ظاہری مکتب فکر دو یا تین صدیوں سے آگے نہیں چل سکا۔ نہ اسے مذاہب اربعہ کی طرح قبول کیا گیا۔ اور نہ اسے اجماعی تعامل کی حیثیت حاصل ہے۔ غالباً مولانا راشدی کا اشارہ بھی اس سے مذاہب اربعہ کی طرف ہی ہے۔ بشیر

مولانا مرحوم کے مزاج میں سادگی اور بے تکلفی تھی‘ نمود و نمائش‘ تکلفات اور پروٹوکول کی ترجیحات سے ان کو کوئی لگاؤ نہ تھا اور اپنے مشن اور پروگرام کے حوالہ سے وہ ہر سختی اور مشکل بلکہ بے قدری تک کو خندہ پیشانی سے جھیل لیا کرتے تھے‘ وہ کئی بار گوجرانوالہ تشریف لائے اور علماء و طلبہ کی بیسیوں تربیتی نشستوں سے خطاب کیا‘ بہت سے نوجوان علماء کو اپنے رنگ میں رنگنے کی کوشش کی اور کچھ کو تیار کر بھی لیا مگر اس مشن کے حوالہ سے ان کے دل میں جو حسرت تھی کہ حنفی کہلانے والے علماء کرام اپنے فقہی مذہب کے تقاضوں اور اصولوں سے اچھی طرح واقف ہوں وہ اس طبقہ کی روایتی بے حسی اور سست روی کی وجہ سے حسرت ہی رہی جس کا وہ اکثر ذکر کیا کرتے تھے۔

مولانا محمد امین صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ کتابی دنیا کے آدمی تھے کتاب ہی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا‘ مطالعہ کی وسعت اور گہرائی دونوں سے بہرہ ور تھے اور کسی بھی موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے متعلقہ مواد و معلومات پر ان کی گرفت واضح نظر آتی تھی انہیں عام طور پر ایک ’’سکول ماسٹر‘‘ کے طور پر پہچانا جاتا تھا اور اسی حوالہ سے اکثر و بیشتر ان کا تعارف ہوتا تھا مگر ان کے تربیتی حلقہ کے لوگ یا ایسے حضرات جن کا کسی مناظرہ و مباحثہ میں ان سے واسطہ پیش آیا وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ’’سکول ماسٹر‘‘ کہلانے والے اس درویش منش عالم دین کی وسعت معلومات اور اپنے موضوع پر فنی و علمی گرفت کا کیا عالم تھا؟

قرآن و سنت کے ساتھ ساتھ بائیبل پر بھی ان کی گہری نظر تھی‘ مجھے بعض مواقع پر بائیبل کے حوالہ سے کچھ معلومات کی ضرورت پیش آئی تو مولانا مرحوم نے دریافت کرنے پر بائیبل کی طرف رجوع کیے بغیر مطلوبہ معلومات فراہم کر دیں‘ اس سلسلہ میں ان کے مطالعہ پر اکابر کے اعتماد کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ انجیل برناباس کا تعارف لکھنے کے لیے شیخ التفسیر امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس اللہ سرہ العزیز نے انہیں حکم دیا اور مولانا مرحوم نے اپنے ’’عظیم شیخ‘‘ کی ہدایت پر انجیل برناباس پر ایسا مبسوط مقدمہ تحریر کیا کہ اس مقدس انجیل کے بارے میں مسیحی حلقوں کی طرف سے پھیلائے جانے والے ہر قسم کے شکوک و شبہات کو صاف کر کے رکھ دیا۔

الغرض حضرت مولانا محمد امینؒ صفدر ایک حق گو‘ نیک دل‘ خدا ترس اور سادہ منش بزرگ تھے۔ جنہوں نے علم و عمل کے ساتھ ساتھ رہن سہن اور بود و باش میں بھی اپنے عظیم اسلاف کی روایت کو زندہ رکھا اور عمر بھر پورے اخلاص اور للّٰہیت کے ساتھ دین اسلام اور مذہب اہل السنۃ والجماعۃ کی دعوت و تبلیغ اور دفاع و تحفظ کے لیے خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جوار رحمت میں جگہ دیں اور ان کے اہل خاندان و متوسلین کو ان کی حسنات کا سلسلہ جاری رکھنے اور ان کے مشن کو قائم رکھنے کی توفیق سے نوازیں۔ آمین یا رب العالمین۔

بحث کا دلنشیں انداز

جناب محمد اکرم ارشد☆

راقم آثم اوائل جوانی ہی سے گورنمنٹ ملازمت کے سلسلہ میں گھر سے دور رہا سالانہ چھٹیاں یا بقر عید پر گھر آنا ہوتا تو بھائی جان مرحوم کی شفقتوں اور پند و نصائح سے سرفراز ہونے کا خاصا موقع ملتا۔ چنانچہ یہ بات تو میرے دل میں راسخ ہو چکی تھی کہ بھائی جان کا سمجھانے کا انداز اپنی مثال آپ ہے تقریباً چوبیس سال قبل روزگار کے سلسلہ ہی میں بندہ کا ہر روز اوکاڑہ چھاؤنی آنا جانا ہوتا تھا۔ اس دوران وہاں پر ایک صاحب صوفی عبدالستار سے ملاقات ہوئی۔ چونکہ بحمد اللہ میں بھی باریش تھا اس لیے ہماری ملاقات چند ہی دنوں میں دوستی میں تبدیل ہو گئی۔ لیکن صوفی صاحب موصوف عقیدے کے لحاظ سے کٹر بریلوی اور بندہ بحمد اللہ تعالیٰ ایک مضبوط سنی گھرانے کا فرد۔ الحاصل ہمارے درمیان اکثر اختلافی مسائل پر گفتگو ہوتی جو دیر تک جاری رہتی۔ ایک دن نماز عشاء کے بعد میں نے بھائی جان کو اپنی کئی دن کی کارگزاری سنائی۔ بھائی جان بغور سنتے اور اپنے مخصوص انداز میں مسکراتے رہے۔ جب میری رام کہانی ختم ہوئی۔ تو فرمایا کہ اصل بات یہ ہے کہ آج کل ہمارے واعظین مسئلہ کو سمجھانے کے بجائے الجھا دیتے ہیں‘ جس طرح تم بھی منفی پہلو بیان کرتے رہے اور عبدالستار صاحب مثبت پہلو۔ تو دونوں کو کیا حاصل ہوا اور جو تمہارے سامعین تھے وہ بھی شش و پنج کا شکار ہو گئے۔ میں حیران ہو کر ان کی طرف دیکھنے لگا جب کہ میرے چہرے پر ہلکی سے خفگی بھی نمایاں تھی۔ کہ بھائی جان نے میری حوصلہ افزائی کے بجائے میری حوصلہ شکنی کی کوشش کی ہے۔ لیکن آج تک وہ منظر میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ بھائی جان متواتر مسکرا رہے تھے جب کہ میں پیچ و تاب کھا رہا تھا بہر حال بھائی جان جو تکیہ لگائے ہوئے تھے سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور مجھے اپنے مخصوص انداز میں سمجھایا کہ جب ان لوگوں سے اختلافی مسائل پر بات ہو تو پہلے خود مسئلہ کا مثبت پہلو بیان کرو۔ مثلاً جنگ موتہ کا واقعہ کہ میدان موتہ مدینہ شریف سے سینکڑوں میل دور اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما۔ حاضرین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو فرما رہے ہیں کہ اب زیدؓ شہید ہو گئے۔ اب عبداللہؓ ابن رواحہ شہید ہو گئے اور اب جعفرؓ

☆ مولانا محمد امین صفدر کے چھوٹے بھائی‘ کراچی ائیرپورٹ پر ملازم

کا دایاں بازو کٹ گیا اور اب بایاں بازو کٹ گیا اور اب وہ بھی شہید کر دیئے گئے۔ الخ پھر گویا ہوئے کہ اب تم خود ہی بئر معونہ کا قصہ بیان کرو جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کم وبیش ۶۸ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو انتہائی بے دردی سے شہید کر دیا گیا جن میں قرآن کے قاری عاصمؓ اور عظیم مبلغ اور خطیب سیدنا خبیبؓ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت لاڈلے اور پیارے صحابی تھے جن کو مکہ مکرمہ کے چوک میں سولی پر چڑھا کر حارث کے بیٹوں نے انتقاماً شہید کر دیا شامل تھے حدیث اور سیرۃ کی کتابیں گواہ ہیں کہ یہ واقعہ رسول اکرم صلی اللہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کے لیے انتہائی حزن وملال کا باعث ہوا اس موقعہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی دن تک قنوت نازلہ پڑھی اور ان بدبختوں کے لیے بددعا فرمائی جو دھوکہ دے کر ان صحابہؓ کو لے گئے اور شہید کر دیا الخ۔ اب ان دونوں واقعات سے یہ نتیجہ اخذ ہوا کہ اللہ پاک نے سینکڑوں میل دور موتہ کا واقعہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی بتا دیا یا اپنی قدرت سے دکھلا دیا جو نبی پاک کا معجزہ ہے اور دوسرا واقعہ جس کا آپ کو بروقت علم نہ ہوا یہ مشیت ایزدی تھی تو پتہ یہ چلا کہ معجزہ اللہ پاک کا حکم ہوتا ہے جو پیغمبر کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح ولی کی کرامت کا حال ہے جب اللہ چاہے تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ مسجد نبوی کے منبر پر بیٹھ کر یا ساریۃ الجبل کی آواز دے رہے ہیں۔ دوسری طرف وہی عمرؓ بن خطاب مصلے پر کھڑے اپنے قاتل ابولولو فیروز کے بارے میں آگاہ نہ ہو سکے جو اسی مسجد شریف میں موجود چند فٹ پر خنجر بغل میں دبائے موقع کا منتظر کھڑا ہے اور وہ بے ایمان اپنے مشن میں کامیاب ہو جاتا ہے الغرض کرامت بھی اللہ کا حکم ہوتا ہے جو ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتی ہے۔ بھائی جان مرحوم نے مجھے بات چیت کا انوکھا سلیقہ عطا کیا۔ اگلے دن جب میں اوکاڑہ چھاؤنی پہنچا تو صوفی صاحب ایک اور ساتھی کے ساتھ میرے منتظر تھے نئے صاحب خوب ٹوپی چشموں اور رومال سے مزین پروقار نظر آ رہے تھے بعد میں پتہ چلا کہ نووارد باقاعدہ سند یافتہ عالم اور محمد اسلم نام رکھتے تھے۔ بہرحال میں نے بھائی جان کا دیا ہوا نسخہ ان پر آزمایا جو میری توقع سے بھی بڑھ کر کارگر ثابت ہوا ہمارے سامعین بہت ہی خوش اور بار بار کہہ رہے تھے کہ اب مسئلہ سمجھ میں آ گیا ہے عبدالستار صاحب سر جھکائے بیٹھے تھے جب کہ مولوی محمد اسلم صاحب ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم کا منظر پیش کر رہے تھے۔ بالآخر صوفی صاحب نے جو الفاظ فرمائے ان کا مفہوم یہ تھا کہ یہ بات تو ہم ماننے پر مجبور ہیں کہ: "علم کی دولت سے اللہ پاک نے علمائے دیوبند کو خوب نوازا ہے۔ میں نے فوراً سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشہور اشعار پڑھ دیئے۔

رضینا قسمت الجبار فینا
لنا علم وللجهال مال

پھر اللہ گواہ ہے کہ نووارد مولوی صاحب کا حال کاٹو تو خون ندارد۔ کچھ دنوں کے بعد مجھے پتہ چلا کہ اس محلے کے خطیب صاحب نے میرے بارے میں صحیح معلومات حاصل کر کے (یعنی محمد اکرم مناظر اہل سنت مولانا محمد امین صفدرؒ کا بھائی ہے) اپنے معتقدین کو سختی سے منع کر دیا کہ اس لڑکے کو ہرگز نہ چھیڑنا کیونکہ اس کا کلہ مضبوط ہے۔ کہیں

ہم لوگوں کو لینے کے دینے نہ پڑ جائیں طوالت کا خوف ہے لیکن ضرور عرض کروں گا کہ حضرت مولانا مرحوم کا یہ نسخہ بڑا اکسیر اور تیر بہدف ثابت ہو رہا ہے۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ عزیزی قاری محمد حماد یہ جو مولانا کے چھوٹے صاحبزادے ہیں اور یہاں کراچی میں ہی قاری ضیاء الحق دام فیوضھم کے مدرسہ میں مدرس ہیں کے اصرار پر یہ چند سطرین سپرد قلم کی ہیں گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

وہ فاضل اور محقق بالیقین تھا
غم ملت میں وہ ہر دم حزیں تھا
الٰہی بخش دے صفدر امین کو
یقیں اس کا جو تھا عین الیقین تھا

مودودیت ایک ناسور ہے!

جو دینی اعتبار سے گمراہ کن اور سیاسی اعتبار سے ناقابل اعتماد ہے۔ اس کی دینی دجل وتلبیس اور سیاسی منافقت جاننے کے لیے قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین مدظلہ کی کتب' مودودی مذہب' علمی محاسبہ' صحابہ کرامؓ اور مودودی' عصمت انبیاءؑ اور مودودی' اور قاضی حسین احمد کے نام جوابی مکتوب ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی مسکراہٹ سے ـــــ آخری مسکراہٹ تک

مولانا اوکاڑویؒ

سے میری بیس سالہ رفاقت کے ان مٹ نقوش

اوران کی علمی وتحقیقی خدمات

✍ حافظ عبدالحق خان بشیر☆

پہلی مسکراہٹ

غالباً ۱۹۸۰ء کے آخر یا ۱۹۸۱ء کے آغاز کا واقعہ ہے احقر ابھی مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ میں درجہ موقوف علیہ میں زیر تعلیم تھا مقامی حالات وواقعات سے باخبر ایک انتہائی مہربان دوست نے اطلاع دی کہ شہر کے محلہ بختے والا کی ایک مسجد میں تین چار ماہ سے اوکاڑہ کے ایک پرائمری سکول ٹیچر محمد امین صفدر صاحب ہر ماہ ایک دن کے لیے تشریف لا کر خصوصی تربیتی نشست میں غیر مقلدیت سے متعلق مختلف عنوانات پر علماء کرام کو باقاعدہ مناظرانہ تیاری کراتے ہیں۔ غیر مقلدیت کے بارہ میں ان کا مطالعہ انتہائی وسیع اور طرز بیان بہت سادہ مگر علمی وتحقیقی ہوتا ہے۔ ہم نے اس سے قبل علمی وتحقیقی میدان میں چونکہ صرف حضرت' علامہ' مولانا' مولوی یا زیادہ سے زیادہ پروفیسر جیسی بھاری بھرکم اصطلاحات کا ہی مشاہدہ کیا تھا۔ اس لیے اب اس میدان میں ماسٹر جیسی بے وزن اصطلاح کو اس کے تمام تر تقدس کے باوجود ذہن قبول کرنے سے انکاری تھا کہ کہاں فقہ' حدیث اور تفسیر جیسے علوم پڑھنے پڑھانے والے علماء اور کہاں ایک پرائمری سکول ٹیچر؟ یہی سوچ اس خصوصی نشست کی طرف توجہ دینے کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ تھی۔ لیکن دوسری طرف یہ خیالات اس سوچ کا رخ تبدیل کر رہے تھے کہ قدرت نے اپنے خصوصی انعامات کے دروازے کسی فرد یا طبقہ کے لیے بند نہیں کر رکھے۔ بلکہ وہ تو ہر ایک پر مہربان ہے۔ اب آگے اپنا اپنا ظرف ہے۔ البتہ شرط وہی ہے کہ ماضی کے متواتر نظریاتی سلسلہ کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔ گویا

جو بڑھ کے خود اٹھائے ہاتھ میں مینا اسی کا ہے

☆۔ خطیب جامع مسجد امام اعظمؒ ابوحنیفہؒ مدرسہ حیات النبیؐ محلہ حیات النبیؐ گجرات

اور پھر موصوف کی تعریف کچھ اس انداز سے کی گئی کہ میں نے بغیر کسی دعوت کا انتظار کیے مذکورہ نشست میں شرکت کا فیصلہ کر لیا۔ اور اسی مہربان دوست کے ذریعہ آئندہ نشست کی تاریخ بھی معلوم کر لی۔

مقررہ تاریخ پر میں اسباق سے فارغ ہو کر نشست میں شرکت کے لیے پہنچا تو کافی تاخیر ہو چکی تھی۔ نشست شروع ہوئے کافی وقت گزر چکا تھا' درس جاری تھا' مسجد کے صحن میں انتہائی سادہ اور دیہاتی لباس میں ملبوس ایک عمر رسیدہ بزرگ خالص فقیرانہ انداز میں چند کتابیں اپنے سامنے تپائی پر رکھے درس دے رہے تھے' نہ تو وہ وضع قطع کے اعتبار سے مفکر و اسکالر معلوم ہوتے تھے اور نہ لباس و انداز کے حوالہ سے محقق دکھائی دیتے تھے' البتہ ان کے صحت عادات' پروقار اور بارونق چہرے پر کھیلنے والی دل آویز اور معصوم سے مسکراہٹ کسی بھی دیکھنے والے کی نگاہوں کو اپنی گرفت میں لینے کی مقناطیسی کشش سے محروم نہ تھی۔

سامعین کی پریشانی

بزرگ درس دے رہے تھے' اور ایک مخصوص گروہ کے آٹھ دس مولوی حضرات کاغذ قلم لیے سامنے بیٹھے کچھ لکھنے میں مصروف تھے۔ میری آمد پر وہ سارے یکدم میری طرف متوجہ ہوئے' اور خطیب مسجد سمیت تمام سامعین کے چہرے اتر گئے۔ ناگواری و بیزاری کے آثار ان کے چہروں اور آنکھوں سے صاف عیاں تھے۔ میں ان کے لیے اجنبی نہ تھا' البتہ میری بلا دعوت شرکت و آمد ان کی توقع کے سراسر خلاف تھی۔ اور میں اس کی وجہ اچھی طرح جانتا تھا۔ بزرگ بھی صورت حال کو بخوبی بھانپ چکے تھے۔ انہوں نے ایک گہری نگاہ مجھ پر ڈالی اور چہرے پر کسی قسم کا تاثر ظاہر کیے بغیر اپنے جاری بیان کی طرف متوجہ ہو گئے۔ سامعین کے تیور دیکھ کر انہوں نے مجھے غیر مقلدین کا نمائندہ سمجھ لیا۔ جیسا کہ بعد میں انہوں نے اپنے اس خدشہ کا اظہار بھی فرمایا۔ بہرحال یہ صورت حال میری توقع کے برعکس نہ تھی۔ لہٰذا میں اس کا اثر قبول کیے بغیر آگے بڑھا اور چند سامعین میں ایک سامع کا اضافہ کرتے ہوئے درس میں شامل ہو گیا۔

معلومات کا انمول ذخیرہ

اس وقت رفع یدین کا موضوع زیر بحث تھا۔ وہ بزرگ انتہائی سادہ مگر دلنشیں انداز میں زیر بحث مسئلہ کے تمام ممکنہ پہلوؤں پر سیر حاصل علمی و تحقیقی روشنی ڈال رہے تھے۔ موضوع سے متعلق مثبت و منفی دلائل کے حوالہ سے احادیث کی صحت و ضعف کا تحقیقی جائزہ لیا جا رہا تھا' ان کے راویوں پر کتب اسماء الرجال کے حوالہ سے بے لاگ و بے غبار تبصرہ جاری تھا۔ موضوع کو آثار آئمہ اور اقوال فقہاء سے مدلل و مبرہن کیا جا رہا تھا۔ اور دلچسپ لطائف' آسان مثالوں اور تاریخی واقعات کے ذریعہ موضوع کے مالہ و ماعلیہ واضح کیے جا رہے تھے' غرضیکہ ایک محدث و فقیہہ اور ایک محقق اپنے علوم و افکار کے انمول موتی بکھیر رہا تھا۔ اس کا طرز بیان اس قدر دلچسپ اور اچھوتا تھا کہ وقت کے تیزی کے ساتھ گزرنے کا احساس ہی نہیں رہا تھا' تقریباً اڑھائی گھنٹے بیت چکے تھے۔ لیکن تھکاوٹ و اکتاہٹ کے دور دور تک کہیں آثار موجود نہ تھے۔ اور یہ اطمینان دل میں پختہ ہوتا جا رہا تھا کہ اس نشست میں

حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب مدظلہ (اس وقت حضرت مولانا عبدالقدیرؒ صاحب حیات تھے) سے پائی ہے۔ اور یہ تربیت ونسبت اتنی پختہ اور ٹھوس ہے کہ انشاء اللہ العزیز کسی مقام پر بھی متزلزل نہ ہوگی۔ ماسٹر صاحب یہ نسبت و تربیت ذکر فرما رہے تھے اور میں سوچ رہا تھا کہ ہمارے والد محترم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ نے بھی تعلیم وتربیت کی اکثر منزلیں انہی سے طے کی ہیں۔ یہ بھی اپنا تخلص 'صفدر' رکھتے ہیں اور ہمارے والد محترم مدظلہ کا تخلص بھی یہی ہے۔ آفرین ہے اس استاد پر جس کی تعلیم وتربیت کے زیر اثر اس کا ایک شاگرد تحریری میدان میں مذاہب باطلہ کی صفیں الٹ رہا ہے۔ اور دوسرا شاگرد تقریری میدان میں اسلام دشمنوں کی نیندیں حرام کر رہا ہے۔

چھپا کر آستیں میں بجلیاں رکھی ہیں گردوں نے
عنادل باغ کے غافل نہ بیٹھیں آشیانوں میں

بھید جو کھل گیا

میں نے ماسٹر صاحب سے دوسرا سوال پوچھا کہ آپ اپنے ان میزبانوں کو جانتے ہیں جن کے پاس تین چار ماہ سے آپ تشریف لا رہے ہیں؟ فرمایا اس عقیدہ کے حوالہ سے تو میں ان کو نہیں جانتا۔ میں نے کہا وہ سب مماتی اور پچھری ہیں' ان کا چہرہ متفکر ہوگیا' اور کچھ دیر سوچ کر فرمایا' میں اب سمجھا ہوں کہ تمہاری آمد ان پر ناگوار کیوں گزری؟ اس وقت تو میں ان کی ناگواری کی وجہ سے آپ کو غیر مقلد سمجھا تھا' تمہارے تعارف کے بعد میں ان کی ناگواری کو ذاتی اختلافات پر محمول کیا' لیکن اب مجھے اس کی اصل وجہ سمجھ آئی ہے۔ پھر بڑے افسوس کے ساتھ فرمایا کہ میں کئی ماہ سے وہاں آرہا ہوں' لیکن ہر دفعہ سماعت کے لیے ان کی نفری انہی چند حضرات تک محدود ہوتی ہے۔ میں نے کئی بار ان سے کہا کہ میں اوکاڑہ سے ایک طویل سفر کرکے' اور سکول سے چھٹی لیکر یہاں آتا ہوں' صرف اس مقصد کے تحت کہ میرے پاس امانت کی صورت میں جو خداداد علم وفن موجود ہے اسے زیادہ سے زیادہ افراد کی طرف منتقل کردوں' لیکن آپ کے ہاں مسلسل حاضری صرف چند افراد ہی کی ہوتی ہے' اور صرف وہی استفادہ کے لیے موجود ہوتے ہیں' ہر بار ان کی طرف سے مجھے یہی ایک جواب ملا کہ ہم دعوت دیتے ہیں' لیکن بے حسی کی وجہ سے کوئی آتا ہی نہیں۔

میں نے عرض کیا کہ وہ لوگ انتہائی غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں' ہمیں ایک مرتبہ بھی انہوں نے دعوت نہیں دی۔ بلکہ اپنے اس ماہانہ پروگرام کی ہمیں انہوں نے ہوا بھی نہیں لگنے دی۔ اور ہمیں ایک غیر متعلقہ اور عام آدمی کے ذریعہ اس پروگرام کا علم ہوا۔ دراصل وہ پلاننگ کے تحت اپنے مخصوص گروہ کے چند افراد کو ہی استفادہ کا موقع دینا چاہتے ہیں۔ تاکہ اس میدان میں شہر کے اندر ہمیں ان کا احتیاج اور ان کی اپنی فنی برتری قائم ہوجائے' اس لیے وہ ہمارے حضرات کو اس سے محروم رکھنا چاہتے ہیں۔ ماسٹر صاحب کو اس بات کا دلی افسوس ہوا! میں نے کہا اب آئندہ پروگرام کے لیے انشاء اللہ العزیز میں دعوت دوں گا۔ آپ حاضری چیک کرلیں۔ اس کے ساتھ ہی ماسٹر صاحب نے ایک اور عجیب انکشاف فرمایا کہ میں ہر ماہ ان سے حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ کے ساتھ

حاضری دے کر میں نے کسی نقصان کا سودا نہیں کیا۔ بلکہ ایک ایسا گوہر نایاب ہاتھ آیا ہے جسے نہ پاسکنے کا دکھ شاید زندگی بھر ختم نہ ہوسکتا۔ نشست ختم ہونے کے بعد ملاقات کا دور چلا' اور حضرت والد محترم مدظلہ کے حوالہ سے ناچیز کا تعارف ہوا تو معزز بزرگ کی مسرت قابل دید تھی۔

مدرسہ نصرت العلوم میں حاضری

تعارفی ملاقات کے بعد کھانے وغیرہ سے فارغ ہوئے تو میں نے ماسٹر صاحب کو اپنے ساتھ مدرسہ نصرۃ العلوم چلنے کی دعوت دی جو انہوں نے انتہائی خندہ پیشانی سے قبول کرلی۔ چنانچہ میں ان کو ساتھ لے کر مدرسہ پہنچا چونکہ حضرت والد محترم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ حسب معمول اسباق سے فارغ ہوکر گکھڑ منڈی تشریف لے جاچکے تھے۔ اس لیے ان سے ماسٹر صاحب کی ملاقات نہ ہوسکی۔ البتہ عمی مکرم حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی مدظلہ (بانی ومہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ) اور برادر و استاذی المکرم حضرت مولانا عبدالقدوس خان قارن مدظلہ سمیت دیگر اساتذہ کرام سے تفصیلی ملاقات ہوئی۔ اس پہلی ہی ملاقات میں غیر مقلدیت اور قادیانیت کے علاوہ ماسٹر صاحب کے شخصی تعارف کے حوالہ سے متعدد مسائل وواقعات زیر بحث آئے تو تمام اساتذہ کرام ان کے وسیع مطالعہ' مضبوط طرز استدلال' اور ان کی متانت وذہانت سے بہت متاثر ہوئے۔ غرضیکہ فریقین اس باہمی ملاقات سے اس قدر مسرور تھے کہ پھر گوجرانوالہ میں ماسٹر صاحب کی ہر آمد پر یہ ذیلی نشست بھی باقاعدگی سے ہونے لگی۔

عقیدہ کی وضاحت

ماسٹر صاحب کی بے تکلفانہ طبیعت اور اپنے بچگانہ ولا اُبالی مزاج کی بناء پر چند گھنٹوں میں ہی میں تکلف کی بہت سی منزلیں طے کرکے ان کے ساتھ بہت حد تک بے تکلفی کی فضا پیدا کرچکا تھا۔ اساتذہ کرام سے ملاقات کے بعد ہمیں تنہائی کے چند لمحے میسر آئے تو میں نے اپنی عادت' اور ذہن میں موجود خطرات وخدشات سے مجبور ہوکر عقیدہ حیات النبیؐ کے بارہ میں ان سے سوال کردیا۔ ماسٹر صاحب کے چہرے پر مخصوص مسکراہٹ کچھ اور نکھر آئی اور فرمایا میں الحمدللہ سنی' دیوبندی ہوں' غیر مقلدیت کے خلاف برسرپیکار ہوں' اور ایسا کوئی بھی عقیدہ نہیں رکھتا جس میں دیوبندیت اور غیر مقلدیت کا ٹکراؤ موجود ہے۔ میرے نزدیک عقیدہ حیاۃ النبیؐ سے انکار بھی غیر مقلدیت کی پیداوار ہے۔ میرا اس بارہ میں عقیدہ وہی ہے جو "المہند علی المفند" میں موجود ہے۔ اور جس کی تفصیلی وضاحت آپ کے والد محترم حضرت شیخ الحدیث صاحب نے اپنی کتاب "تسکین الصدور" میں کی ہے۔ اور اسی کو الحمدللہ حق جانتا ہوں۔

دو صفدر' ایک استاد

اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ میں نے عقائد ونظریات کے حوالہ سے تربیت اور دیوبندیت کی طرف نسبت

ملاقات کا تقاضا کرتا رہا' لیکن ہر بار مجھے یہی جواب ملتا کہ وہ سفر پر ہیں یہاں موجود نہیں۔ اور میں اگلے ماہ ملاقات کی امید لیکر واپس چلا جاتا' اب یہ حقیقت کھلی ہے کہ مذہبی تعصب اور مسلکی اختلاف کی بناء پر وہ یہ ملاقات کرانا ہی نہیں چاہتے تھے۔

بڑے وثوق سے دنیا فریب دیتی ہے
بڑے خلوص سے ہم اعتبار کرتے ہیں

درخواست جو قبول ہوگئی

اسی منظر و پس منظر کے حوالہ سے میں نے درخواست پیش کردی کہ اگر آپ بخوشی اجازت مرحمت فرمائیں تو آئندہ کے لیے ماہانہ پروگرام کے سلسلہ میں آپ کی میزبانی کا شرف میں حاصل کرنا چاہتا ہوں' فرمایا میں خود یہی چاہتا ہوں' کیونکہ میں ارادہ کرچکا ہوں کہ آئندہ ماہ کے پروگرام پر تو حسب وعدہ میں ان کے پاس آؤں گا' اس کے بعد معذرت کردوں گا۔ اگر آپ اپنی ذمہ داری پر یہ پروگرام جاری رکھنا چاہتے ہیں تو میری طرف سے بخوشی اجازت ہے۔ چنانچہ یہ فیصلہ ہوگیا کہ آئندہ ماہ کا طے شدہ پروگرام تو حسب سابق اسی جگہ پر ہوگا۔ البتہ وہاں مستقبل کے مستقل پروگرام کا باضابطہ اعلان کردیا جائے گا' اس کے بعد ماسٹر صاحب واپس تشریف لے گئے' اور ان کے ساتھ صرف نصف دن کی یہ میری پہلی ملاقات میرے دل و دماغ پر وہ انمٹ نقوش چھوڑ گئی جو میری حیات مستعار کا ایک انمول اثاثہ ہیں۔ اس کے بعد گوجرانوالہ کی مجلسی نشستوں' تربیتی پروگراموں' اور عوامی اجتماعات سے لے کر جہلم' چکوال' ایبٹ آباد' سرگودھا' کراچی' شجاع آباد تک کے تبلیغی جلسوں' اور میانوالی جنڈانوالہ' دریا خان اور گجرات کے مناظروں تک مجھے ان کی رفاقت و معیت حاصل رہی۔

ترے ہوتے ہوئے آجاتی تھی ساری دنیا
آج تنہا ہوں تو کوئی نہیں آنے والا

باہمی مشاورت

آئندہ کے مستقل پروگرام کے سلسلہ میں' میں نے شہر کے متعدد احباب سے مشاورت شروع کردی' میری خواہش یہ تھی کہ اس کے لیے جامع مسجد شیرانوالہ باغ انتہائی مناسب ہے' اپنی مرکزیت کے حوالہ سے بھی' مختلف علاقوں سے تشریف لانے والے حضرات کے پہنچنے میں آسانی کے حوالہ سے بھی' اور سب سے بڑھ کر اس حوالہ سے کہ ماضی قریب میں یہ مرکز غیر مقلدیت کے "فتنہ ثنائیت" کی سرکوبی کے لیے بنیادی کردار ادا کر چکا تھا' مولانا ثناءاللہ امرتسری کے "اخبار اہل حدیث" امرتسر کے حنفیت کے خلاف شرانگیز مضامین کا زور اسی شیرانوالہ مسجد کے خطیب حضرت مولانا عبدالعزیز صاحبؒ نے اپنے اخبار "الہدی" کے ذریعہ توڑا' یہاں تک کہ فتنہ ثنائیت اپنی موت آپ مرگیا۔ احباب کی اکثریت نے میری اس خواہش سے اتفاق کیا۔ میں نے آخری مشورہ برادر مکرم حضرت مولانا علامہ زاہد الراشدی مدظلہ سے کیا' انہوں نے نہ صرف بحیثیت خطیب مسجد اس کی اجازت دیدی' بلکہ

اس پروگرام کی مستقل طور پر نگرانی و سرپرستی بھی قبول کرلی۔ اس کے بعد طے شدہ پروگرام کے مطابق میں نے آئندہ نشست کے لیے شہر اور ضلع کے جملہ علماء اور دینی مدارس کے ذی استعداد طلباء کو بکثرت دعوت نامے جاری کر دیئے۔ چنانچہ اس نشست میں سامعین کی بھرپور حاضری دیکھ کر ماسٹر صاحب بہت خوش ہوئے۔ نشست کے اختتام پر اعلان کردیا گیا کہ آئندہ سے یہ تربیتی نشست جامع مسجد شیرانوالہ باغ میں ہوگی۔

سازش جو ناکام ہوگئی

پرانے میزبانوں کے لیے یہ نئی صورت حال بڑی تشویشناک اور پریشان کن تھی۔ چنانچہ انہوں نے پہلے خود اپنی میٹنگ کی۔ اور پھر ماسٹر صاحب کو بھی اس میں شامل کرلیا۔ ایک طویل انتظار کے بعد میٹنگ کے شرکاء باہر آئے تو سب کے چہرے لٹکے ہوئے تھے۔ حسرت و بے چارگی ان کی آنکھوں سے صاف جھلک رہی تھی۔ جب کہ ماسٹر صاحب میری طرف دیکھ کر فاتحانہ انداز میں مسکرا رہے تھے۔ میرا خیال اس وقت یہی تھا کہ انہوں نے پروگرام کی جگہ تبدیل نہ کرنے پر اصرار کیا ہوگا' جسے ماسٹر صاحب نے قبول کرنے سے انکار کردیا ہوگا۔ لیکن ہم وہاں سے فارغ ہوکر نصرت العلوم کی طرف چلے تو راستہ میں ماسٹر صاحب نے میٹنگ کا ایجنڈا بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ لوگ میرے پاس جمعیۃ اشاعۃ التوحید کا فارم رکنیت لے کر آئے تھے کہ یہ فارم پر کردیں۔ میں نے ان سے کہا کہ اس جماعت کے ساتھ تو میرا اعتقادی اختلاف ہے' میں اس کا رکن کیسے بن سکتا ہوں؟ انہوں نے کہا کہ یہ فروعی اختلافات ہیں۔ آپ توحید و سنت کی دعوت و اشاعت کے لیے ہماری تنظیم کا فارم پر کردیں۔ میں نے کہا عقیدۂ حیات النبیؐ کا اختلاف فروعی نہیں اصولی ہے۔ جس کا تعلق اہلسنت والجماعت کے اجماع کے ساتھ ہے' اس لیے میں یہ فارم پر کرنے سے قاصر ہوں۔ ان کے اصرار میں شدت آئی تو میرے انکار میں سختی پیدا ہوتی چلی گئی اور میں مجلس سے اٹھ کر چلا آیا۔۔۔ میٹنگ کی یہ ساری کارگزاری سنانے کے بعد مجھے فرمایا کہ میں تمہارا انتہائی ممنون ہوں کہ تم نے مجھے ان کے چنگل سے جلدی نکال لیا' ورنہ خدا معلوم ان کے عزائم و مقاصد کیا تھے؟ نصرت العلوم کی اساتذہ کے ساتھ مختصر نشست کے بعد ہم طے شدہ پروگرام کے مطابق حضرت والد محترم مدظلہ سے ملاقات کے لیے گکھڑ منڈی روانہ ہوگئے۔ جہاں دونوں بزرگوں کے درمیان تقریباً ایک گھنٹہ تک ملاقات رہی۔

تبلیغی پروگرام اور غیر مقلدین کی بدحواسی

حسب پروگرام آئندہ سے تربیتی نشست' جامع مسجد شیرانوالہ باغ میں ہونے لگی۔ چونکہ ان دنوں غیر مقلدین نے پورے علاقہ میں حنفیت کے خلاف فتنہ برپا کر رکھا تھا' اور ان کی طرف سے مختلف عنوانات پر چیلنج بازیوں کا بازار گرم تھا' اس لیے ہم نے بھی باہمی مشاورت سے دن کی تربیتی نشست کے علاوہ رات کو مختلف مقامات پر تبلیغی و دعوتی پروگرام عوامی سطح پر منعقد کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ پروگرام شروع ہوئے تو ان خالص اصلاحی و دفاعی پروگراموں نے غیر مقلدین کی نیندیں حرام کردیں' اور وہ اس حد تک اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آئے کہ خفیہ خطوط کے ذریعہ ماسٹر صاحب کو قتل کی دھمکیاں ملنے لگیں۔ ہمارے پروگراموں میں ہلڑ بازیوں کی مذموم کوششیں کی

گئیں۔ یہاں تک کہ اوکاڑویؒ صاحب کی آرام گاہ سے باہر میں اپنے رفقاء سمیت ساری ساری رات مسلح پہرا دیتا اور پھر اپنے رفقاء مولانا عبید اللہ عامر وغیرہ سمیت انہیں لاہور تک چھوڑنے کے لیے جاتا۔ ان عوامی پروگراموں کے بڑے دوررس اثرات مرتب ہوئے اور غیر مقلدیت عوامی سطح پر پوری طرح بے نقاب ہوتی چلی گئی۔

ماسٹر یا مولانا؟

جوں جوں ماسٹر صاحب کے علمی وفکری جوہر ہم پر کھلتے گئے توں توں ان کے ساتھ ہمیں اپنے رویہ پہ ندامت محسوس ہوتی چلی گئی۔ کہ آج موضوع قسم کی روایات اور بے سروپا قصوں کی بنیاد پر تقریریں جھاڑنے والے پیشہ ور واعظ تو ہمارے ہاں مولانا اور علامہ فہامہ جیسے القابات سے نوازے جاتے ہیں اور ہماری بدقسمتی کا حال یہ ہے کہ جس شخص کے سامنے بڑے بڑے علماء زانوئے تلمذ تہہ کیے بیٹھے ہیں اور بڑے بڑے شیوخ اس کی نادر تحقیقات سے استفادہ کر رہے ہیں وہ ہمارے ہاں ماسٹر کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ جبکہ یہاں تو حضرت شیخ الہندؒ کے ساتھ دینی وسیاسی تعلق قائم ہونے اور ان کے رنگ میں رنگے جانے کی بناء پر محمد علی جوہرؒ شوکت علیؒ خان اور ظفر علیؒ خان جیسے سیاسی راہنماؤں کو بھی تاریخ مولانا کے لاحقہ سے یاد کرتی ہے حالانکہ تاریخ کا مبتدی طالب علم بھی جانتا ہے کہ وہ علم وفن کے روایتی اعتبار سے گروہ علماء میں ہرگز شامل نہ تھے۔ لہٰذا میں نے رفتہ رفتہ اشتہارات ولٹریچر سے ماسٹر کا لقب ختم کر کے اوکاڑویؒ صاحب کو مولانا کے لقب سے مشتہر کرنا شروع کر دیا بعض نازک وحاسد طبیعتوں کو میرا یہ طرز بڑا ناگوار گزرا۔ انہوں نے میری مخالفت شروع کر دی۔ لیکن بزرگ وسنجیدہ علماء کی طرف سے پذیرائی ملنے پر میں نے ان کی مخالفت کی پروانہ کی۔ کیونکہ۔

یاں دل میں خیال اور ہے واں مدنظر اور
ہے حال طبیعت کا ادھر اور ادھر اور

مولانا اوکاڑویؒ جہلم میں

مولانا مرحوم گوجرانوالہ کے ماہانہ پروگراموں میں مسلسل ولگاتار تشریف لا رہے تھے اتفاقاً انہی دنوں غیر مقلدین نے حسب عادت و پروگرام دیگر علاقوں کی طرح جہلم کی فضا بھی مکدر کر رکھی تھی حضرت جہلمی نور اللہ مرقدہ جو جہلم کے اندر تحریک مدح صحابہؓ کے علمبردار تھے اس صورت حال سے خاصے پریشان تھے کیونکہ وہ غیر مقلدین کے اس طرز عمل کو سنی مقاصد کے لیے نقصان دہ اور ''تبرائی تحریک'' کے مفاد میں سمجھتے تھے۔ اس لیے وہ اپنا مشن چھوڑ کر اس دنگل میں کودنے کے لیے تیار نہ تھے۔ لیکن غیر مقلدین کے پیشہ ور زبان درازوں نے انہیں اپنے امام کی عظمت اور اپنی فقہ کی صداقت کے تحفظ کے لیے اس میدان میں کودنے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ انہوں نے مجھے طلب کیا اور پوچھا کہ تمہارے پاس گوجرانوالہ میں اوکاڑہ سے ایک ماسٹر صاحب آتے ہیں ان کا مطالعہ غیر مقلدیت کے بارہ میں کیسا ہے؟ میں نے عرض کیا انتہائی وسیع اور قابل اطمینان انہوں نے پوچھا کہ عقیدہ حیات النبیؐ اور فسق یزید کے بارہ میں ان کے نظریات کیسے ہیں؟ میں نے کہا وہ بھی ٹھیک ہیں۔ پھر فرمایا کی پہلی فرصت میں

ان سے جہلم کے لیے وقت لے لو۔ چنانچہ حکم کی تعمیل میں میں نے مولانا مرحوم سے جہلم کے لیے تاریخ لے لی۔

حضرت جہلمیؒ کی اصول پسندی اور مولانا اوکاڑویؒ کا خراج تحسین

مقررہ تاریخ کو میں مولانا مرحوم کو لیکر جہلم پہنچا پروگرام شروع ہونے سے قبل حضرت جہلمیؒ مولانا مرحوم کو علیحدگی میں لے گئے دونوں بزرگ کچھ دیر کے بعد واپس تشریف لائے تو مولانا مرحوم کی آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھی اور حضرت جہلمیؒ کا چہرہ مسرت سے تمتما رہا تھا۔ پروگرام کے بعد واپسی کے دوران مولانا مرحوم نے فرمایا کہ حضرت جہلمیؒ نے علیحدگی میں مجھے فرمایا کہ مولانا یہ فتنوں کا دور ہے۔ اور ہم نظریاتی لوگ ہیں ہماری لڑائی بھی نظریاتی ہے۔ ہم ماضی میں انتہائی تلخ تجربات سے گزر چکے ہیں۔ اور کسی نئے تجربہ کے ہم متحمل نہیں۔ اس لیے اگر آپ ناراضگی نہ محسوس فرمائیں تو حیات النبیؐ اور یزیدیت کے بارہ میں اپنا عقیدہ تحریر کر کے اس پر دستخط کر دیں۔ میں نے اپنا عقیدہ تحریر کر کے اس پر دستخط کر دیئے۔

مولانا مرحوم واقعہ بیان فرما رہے تھے اور میری نگاہیں ان کے چہرے پر مرکوز تھیں۔ میرے دل میں یہ خدشہ بار بار انگڑائی لے رہا تھا کہ مولانا نے یہ بات محسوس نہ کر لی ہو کہیں وہ آئندہ جہلم آنے سے انکار نہ کر دیں میں ابھی اپنے خود ساختہ خدشات کے تحت مولانا مرحوم کی ذہنی کیفیت کا جائزہ ہی لے رہا تھا کہ مولانا نے انتہائی جذباتی و مسرت آمیز لہجہ میں فرمایا یا اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آج کے اس پرفتن دور کے اندر بھی ایسے نظریاتی لوگ موجود ہیں جو کسی قسم کی مصلحت کا شکار ہوئے بغیر صرف نظریہ کی بنیاد پر دوستی اور دشمنی کا معیار قائم رکھے ہوئے ہیں ... مولانا کے اس ایک جملہ نے میرے دل کا سارا بوجھ اتار دیا۔ اور میں یہ سوچ کر مولانا کی عظمت پہ دل وجان سے قربان ہو کر رہ گیا کہ اگر ان کی جگہ کوئی پیشہ ور خطیب روایتی واعظ یا محض رسمی مولوی ہوتا تو اس کا ردعمل کیا ہوتا؟ یقیناً اسے اپنی توہین وتنقیص پر محمول کرتا لیکن مولانا مرحوم تو روایتی ورسمی دنیا کے آدمی ہی نہ تھے۔

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

حضرت جہلمیؒ کا یہ اصولی طرز بھی درحقیقت محض ان کی شخصی سوچ کا نتیجہ نہ تھا بلکہ تحریک خدام اہل سنت والجماعت کی تنظیمی فکر اور جماعتی پالیسی کا حصہ تھا کیونکہ سابقہ تلخ تجربات کی بنیاد پر تحریک نے ہمیشہ محتاط طرز اختیار کرنے کا فیصلہ کر رکھا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ بعض کم فہم لوگ تحریک اور اس کے قائدین کو انتہاء پسندی اور تنگ نظری کا طعن دینے سے بھی گریز نہیں کرتے۔

تحریک خدام اہل سنت سے وابستگی

مولانا مرحوم کو تحریک خدام اہل سنت والجماعت کی یہ اصول پسندی اتنی پسند آئی اور وہ اس پر اس قدر فریفتہ ہوئے کہ مستقل طور پر اس میں شمولیت اختیار کر کے اسی سے تنظیمی وابستگی قائم کر لی۔ جو زندگی کے آخری لمحہ تک برقرار رہی۔ وہ اکثر وبیشتر فرمایا کرتے تھے کہ افکار ونظریات کے تحفظ کے لیے تنظیمی پالیسی کی صحیح سمت پر تعیین بہت

ضروری ہے۔ اگر تنظیمی پالیسی درست نہ ہو تو صحیح افکار بھی دیرپا نہیں رہ سکتے' بلکہ ان کے اندر نرمی پیدا ہوتے ہوئے خرابی پیدا ہونے لگتی ہے۔ اور ماضی و حال کے بے شمار ایسے واقعات ہمارے پیش نظر ہیں۔ میں تحریک خدام اہل سنت کو اسی لیے پسند کرتا ہوں کہ اس کی پالیسی کے اندر کسی قسم کی لچک نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے اس کے کارکنوں کے نظریات بھی ٹھوس اور غیر متزلزل ہیں۔

قائد اہل سنت سے بیعت

بیعت و طریقت کے سلسلہ میں مولانا مرحوم کا پہلا روحانی تعلق شیخ التفسیر حضرت امام احمد علی لاہوریؒ سے تھا۔ خود فرمایا کرتے تھے کہ حضرت لاہوریؒ سے بیعت کے بعد کسی بھی باطل کے مقابلہ میں مناظرہ و مباحثہ کے دوران کبھی میرے دل پر گھبراہٹ نہیں آئی۔ اور نہ کبھی ان کے روحانی فیوضات سے محروم رہا ہوں۔۔۔ حضرت لاہوریؒ کی رحلت کے بعد مولانا مرحوم نے قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ (بانی و امیر تحریک خدام اہل سنت والجماعت پاکستان و خلیفہ مجاز شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ) سے بیعت ہو گئے۔ قائد اہل سنت سے ان کا یہ روحانی تعلق تحریک خدام اہل سنت سے وابستگی کے بعد قائم ہوا' مرشد اول کی طرح وہ مرشد ثانی کے روحانی فیوضات کا بھی برملا اعتراف فرماتے تھے اس بیعت کے بعد وہ اپنے ہر نجی معاملہ میں بھی حضرت اقدس سے مشورہ ضروری خیال کرتے تھے۔ حتیٰ کہ حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ کی دعوت پر جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی جانے' ان کی وفات کے بعد بعض ناسازگار حالات کی وجہ سے واپس آنے اور مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہ کی دعوت پر جامعہ خیر المدارس ملتان میں تدریس کی ذمہ داری قبول کرنے وغیرہ کے تمام معاملات مرشد ثانی کی مشاورت سے طے پائے۔

قائدین تحریک کا مولانا پر اعتماد

یہ کائنات کا نظام فطرت ہے کہ زندگی کی گاڑی دو طرفہ اعتماد باہمی پر چلتی ہے۔ صرف یکطرفہ اعتماد سے ترقی کا سفر ناممکن ہے۔ اس نظام فطرت کے مطابق جس طرح مولانا مرحوم کو قائدین تحریک پر اعتماد کلی تھا' اسی طرح قائدین تحریک بھی مولانا مرحوم پر کامل بھروسہ رکھتے تھے۔ مولانا مرحوم خود فرمایا کرتے تھے کہ قائدین تحریک کے ساتھ وابستگی سے قبل میں غیر مقلدین کے خلاف تقریر کے لیے تقریباً ہر اسٹیج پر چلا جاتا تھا' لیکن ان بزرگوں سے تعلق کے بعد الحمدللہ مماتیوں اور یزیدیوں وغیرہ کے اسٹیج پر جانے سے حتمی گریز کرتا ہوں۔ اسی لیے قائدین تحریک کے مولانا مرحوم پر اعتماد کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے مولانا مرحوم کو مناظرہ کے لیے اپنا نمائندہ منتخب کر لیا۔

چنانچہ ۱۹۸۷ء میں جب دریا خان' نواں جنڈانوالہ' اور میانوالی وغیرہ علاقوں میں مسئلہ حیاۃ النبیؐ کے موضوع پر مناظروں کی فضا گرم تھی تو مولانا مرحوم ایک پروگرام کے سلسلہ میں میرے پاس تشریف لائے' تو پریشان دکھائی دیئے۔ پوچھنے پر فرمایا کہ مناظروں کی فضا گرم ہے' لیکن یہ مناظرے کھیل تماشہ بن گئے ہیں جن کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوتا' میری خواہش ہے کہ اب طے پانے والے مناظرے جماعتی بنیادوں پر ہوں' تاکہ ان کے بہتر اور مثبت نتائج سامنے آئیں۔ میں نے پوچھا یہ کیونکر ممکن ہے؟ فرمایا کہ ڈیرہ غازی خان کے مناظرہ میں مولوی [illegible] میدملتانی کی واضح شکست کے بعد جمعیۃ اشاعۃ التوحید نے اپنے دستور کے جدید ایڈیشن میں یہ شق شامل کر دی ہو کہ جماعت کا کوئی شخص صوبائی امیر کی تحریری اجازت کے بغیر کسی قسم کا مناظرہ نہ کر سکے گا۔

میں یہ چاہتا ہوں کہ اب جو مناظرے طے ہوں تو میں مدمقابل مناظر سے اس کے اس جماعتی دستور کی روشنی میں اس کے صوبائی امیر کی تحریری اجازت طلب کروں' لیکن' یہ بات کر کے مولانا کے چہرے پر فکرمندی کے آثار [illegible] اور نمایاں ہو گئے' میں نے پوچھا اس میں آپ کے لیے کیا پریشانی ہے؟ فرمایا اگر یہی مطالبہ اس نے مجھ سے کیا تو میں کیا کروں گا؟ میں نے پورے وثوق کے ساتھ کہا مولانا آپ اس بارہ میں بالکل پریشان نہ ہوں۔ قائدین تحریک آپ پر پورا بھروسہ رکھتے ہیں' بوقت ضرورت وہ آپ کو انشاء اللہ العزیز ہر قسم کی تحریر دیں گے' میرے اس جملہ سے مولانا مرحوم کے چہرے پر چھائے ہوئے پریشانی و مایوسی کے بادل چھٹتے چلے گئے۔

چنانچہ جب مولانا مرحوم نے حضرت قائد اہل سنت کی خدمت میں حاضر ہو کر مناظرہ کے سلسلہ میں درپیش مسائل کا تذکرہ کیا تو حضرت اقدس نے پورے اعتماد کے ساتھ فرمایا کہ مولانا آپ ہماری جماعت کے نمائندے ہیں۔ ہمیں آپ کے علم و فہم اور مناظرانہ فنی صلاحیتوں پر پورا بھروسہ ہے۔ آپ کا مدمقابل اگر اپنے مرکزی امیر کے اعتماد کی تحریر لائے گا تو اس کے مقابلہ میں میں آپ کو اپنی تحریر دوں گا۔ اور اگر وہ اپنے صوبائی امیر کی تحریر لائے گا تو ہم بھی آپ کو اپنے صوبائی امیر مولانا جہلمیؒ کی تحریر دیں گے۔ اور پھر پیش بندی کے طور پر حضرت جہلمیؒ کے دستخطوں سے ان کی دستی تحریر بایں مفہوم ان کو فراہم کر دی گئی کہ مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ مناظرہ کے اندر ہماری جماعت تحریک خدام اہل سنت و جماعت کے نمائندے ہیں۔ مناظرہ میں ان کی فتح ہماری فتح ہو گی' اور ان کی شکست ہماری شکست ہو گی' یہ تحریر لیکر مولانا مرحوم جب میرے پاس تشریف لائے تو ان کی آنکھوں میں تشکر و احسان کے آنسو تھے۔ مجھے انتہائی درد دل کے ساتھ فرمایا مولوی صاحب دعا کیجئے' اللہ مجھے بزرگوں کے اس اعتماد پر پورا اترنے کی توفیق بخشے' اور مجھے اپنے اکابر اور مسلک کے لیے ذلت و رسوائی کا ذریعہ نہ بنائے۔

یوں کون جانے دردِ محبت کو ناصحو
وہ جانے جس کو چوٹ ہو دل پہ لگی ہوئی

میری نسبت تلمذ

اگرچہ میں مولانا مرحوم کی شدید خواہش کے باوجود اپنی لاابالی طبیعت کی بناء پر بحث و مناظرہ کے اس میدان میں نہ اتر سکا' جس میں لانے کے لیے انہوں نے بہت محنت کی' لیکن مجھے اپنی تمام تر جہالتوں اور کوتاہیوں کے باوجود اس بات کا اعتراف ہے کہ مولانا مرحوم میرے ایک انتہائی شفیق و مہربان استاد تھے' اور مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میرے اساتذہ میں حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ' شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر' اور مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی جیسے جلیل القدر اکابر کے ساتھ مناظر اسلام

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ کا نام بھی شامل ہے' فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

استاذی المکرم مولانا اوکاڑوی مرحوم کی سیرت و سوانح کے حوالہ سے میں اپنی ذہنی یادداشتوں کو دو حصوں میں تقسیم کرنا چاہوں گا۔ پہلے حصہ میں ان کی شخصیت و کردار کے حوالہ سے بحث ہوگی۔ اور دوسرے حصہ میں ان کی علمی و تحقیقی خدمات کا تذکرہ ہوگا۔ انشاء اللہ العزیز۔

شخصیت۔۔۔و۔۔۔کردار

مولانا مرحوم کے ساتھ بیس سالہ رفاقت و معیت کے دوران میں نے ان کے اندر جو بے شمار خوبیاں اور کمالات دیکھے میرے لیے ان کا احاطہ ناممکن ہے۔ البتہ ان میں سے بعض اوصاف کا تذکرہ قارئین کے سامنے لانا چاہوں گا' شاید کہ:

یاد رکھو تو دل کے پاس ہیں ہم
بھول جاؤ تو فاصلے ہیں بہت

سادگی

پہلی ملاقات و زیارت کے حوالہ سے مولانا مرحوم کی سادگی کا اجمالی تذکرہ میں گزشتہ سطور میں کر چکا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ شخصیت و عظمت کے حوالہ سے ہمارے وسیع و عریض معاشرہ کے اندر ایسے سادہ مزاج شخص کی تلاش یقیناً بہت دشوار ہے۔ بدن پر سادہ سا دیہاتی لباس' سر پر کپڑے کی گول ٹوپی' پاؤں میں گرد سے اٹے ہوئے پرانے سے جوتے' اور ہاتھ میں کتابوں سے بھرا ہوا کپڑے کا سبزی والا تھیلا۔ اگر موسم سردی کا ہوتا تو اوڑھ کر سونے والا کھیس ان کے اوپر ہوتا' زندگی بھر یہی ان کا طرز رہا۔ متعدد بار ایسا ہوا کہ مسلسل اور طویل سفر کی وجہ سے لباس غبار آلود اور پسینہ کی وجہ سے میلا ہو چکا ہوتا۔ میرے پاس اسی حالت میں تشریف لاتے تو میں بے تکلفی کی بنا پر انہیں اپنا لباس پہنا کر ان کے کپڑے دھلواتا' انہیں اپنے لباس وغیرہ کی قطعاً کوئی فکر نہ ہوتی کہ وہ کس حالت میں ہے؟ اکثر میں نے انہیں اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ طویل سفر کے دوران ایک' دو جوڑے کپڑے ساتھ رکھ لیا کریں۔ لیکن ہر بار وہ مسکرا کے یہی فرماتے کہ کپڑوں کی بجائے میں کتابوں کا بوجھ اٹھانا زیادہ پسند کرتا ہوں۔ میں ان کے اس ذوق و شوق کے ہاتھوں لاچار ہو کر کہتا کہ پھر آپ کسی سے کہہ کر کپڑے دھلوا تو لیا کریں' فرماتے کہ یہ میرے مزاج کے خلاف ہے۔ البتہ شدید ضرورت پڑ جائے تو میزبانوں سے نظر بچا کر خود دھو لیتا ہوں۔ ان کی اسی سادگی کی وجہ سے عام لوگوں کے لیے پہلی بار ان کی شناخت مشکل ہو جاتی چنانچہ:

ایک دفعہ شدید گرمی کے موسم میں میرے پاس گوجرانوالہ تشریف لائے' دوپہر کا وقت تھا' آتے ہی فرمایا کہ میں نے غسل کرنا ہے' اور ساتھ ہی کھل کھلا کر ہنس پڑے۔ میں نے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو فرمایا کل میں فلاں مدرسہ میں پہلی بار تقریر کے لیے گیا۔ وہاں مجھے کوئی پہچانتا نہ تھا۔ میں مدرسہ کے دفتر میں جا کر بیٹھ گیا۔ مجھے دیکھ کر دفتر میں موجود ایک شخص' دوسرے سے کہنے لگا' ایک تو سفیروں نے بڑا تنگ کیا ہوا ہے۔ جب دیکھو چندہ مانگنے کے لیے آ جاتے ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ یہ بے چارے میرے کپڑے اور تھیلا دیکھ کر مجھے کسی مدرسہ کا سفیر سمجھ رہے ہیں۔ میں ان کی باتیں سن کر خاموش بیٹھا مسکراتا رہا' اچانک ان میں سے ایک کہنے لگا کہ آج اوکاڑہ سے مولوی امین صاحب آئیں گے' اور غیر مقلدین کی ایسی تیسی کریں گے۔ میں دل ہی دل میں یہ سوچ کر ہنستا رہا کہ یہ بے چارے اپنے دل میں خدا معلوم میری شخصیت کا کیا تصور لیے بیٹھے ہیں۔ پہلے تو میں نے ان کی گفتگو میں دخیل ہونا مناسب نہ سمجھا' لیکن میری تقریر کا مقررہ وقت بہت قریب تھا' اس لیے مجبوراً میں نے ان سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ میں نے غسل کرنا ہے۔ انہوں نے بڑی بیزاری سے جواب دیا کہ غسل کرنا ہے تو مسجد میں جاؤ۔ میں نے کہا بھائی میں بہت دور سے آیا ہوں' اور یہاں ناواقف و اجنبی ہوں۔ آپ غسل خانہ تک میری راہنمائی فرما دیں۔ انہوں نے طنزاً مجھ سے پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ میں نے کہا اوکاڑہ سے۔ اوکاڑہ کا نام سن کر وہ چونکے اور پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟ میں نے کہا محمد امین' پھر تو وہ اپنی گفتگو اور طرز عمل پر بہت پشیمان ہوئے اور معذرت کرنے لگے۔ اب میں نے آپ سے غسل کرنے کا ذکر کیا ہے تو مجھے وہ کل والا واقعہ یاد آ گیا۔ اس قسم کے متعدد واقعات مولانا مرحوم کو اکثر پیش آئے۔

مولانا مرحوم کی نماز جنازہ میں شرکت کے لیے جب ہم ان کے چک میں پہنچے تو کثیر تعداد میں علماء' طلباء وہاں موجود تھے اور ان کے کرب و بیقراری کو دیکھ کر ایک مقامی بزرگ نے اپنے تاثرات بایں الفاظ بیان کیے کہ اس شخص (مولانا مرحوم) نے ایک طویل عرصہ ہمارے ساتھ گاؤں میں گزارا' آدمی صاحب علم و پرہیزگار تھا لیکن اتنے علماء اس کے پیچھے ہوں گے یہ ہمارے وہم و گمان میں بھی نہ تھا' اس کے مقام و عظمت کو تو ہم نے آج پہچانا ہے۔ جب کئی کئی دنوں اور ہفتوں کے بعد وہ اپنا کپڑے کا تھیلا کتابوں سے بھرا ہوا لیکر چک میں واپس آتا تو ہم یہی سمجھتے کہ یہ کہیں ٹیوشن وغیرہ پڑھاتا ہوگا۔ یہ تو ہمیں آج پتہ چلا کہ یہ کسی مدرسہ میں علماء کو پڑھاتا تھا۔ یعنی مولانا مرحوم کی سادگی و سفید پوشی نے انہیں اپنے گاؤں کے افراد کی نگاہوں سے بھی اوجھل رکھا۔

رحم دلی

انسانی ناطوں کے حوالہ سے تو مولانا مرحوم کی رحم دلی کے بے شمار واقعات ہماری نگاہوں کے سامنے ہیں' لیکن گزشتہ دنوں مولانا جمیل الرحمٰن اختر نے مولانا مرحوم کی رحم دلی کا عجیب واقعہ سنایا' فرماتے ہیں کہ مولانا حافظ محمد ارشد فاضل پوری (گوجرانوالہ) نے بیان کیا کہ ایک دفعہ مولانا مرحوم میرے پاس جلہن تحصیل حافظ آباد تشریف لائے' پروگرام کے بعد مولانا کو رخصت کرنے کے لیے ہم سٹاپ پر کھڑے تھے۔ کہ اچانک ایک ٹرک آیا اور ایک کتا اس کی سائیڈ لگنے سے زخمی ہو گیا' مولانا مرحوم بھاگتے ہوئے گئے اور کتے کو گود میں اٹھا لیا' بھاگتے ہوئے قریبی ہوٹل پر گئے اور اس سے شیشہ کا گلاس لے کر اس کتے کو پانی پلایا۔ کتے کی حالت سنبھلی' تو اسے نیچے اتار دیا' اور گلاس پھینک کر اس کے پیسے اپنی گرہ سے ہوٹل والے کو دیئے۔ اس ایک واقعہ سے مولانا مرحوم کے رحم دلانہ

احساسات کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

ہم خود تراشتے ہیں منازل کے سنگ راہ
ہم وہ نہیں ہیں جن کو زمانہ بنا گیا

تحمل و بردباری

مجھے متعدد مناظروں اور مباحثوں میں مولانا مرحوم کی رفاقت و معیت حاصل رہی۔ وہ اپنے فریق مخالف کو غصہ اور اشتعال دلانے کی پوری صلاحیت رکھتے تھے۔ لیکن خود غصہ اور اشتعال میں آنا ان سے بہت بعید تھا۔ میں نے انہیں کبھی بھی کسی اعتراض یا کسی سوال کے جواب پر مشتعل ہوتے نہیں دیکھا۔ سوال و اعتراض کو پورے تحمل کے ساتھ سننا اور مسکرا کر اس کا مدلل و مسکت جواب دینا ان کی فطرت میں شامل تھا۔ سائل اور معترض کی ذہنی نفسیات کو اس کے الفاظ و انداز سے فوراً بھانپ لینا۔ اور اسے اسی کے پیش کردہ اصولوں کے مطابق جواب دینا ان کے حسن تدبر کا ادنیٰ کرشمہ تھا۔ کئی دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ معترض مولانا مرحوم کے دلائل کے سامنے بے بس ہو جانے کے بعد شخصی حملوں پر اتر آتا' یا دوران تقریر غلیظ گالیوں پر مشتمل رقعہ بازی شروع کر دیتا' لیکن مولانا مرحوم بڑے تحمل سے مسکرا کر فرماتے کہ مجھے گالیاں بے شک کچھ اور دے لو' لیکن میرے دلائل و سوالات کا جواب دیتے جاؤ۔ ایسے بے شمار افراد ہمارے مشاہدہ میں ہیں جو صرف مولانا مرحوم کے تحمل سے متاثر ہو کر گمراہی ترک کر کے راہ راست پر آ گئے۔

قوت حافظہ

مولانا مرحوم کو خدا تعالیٰ نے حافظہ بھی بلا کا دیا تھا' ہزاروں احادیث کے الفاظ' ان کے متفرق طرق اور ان کی مختلف سندیں ان کو ازبر تھیں' متعدد بار ایسا ہوا کہ کسی حدیث کے حوالہ سے کوئی اعتراض و سوال سامنے آیا تو مولانا مرحوم نے اس حدیث کے الفاظ' اس کے طرق' اس کے رواۃ' اور اس کے بارہ میں آثار و اقوال پر اس طرح بحث کی جیسے حدیث' اسماء الرجال' اور شروح حدیث کی تمام کتب بیک وقت ان کے سامنے کھلی پڑی ہوں۔ حتیٰ کہ اکثر اوقات کسی حدیث' اثر یا قول کے بارہ میں سوال پر اس کے حوالہ جات و ماخذ کی لائن لگا دیتے۔ ان کی کتب کے ایڈیشن کے حوالہ سے صفحہ تک کی نشاندہی فرما دیتے۔ گزشتہ صدیوں میں تو ایسے حافظہ کے بے شمار حضرات کی خبر ملتی ہے۔ لیکن ماضی قریب میں اسلاف اہل سنت دیوبند کے اندر محدث کبیر حضرت مولانا علامہ سید محمد انور شاہ کاشمیریؒ کا حافظہ ایک ضرب المثل کی حیثیت رکھتا ہے۔ مولانا مرحوم کے خداداد حافظہ کو علامہ کشمیریؒ کے حافظہ کا نعم البدل تو قرار نہیں دیا جاسکتا' البتہ ان کا بدل بلا مبالغہ تھا۔

حاضر جوابی

حاضر جوابی میں بھی مولانا مرحوم اپنا جواب آپ تھے۔ کوئی بڑے سے بڑا مسئلہ درپیش ہوتا تو آپ

فی البدیہہ ایسا جواب دیتے کہ سائل و معترض ششدر رہ جاتا۔ کم از کم میں نے انہیں کبھی کسی سوال و اعتراض پر پریشان یا فکر مند ہوتے نہیں دیکھا۔ اور نہ کبھی لاجواب ہوتے دیکھا اور پھر ان کا فی البدیہہ جواب اتنا جامع و مدلل ہوتا کہ متعصب و مکار معترض کے لیے بھی راہ فرار اختیار کرنے کے سوا چارہ نہ ہوتا۔ اور خالی الذہن و غیر متعصب معترض اپنا اعتراض واپس لینے اور مولانا کے جواب کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو جاتا۔

علمی گرفت

مناظرہ اور مباحثہ کے دوران مولانا مرحوم کی علمی و استدلالی گرفت بہت مضبوط اور شدید ہوتی۔ فریق مخالف کے لیے ہزار کوشش کے باوجود اس گرفت سے نکلنا ناممکن و محال ہوتا۔ بحث آیات قرآنیہ سے متعلق ہوتی یا احادیث نبویؐ سے' فقہی احکام سے متعلق ہوتی یا تاریخی واقعات سے مولانا مرحوم ٹھوس دلائل کے ساتھ فریق مخالف کے موقف و نظریہ کے ایسے بخئے ادھیڑتے کہ وہ اپنے ہی استدلالات میں الجھ کر رہ جاتا' بلکہ بسا اوقات مولانا مرحوم اسے ایسی ڈھیل دیتے کہ اسے ہوش اس وقت آتا جب وہ مولانا کے دلائل کے جال میں پوری طرح پھنس چکا ہوتا۔ مولانا کی اسی شدید گرفت کی وجہ سے کوئی مناظر دوسری بار مولانا کے سامنے آنے کی جسارت نہ کر سکا۔ گویا:

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرہء خوں نہ نکلا

علمی سخاوت

حضرت مولانا علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ سے کسی نے ان کے بے مثال حافظہ کا سبب دریافت کیا' تو انہوں نے فرمایا کہ میں استاد اور کتاب دونوں کا پورا پورا ادب ملحوظ رکھتا ہوں۔ الحمد للہ ان میں سے کسی کی بے ادبی کا مرتکب نہیں ہوتا۔ میں کتاب کو اپنے لیے کبھی بھی تکلیف نہیں دیتا' بلکہ خود کتاب کے لیے تکلیف اٹھانا اپنے لیے سعادت جانتا ہوں' کتاب کے بالائی حاشیہ کا مطالعہ کرنے کے لیے میں کتاب کو کبھی بھی اپنی طرف نہیں پھیرتا۔ بلکہ خود اپنی جگہ سے اٹھ کر دوسری جانب جا کے کتاب کا وہ حاشیہ دیکھتا ہوں (اصحاب علم بخوبی جانتے ہیں کہ عربی و فارسی کی طرز قدیم پر مطبوعہ اکثر کتب کے متون کے گرد تین اطراف میں حاشیہ ہوتا ہے' بسا اوقات اس کا فوقانی حاشیہ بایں طرز ہوتا ہے کہ اسے پڑھنے اور دیکھنے کے لیے کتاب الٹنی پڑتی ہے۔ لیکن علامہ کاشمیریؒ کتاب الٹنے کی بجائے اس کے احترام میں خود اپنی جگہ سے اٹھ کر حاشیہ کو ملاحظہ کرنے کے لیے دوسری جانب چلے جاتے) میرے فہم ناقص کے مطابق مولانا اوکاڑویؒ مرحوم (جو کہ بالواسطہ علامہ کاشمیریؒ ہی کے شاگرد تھے) کے وہبی علوم' علمی ترقی' ذہنی کشادگی' اور قوت حافظہ کا راز ان کی بے پناہ علمی سخاوت ہے' کیونکہ انہوں نے کبھی بھی اشاعت علم کے معاملہ میں بخل سے کام نہیں لیا۔ بلکہ اپنے تلامذہ کو اپنے پاس موجود ہر قسم کے دلائل و براہین سے مسلح کر دیا۔ حتیٰ کہ انہیں اپنی نگرانی و سرپرستی میں مختلف فتنوں کے مقابل مناظروں پر بھیج کر انہیں باقاعدہ تیار کیا اور ان کی پوری حوصلہ افزائی و پذیرائی فرمائی۔

مولانا مرحوم کی حیثیت فکر و علم کے اعتبار سے استدلالی میدان میں ایک عظیم کارخانہ اور فیکٹری کی سی تھی۔ جہاں قرآن وسنت اور اجماع وتواتر کی روشنی میں اجتہادی طرز پر ایسے عظیم الشان عقلی و نقلی دلائل تیار ہوتے کہ ہر باطل ان کے سامنے لرزہ براندام نظر آتا' بلکہ چیچہ وطنی والوں نے تو اس بارود سے ایسے خطرناک میزائل تیار کر لیے جنہوں نے قصر غیر مقلدیت کو ملبہ کا ڈھیر بنا دیا۔ مولانا مرحوم مختلف فتنوں کے مقابلہ میں دلائل کے اعتبار سے ایک اجتہادی شان رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنے شاگردوں کو بعینہ اسی طرح تیار کیا' جس طرح حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اپنے شاگردوں کو تیار کیا تھا' انہوں نے اپنے تلامذہ کو صرف اپنے تیار کردہ دلائل ہی فراہم نہیں کیے بلکہ انہیں فریق مخالف کی نفسیات کے مطابق انہی کے دلائل سے دلائل اخذ کرنے کا گر بھی سکھایا۔۔۔۔ مولانا مرحوم کی علمی سخاوت کا عالم یہ تھا کہ وہ اپنی ضروری یادداشت کے لیے لکھی گئی کاپیاں اور رجسٹر بھی مکمل طور پر فوٹو اسٹیٹ کے لیے اپنے شاگردوں کو دیدیتے۔ مولانا مرحوم کی اسی علمی سخاوت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر ان کے بعض خود غرض اور بدطینت قسم کے شاگرد دستی شہرت حاصل کرنے کے لیے مولانا کے خلاف چیلنج بازیوں پر اتر آئے۔ جن میں سرفہرست مولوی محمد یونس نعمانی ہے' جس نے فیصل آباد کے اندر مولانا مرحوم سے فن مناظرہ سیکھا' اور پھر مولانا کے خلاف مقابلہ میں نکل آیا۔ لیکن دنیا نے اس کی ذلت ورسوائی کا ایسا عبرت انگیز نظارہ دیکھا کہ میانوالی اور بھکر کے مناظروں میں اس کی شکست کے بعد اس کی جماعت نے بھی اسے دھتکار دیا۔

نہ گل اپنا' نہ خار اپنا' نہ ظالم باغباں اپنا
بنایا آہ کس گلشن میں ہم نے آشیاں اپنا

وسیع المطالعہ

مولانا مرحوم کو یہ خداداد کمال بھی حاصل تھا کہ برصغیر پاک و ہند کے اندر موجود ہر فتنہ کے بارہ میں ان کا مطالعہ اس قدر وسیع و مکمل تھا کہ جس وقت بھی کسی فتنہ کے خلاف بات کرنے کی ضرورت پیش آئی تو مولانا مرحوم کو اس طرح تیار پایا' جیسے ابھی اس فتنہ کے بارہ میں مطالعہ سے فارغ ہوئے ہوں۔ مجھے نہیں یاد کہ کبھی کسی ہنگامی ضرورت کے تحت ایسی صورت پیش آ گئی ہو اور مولانا نے تیاری کے لیے مطالعہ کی مہلت مانگی ہو' بلکہ اکثر و بیشتر ایسے مواقع بھی آئے کہ مولانا مرحوم کے پاس بحث کے لیے زیر بحث مسئلہ کا بنیادی لٹریچر بھی موجود نہ تھا' لیکن پھر بھی الحمدللہ مولانا مرحوم نے اس مسئلہ کی ایسی مدلل وضاحت فرمائی کہ فریق مخالف لاجواب ہو کر رہ گیا' اور بسا اوقات فریق مخالف کتابوں کا انبار لیکر اچانک حملہ آور ہو جاتا' لیکن مولانا مرحوم انہیں کی لائی ہوئی کتب سے ان کو ہاتھ لگائے بغیر اس طرح ان پر گرفت فرماتے کہ فریق مخالف مبہوت ہو کر رہ جاتا' عام طور پر ہمارے ہاں کے علماء مخصوص موضوع کے مطالعہ تک اپنے آپ کو محدود رکھتے ہیں۔ لیکن مولانا مرحوم کو اگر کسی نے عیسائیت کے خلاف لیکچر کے لیے بلایا تو آپ نے اس کا حق ادا کیا' اگر قادیانیت کے خلاف بلایا تو اس کے تار و پود کھول کر رکھ دیئے رافضیت و خارجیت کے خلاف دعوت دی تو اس کے مخفی گوشے اجاگر کر کے رکھدیئے۔ منکرین حدیث کے مقابلہ

میں طلب کیا تو ان کی پوری طرح نقاب کشائی کر دی۔ غرضیکہ ہر فتنہ اور موضوع پر ان کا مطالعہ اس قدر مکمل تھا کہ تمام اہل حق ان کے مطالعہ پر مکمل اعتماد کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ شعبان و رمضان کی سالانہ چھٹیوں کے دوران ملک بھر کے مختلف مدارس و مکاتب کے اندر مختلف عنوانات پر علماء اور طلباء کو مناظرانہ تیاری کراتے۔

سریع المطالعہ

وسیع المطالعہ ہونے کے ساتھ ساتھ مولانا مرحوم سریع المطالعہ بھی تھے۔ اکثر و بیشتر وہ میرے پاس جب تشریف لاتے تو میرا ذاتی کتب خانہ ضرور دیکھا کرتے' اور تھوڑی ہی دیر میں اپنے ذوق کی کتب علیحدہ کر کے مطالعہ میں مصروف ہو جاتے' مطالعہ کے دوران پوری توجہ سے گفتگو بھی فرماتے' میرے سوالات کے جوابات بھی دیتے۔ اس کے باوجود بہت تھوڑی دیر میں ان کتب کے مطالعہ سے فارغ بھی ہو جاتے' اس وقت میرا خیال یہی ہوتا کہ انہوں نے ان کتب پر سرسری نظر ڈالی ہے' لیکن جب بعد میں ان کتب پر میں ان کے حواشی ونشانات کا جائزہ لیتا تو پورے یقین کے ساتھ یہ اعتراف کرنا پڑتا کہ ان کا مطالعہ ادھورا اور نامکمل ہرگز نہ تھا۔ اپنی ہر آمد پر وہ کسی نئی کتاب کا سوال کرتے اور میں وہ کتب جو میرے ہاں پہلے سے ان کے مطالعہ میں نہ آئی ہوتیں ان کے حوالہ کر دیتا اور وہ بڑے خوش ہو کر اس کے مطالعہ میں لگ جاتے۔

ایک دفعہ ایک بچہ چند کتابیں ردی سمجھ کر مسجد میں چھوڑ گیا' میں نے وہ کتابیں اٹھائیں تو ان میں مشکوٰۃ شریف اور ہدایہ اولین کے علاوہ غیر مقلدین کی چند نایاب کتب بھی تھیں' جن میں خاص طور پر مولانا محمد حسین بٹالوی کے رسالہ اشاعۃ السنۃ کی جلد نمبر ۱۰ بھی شامل تھی' اس کے کچھ عرصہ بعد مولانا مرحوم میرے پاس تشریف لائے تو میں نے وہ کتب مطالعہ کے لیے دیں۔ مولانا بہت خوش ہوئے' اور تھوڑی دیر میں ہی انہوں نے ان کا مطالعہ فرمالیا' بٹالوی صاحب کے مذکورہ رسالہ میں جماعت اہل حدیث کی طرف سے حکومت برطانیہ کو وفاداری کا بھرپور یقین دلایا گیا ہے' اور ملکہ وکٹوریہ کے جشن جوبلی کے موقع پر جماعت اہل حدیث کی طرف سے جو ایڈریس پیش کیا گیا' جس میں صاف طور پر یہ اعلان کیا گیا کہ:

"ہم بڑے جوش سے دعا مانگتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ حضور والا کی حکومت کو اور بڑھائے اور تادیر حضور والا کا نگہبان رہے۔ تاکہ حضور والا کی رعایا کے تمام لوگ حضور کی وسیع حکومت میں امن اور تہذیب کی برکتوں سے فائدہ اٹھائیں۔"

بٹالوی صاحب کے مذکورہ رسالہ میں اس ایڈریس کو قرآن وحدیث کے موافق ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ چنانچہ اس کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے۔ فرماتے ہیں کہ:

"آزادی مذہبی جو اس سلطنت میں مسلمانوں کو حاصل ہے وہ بجائے خود ایک مستقل دلیل وجواز مسرت ہے۔ اس آزادی مذہبی کے نظر سے مسلمانوں کو اس حکومت پر اسی قدر مسرت لازم ہے' جس قدر ان کو اپنے مذہب کی مسرت و محبت ہے' خصوصاً گروہ اہل حدیث کو جن کو بجز اس

سلطنت کے اور کہیں ایسی آزادی حاصل نہیں ہے۔ (ص ۱۴)

یعنی ایک طرف مجاہدین حریت جہاد میں مصروف تھے اور دوسری طرف غیر مقلدین اقتدار برطانیہ کے ساتھ وفاداری کی پینگیں بڑھا رہے تھے۔ اور صرف اس لیے کہ دنیا کی یہ واحد گورنمنٹ تھی جہاں غیر مقلدین کو مذہبی آزادی حاصل تھی۔ باقی کسی جگہ انہیں یہ آزادی نصیب نہ تھی' نہ مکہ میں اور نہ مدینہ میں' بہر حال میں عرض یہ کر رہا تھا کہ مولانا مرحوم انتہائی سریع المطالعہ تھے۔ مشہور غیر مقلد عالم مولوی ابو عبداللہ غلام علی قصوری نے ۱۲۹۸ء ہجری میں تحقیق الکلام فی مسئلة البیعة و الالهام کے نام سے چھیاسٹھ صفحات پر مشتمل ایک کتاب لکھی جس میں بیعت والہام کی حقیقت و شرعی حیثیت سے انکار کیا گیا۔ اس کے دو سال بعد ۱۳۰۰ء میں ایک اور غیر مقلد عالم مولانا عبدالجبار غزنوی نے مولانا میاں نذیر حسین دہلوی اور مولانا محمد حسین بٹالوی کی تائید و تصدیق سے تقریباً پونے دو سو صفحات پر مشتمل ایک کتاب "اثبات الالهام والبیعة بادلة الکتاب والسنة" کے نام سے اس کے جواب میں لکھی۔ مولانا مرحوم نے ان دونوں کتابوں کا مطالعہ بھی میرے پاس کیا۔

زود نویس

مولانا مرحوم زود نویسی کا کمال بھی بدرجہ اتم رکھتے تھے۔ ان کی تحریرات (جو ان کے مضامین و مقالات کی صورت میں مجموعہ رسائل اور تجلیات صفدر کے نام سے منظر عام پر آ چکی ہیں۔ یا ان کے غیر مطبوعہ رجسٹروں اور کاپیوں میں مرتبہ مضامین و غیر مرتبہ حوالہ جات کی صورت میں موجود ہیں۔ یا ان کے انمول حواشی جو سینکڑوں کتب کے اندر پھیلے ہوئے ہیں' یا ان کے خطوط و مکاتیب جو اندرون و بیرون ملک کے ان گنت مقامات پر بکھرے ہوئے ہیں) کو اگر ان کی تدریسی' تبلیغی' اور سفری مصروفیات کے آئینہ میں دیکھا جائے تو یقین نہیں آتا کہ یہ واقعی ان کی تحریرات ہیں۔ لیکن ان تحریرات کے ایک ایک لفظ کا طرز و استدلال پکار پکار کر اس بات کی شہادت دے رہا ہے کہ میں مولانا مرحوم کے دست و قلم کا مرہون منت ہوں۔ کاش مولانا مرحوم کے تلامذہ میں سے کوئی صاحب ذوق و استعداد ان کے جمع شدہ حوالہ جات پر محنت کر کے انہیں ترتیب کے زیور سے آراستہ کر کے عوام کے افادہ کے لیے تیار کر سکے۔ تو یہ اس کا مسلک حقہ پر انتہائی احسان ہوگا۔

تیری عنایتوں کا مجھے اعتراف ہے
مجھ کو مری حیات کا مقصد بتا دیا

اخلاص و للّٰہیت

مولانا مرحوم کی شخصی خوبیوں میں سے ایک بے مثال خوبی یہ بھی تھی کہ وہ اپنے اکابر و اسلاف کے تقویٰ کا ایک مکمل اور جامع نمونہ تھے۔ اور انہیں دیکھ کر بلا مبالغہ اسلاف کی للّٰہیت کا عینی اعتقاد حاصل ہوتا تھا۔ ان کی پوری زندگی کے نشیب و فراز خلوص و للّٰہیت سے مزین تھے۔ اور ان کی مسلکی و علمی' دعوتی و تبلیغی' اصلاحی و تنقیدی ہر قسم کی خدمات خلوص و للّٰہیت پر مبنی تھیں۔ انہوں نے اپنی خدمات کو کبھی بھی مالی مفادات' شخصی اغراض' سیاسی شہرت یا تنقید

تنقید کا ذریعہ نہیں بنایا۔ بلکہ انہیں دینی و اخلاقی فریضہ کی حیثیت سے نبھایا۔ وہ رسمی پروٹوکول جیسے روایتی تکلفات سے بالکل بے نیاز تھے۔ وہ اپنی تمام تر عظمت کے باوجود کسی قسم کی وی آئی پی مراعات کے روادار نہ رہے۔ انہوں نے کھانے' پینے' بیٹھنے' سونے اور دیگر ضروریات کے جملہ معاملات میں ہمیشہ میزبان کی سہولت کو پیش نظر رکھا۔ اور کبھی بھی میزبان کو اپنے لیے کسی معاملہ میں تکلیف نہ دی۔ ایک دفعہ ایک پروگرام کے سلسلہ میں چکوال تشریف لائے تو رات دیر سے پہنچے (ان دنوں وہ کراچی میں قیام پذیر تھے) دفتر کے تمام ذمہ دار حضرات سو رہے تھے' مولانا مرحوم کسی کو جگائے بغیر مسجد میں چلے گئے' اور بغیر بستر کے ہی مسجد کے صحن میں سو گئے۔ اتفاقاً میں بھی اسی پروگرام کے سلسلہ میں رات کو وہیں تھا' صبح مجھے پتہ چلا تو مجھے انتہائی افسوس ہوا۔ میں نے کہا آپ نے دفتر میں سے کسی کو جگا کیوں نہ لیا؟ حسب عادت مسکرا کر کمال بے نیازی سے فرمایا کہ رات تھوڑی سی باقی تھی (تقریباً چار گھنٹے) موسم معتدل تھا' بستر کی کوئی ایسی ضرورت نہ تھی۔ اس لیے میں نے کسی کی نیند خراب کرنا مناسب نہ سمجھا۔

مسلک کے لیے جس حد تک ممکن ہو سکتا مولانا مرحوم ہر کسی کی معاونت و رہنمائی فرماتے۔ اپنی جیب سے خرچ کر کے مسلک کے تحفظ اور اپنے ہم مسلک حضرات کی نصرت و اعانت کے لیے پہنچتے۔ کبھی انہوں نے کسی جگہ سے کرایہ نہ ملنے یا کرایہ کم ملنے کی شکایت نہ کی۔ انہوں نے کبھی بھی دینی و تبلیغی امور میں اپنی خواہش نفس کو دخل انداز نہیں ہونے دیا۔ حتیٰ کہ مناظروں اور مباحثوں کے اندر بھی انہوں نے ہمیشہ نفس مسئلہ کو ہی دلائل و براہین کے ساتھ واضح و آشکار کرنے کی کوشش کی۔ کبھی اپنی شخصیت و حیثیت کو اجاگر و نمایاں کرنے یا فریق مخالف کی تضحیک و تنقیص کرنے کی بے جا کوشش نہیں کی۔ اور نہ کبھی مناظرہ کو فتح و شکست کا مقصد و ذریعہ بنایا۔ بلکہ ہمیشہ زیر بحث موضوع کو دلائل سے مبرہن کرنے کی طرف ہی توجہ دی۔ ملک کے ایک معروف اسکالر سے کسی آدمی نے اپنے ایک معروف مناظر و مفکر کے طرز مناظرہ اور مولانا مرحوم کے طرز مناظرہ کے درمیان فرق دریافت کیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ وہ مشہور مناظر' مناظرہ کے اندر اپنی بات منوانے کی کوشش کرتا ہے' جب کہ مولانا اوکاڑوی اپنی بات سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں' اور یہی ان کے خلوص و للّٰہیت کی بین دلیل ہے۔

حسن اخلاق

یہ ایک عالمگیر حقیقت ہے کہ نفرت و عداوت کے خاتمہ اور الفت و محبت کی اشاعت کے لیے حسن اخلاق ایک اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ اور یہی وہ تلوار ہے جو دشمن کی بجائے دشمنی کا گلا کاٹ کر معاشرہ کے اندر مستقل اجتماعی حیات کا سامان فراہم کرتی ہے۔ اور یہی چیز انسانی معاشرہ کی بنیادی ضرورت ہے۔ اس میدان میں بھی مولانا مرحوم ایک منفرد مقام کے حامل تھے۔ اور ان کا اخلاق ہم جیسے ناکاروں کے لیے ایک نمونہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ملک بھر کے اندر مولانا مرحوم کے ہزاروں شاگرد موجود ہیں' ایک طویل عرصہ تک میں اس خوش فہمی میں مبتلا رہا کہ مولانا کا جو تعلق و شفقت مجھے حاصل ہے وہ کسی اور کو میسر نہیں۔ لیکن ان کے دیگر تلامذہ سے جوں جوں ربط بڑھتا گیا ہر ایک کو ایسی ہی خوش فہمی میں مبتلا پایا۔ ہر ایک کا یہی دعویٰ تھا کہ مولانا مرحوم کا جو تعلق میرے ساتھ ہے

دوسرے اس سے محروم ہیں۔ میں دیانتداری کے ساتھ یہ سمجھتا ہوں کہ ہر شاگرد اپنے دعویٰ میں سچا تھا۔ کیونکہ مولانا مرحوم کا اپنے ہر شاگرد کے ساتھ سلوک انتہائی مشفقانہ اور طرز انتہائی بے تکلفانہ تھا۔ وہ اپنے شاگردوں کو صرف مسلکی جذبہ و عمل کی کسوٹی پر پرکھتے۔ اور اسی کے مطابق اس کے ساتھ سلوک روا رکھتے۔ چونکہ اپنے اپنے مقام پر ہر شاگرد مسلک کے لیے ایک ہمدردانہ جذبہ و عمل رکھتا تھا' اور اپنی استطاعت کے مطابق اس کے لیے سرگرم عمل تھا' اس لیے اس کے ساتھ مولانا مرحوم کا سلوک و رویہ بھی انتہائی مشفقانہ و سرپرستانہ تھا' لہٰذا اس رویہ کی بنا پر اس کا کسی خوش فہمی میں مبتلا ہونا بعید از قیاس نہ تھا۔ اور پھر مولانا مرحوم کے حسن اخلاق اور خوبی کردار کی اپنے تو اپنے' غیر بھی داد دیئے بغیر نہ رہ سکے۔

اکابر پر اعتماد

مولانا مرحوم کی مذکورہ خوبیاں اور کمالات اپنے مقام پر ناقابل فراموش ہیں' لیکن میرے ناقص علم و فہم کے مطابق ان کا سب سے بڑا کمال ان کی وہ نظریاتی استقامت ہے' جس پر قائم رہنے کے لیے مضبوط حوصلہ اور غیر متزلزل یقین کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہر ذی شعور اس حقیقت سے آشنا ہے کہ مخالفت اور مناظرہ کے میدان میں اترنے والے کسی بھی شخص کے لیے راہ اعتدال اور متوارث نظریہ پر قائم رہنا بڑا دشوار ہوتا ہے' کہیں نہ کہیں انسان راہ اعتدال سے ہٹ ہی جاتا ہے۔ مثلاً

رافضیت کی تبرائی تحریک نے جب اصحاب ثلاثہؓ اور سیدہ عائشہ صدیقہؓ کو اپنی تبرا بازی کا نشانہ بنالیا تو ردِ عمل میں خارجیت نے حضرت علیؓ حضرات حسنینؓ اور سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کے خلاف اپنی سب و شتم کی توپوں کے دہانے کھول دیئے۔ اور اہل سنت و جماعت کو ان دونوں محاذوں پر اپنے مسلک اعتدال کا تحفظ و دفاع کرنا پڑا۔

بریلویت نے جب اپنے عقیدہ حاضر و ناظر کی بنیاد پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر جگہ موجود ہونے اور ہر جگہ صلوٰۃ و سلام سننے کا نظریہ ایجاد کیا تو ردِ عمل میں مماتیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی حیات اور عند القبر سماع صلوٰۃ و سلام کا ہی سرے سے انکار کر دیا۔ اور اہل سنت و جماعت کو اپنے متواتر مسلک اعتدال کے تحفظ کے لیے ان دونوں فتنوں سے نبرد آزما ہونا پڑا۔

عیسائیت نے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت بے پدر کی بناء پر ان کو خدا کا بیٹا قرار دیدیا' تو ردعمل کے طور پر سرسید احمد خان وغیرہ حضرات نے سرے سے ان کی ولادت بے پدر کے قرآنی و حدیثی نظریہ سے ہی انکار کر دیا' اور اہل سنت و جماعت کو ان دونوں فتنوں کے خلاف میدان میں اترنا پڑا۔

غیر مقلدیت نے جب ائمہ مجتہدینؒ کی تعلیمات و تحقیقات کو مسترد کر کے ان کی تقلید کو شرک و بدعت قرار دیدیا تو اس کے ردِ عمل میں منکرین حدیث نے ائمہ محدثینؒ کی تمام کاوشوں کو عجمی سازش قرار دے کر ان کی جمع شدہ احادیث کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اہل سنت و جماعت کو دونوں کے خلاف سرگرم عمل ہونا پڑا۔ غرضیکہ اختلاف و مناظرہ کے دوران راہ اعتدال پر قائم رہنا جتنا ضروری ہے اتنا دشوار بھی ہے۔ لیکن مولانا مرحوم تمام فتنوں کے

خلاف قلمی و لسانی جنگ میں اہل سنت و جماعت کے متواتر و متوارث مسلک اعتدال پر پوری طرح قائم رہے' اور اس کے لیے انہیں اسلاف دیوبند کی تحقیقات پر بھرپور اعتماد تھا۔ مسئلہ احکامات قرآنیہ سے متعلق ہو یا احادیث نبویہ سے' اس کا ماخذ فقہ ہو یا تاریخ وہ اس میں اپنے اکابر کی تحقیقات و تعلیمات کو ہی حرف آخر جانتے تھے۔ اور ان سے سرمو انحراف و انکار کے روادار نہ تھے۔ بدقسمتی سے دیوبندیت کے اندر بعض ایسے فتنے پیدا ہو گئے جن کا دعویٰ یہ ہے کہ اکابر دیوبند کی علمی و دینی خدمات بے پناہ ہیں۔ لیکن بعض مقامات پر ان کی اجتماعی تحقیق نے بری طرح ٹھوکر کھائی ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ مثلاً۔

منکرین حیات الانبیاء" کا دعویٰ ہے کہ باقی تمام مسائل میں اکابر دیوبند کی تحقیقات قابل اعتماد و قابل تقلید ہیں۔ لیکن عقیدہ حیات الانبیاء" عند القبر سماع انبیاء" مسئلہ توسل' سماع موتیٰ' اور عذاب و ثواب قبر وغیرہ مسائل میں انہوں نے قرآن فہمی اور حدیث فہمی کے معاملہ میں اجتماعی لغزش کا ارتکاب کیا ہے۔ حامیان یزید کا دعویٰ ہے کہ قرآنی' حدیثی اور فقہی تعلیمات میں تو اسلاف دیوبند کی تحقیقات بالکل بے غبار اور ہر شک و شبہ سے بالاتر ہیں۔ لیکن تاریخ میں ان کا مطالعہ ناقص و کمزور ہونے کی بناء پر وہ تاریخی واقعات کی تحقیق میں بعض مقامات پر اجتماعی غلطی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ مولانا مرحوم اس قسم کے تمام فتنوں کے لیے ایک برہنہ شمشیر تھے۔ اور مسلک دیوبند کا تحفظ و دفاع اپنے لیے فرض خیال کرتے تھے۔ وہ جہاں اسلاف دیوبند کی تحقیقات پر اعتماد کرتے تھے' وہاں ان تحقیقات کی ترجمانی کے لیے امام اہل سنت شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ اور قائد اہلسنت وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین مدظلہ پر مکمل اعتماد کرتے تھے۔ اور اپنے تمام شاگردوں کو ان کی کتب و مضامین کے بار بار مطالعہ کی تاکید کرتے تھے۔

ہر نظر بس اپنی اپنی روشنی تک جا سکی
ہر کسی نے اپنے اپنے ظرف تک پایا مجھے

مولانا اوکاڑویؒ کے علوم کسبی نہیں وہبی ہیں! مولانا عبیداللہ انورؒ

جن دنوں مولانا مرحوم میرے پاس ماہانہ پروگرام کے سلسلہ میں گوجرانوالہ تشریف لاتے تھے' ان دنوں جمعیۃ علماء اسلام دو حصوں میں تقسیم تھی۔ ایک حصہ کی قیادت حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ اور حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ کے ہاتھ میں تھی' جب کہ دوسرے دھڑے کے لیڈر مولانا فضل الرحمٰن تھے۔ دونوں دھڑوں کے درمیان حصول قیادت کی کشمکش عروج پر تھی۔ اسی اختلاف کے حوالہ سے مولانا عبیداللہ انورؒ نے ملک بھر کے علماء سے انفرادی ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔ چونکہ ان دنوں میرا تعلق بھی جمعیۃ کے درخواستی" گروپ کے ساتھ تھا۔ اس لیے حضرت انورؒ نے برادر مکرم مولانا زاہد الراشدی کے ذریعہ مجھے پیغام بھیجا کہ گوجرانوالہ کے آئندہ تبلیغی پروگرام پر مولانا اوکاڑویؒ کو لیکر میرے پاس آؤ۔ اور شام کا کھانا میرے ساتھ کھانا ہے۔

میں اگلے ماہ حسب حکم مولانا مرحوم کو ساتھ لے کر حضرت انورؒ کی خدمت میں لاہور حاضر ہوا۔ نماز عشاء ہم

نے جامع مسجد شیرانوالہ میں ادا کی۔ نماز کے بعد حضرت انورؒ کے حکم پر مولانا مرحوم نے مسئلہ تقلید اور مقام امام اعظم ابوحنیفہؒ پر تقریباً ایک گھنٹہ درس دیا۔ اور اس کے بعد ہم مدرسہ قاسم العلوم اندرون شیرانوالہ گیٹ چلے گئے' جہاں حضرت انورؒ سے ملاقات کرنا تھی۔ ہم نے حضرت انورؒ کے ساتھ بیٹھ کر پرتکلف کھانا تناول کیا اور اس کے بعد دونوں بزرگوں کے درمیان حضرت امام لاہوریؒ کی شخصیت و خدمات کے حوالہ سے گفتگو کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہوگیا۔ موسم سرما کی طویل راتیں' گفتگو کا دائرہ پھیلتا چلا گیا' اور سحری تک ان گنت عنوانات زیر بحث آ چکے تھے' میں محفل کا تنہاء ولاشریک سامع کسی قسم کی تھکاوٹ و بیزاری محسوس کیے بغیر اس طویل گفتگو سے پوری طرح محظوظ و لطف اندوز ہوتا رہا' گفتگو کی طوالت میری توقع کے سراسر خلاف تھی' لیکن اس کی دلچسپیاں اسے روکنے اور ٹوکنے کی راہ میں حائل تھیں۔ بالآخر وقت جب اس نازک موڑ پر پہنچ گیا کہ مزید تاخیر مولانا مرحوم کے لیے نقصان دہ ثابت ہوسکتی تھی' کیونکہ انہوں نے اپنی سکول ڈیوٹی پر بہر حال پہنچنا تھا۔ تو میں نے حضرت انورؒ سے عرض کیا کہ انہوں نے اپنی ڈیوٹی پر بھی حاضری دینی ہے۔ حضرت انورؒ یہ سن کر اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے دونوں صاحبزدگان (میاں محمد اجمل قادری اور ڈاکٹر میاں محمد اکمل) کو بلایا' اور انہیں گاڑی پر ہمیں بس اسٹینڈ تک چھوڑنے کا حکم دیا' ہم باہر نکلے تو حضرت انورؒ نے مجھے روک کر فرمایا' اس شخص کی قدر کرو' اس کے علوم کسبی نہیں وہبی ہیں۔ بلکہ انتہائی افسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھ سے سخت غلطی ہوئی کہ میں اس رات کی گفتگو ریکارڈ نہیں کرا سکا۔ ہم وہاں سے تو رخصت ہوئے' لیکن حضرت انورؒ کے آخری ریمارکس میرے قلب پر نقش ہو کر رہ گئے' اور اس کے بعد تو میں ان کی واقعاتی حیثیت کا مشاہدہ متعدد بار کر چکا ہوں۔

ابر' شفق' مہتاب' ستارے' بجلی' نغمے' شبنم' پھول
اس دامن میں کیا کیا کچھ ہے ہاتھ وہ دامن آئے تو

خواب میں زیارتِ نبویؐ

علم و تحقیق کے حوالہ سے پہروں بے تکان و مسلسل بولنے والے مولانا مرحوم' اپنی ذات و شخصیت کے حوالہ سے ہمیشہ خاموش رہے۔ جب بھی ان سے ان کی ذات و شخصیت سے متعلق سوال کیا گیا وہ بڑے ڈرامائی و حکیمانہ انداز سے ٹال گئے۔ حتیٰ کہ بسا اوقات ان سے اس موضوع پر کچھ کہلوانے کے لیے ہمیں بھی اپنے فن آزمانے پڑتے۔ لیکن اکثر و بیشتر مولانا مرحوم کے حسن تدبر کے سامنے وہ بھی بے جان ثابت ہوتے۔ ایک دفعہ مولانا مرحوم حسب پروگرام تشریف لائے تو انتہائی خوشگوار موڈ میں تھے' میں نے موقع غنیمت جانتے ہوئے دوران گفتگو سوال کر دیا کہ کیا خواب میں کبھی آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بھی ہوئی؟ میرے اس اچانک اور غیر متوقع سوال پر مولانا کے چہرے کی مسکراہٹ یکلخت بجھ سی گئی' اور انہوں نے حسب عادت موضوع بدلنے کی کوشش کی۔ مولانا مرحوم کے عدم انکار کی بناء پر مجھے شبہ ہوا کہ میرا سوال بے فائدہ و بے مقصد نہیں ہے۔ لہٰذا میں نے بھی جواب لینے کا تہیہ کر لیا۔ اور اپنا سوال پھر دہرایا' وہ پھر ٹال گئے۔ نہ اقرار نہ انکار۔ بالآخر میری ضد اور شدید اصرار کے سامنے مولانا مرحوم ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئے۔ اور بادل نخواستہ فرمایا ہاں! میں نے خواب کی تفصیلات دریافت کیں تو فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور اردگرد صحابہ کرامؓ بھی موجود ہیں۔ میں حاضر خدمت ہوا اور آپؐ سے مصافحہ کیا۔ آپؐ نے میرے ساتھ مصافحہ فرما کر میرا ہاتھ فوراً حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ میں دیدیا۔

وہ مجھ سے ہوئے ہم کلام اللہ اللہ
کہاں میں' کہاں یہ مقام اللہ اللہ

دست صدیقیؓ کی حکمت

میں نے اپنی جگہ اس بات پر مسلسل غور کیا کہ دیگر صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں مولانا مرحوم کا ہاتھ دست صدیقیؓ میں دینے کی حکمت کیا ہے؟ مولانا مرحوم کی زندگی کا جائزہ لینے کے بعد مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ مولانا مرحوم کے علمی و فکری کارنامے عہد صدیقیؓ کے واقعات سے بہت حد تک مطابقت رکھتے ہیں' اور یقیناً یہ اسی دست صدیقیؓ کی برکات ہیں۔ رحلت پیغمبرؐ کے بعد خلیفہ بلافصل سیدنا صدیق اکبرؓ نے بیک وقت مختلف محاذوں پر جس طرح دشمنان اسلام کا مقابلہ کیا۔ بعینہ اسی طرح دست صدیقیؓ کی برکت سے مولانا مرحوم نے بھی بیک وقت متعدد محاذوں پر عظمت اسلام کی جنگ لڑی۔ اور ان لڑائیوں کے اندر مولانا مرحوم کی جرأت و استقامت میں صدیق اکبرؓ کی جرأت و استقامت کا مکمل پرتو نظر آتا ہے۔ جن محاذوں پر صدیق اکبرؓ نے جنگ لڑی۔ انہی محاذوں کے لیے خدا تعالیٰ نے مولانا مرحوم کو منتخب فرمایا۔ فرق صرف اتنا تھا صدیق اکبرؓ نے بحیثیت خلیفہ و حکمران جہاد بالسیف فرمایا' جب کہ مولانا مرحوم نے بحیثیت عالم و محقق جہاد باللسان و بالقلم فرمایا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنے عہد خلافت میں جن چار فکری محاذوں پر جنگ لڑی ان کا اجمالی تذکرہ کچھ یوں ہے:

پہلا محاذ: عیسائیت : ان میں سے پہلا محاذ عیسائیت کا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں رومی عیسائیوں کے خلاف حضرت اسامہؓ بن زیدؓ کی قیادت میں ایک لشکر ترتیب دیا' جو آپ کے سفر آخرت کی وجہ سے آپ کی تدفین تک مدینہ منورہ میں ہی رک گیا' حضرت صدیق اکبرؓ نے بار خلافت اٹھانے کے بعد وہ لشکر فوراً روانہ کیا۔ گویا آپ کا پہلا محاذ عیسائیت کے خلاف تھا۔ دست صدیقیؓ کی برکت سے مولانا مرحوم کا بھی پہلا محاذ عیسائیت کے خلاف تھا' جیسا کہ اس کی تفصیلات آئندہ سطور میں آ رہی ہیں۔

دوسرا محاذ: منکرین ختم نبوت : صدیق اکبرؓ نے دوسرا محاذ ان قوتوں کے خلاف قائم کیا جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا انکار کر کے خود نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ جن میں مسیلمہ کذاب' اسود عنسی اور سجاح بنت حارث شامل تھے۔ صدیق اکبرؓ نے ان کے خلاف پوری جنگی قوت استعمال کی اور عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ کیا۔ دست صدیقیؓ کی برکت سے مولانا مرحوم کا بھی دوسرا محاذ منکرین ختم نبوت یعنی قادیانیت کے خلاف تھا۔ اس کی تفصیلات بھی آئندہ اوراق میں آ رہی ہیں۔

تیسرا محاذ: تارکین زکوٰۃ : صدیق اکبرؓ کا تیسرا محاذ منکرین زکوٰۃ کے خلاف تھا۔ یہ دراصل صرف

انکار زکوٰۃ کا فتنہ نہ تھا' بلکہ یہ سنت کو ترک کر کے ڈائریکٹ قرآن فہمی کا فتنہ تھا۔ کیونکہ انکار زکوٰۃ کے لیے ان کا ستدلال براہ راست قرآن سے تھا۔ چنانچہ ان کا دعویٰ تھا کہ قرآن پاک نے خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً کے الفاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ آپ لوگوں سے زکوٰۃ وصدقات وصول کریں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے' یعنی زکوٰۃ وصول کرنے والا دنیا سے رخصت ہوگیا تو حکم زکوٰۃ بھی منسوخ ہوگیا' لہٰذا ہم زکوٰۃ ادا نہ کریں گے۔ بلاواسطہ قرآن فہمی کی اس تحریک سے آنے والے وقت میں بے شمار مشکلات پیدا ہونے کا اندیشہ تھا۔ اس لیے صدیق اکبرؓ نے فی الفور اس کا سدباب کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ اور اس کے خلاف فوجی قوت استعمال کر کے اسے زکوٰۃ کی ادائیگی پر مجبور کر دیا۔ عصر حاضر میں بھی جب سنت واجماع اور تواتر کو ترک کر کے ڈائریکٹ قرآن فہمی کے فتنے اٹھنے لگے تو دست صدیقؓ کی برکات سے مولانا مرحوم ان کے خلاف سینہ سپر ہوگئے۔ منکرین حدیث' منکرین حیات الانبیاءؑ وغیرہم تمام فتنوں کی بنیاد یہی ڈائریکٹ قرآن فہمی کی فکر فاسد ہے۔ اس کی تفصیلات بھی آئندہ اوراق میں ملاحظہ فرمائیے:

چوتھا محاذ: فتنہ ارتداد: حضرت صدیق اکبرؓ کا چوتھا محاذ ان لوگوں کے خلاف تھا جنہوں نے دامن اسلام سے نکل کر ارتداد اختیار کرلیا۔ ان مرتدین کے خلاف صدیق اکبرؓ نے پوری عسکری قوت استعمال کی' جب تک کہ وہ دامن اسلام میں واپس نہ لوٹ آئے۔ دست صدیقؓ کی برکت سے مولانا مرحوم نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ باب ارتداد (یعنی ترک تقلید) بند کرنے میں صرف کیا۔ اور اپنی تمام فکری وعملی توانائیاں بروئے کار لا کر اس کے آگے ایسے بندھن باندھ دیئے کہ لاکھوں مسلمانوں کا ایمان وایقان محفوظ ہوگیا۔ اس کی تفصیلات بھی آئندہ اوراق میں ملاحظہ فرمائیے۔

ہمیں سے رنگ گلستاں' ہمیں سے رنگ بہار
ہمیں کو نظم گلستاں پہ اختیار نہیں

علمی وتحقیقی۔۔۔۔خدمات

مولانا مرحوم علم کے حوالہ سے محدثانہ اور تحقیق کے میدان میں مجتہدانہ مقام رکھتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے انہیں اپنے خزانہ قدرت سے وہ صلاحیتیں عطا فرمائیں جو عصر حاضر میں کسی فرد واحد کے اندر یکجا تلاش کرنا اگر ناممکن نہیں تو دشوار یقیناً ہے۔ وہ علم وتحقیق' فہم وفراست اور دلائل وبراہین کے ہتھیاروں سے اس طرح مسلح تھے کہ جو مخالف ایک بار مناظرہ میں سامنے آیا دوبارہ سامنے آنے کی جسارت نہ کرسکا۔ انہوں نے کسی مناظرہ کے اندر کبھی بھی پیشہ ور مناظر کی طرح اپنے مناظرانہ اصول تبدیل نہیں کیے۔ بلکہ مسلمہ اصولوں کے تحت ہی ہر دشمن کا مقابلہ کیا۔ بلکہ اکثر وبیشتر فریق مخالف کے پیش کردہ اصولوں کے ذریعہ ہی اسے ساکت ولاجواب کر دیا' یہی مولانا مرحوم کی کامیابی اور عظمت کا بنیادی راز تھا' اور اس کا اعتراف مولانا مرحوم کے بدترین مخالفین بھی کرتے ہیں۔

حقانیت مذہب اہل سنت وجماعت

مولانا مرحوم کی فکری وتحقیقی بنیاد تمام فتنوں کے مقابلہ میں صرف اور صرف مذہب اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد ونظریات تھے۔ اور تمام فرق باطلہ کے مقابلہ میں سُنی مذہب کی حقانیت وصداقت ثابت کرنے کے لیے ان کا طرز استدلال بھی انتہائی سادہ اور مؤثر تھا۔ وہ ہمیشہ یہی فرمایا کرتے تھے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اپنی نبویؐ تعلیمات کے علاوہ عملی نمونہ کے طور پر جماعت صحابہؓ بھی دی ہے۔ لہٰذا جس طرح قرآنی تعلیمات کا عملی نمونہ آنحضرت ﷺ کی ذات مبارکہ ہے' اسی طرح نبویؐ تعلیمات یعنی سنت کا عملی نمونہ صحابہ کرامؓ ہیں۔ ان کے بغیر سنت نبویؐ پر عمل کرنے کا تصور ہی ادھورا وناممکل ہے۔ اس اعتبار سے سنت نبوی کو جماعت صحابہؓ کے عملی نمونہ کے حوالہ سے ماننے والا گروہ ہی برحق ہوسکتا ہے۔ اور وہ صرف اہل سنت وجماعت کا گروہ ہے۔ کیونکہ صرف اسی کے نام میں سنت وجماعت کی محبت واشاعت آشکار ہے۔ اور اسی کے نام میں نبویؐ تعلیمات کے حوالہ سے لفظ سنت اور عمل صحابہؓ کے حوالہ سے لفظ جماعت شامل ہے۔ یعنی اہل سنت وجماعت' سنت نبویؐ اور جماعت صحابہؓ والے ان کے علاوہ ہر گروہ جماعت صحابہ کو اعتقاداً یا عملاً نظر انداز کر کے بلاواسطہ صحابہؓ قرآن وسنت تک پہنچنے کی ناکام ومذموم کوشش کرنے والا ہے۔ مثلاً

روافض تو اپنے قدیم وجدید لٹریچر کے ذریعہ چند صحابہ کرامؓ کے سوا باقی تمام صحابہ کرامؓ کے ایمان وایقان سے العیاذ باللہ تعالیٰ انکاری ہیں۔ لہٰذا وہ تو جماعت صحابہؓ کو بالاعتقاد نظر انداز کرنے والے ہیں۔ زمانہ قدیم میں معتزلہ' خوارج' جبریہ اور قدریہ وغیرہ تمام مذاہب باطلہ بھی بلاواسطہ صحابہؓ ڈائریکٹ قرآن فہمی کا اعتقاد رکھنے والے تھے۔ عصر حاضر میں منکرین حدیث کے تمام طبقات (نیچری' چکڑالوی' پرویزی' اور خاکساری وغیرہ) بھی قرآنی علوم تک بلاواسطہ صحابہؓ ڈائریکٹ رسائی کا جذبہ ویقین رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ خود کو اہل قرآن کہتے ہیں اہل قرآن وجماعت نہیں کہتے۔۔۔۔ بعینہٖ اسی طرح عصر حاضر کے منکرین تقلید بھی جماعت صحابہؓ کے واسطہ کے بغیر عمل بالحدیث کے مدعی ہیں۔ اسی لیے وہ اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں۔ اہل حدیث وجماعت نہیں کہتے۔۔۔۔ اور یہی ان تمام گروہوں کے ناحق ہونے کی بین دلیل ہے۔

ہماری وضع داری ہے جو ہم خاموش ہیں ورنہ
یہ رہزن ہیں جنہیں ہم رہبر منزل سمجھتے ہیں

ہماری پوری نسبت

مولانا مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے ہم مسلک حضرات کی مناظرانہ اصولوں سے ناواقفیت اور سادگی کی

وجہ سے بوقت مناظرہ مخالفین ان سے اپنی مرضی و پسند کی نسبت لکھوا کر عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں' مثلاً غیر مقلدین حضرات بوقت مناظرہ اپنی نسبت اہل حدیث لکھتے ہیں اور ہمارے نسبت حنفی یعنی اہل حدیث بمقابلہ حنفی' اور اس سے وہ یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ فقہ حنفی' حدیث کے مقابل ہے۔ اسی طرح بریلوی حضرات بوقت مناظرہ خود کو اہل سنت و جماعت لکھتے ہیں اور ہمیں دیوبندی اور اس سے وہ یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ دیوبندیت' مذہب اہل سنت و جماعت کے مقابل ہے۔ اس لیے ہمارے حضرات کو کسی بھی مناظرہ کے وقت مدمقابل کی حیثیت کے مطابق اپنی نسبت ملحوظ رکھنی چاہیے۔ کیونکہ ہمارے مخالفین اکثر بوقت مناظرہ ہماری نسبت ادھوری بیان کر کے سادہ لوح عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں' کبھی وہ ہمیں صرف دیوبندی کی نسبت سے پکارتے ہیں' اور کبھی صرف حنفی کی نسبت سے حالانکہ ہماری چار مستقل نسبتیں ہیں۔ مثلاً

(۱): توحید باری تعالیٰ' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و ختم نبوت' قرآن پاک کی صداقت اور دین اسلام کی حقانیت قبول کرنے کے اعتبار سے ہم مسلمان ہیں اور اسلام ہماری نسبت ہے۔ اگر کسی مناظرہ و مباحثہ میں ہمارے مقابل یہودی' عیسائی' سکھ' کیمونسٹ' ہندو' مجوسی' پارسی' ذکری' اور قادیانی وغیرہ میں سے کوئی آئے تو ان کے مقابلہ میں ہماری حیثیت مسلمان کی ہوگی' اور ہم اسلام کی نسبت سے ان کا مقابلہ کریں گے۔

(۲): اسلام کے اندر پیدا ہونے والے فتنوں کے مقابلہ میں ہم عقائد و نظریات کے حوالہ سے اصولی طور پر اہل سنت و جماعت ہیں۔ اگر کسی مناظرہ و مباحثہ میں ہمارے مقابل روافض' خوارج' معتزلہ' جبریہ' قدریہ' نیچریہ' منکرین حدیث یا منکرین تقلید وغیرہ فرقوں میں سے کوئی آئے تو ان کے مقابلہ میں ہماری حیثیت اہل سنت و جماعت کی ہوگی۔ اور اسی نسبت سے ہم ان کا مقابلہ کریں گے۔

(۳): اہل سنت و جماعت کے ہاں چونکہ دلائل شرعیہ بالاتفاق چار ہیں' قرآن' سنت' اجماع اور قیاس۔ اس لیے ان اصولی دلائل پر متفق تمام طبقات اہل سنت و جماعت ہیں۔ ان کے درمیان پھر اگر کوئی اختلاف ہوگا تو وہ فروعی ہوگا۔ اور فروعی فقہی مسائل میں تقلید یا اختلاف کے حوالہ سے ہم حنفی ہیں۔ لہٰذا اگر کسی مناظرہ و مباحثہ میں ہمارے مقابل مالکی' شافعی' حنبلی وغیرہ فقہی مذاہب میں سے کوئی ہوگا تو ہماری حیثیت ان کے مقابلہ میں حنفی ہوگی اور ہم ان سے اسی نسبت کے حوالہ سے بحث کریں گے۔

(۴): برصغیر پاک و ہند کے اندر سنی' حنفی نظریات کی ترویج و اشاعت کے حوالہ سے ہم دیوبندی ہیں۔ اگر کسی مناظرہ و مباحثہ کے دوران ہمارا مقابل فرقہ بریلویت یا فرقہ مماتیت کے ساتھ ہوگا تو ان کے مقابلہ میں ہماری حیثیت دیوبندی کی ہوگی' اور اسی نسبت سے ہم ان کا مقابلہ کریں گے۔ کیونکہ مذکورہ دونوں مکاتب فکر (بریلوی' مماتی) اہل سنت و جماعت اور حنفیت کے ساتھ اپنی زبانی نسبتیں برقرار رکھنے کے مدعی ہیں۔ اگر چہ ان نسبتوں کے بنیادی اصول و نظریات سے وہ منحرف ہیں۔

گویا ہر محاذ پر فریق مخالف کی حیثیت کے مطابق ہماری حیثیت و نسبت جدا ہے۔ اور اسی نسبت و حیثیت کے مطابق مناظرہ کرنا ہی اصول مناظرہ کا تقاضا ہے۔۔۔ اس اصولی اور ضروری بحث کے بعد آیئے اب ہم ان فتنوں کا سرسری جائزہ لے لیں' جن کے مقابلہ میں مولانا مرحوم نے اہل حق کی ترجمانی کرتے ہوئے ہر باطل فرقہ کو ذلت آمیز پسپائی اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔ کیونکہ:

ہمکو مٹا سکے یہ زمانہ میں دم نہیں
ہم سے زمانہ خود ہے زمانہ سے ہم نہیں

پہلا محاذ۔۔۔ عیسائیت

نظریاتی اختلاف

عیسائیت ایک مسخ شدہ آسمانی مذہب ہے' جس کی بنیادی صداقتیں ارباب کلیسا کے اغراض و مفادات کی نذر ہو کر جب مسیحی عوام کی نگاہوں سے اوجھل ہوتی چلی گئیں تو قرآن مقدس نے اس کی مخفی صداقتوں کو آشکارا کرنے کا بگل بجا دیا۔ جب قرآن کے ذریعہ اس مذہب کی حقیقت پر سے کذب و افتراء اور تحریف و تغیر کے نقاب اترنے لگے تو ایک طرف شاہ حبشہ حضرت نجاشیؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ جیسے مسیحی عالم و دانشور اسلام کے دامن نجات سے وابستہ ہو گئے' اور دوسری طرف روم کی مسیحی سلطنت اسلام کے خلاف کھلے تصادم کے لیے پر تولنے لگی۔ اسلام اور عیسائیت کے درمیان اختلافات کے پہلے مرحلہ (۹ ہجری) میں نجران کے عیسائیوں نے قرآن کے چیلنج پر دعوت مباہلہ قبول کرنے کی بجائے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو جزیہ دے کر باعزت پسپائی اختیار کر لی۔

عسکری تصادم

جزیرۂ عرب کے اندر آباد عیسائیوں نے بظاہر تو جزیہ دے کر پسپائی اختیار کر لی' لیکن در پردہ وہ اسلام کی نظریاتی و فکری بالادستی کا راستہ روکنے کے لیے خفیہ سازشوں اور کوششوں میں مصروف رہے۔ عہد فاروقیؓ میں بیت المقدس سمیت جب رومی سلطنت کے جزیرۃ العرب اور اس سے متصل تمام علاقے فتح کر لیے گئے تو عیسائیت یورپ کی طرف سکڑتی چلی گئی۔ پھر پانچویں اور چھٹی صدی میں جب صلیبی جنگوں کا دوسو سالہ طویل سلسلہ شروع ہوا تو یورپ کی پوری مسیحیت ایک طوفان کی طرح فلسطین پر امڈ آئی۔ ان سلسلہ وار لڑائیوں میں تاریخی روایات کے مطابق فریقین کے ساٹھ لاکھ سے زائد افراد قتل ہوئے۔ لیکن سلطان الپ ارسلانؒ "سلطان ملک شاہ سلجوقیؒ" سلطان عماد الدین زنگیؒ" سلطان نور الدینؒ زنگی اور سلطان صلاح الدین ایوبیؒ" نے عیسائیت کی عسکری قوت کا ایسا شیرازہ بکھیرا کہ وہ صدیوں تک اپنے زخم چاٹتی رہی۔

صلیبی جنگوں کا انتقام

عسکری میدان میں ذلت آمیز شکست کھانے کے بعد مسیحی دانشوروں نے نئی حکمت عملی اختیار کر لی۔ اور

مسلمانوں کے خلاف عسکری محاذ قائم کرنے کی بجائے سیاسی ڈپلومیسی کا میدان تیار کرلیا۔ایک طویل المیعاد پلاننگ کے تحت انہوں نے ایک طرف برصغیر سمیت جملہ خلیجی ممالک کو اپنا سیاسی غلام بنالیا۔۔اندرونی سازشوں اور بیرونی حملوں کے ذریعہ ترکی کی عثمانی خلافت کا خاتمہ کردیا۔مسلمانوں کو ایک منظم سازش کے تحت چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بانٹ کر انہیں جغرافیائی طور پر تقسیم کر کے ان کے درمیان بونڈری لائینیں بطور رکاوٹ کھڑی کردیں' تاکہ وہ اپنے ریاستی حدود میں مقید ہوکر مکمل طور پر ایک دوسرے سے بے نیاز ہوجائیں۔۔مسلمانوں کے اندر مختلف قسم کے فتنے پیدا کر کے انہیں نظریاتی طور پر تقسیم میں مبتلا کردیا۔۔۔ان کے اندر معاشی اور اخلاقی جرائم کو فروغ دے کر ان کے کردار وعمل کو تباہ اور ان کی اخلاقی قدریں پامال کر کے رکھدیں۔کلچر وثقافت کے نام پر انہیں ذہنی وجسمانی عیاشی میں مبتلا کردیا۔۔۔اور دوسری طرف فلسطین کے اندر اسرائیل کے نام سے یہودی ریاست قائم کر کے عرب ممالک پر ایک ہوا کھڑا کردیا۔۔۔اور یہ سب کچھ صلیبی جنگوں کے سیاسی انتقام کا حصہ ہے۔خلیج کے اندر امریکی فوج کی مسلسل موجودگی ۔۔مشرقی تیمور کو انڈونیشیا کے وفاق سے الگ کر کے وہاں مسیحی حکومت کا قیام۔۔کشمیر کے بارہ میں سلامتی کونسل کی قراردادوں کی مسلسل خلاف ورزی۔۔۔اور افغانستان کے اندر طالبان حکومت کے خلاف اقتصادی پابندیاں۔۔۔اس مسیحی انتقام کا بین اور منہ بولتا ثبوت ہیں۔

مسیحی مشنریاں برصغیر میں:

برصغیر میں فرنگی اقتدار کے دوران عیسائیت نے طاقت اور حکومت کے بل بوتہ پر یورپ سے درآمد شدہ مسیحی مشنریوں کے ذریعہ اپنے مذہب کی اشاعت کے لیے جب چیلنج بازیوں کا بازار گرم کردیا تو حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ فاتح عیسائیت حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ مہاجر مکیؒ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ اور حضرت مولانا ابومنصور دہلویؒ جیسے اکابر نے مناظروں کے میدان میں اتر کر ان ایمپورٹڈ مشنریوں کو نہ صرف نظریاتی بلکہ علاقائی پسپائی اختیار کرنے پر بھی مجبور کردیا۔حتیٰ کہ پادری فنڈر جیسا شاطر مسیحی مناظر بھی ہندوستان چھوڑ کر بھاگ نکلنے پر بے بس ہوگیا۔اس کے بعد مولانا کیرانویؒ نے ترکی کی عثمانی خلافت کے سربراہ سلطان عبدالعزیزؒ خان کی خواہش پر عربی زبان کے اندر ''اظہار الحق'' کے نام سے عیسائیت کے خلاف ایک ضخیم کتاب تالیف فرمائی۔جس کی اشاعت کے بعد یورپ کے پریس نے برملا طور پر اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ اگر یہ کتاب مسلسل چھپتی رہی تو مستقبل میں مسیحی ترقی کے راستے مسدود ہوجائیں گے۔اس کتاب کے متعدد زبانوں میں تراجم شائع ہوچکے ہیں اردو زبان میں اس کا ترجمہ ''بائبل سے قرآن تک'' کے نام سے مطبوعہ ہے۔

مولانا اوکاڑویؒ مسیحیت کے خلاف میدان میں

قیام پاکستان کے بعد مسیحی مشنریاں پھر حرکت میں آگئیں۔اور انہوں نے ایک طرف پورے ملک کے اندر نئی نسل کی برین واشنگ کے لیے پرائمری اور مڈل سطح کے تعلیمی ادارے قائم کردیئے۔۔مفلس ونادار طبقہ کی ذہن سازی کے لیے فری ڈسپنسریاں اور ہسپتال بنادیئے اور دوسری طرف تقریر وتحریر کے ذریعہ مسیحی نظریات کی یلغار کر

دی۔اس وقت جو علماء عیسائیت کے خلاف میدان عمل میں اترے ان میں مولانا اوکاڑویؒ مرحوم سرفہرست تھے۔انہوں نے عیسائیت کے خلاف باقاعدہ مناظرے کیے'ان میں سے ایک مناظرہ شاہدرہ (لاہور) میں ہوا' جو تحریف انجیل کے موضوع پر تھا۔اور عیسائی مناظر نے اس میں تحریف قرآن ثابت کرنے کی بھی ناکام کوشش کی۔مولانا مرحوم اکثر وبیشتر اپنے دروس میں اس مناظرہ کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔۔مناظروں کے علاوہ مولانا مرحوم نے مختلف رسائل وجرائد کے اندر مسیحی نظریات کے خلاف ایسے مدلل وموثر مضامین لکھے جو اصحاب علم وفہم کے ہاں بہت مقبول ہوئے۔مولانا مرحوم کے چک (۵۵ٹو'ایل اوکاڑہ) میں مسیحی آبادی کی اکثریت ہے۔اس لیے وہاں کی مسلم نسل کے ایمان وایقان کے تحفظ کے لیے عیسائیت کا مطالعہ ومقابلہ ایک نظریاتی مجبوری بھی تھی۔چنانچہ انہوں نے پوری توجہ اور دلجمعی کے ساتھ عیسائیت کا ناقدانہ مطالعہ کیا'اور پھر اپنے مخصوص ودلنشین انداز میں عیسائیت کا رد شروع کیا۔اس موضوع پر ان کی وسعت مطالعہ اور ان کے طرز استدلال کی جامعیت کا اندازہ اسی سے بآسانی کیا جاسکتا ہے کہ خود ان کے مرشد اول حضرت امام لاہوریؒ جیسے صاحب کشف وبصیرت نے انہیں انجیل برنباس کا مقدمہ تحریر کرنے کا حکم فرمایا۔جو انہوں نے دسمبر ۱۹۶۱ء میں تحریر فرمایا'اور اب ''تجلیات صفدر'' کے نام سے ان کے مطبوعہ رسائل کی جلد اول میں شائع ہوچکا ہے۔

انجیل برنباس کی برآمدگی:

آج تک عیسائیت کی دعوت وتعلیم کا تمام تر انحصار صرف اناجیل اربعہ (لوقا' متی' مرقس اور یوحنا کی اناجیل) اور چند دیگر خطوط وصحف پر رہا ہے۔لیکن اٹھارہویں صدی عیسوی کے آغاز میں عیسائی محققین کے ذریعہ مسیحی کتب خانوں سے انجیل برنباس کے نام سے ایک ایسی انجیل برآمد ہوئی جس نے مسیحی دنیا میں ایک تہلکہ مچادیا۔اور اس کی برآمدگی عیسائیت کے لیے کسی ''ایٹمی دھماکہ'' سے کم نہ تھی۔اس انجیل کا اطالوی زبان کا ایک نسخہ ۱۷۰۹ء میں جرمنی کی عیسائی گورنمنٹ کے مشیر پادری کریمر نے ایک عیسائی محقق کے ذاتی کتب خانہ سے برآمد کیا۔جو خفیہ طور پر مختلف ہاتھوں میں سفر کرتا ہوا ۱۷۳۸ء میں براعظم یورپ کی ایک مسیحی ریاست آسٹریا کے دارالحکومت ''ویانا'' کے شاہی کتب خانہ تک پہنچا۔لیکن اسے اس قدر خفیہ وپوشیدہ رکھا گیا کہ چند مخصوص افراد کے علاوہ کسی کو اس کی ہوا بھی نہ لگنے دی گئی۔

البتہ یہ حقیقت مسیحی دانشوروں کی نگاہوں سے پوشیدہ نہ تھی کہ تمام تر حفاظتی تدابیر کے باوجود اسے زیادہ دیر تک انسانی نظروں سے اوجھل رکھنا ناممکنات میں سے ہے۔اس لیے انہوں نے پیش بندی کے طور پر اپنے محققین ومصنفین کے ذریعہ وسیع پیمانہ پر یہ پروپیگنڈہ شروع کردیا کہ مسلمانوں نے ایک جعلی انجیل تالیف کرلی ہے۔جو مروجہ اناجیل کی تعلیمات کے منافی ہے۔لیکن اس پروپیگنڈہ کا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ عیسائی محققین نے اس انجیل کا نام منظر عام پر لانا ضروری خیال نہیں کیا۔دراصل یہ پیش بندی اس لیے ضروری سمجھی گئی کہ اگر کسی وقت یہ انجیل حفاظتی حد بندیاں توڑ کر عمومی ہاتھوں تک پہنچ جائے تو پہلے سے یہ ذہن سازی موجود ہو کہ یہ اصلی نہیں بلکہ جعلی

ہے۔اوراس کے بارہ میں انسانی ذہنوں کے اندر پہلے سے ہی شکوک وشبہات موجود ہوں' تا کہ اسے باسانی قبول نہ کیا جا سکے۔ مسیحی محققین کے یہ خطرات وخدشات حقیقت سے خالی بھی نہ تھے۔ چنانچہ ان کے خدشات کے عین مطابق اس انجیل کے اطالوی نسخہ کی برآمدگی کے دوسو سال بعد ایک انگریز محقق پادری لانسڈیل لاگ اور اس کی بیوی لارالاگ کسی طریقہ سے اس نسخہ تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے' اوران دونوں نے مل کر ۱۹۰۷ء میں اس انجیل کا انگریزی ترجمہ شائع کر دیا۔ پھر اس انگریزی ترجمہ کے ایک سال بعد مصر کے ایک نامور عیسائی اسکالر ڈاکٹر خلیل سعادت نے اس کا عربی ترجمہ شائع کیا' اوراس کے دوسال بعد ۱۹۱۰ء میں مولوی عبدالحلیم انصاری نے اس کا اردو ترجمہ شائع کر دیا۔ اس طرح مختلف زبانوں میں اس کی اشاعت ہوتی چلی گئی۔

انجیل برنباس کی گمشدگی:

اس انجیل کی مسلسل اشاعت اور مختلف زبانوں میں اس کے تراجم نے مسیحی دنیا کو بے حد پریشان کر دیا' اور ان کی طرف سے یہ پروپیگنڈہ شدت اختیار کرتا چلا گیا کہ یہ انجیل جعلی اور مسلمانوں کی گھڑی ہوئی ہے۔ حالانکہ اس کے عربی ترجمہ کے مقدمہ میں مسیحی محقق ڈاکٹر سعادت اس انجیل کا پس منظر کچھ یوں بیان کرتے ہیں کہ:

پوپ گلاسیس اول نے پاپائے اعظم بننے کے بعد ۴۹۲ عیسوی میں جن کتب کے مطالعہ پر پابندی لگا کر انہیں ممنوع قرار دیا' ان میں ایک انجیل برنباس بھی تھی۔

گویا ڈاکٹر سعادت کی تحقیق کے مطابق اسلامی عہد سے قبل مسیحیت کے ابتدائی دور میں برنباس کی انجیل کا باقاعدہ وجود ثابت ہے۔ جو پانچویں صدی عیسوی کے آخر تک موجود رہی' پھر ارباب کلیسا نے اس پر پابندی عائد کی' جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ۵۷۱ عیسوی میں ہوئی۔ یعنی اس انجیل پر ارباب کلیسا کی طرف سے پابندی آپؐ کی ولادت سے تقریباً اسی سال پہلے لگی۔ قرائن سے ظاہر ہوتا ہے کہ پابندی لگنے کے بعد اس انجیل کے اکثر نسخے ضائع کر دیے گئے' لیکن کسی صاحب ذوق نے اس کا ایک نسخہ اپنے پاس محفوظ کر لیا۔ جو قرن در قرن چلتا ہوا ویانا کے سرکاری کتب خانہ تک پہنچا۔

مسیحی دانشوروں کے اس اعتراض کا حیرت انگیز پہلو یہ ہے کہ اس انجیل کی برآمدگی سے لیکر اشاعت تک کسی مرحلہ میں بھی کسی مسلمان کا نام نہیں ملتا۔ نہ یہ نسخہ کسی مسلمان سے برآمد ہوا اور نہ کسی مسلمان نے برآمد کیا۔ بلکہ اس کا پہلا اطالوی نسخہ ایک مسیحی کتب خانہ سے برآمد ہوا۔ مسیحی گورنمنٹ کے مشیر اور عیسائیت کے مذہبی راہنما پادری کریمر نے برآمد کیا۔ مسیحی حکومت کے سرکاری کتب خانہ میں محفوظ کرایا گیا۔ مسیحی محقق نے وہاں سے خفیہ طور پر برآمد کر کے اس کا انگلش ترجمہ شائع کیا۔ مصر کے ایک مسیحی اسکالر نے اسے عربی زبان میں منقول کیا۔ غرضیکہ اس انجیل کا یہ تاریخی سفر اوراس کی برآمدگی واشاعت کے سلسلہ وار تمام مراحل اس حقیقت کی واضح نشاندہی کرتے ہیں کہ عیسائی محققین کا اسے مسلمانوں کی طرف منسوب کرنا سراسر خلاف واقعہ ہے۔ اور پھر مسیحی دانشوروں کا یہ طرز عمل بذات خود بہت سے شکوک کو جنم دیتا ہے کہ اگر ان کے نزدیک یہ انجیل واقعی مسلمانوں کی ایجاد تھی تو ۱۷۰۹ء میں اس کی برآمدگی سے لیکر ۱۹۰۷ء میں اس کی اشاعت تک مسلسل دوسو سال اسے مخفی اور پوشیدہ رکھنے کی انہیں آخر کیا ضرورت پیش آئی؟ اسے اسی وقت کیوں منظر عام پر نہ لایا گیا؟ تا کہ اس الزام کے اندر کوئی وزن پیدا ہو سکتا؟ لیکن مسیحی دانشوروں کا صدیوں تک اسے اپنی سرکاری تحویل وحفاظت میں خفیہ طور پر محفوظ رکھنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان کا اعتراض بالکل بے جان و بے وزن ہے۔

مسیحی دانشوروں کا اعتراض اور بائیبل کی حقیقت

مسیحی دانشوروں نے اس انجیل کو جھٹلانے کے لیے ایک اعتراض یہ بھی کیا ہے کہ اس انجیل کی کوئی سند موجود نہیں' حالانکہ مسیحی لٹریچر کے بارہ میں سطحی معلومات رکھنے والا شخص بھی جانتا ہے کہ مسیحیت کے ہاں سند جیسی جنس نایاب کا تصور ہی محال ہے۔ کیونکہ اس کا تمام تر مذہبی لٹریچر بے سند ہے' مولانا مرحوم اپنی ایک غیر مطبوعہ نوٹ بک میں بائیبل کی حقیقت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''عربی زبان میں تحریرات کے مجموعہ کو کتاب کا نام دیا جاتا ہے۔ اور یونانی زبان میں اسے بائیبل کہتے ہیں۔ ہم یہود ونصاریٰ کو اہل کتاب کہتے ہیں اور وہ خود کو اہل بائیبل قرار دیتے ہیں۔ ان کی بائیبل دو حصوں میں تقسیم ہے' ایک حصہ عہد قدیم کے عنوان سے متعارف ہے' جس میں انتالیس صحیفے ہیں۔ اور انہیں یہودی اور عیسائی دونوں مانتے ہیں۔ دوسرے حصہ کو عہد جدید کا نام دیا جاتا ہے' جسے صرف عیسائی مانتے ہیں۔ اس میں ستائیس صحیفے ہیں۔ یہ عیسائیوں کے پروٹسٹنٹ فرقہ کی بائیبل ہے۔ جب کہ کاتھولک فرقہ کی بائیبل کا نام ''کلام مقدس'' ہے۔ اس میں چھ کتابیں زائد ہیں۔ بائیبل کیا ہے؟ مختلف لوگوں نے' مختلف زمانوں میں' مختلف علاقوں میں مختلف زبانوں میں' مختلف اشخاص کے بے سند ملفوظات لکھے۔ اوران کو جمع کر کے بائیبل کا نام دیدیا۔ یعنی کہیں کی اینٹ' کہیں کا روڑا۔ بھان متی نے کنبہ جوڑا۔ نہ تو ان کے جامع کا نام معلوم ہے اور نہ مترجم کا۔''

یہ ہے بائیبل کی حقیقت' درحقیقت اصل انجیل کی گمشدگی پر خود مسیحی محققین بھی متفق ہیں۔ اور جو بائیبل موجود ہے اس کے لکھنے اور جمع کرنے والے لوگ بھی مجہول وغیر معروف ہیں۔ مولانا مرحوم نے انجیل برنباس پر اپنے مقدمہ کے اندر بائیبل کی ان متعدد کتب کا ذکر فرمایا ہے' جن کی سند موجود نہیں۔ ان کے مصنفین کے نام وحالات تک انسانی نگاہوں سے اوجھل ہیں۔ حتیٰ کہ خود تورات کی کوئی متصل سند موجود نہیں۔ جب ان تمام کتب کو بلاسند بائیبل کے اندر جگہ دی جا سکتی ہے تو پھر انجیل برنباس کے بلاسند ہونے کا اعتراض ناقابل فہم ہے۔

اسلام کا اعجاز

عیسائیت کی الہامی کتب وصحائف بھی آج دنیا میں بے سند ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے متعدد نسخوں کے اندر باہمی مطابقت موجود نہیں۔ لیکن اسلام کو یہ اعجاز حاصل ہے کہ احادیث مبارکہ' اقوال صحابہؓ اور آثار سلف تک متصل سند کے ساتھ موجود ہیں۔ ان کے نقل کرنے والے راویوں کے حالات زندگی تک محفوظ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شرق تا غرب قرآن پاک کے تمام نسخوں کے اندر مکمل مطابقت پائی جاتی ہے۔ اگر کسی وقت دشمنان اسلام نے اس کے

اندر تحریف لفظی کرنے کی مذموم کوشش کی تو وہ مسلمانوں نے اپنی تمام تر عملی کمزوریوں کے باوجود ناکام بنادی۔ احادیث وروایات سند و تواتر معنوی کے پیمانہ پر صحت وضعف کے حوالہ سے ممتاز ہیں۔اور یہ اس بات کی بین دلیل ہے کہ اسلام ایک سچا مذہب ہے' جس کی حفاظت منجانب اللہ ہورہی ہے۔

ہم حقیقت ہیں تو تسلیم نہ کرنے کا سبب؟
ہاں اگر حرف غلط ہیں تو مٹا دو ہم کو

انجیل برنباس بمقابلہ اناجیل اربعہ

مسیحی دانشوروں کے اعتراض کے جواب میں انجیل برنباس کا دیگر اناجیل سے موازنہ بھی ناگزیر تھا۔چنانچہ اس سلسلہ میں مولانا مرحوم نے مروجہ بائبل ہی کے حوالہ سے دلائل کے ساتھ یہ بات ثابت کی کہ عیسائیت کے ابتدائی دور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں سے انجیل کے بڑے داعی و مبلغ صرف تین تھے۔

۱۔پہلا مبلغ پطرس تھا' جسے اس کی شرارتوں اور بری خصلتوں کی وجہ سے خود مسیح علیہ السلام نے شیطان قرار دیا' اور انجیل اسے اسی لیے مرتد تسلیم کرتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس کی انجیل عیسائیوں کے ہاں ناقابل اعتماد ٹھہری' البتہ اس کے شاگرد مرقس کی انجیل بائبل میں موجود ہے۔

۲۔انجیل کا دوسرا مبلغ پولوس تھا۔جسے انجیل منافق' جھوٹا اور زبان دراز ثابت کرتی ہے۔اسی لیے اس کی انجیل بھی قبول نہیں کی گئی۔البتہ اس کے شاگرد لوقا کی انجیل بائبل میں شامل ہے۔

۳۔انجیل کا تیسرا مبلغ برنباس تھا۔جس کی تعریف و توصیف بائبل کے متعدد مقامات پر موجود ہے۔ تعلیمات بائبل کی روشنی میں اس کا اصلی نام یوسف تھا۔لیکن مسیح علیہ السلام کے دیگر حواریوں نے اس کے تقویٰ و طہارت کے پیش نظر اسے برنباس کا لقب دیا' جس کے معنی ہیں نصیحت کا فرزند۔

لیکن عیسائیت کی یہ بدقسمتی ہے کہ اس نے عیسیٰ علیہ السلام کے اس پاکباز حواری کی انجیل کو اپنے نظریات فاسدہ کے تحفظ کے لیے انسانی نظروں سے اوجھل رکھنے میں اپنی تمام توانائیاں صرف کردیں۔

انجیل برنباس سے انکار کی وجہ

ذہن میں یہ سوال یقیناً ابھرتا ہے کہ انجیل برنباس سے انکار میں عیسائیت کے آخر کون سے مفادات وابستہ ہیں؟ دراصل یہ انجیل عیسائیت کے صدیوں سے مروجہ ان نظریات کی بالکلیہ نفی کرتی ہے جنہیں قرآن بھی خلاف واقعہ قرار دیتا ہے' مثلاً:

(۱): عیسائیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خاتم النبیین قرار دیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے انکار کرتی ہے۔جب کہ قرآن آپؐ کے بارہ میں حضرت مسیحؑ کی بشارت وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ کے الفاظ سے نقل کرتا ہے۔اور انجیل برنباس اس قرآنی شہادت کی تائید کرتی ہے۔اور اس میں اسلام کا کلمہ توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صاف طور پر مذکور ہے۔

(۲): اسلام اور عیسائیت کے درمیان دوسرا معرکۃ الآراء اختلاف عیسائیت کا عقیدہ تثلیث ہے۔وہ باپ' بیٹا اور روح القدس تینوں کو الگ الگ خدا قرار دیکر ان کی وحدت کو توحید کا نام دیتی ہے۔یعنی تثلیث کو توحید قرار دیتی ہے۔جب کہ قرآن اس عقیدہ کی مکمل طور پر نفی کرتا ہے۔اور انجیل برنباس بھی اس مسیحی نظریہ کی تکذیب کرتی ہے۔

(۳): اسلام اور مسیحیت کے درمیان تیسرا بڑا اختلاف ابنیت مسیح علیہ السلام کا ہے۔عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دیکر ان کے بارہ میں ابن اللہ کا عقیدہ رکھتے ہے۔جب کہ اسلام اس عقیدہ کی نفی کرتا ہے' اور انجیل برنباس اسلام کی مؤید ہے۔

(۴): اسلام اور عیسائیت کے مابین چوتھا بنیادی اختلاف حضرت مسیح علیہ السلام کے مصلوب ہونے یا نہ ہونے کا ہے' عیسائیت انہیں مصلوب مانتی ہے۔جب کہ اسلام اس نظریہ کی نفی کرتا ہے۔اور انجیل برنباس بھی اس نظریہ کو تسلیم کرنے سے انکاری ہے۔

(۵): اسلام اور عیسائیت کے درمیان پانچواں بڑا اختلاف ذبیح اللہ کے مسئلہ پر ہے۔عیسائیت حضرت مسیح علیہ السلام کے جد امجد حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبیح اللہ مانتی ہے۔اور مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبیح اللہ قرار دیتے ہیں' یہاں بھی انجیل برنباس اسلامی نظریہ کو مبنی برحق قرار دیتی ہے۔یہی وہ اسباب وعلل ہیں' جن کی بنا پر عیسائیت نے انجیل برنباس کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا۔حالانکہ قرآن اور انجیل برنباس دونوں الہامی کتب نظریاتی طور پر ایک دوسرے سے کافی حد تک مطابقت رکھتی ہیں۔

یہودی بھی بری ہوگئے:

یہ ایک مسلمہ تاریخی حقیقت ہے کہ عیسائیت نے ہر دور میں حضرت مسیح علیہ السلام کو پھانسی دینے کا مجرم یہودیوں کو ٹھہرایا ہے۔اسی حوالہ سے صلیب ان کا مذہبی شعار ونشان ہے' اور اسی پر ان کے نظریہ کفارہ کی بنیاد ہے۔حتیٰ کہ اسی بناء پر عیسائیت اور یہودیت کے درمیان صدیوں تک قتل و غارت کا بازار گرم رہا ہے۔لیکن جب یورپ کے عیسائی دانشوروں نے فلسطین کے اندر اپنے زیر اثر اسرائیلی ریاست قائم کرنے کی خاطر یہودیوں کو اپنے سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کرنے کا فیصلہ کرلیا تو گزشتہ صدی کے آغاز میں انہوں نے ''عالمی کیتھولک کانفرنس'' کے عنوان سے ایک مسیحی عدالت قائم کی' جس میں ارباب کلیسا نے یہودیوں کو حضرت مسیح علیہ السلام کو پھانسی دینے کے الزام سے بری قرار دیدیا۔یعنی اسلام دشمنی میں عیسائیوں نے اپنے نبی اور خدا کے بیٹے کا قتل بھی معاف کردیا۔گویا:

میری نگاہ شوق پہ اس درجہ سختیاں
اپنی نگاہ شوخ کی کوئی سزا نہیں

دوسرا محاذ۔۔۔غیر مقلدیت

اہل حق کی ترجمانی کے لیے مولانا مرحوم نے جو دوسرا محاذ منتخب کیا وہ فتنہ ''غیر مقلدیت'' کے خلاف تھا۔ چونکہ مولانا مرحوم تقریباً سترہ سال تک غیر مقلد رہ کر ترک تقلید کی خوفناک وادیوں میں زندگی گزار چکے تھے (اس کے بعد انہوں نے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقدیرؒ صاحب اور حضرت مولانا عبدالحنانؒ صاحب کی مخلصانہ کاوشوں سے اہل سنت و جماعت حنفی مذہب اختیار کیا تھا' جس کی تفصیل وصراحت زیر نظر رسالہ کے بعض دیگر مضامین میں مذکور ہے) اس لیے وہ فرقۂ غیر مقلدیت کی فطرت' اس کی نفسیات' اس کی نظریاتی پوزیشن' اور اس کی استدلالی حالت وکیفیت سے پوری طرح باخبر تھے۔ لہٰذا انہوں نے اہل سنت و جماعت کی فکری واعتقادی بنیادوں پر غیر مقلدیت کا ایسا تعاقب کیا کہ وہ چیلنج بازیوں کا راستہ ترک کر کے گوشۂ عافیت کی تلاش پر مجبور ہو گئی۔

ماضی قریب میں اس محاذ پر قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ شیخ العالم حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ' ابن شیر خدا حضرت مولانا مرتضٰی حسن چاندپوریؒ' حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ' حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن شاہجہانپوریؒ (سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند) قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین مدظلہ کے والد گرامی قدر حضرت مولانا کرم الدین دبیرؒ (جن کیساتھ مسئلہ تقلید پر مناظرہ کے بعد مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ غیر مقلد نے یہ عہد کیا تھا کہ میں آئندہ زندگی بھر مولانا دبیرؒ سے کبھی تقریری مناظرہ نہیں کروں گا) اور حضرت مولانا عبدالعزیزؒ خطیب جامعہ مسجد شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ (جن کے ساتھ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے مسلم شریف کی حدیث ابوموسٰی اشعریؓ اذا کبر فکبروا واذا قرء فانصتوا پر تحریری مناظرہ کیا' فریقین کی یہ تحریریں اخبار اہل حدیث امرتسر اور اخبار العدل گوجرانوالہ میں شائع ہوتی رہیں۔ فریقین کے متفقہ ثالث حضرت مولانا علامہ سید سلیمان ندویؒ نے ان تحریرات کی روشنی میں مولانا عبدالعزیزؒ کے حق میں فیصلہ دیا' مولانا امرتسریؒ کی اس عبرتناک شکست کی مکمل روداد کیفیت مناظرہ تحریری کے نام سے شائع ہو چکی ہے) جیسے اکابر خدمات سرانجام دے چکے تھے۔ اور عصر حاضر میں اس محاذ پر تحریری میدان میں امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ اور تقریری میدان میں ترجمان اہل سنت حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی مرحوم کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ اس سے قبل غیر مقلدین حضرات فاتحہ خلف الامام' رفع الیدین' اور آمین بالجہر وغیرہ چند مسائل میں اپنے خانہ ساز مفہوم کے ساتھ فقہ حنفی کو حدیث رسول کا مقابل بنا کر اہل سنت و جماعت کے خلاف انتہائی جارحانہ طرز اختیار کیے ہوئے تھے۔ لیکن مولانا مرحوم کی طرز جدید پر شدید عقلی ونقلی گرفت نے غیر مقلدیت کو جارحیت ترک کر کے دفاعی پوزیشن اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔ الحمدللہ آج ملک بھر میں غیر مقلدین کی طرف سے چیلنج بازیوں' اور پمفلٹ سازیوں کا سلسلہ دم توڑ چکا ہے۔ اور ان کے اندر مولانا مرحوم کے کسی ادنیٰ شاگرد کا سامنا کرنے کی ہمت بھی باقی نہیں رہی۔ مولانا مرحوم نے فتنہ غیر مقلدیت کے خلاف جو خدمات سرانجام دیں' کم از کم وہ میرے احاطۂ تحریر سے

باہر ہیں! ان میں سے چند خدمات کا بطور خاص تذکرہ افادۂ عام کے لیے ضروری خیال کرتا ہوں۔

پہلی خدمت' غیر مقلدیت کی تاریخ

اس سلسلہ میں مولانا مرحوم نے پہلی خدمت یہ سرانجام دی کہ غیر مقلدیت کی تاریخ سے قوم کو پوری طرح روشناس کرا دیا۔ اس سے قبل غیر مقلدین یہ دھوکہ دیتے تھے کہ ہم عہد نبویؐ سے موجود ہیں اور حنفیت چوتھی صدی کی پیداوار ہے۔ مولانا مرحوم نے ان کی اپنی کتب سے یہ حقیقت بے نقاب کر دی کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے قبل اس فرقہ کا کہیں وجود نہ تھا۔ بلکہ انگریز نے یہ فرقہ اپنی سیاسی ضرورت کے تحت پیدا کیا۔ کیونکہ اس وقت مسلمانوں کی ضرورت اتحاد بین المسلمین تھی' اور فرنگی سامراج کو اپنے سیاسی استحکام کے لیے افتراق بین المسلمین کی ضرورت تھی۔ لہٰذا اس ضرورت کے تحت اس نے جو مہرے کھڑے کیے ان میں سرفہرست غیر مقلدیت ہے' اور بے شمار دلائل وشواہد اس حقیقت پر دلالت کرتے ہیں کہ اس نومولود فرقہ کی عمر ڈیڑھ صدی سے متجاوز نہیں۔ آیئے دلائل ملاحظہ فرمایئے۔

دلیل اول: یہ ایک دوٹوک حقیقت ہے کہ برصغیر پاک وہند کے اندر اسلام پہلی صدی ہجری میں داخل ہو چکا تھا۔ اس وقت سے لیکر یہاں مسلمانوں نے عبادت کے لیے مساجد تعمیر کیں۔ لیکن ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے قبل پورے برصغیر کے اندر موجود ہزاروں مساجد میں سے غیر مقلدین کی ایک مسجد بھی ثابت نہیں۔

دلیل دوم: عقائد کے اعتبار سے ہر مذہب (اہل سنت و جماعت روافض' معتزلہ وغیرہ) اور فقہی مسلک کے اعتبار سے فقہی مکتب فکر کی کتب صدیوں سے موجود ہیں۔ لیکن فرقہ غیر مقلدین کے عقائد ومسائل کی کسی کتاب کا تذکرہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے قبل دستیاب نہیں۔

دلیل سوم: برصغیر کے اندر اسلام کی آمد کے بعد اس کی اشاعت کے حوالہ سے جن علماء وصوفیاء (حضرت علی ہجویریؒ' خواجہ معین الدین چشتیؒ' خواجہ نظام الدین اولیاءؒ' خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ' حضرت مجدد الف ثانیؒ اور ملا عبدالحکیم سیالکوٹیؒ وغیرہم) کا ذکر ملتا ہے وہ سارے کے سارے اہل سنت و جماعت حنفی تھے' ایک بھی ان میں غیر مقلد نہ تھا۔

دلیل چہارم: برصغیر کے اندر اسلام کی آمد کے بعد اس کی حفاظت واستحکام کے لیے جن فاتحین وسلاطین (سلطان محمود غزنویؒ' سلطان شہاب الدین غوریؒ' سلطان شمس الدین التمشؒ' سلطان اورنگزیب عالمگیرؒ' سردار احمد شاہ ابدالیؒ' نواب سراج الدولہؒ' اور سلطان فتح علی ٹیپو شہیدؒ وغیرہم) نے خدمات سرانجام دیں' وہ بھی سارے اہل سنت و جماعت حنفی تھے۔ ایک بھی ان میں غیر مقلد نہ تھا' ان میں سے اگر کسی غیر مقلد کا ثبوت ملتا ہے تو وہ صرف سلطان جلال الدین اکبر تھا' جو ایک نئے دین کا بانی وموجد تھا۔

دلیل پنجم: برصغیر کے اندر شریعت وطریقت کے تمام مکاتب بھی اہل سنت و جماعت حنفی تھے۔ یعنی تزکیہ قلب کی خدمات سرانجام دینے والی خانقاہیں اور علوم شرعیہ کی تعلیم وترویج کرنے والے مدارس سب اہل سنت و جماعت

حنفی تھے۔غیر مقلدین کی نہ کسی خانقاہ کا ثبوت ملتا ہے اور نہ مدرسہ کا۔

دلیل ششم: خود غیر مقلدین اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں' چنانچہ نواب صدیق حسنؒ خان فرماتے ہیں کہ "خلاصہء حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے' چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقہ اور مذہب کو پسند کرتے ہیں' اس وقت سے لیکر آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے اور ہیں۔ اور اسی مذہب کے عالم' فاضل' قاضی' مفتی اور حاکم ہوتے رہے (ترجمان وہابیہ ص ۱۰) نواب صاحب نے یہ کتاب ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد فرنگی حکومت کے ہاں اپنی اور اپنی جماعت غیر مقلدین کی وفاداری ثابت کرنے کے لیے لکھی۔ چنانچہ اس میں فرماتے ہیں کہ: "جتنے لوگوں نے (۱۸۵۷ء کے) غدر میں شر وفساد کیا' اور حکام انگلیشیہ سے برسر عناد ہوئے وہ سب کے سب مقلدان مذہب حنفی تھے۔ (ایضاً ص ۲۵)

قطع نظر اس سے کہ یہ جہاد تھا یا فساد؟ نوابؒ صاحب کی تحریرات سے یہ دو چیزیں بصراحت ثابت ہیں پہلی یہ کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی تک برصغیر کے مسلمان صرف اہل سنت وجماعت حنفی تھے' اور دین وحکومت کے ہر شعبہ کے اندر وہی خدمات سرانجام دے رہے تھے' اس وقت تک غیر مقلدیت کا کہیں وجود نہ تھا۔۔ دوسری یہ کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں لڑنے والے تمام مسلمان بھی اہل سنت وجماعت حنفی تھے۔ اسی لیے نواب صاحبؒ اپنی ایک دوسری کتاب میں فرقہ غیر مقلدیت کی پیدائش کا تذکرہ بایں الفاظ فرماتے ہیں کہ:

"اس زمانہ میں ایک شہرت پسند اور ریا کار فرقہ نے جنم لیا ہے۔ جو ہر قسم کی خامیوں اور نقائص کے باوجود قرآن وحدیث کے علم اور ان پر عامل ہونے کا دعویدار ہے۔ حالانکہ اس کو علم' عمل اور معرفت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں (الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ ص ۶۷) ان کا طریقہ دین نہیں بلکہ زمین پر فتنہ اور فساد ہے (ایضاً ص ۶۸)

یعنی فتنہ غیر مقلدیت نواب صاحبؒ کے دور میں پیدا ہوا' وہ اس کی ولادت کے عینی گواہ ہیں۔ اور یہ عینی گواہ اس چیز کی برملا شہادت دے رہا ہے کہ اس فرقہ کے موجد وبانی' علم واتقاء کے حامل نہ تھے' بلکہ شہرت پسند اور ریا کار قسم کے لوگ تھے' جن کا مقصد صرف فتنہ وفساد پیدا کرنا تھا۔ وہ اپنے علم وعمل بالحدیث کے دعویٰ میں جھوٹے تھے۔ گویا:

خشتِ اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

جس فرقہ کی بنیاد شہرت وانانیت پسند لوگوں کے ہاتھوں رکھی گئی' اس سے اسلام کی بنیادیں منہدم کرنے اور اسلاف امت پر تبرا بازی کرنے کے سوا کیا توقع کی جا سکتی ہے؟ اسی لیے مولانا عبدالجبار غزنوی غیر مقلد فرماتے ہیں کہ: "ہمارے زمانہ میں ایک فرقہ نیا کھڑا ہوا ہے جو اتباع حدیث کا دعویٰ رکھتا ہے۔ درحقیقت وہ لوگ اتباع حدیث سے بہت دور ہیں۔ (فتاوی علماء حدیث ج ۴۔ ص ۷۹)

مولانا غزنویؒ بھی نواب صاحبؒ کی تائید کرتے ہوئے انہی دو چیزوں کا اعتراف فرما رہے ہیں کہ فرقہ غیر مقلدیت نومولود ہے' اور عمل بالحدیث کے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ چنانچہ ایک اور غیر مقلد عالم مولانا ابویحییٰ محمد شاہجہانپوری فرماتے ہیں کہ:

"کچھ عرصہ سے ہندوستان میں ایک ایسے غیر مانوس مذہب کے لوگ دیکھنے میں آ رہے ہیں کہ جس سے لوگ بالکل نا آشنا ہیں پچھلے زمانہ میں شاذ ونادر اس خیال کے لوگ کہیں ہوں تو ہوں' مگر اس کثرت کے ساتھ دیکھنے میں نہیں آئے۔ بلکہ ان کا نام بھی ابھی تھوڑے ہی دنوں سے سنا ہے' اپنے آپ کو تو وہ اہل حدیث یا محمدی یا مؤحد کہتے ہیں' لیکن مخالف فریق میں ان کا نام غیر مقلد' یا وہابی یا لامذہب لیا جاتا ہے۔ (الارشاد الی سبیل الرشاد ص ۱۳)

یہ کتاب پہلی بار ۱۳۱۹ھ میں طبع ہوئی۔ گویا چودہویں صدی کے آغاز میں بھی یہ نومولود فرقہ لوگوں کے لیے غیر مانوس تھا۔

مجھ کو بھی پڑھ کتاب ہوں' مضمون خاص ہوں
مانا ترے نصاب میں شامل نہیں ہوں میں

دوسری خدمت' لفظ اہل حدیث کی بحث

فتنہ غیر مقلدیت کے خلاف مولانا مرحوم نے دوسری نمایاں خدمت یہ سرانجام دی کہ لفظ اہل حدیث کے حوالہ سے غیر مقلدین کی حقیقت بے نقاب کردی۔ لفظ اہل حدیث اسلامی تاریخ میں ایک خالص علمی اصطلاح ہے' جو فن حدیث سے واقف اصول حدیث سے باخبر اور لاکھوں احادیث کے حفاظ ائمہ محدثینؒ کے لیے استعمال ہوتی رہی۔ اور وہی اہل حدیث کہلاتے تھے۔ یہ اصطلاح نہ کبھی مسلکی حیثیت سے استعمال ہوئی اور نہ اس نام کا کبھی کوئی مکتب فکر رہا۔ مسلکی اعتبار سے اہل السنت والجماعت ہی کی اصطلاح عہد نبویؐ سے تا حال استعمال ہو رہی ہے۔ اور امت کے اندر پیدا ہونے والے روافض' خوارج ومعتزلہ وغیرہ فرقوں کا مقابلہ اسی مسلکی اصطلاح کے ساتھ کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ فن کے اعتبار سے متعارف اہل حدیث بھی مسلک کے اعتبار سے اہل السنۃ والجماعۃ ہی کہلاتے تھے۔ اور ویسے بھی اصول حدیث سے واقف ہر شخص جانتا ہے کہ سنت اور حدیث میں فرق ہے۔ سنت کے اندر کسی قسم کا کوئی تعارض نہیں' جب کہ احادیث کے اندر بے شمار مقامات پر تعارض موجود ہے۔ اسی تعارض کو ختم کرنے کے لیے اصول حدیث کے ماہرین نے درج ذیل اصول فراہم کیے ہیں۔

پہلا اصول : تعارض کے خاتمہ کے لیے پہلا اصول یہ ہے کہ متعارض احادیث میں سے صحیح اور ضعیف احادیث کے درمیان امتیاز کیا جائے۔ ان میں سے صحیح حدیث واجب العمل ہوگی' اور ضعیف متروک۔

دوسرا اصول : دوسرا اصول یہ ہے کہ اگر متعارض احادیث سب صحیح ہوں تو ان پر عمل نبوی کا زمانہ دیکھا جائے گا۔ ان میں سے جو زمانہ کے اعتبار سے مقدم ہوگی وہ متروک ومنسوخ' اور جو مؤخر ہوگی وہ ناسخ اور قابل عمل قرار پائے گی۔ مثلاً کھڑے ہو کر پیشاب کرنے' نماز کے اندر گفتگو کرنے' اور رکوع وسجود کے وقت رفع یدین کرنے کی احادیث اگرچہ صحیح ہیں' لیکن متروک ومنسوخ ہونے کی بناء پر نا قابل عمل ہیں۔ ان میں سے پہلے اصول پر بحث

ائمہ محدثین" کرتے ہیں' اور دوسرے اصول پر ائمہ مجتہدین" ان بنیادی اصولوں سے یہ حقیقت واضح ہو چکی کہ حدیث ضعیف بھی ہوتی ہے اور متروک بھی۔ جب کہ سنت نہ ضعیف ہوتی ہے نہ منسوخ۔ حتیٰ کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ حدیث صحیح اور غیر منسوخ بھی ہوتی ہے لیکن اس سے صرف جواز کی صورت پیدا ہوتی ہے۔ اس پر عمل کو سنت قرار نہیں دیا جاسکتا۔ مثلاً بحالت روزہ بیوی کو بوسہ دینا' اور بحالت اعتکاف بیوی سے سر پر تیل لگوانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے' لیکن کوئی بھی ان افعال کو سنت قرار نہیں دیتا۔ اس بحث سے یہ ثابت ہو چکا کہ عمل کے حوالہ سے حدیث کی طرف نسبت ناقص اور سنت کی طرف نسبت کامل ہے۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے لیے یہی کامل نسبت پسند فرمائی' اور امت نے ہمیشہ یہی کامل نسبت اختیار کی۔ گویا:

پسند اپنی اپنی نصیب اپنا اپنا

خطرناک فرنگی سازش

دراصل امت کے اہل حق کے ہاں صرف اہل سنت و جماعت کی مسلکی اصطلاح ہی ہر دور میں متعارف رہی ہے۔ اس لیے انگریز نے سازش کر کے اہل سنت کے مقابلہ میں اہل حدیث کی اصطلاح جدید متعارف کرائی۔ جس کے پس منظر میں یہ مقاصد تھے۔

مقصد اول : قبل ازیں برصغیر کے اندر شیعہ سنی دو ہی مکاتب فکر تھے۔ دونوں کے مکاتب وکتب اور عقائد و نظریات جدا تھے۔ جن میں بعد المشرقین موجود تھا۔ اور پھر سلطان حیدر علیؒ نواب سراج الدولہؒ سلطان ٹیپوؒ حافظ رحمت خانؒ سید احمد شہیدؒ شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی متحدہ فوج کے کمانڈر جنرل بخت خانؒ جیسے انگریزی حکومت کا مقابلہ کرنے والے تمام مجاہدین اہل سنت و جماعت تھے' لہٰذا اس مسلک کی وحدت کو پارہ پارہ کرنا برطانوی اقتدار کے لیے ناگزیر تھا۔ اس لیے اس نے حدیث رسولؐ کے ساتھ مسلمانوں کے قلبی و جذباتی تعلق سے فائدہ اٹھا کر سنت کے مقابلہ میں حدیث کا لفظ لا کر اہل حدیث کے نام سے ایک نیا مکتب فکر قائم کر دیا۔ تا کہ اس کی مخالفت کو حدیث کی مخالفت کا عنوان دے کر اہل سنت کو بدنام بھی کیا جاسکے اور اس ذریعہ سے اہل سنت کی قوت کو کمزور اور منتشر بھی کیا جاسکے۔

مقصد دوم : فرنگی سامراج کا دوسرا مقصد یہ تھا کہ فرامین پیغمبرؐ کو موضوع بحث بنا کر ان کی عظمت اور ان کی شرعی حیثیت کو مشتبہ بنا دیا جائے۔ چنانچہ انگریز کی کوشش سے یہ حالات پیدا ہو گئے کہ۔۔۔ ایک طرف حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ جیسے علماء اہل سنت قرآن وسنت کی روشنی میں انگریزی حکومت کے خلاف جہاد کو فرض قرار دے رہے تھے' اور دوسری طرف' نواب صدیق حسن خان' میاں نذیر حسین دہلوی اور مولانا محمد حسین بٹالوی جیسے غیر مقلد علماء اسی قرآن وحدیث کے حوالہ سے انگریز کے خلاف جہاد کو فساد اور حرام قرار دے رہے تھے۔ آخر اس سے بڑھ کر فتنہ وافتراق اور کیا پیدا کیا جاسکتا تھا؟۔۔۔ پھر یہ بھی فرنگی کاوشوں کا ہی نتیجہ تھا کہ باہمی انتشار پیدا کرنے کے بعد اسی انتشار کی آڑ میں اس

نے ایک ایسا فرقہ پیدا کر دیا' جس نے سرے سے حجیت حدیث سے ہی انکار کر دیا۔ اور حدیث کو عجمی سازش قرار دے کر اس کے خلاف بر سر عام نفرت و بغاوت کی فضا پیدا کر دی گئی' حتیٰ کہ ان پر عمل کو بھی صرف عہد نبوی تک محدود کر دیا گیا۔۔۔ حدیث کے خلاف نفرت و بغاوت کی اس فضا کا بنیادی سبب یہ تھا کہ جو طرز تدریس صدیوں سے مدارس کے اندر رائج تھا اسے یکسر نظر انداز کر کے ایک جدید طرز جاری کر دیا گیا۔ پہلے مدارس دینیہ کے اندر عربی زبان کی استعداد پیدا کرنے کے لیے صرف ونحو جیسے فنون اور عربی ادب کی کتب پڑھائی جاتیں۔ اس کے بعد اصول حدیث سے روشناس کرایا جاتا۔ پھر حدیث پڑھائی جاتی۔ لیکن غیر مقلدین نے حدیث کے نام پر فتنہ برپا کر کے امت پر یہ ظلم عظیم کیا کہ قواعد عربیہ اور اصول حدیث کی ابجد سے بھی بے خبر لوگوں کے ہاتھ میں مترجم بخاری و مسلم تھما دی۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ صحیح وضعیف' ناسخ ومنسوخ اور راجح ومرجوح روایات کے درمیان فرق کرنے کی اہلیت سے محروم لوگوں کو احادیث کے اندر تضاد نظر آنے لگا۔ جس سے حدیث کے خلاف نفرت و انکار کے جذبات ابھرنے لگے۔ یہاں تک کہ وہ حدیث سے دستبردار ہونے پر آمادہ ہو گئے' اور یہی فرنگی دانشوروں کا مقصد ثانی تھا۔

مقصد سوم : گزشتہ سطور میں ہم واضح کر چکے ہیں کہ اہل حدیث کی اصطلاح صرف اصحاب فن (یعنی امام بخاریؒ' امام مسلمؒ' امام سفیان ثوریؒ' امام عبداللہ بن مبارکؒ' امام یحییٰ بن معینؒ وغیرہم جیسے محدثین) کے لیے استعمال ہوتی تھی۔ فرنگی نے سازش کر کے اس اصطلاح کو اتنا عام کر دیا کہ ایک جاہل و گنوار شخص بھی ہاتھ میں مترجم بخاری لیکر اتنا بڑا اہل حدیث ہونے کا مدعی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ پر تنقید بھی اپنا فرض منصبی خیال کرتا ہے۔ گویا اس سفید فام عیار نے ایک خالص علمی اصطلاح کی واقعاتی حیثیت کو پامال کرنے کے لیے اس کی عظمت کو مجروح کر کے رکھ دیا۔ حتیٰ کہ کچھ لوگوں کو اپنے لیے صرف اہل حدیث ہونا بھی ناکافی معلوم ہوا' تو انہوں نے ترقی کر کے "اہل قرآن" کی منزل حاصل کر لی۔

لگا رہا ہوں مضامین نو کے انبار
خبر کرو مرے خرمن کے خوشہ چینوں کو

مقصد چہارم

فرنگی دانشوروں نے گہری سازش کے تحت حدیث اور فقہ کو باہم متقابل بنا کر امت کے دو انتہائی قابل احترام طبقوں ائمہ محدثینؒ اور ائمہ مجتہدینؒ کو ایک دوسرے کے مقابل لا کھڑا کیا۔ اور ائمہ مجتہدینؒ کے خلاف ایسی نفرت پیدا کر دی کہ مترجم بخاری کی اردو عبارت کو بھی صحیح طریقہ سے نہ پڑھ سکنے والا جاہل شخص امام اعظم ابوحنیفہؒ کی غلطیاں نکالنے کی دینی خدمت سرانجام دے رہا ہے۔ اور یہ اہل حدیث مکتب فکر قائم کرنے کے لیے فرنگی دانشوروں کا چوتھا مقصد تھا:

تیسری خدمت لفظ اہل حدیث کی الاٹمنٹ:

ہم یہ واضح کر چکے ہیں کہ اہل حدیث مکتب فکر کا قیام انگریزی سازش و پلاننگ کا نتیجہ ہے۔ اور اس کے پس

پردہ اس کے کچھ مقاصد و عزائم تھے۔ مولانا مرحوم نے اس محاذ پر تیسری خدمت یہ سرانجام دی کہ غیر مقلدین کی کتابوں کے حوالہ سے یہ حقیقت پوری طرح بے نقاب کردی کہ غیر مقلدین کے لیے اہل حدیث کا عنوان انگریز کی طرف سے سرکاری طور پر الاٹ ہوا۔ چنانچہ مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبدالمجید سوہدرویؒ فرماتے ہیں کہ:

''مولوی محمد حسین بٹالوی نے اشاعۃ السنۃ کے ذریعہ اہل حدیث کی بہت خدمت کی۔ لفظ وہابی آپ ہی کی کوششوں سے سرکاری دفاتر' اور کاغذات سے منسوخ ہوا۔ اور جماعت کو اہل حدیث کے نام سے موسوم کیا گیا۔ آپ نے حکومت کی خدمت بھی کی اور انعام میں جاگیر بھی پائی (سیرت ثنائی ص ۳۷۲)

یہ کس قدر دلچسپ حقیقت ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا نام تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان نبوت سے رکھا (ملاحظہ فرمایئے تفسیر درالمنثور ج ۲ ص ۶۳ قرطبی ج ۴ ص ۱۶۷ وغیرہ) لیکن غیر مقلدین کا نام اہل حدیث انگریز نے الاٹ کیا۔

یہ بھی نیا ستم ہے کہ حنا تو لگائیں غیر
اور اس کی داد چاہیں وہ مجھ کو دکھا کے ہاتھ

چوتھی خدمت' غیر مقلدین کا عمل بالحدیث

اس محاذ پر مولانا مرحوم نے چوتھی خدمت یہ سرانجام دی کہ غیر مقلدین کے عمل بالحدیث کی تاریخ بھی آشکارا کردی مثلاً:

۱۔ ہندوستان کے اندر سب سے پہلے آمین بالجہر شاہ محمد فاخر الہ آبادی نے کی (نقوش ابوالوفاص ۳۵)

۲۔ سب سے پہلے رفع یدین ۱۸۶۰ء میں یوسف پنشنر (جو بعد میں قادیانی ہوگیا) نے کیا۔ (ایضاً ص ۳۹)

۳۔ سب سے پہلے آٹھ تراویح کا فتویٰ مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے دیا۔ (سیرت ثنائی ص ۴۵۲)

اور یہ تینوں شخصیات انگریزی دور کی ہیں۔ گویا اس سے پہلے برصغیر کے اندر نہ آمین بالجہر کا رواج تھا نہ رفع یدین کا اور نہ آٹھ تراویح کا۔ یہی وجہ ہے کہ بٹالوی صاحب کے نظریہ تراویح کا رد اسی دور میں ان کے استاد و پیر بھائی (یعنی یہ دونوں میاں نذیر حسین دہلوی کے شاگرد اور مولانا عبداللہ غزنوی کے مرید تھے) مولانا غلام رسولؒ قلعہ میہاں سنگھ گوجرانوالہ نے لکھا' اور وہ بھی مسلکاً غیر مقلد تھے۔

پانچویں خدمت' غیر مقلدین کی فقہ

اس محاذ پر مولانا مرحوم نے پانچویں خدمت یہ سرانجام دی کہ غیر مقلدین کی پوشیدہ فقہ منظر عام پر لے آئے۔ اس سے قبل غیر مقلدین' فقہ حنفی کے غیر مفتی بہا اقوال کا قرآن و سنت سے تقابل کر کے لوگوں کو دھوکہ دیتے تھے کہ ہم عامل بالحدیث ہیں اور حنفیوں کی فقہ حدیث کے خلاف ہے' دراصل غیر مقلدین' فقہ حنفی کو حدیث کا مقابل

بنا کر اپنی مکروہ فقہ کی طرف سے لوگوں کی توجہ ہٹانا چاہتے تھے۔ آیئے ان کی فقہ کی جھلک ملاحظہ فرمالیجئے۔

۱۔ **نواب وحید الزمان خان** لکھتے ہیں کہ۔۔۔ مطلق استعانت بغیر اللہ شرک نہیں۔ (ہدیۃ المہدی ص ۱۹) نداء لغیر اللہ مطلقاً زندہ و مردہ دونوں کے لیے جائز ہے (ص ۲۳) نبی' علی اور غوث کے بارہ میں عقیدہ رکھنا کہ ہر جگہ سننے اور حاضر ہونے کا عقیدہ شرک نہیں۔ (ص ۲۵)۔۔۔ متعہ کرنے میں کوئی حرج نہیں (ص ۱۱۲)۔۔۔ شطرنج کھیلنے' گانا گانے' مزامیر اور مروجہ مجلس میلاد سے نہیں روکنا چاہیے (ص ۱۱۸)۔۔۔ خطبہ جمعہ میں خلفاء راشدینؓ کے ذکر کا التزام بدعت ہے (ص ۱۱۰)۔۔۔ خلفاء راشدینؓ کو گالیاں دینے سے آدمی کافر نہیں ہوتا (نزل الابرار ج ۲ ص ۳۱۸)۔۔۔ ولیدؓ (بن مغیرہ) معاویہؓ' عمرؓو بن العاص مغیرہؓ' اور سمرہؓ فاسق ہیں۔ (ایضاح ج ۳ ص ۹۴)

۲۔ **نواب صدیق حسن خان** لکھتے ہیں کہ۔۔۔ بیس رکعت تراویح عمرؓ کی ایجاد اور بدعت ضلالۃ ہے (الانتقاد الرجیح ص ۶۲)۔۔۔ شراب' مردار' کتا' خنزیر' اور پیشاب پاک ہیں (بدور الاہلہ ص ۱۵)۔۔۔ مال تجارت اور سونے چاندی کے زیورات میں زکوٰۃ نہیں (ص ۱۰۲)۔۔۔ چھ چیزوں کے علاوہ باقی چیزوں میں سود لینا دینا جائز ہے۔ (ص ۲۳۶)

۳۔ **نواب نور الحسن خان** لکھتے ہیں کہ۔۔۔ صحابہ کرامؓ کا قول حجت نہیں (عرف الجادی ص ۱۰۱)۔۔۔ صحابہؓ کا اجتہاد حجت نہیں (ص ۲۰۷)۔۔۔ اجماع کی کوئی حیثیت نہیں (ص ۳)۔۔۔ کافر کا ذبیحہ حلال اور اس کا کھانا جائز ہے۔ (ص ۱۰)۔۔۔ بیک وقت چار سے زائد عورتوں سے نکاح جائز ہے (ص ۱۱۱)

یہ چند حوالہ جات مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر پیش کیے گئے ہیں' ورنہ غیر مقلدین کی فقہ کے اندر ایسے شرمناک مسائل موجود ہیں جنہیں نقل کرنے کے لیے بھی بڑا حوصلہ درکار ہے۔ قارئین کرام ان کی تفصیلات حضرت اوکاڑوی مرحوم کے مجموعہ رسائل میں ملاحظہ فرمالیں۔

کیا یہ ظلم نہیں؟ غیر مقلدین کی اس فقہ کا مطالعہ کرنے کے بعد غور فرمایئے کہ ہم فقہ حنفی کو امام اعظم ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہ کے اجتہادات کا مجموعہ مانتے ہیں۔ اور انہیں انہی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور مجتہد کے بارہ میں ہمارا نظریہ یہ ہے کہ اس سے خطاء و صواب دونوں کا احتمال ہے۔ اس کے باوجود غیر مقلدین فقہ حنفی کے غیر مفتی بہ اقوال کے حوالہ سے فقہ حنفی کو مطعون کرتے رہتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف غیر مقلدین اپنی فقہ کو' فقہ محمدی'' کا نام دیکر اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ذرا غور فرمایئے کہ کیا مذکورہ فتوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوسکتے ہیں؟ اگر ہوسکتے ہیں تو غیر مقلدین کو احادیث صحیحہ سے اس کا ثبوت دینا ہوگا' اور اگر یہ فتوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں ہیں تو ان فتوؤں کو حضورؐ کی طرف منسوب کرنے والا کیا فرمان نبویؐ کے مطابق جہنمی نہیں ہے؟ آخر غیر مقلدین اپنے ان اکابر کے خلاف اشتہار بازی کیوں نہیں کرتے؟ کیا انہیں تختہ مشق بنانے کے لیے صرف امام ابوحنیفہؒ اور ان کے جلیل القدر تلامذہ ہی ملے ہیں۔؟

اتنی نہ بڑھا پاکئی داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

چھٹی خدمت کتب غیر مقلدین کی اشاعت

اس محاذ پر مولانا مرحوم نے چھٹی خدمت یہ سرانجام دی کہ غیر مقلدین کی اصل کتب (جنہیں وہ عوام کی پہنچ سے دور رکھنے کی سرتوڑ کوشش کرتے رہے) کے عکس شائع کرا دیئے۔ ان میں سے چند کتب کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ مأثر صدیقی: جو سید علی حسن خان نے اپنے والد نواب صدیق حسن خان کی سوانح لکھی ہے۔ جس میں برطانوی گورنمنٹ کے ساتھ نواب صاحبؒ کی وفاداری اور صلہ میں ملنے والے انعامات کا تذکرہ ہے۔

۲۔ ترجمان وہابیہ: جس میں نواب صدیق حسن خان نے یہ ثابت کیا کہ انگریز کے خلاف لڑائی حرام ہے' ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی حنفیوں نے لڑی۔ غیر مقلدین نے کبھی بھی جہاد نہیں کیا' بلکہ وہ حجرہ نشین قسم کے لوگ ہیں۔

۳۔ **عرف الجادی من جنان هدی الهادی:** یہ نواب صاحب کے بیٹے نواب نور الحسن خان کی تالیف ہے۔ اس کے مسائل غیر مقلدین کے عمل بالحدیث کو کافی حد تک بے نقاب کر دیتے ہیں۔ اس کے چند حوالے گزشتہ سطور میں گزر چکے ہیں۔

۴۔ **الاقتصاد فی مسائل الجهاد:** جس میں مولانا محمد حسین بٹالوی نے انگریزی گورنمنٹ کو سایہ رحمت قرار دیتے ہوئے اس کے خلاف جہاد کو حرام قرار دیا۔ اور بقول مولانا مسعود عالم ندویؒ اس کتاب کے صلہ میں انعام میں جاگیر پائی۔

۵۔ **نزل الابرار من فقه النبی المختار:**

۶۔ **کنز الحقائق من فقه خیر الخلائق:**

۷۔ **هدیة المهدی من فقه المحمدی:** یہ تینوں کتب نواب وحید الزمان خان کی ہیں۔ جن کے تراجم صحاح ستہ کے بغیر کوئی غیر مقلد مولوی' شیخ الحدیث بھی نہیں بن سکتا۔ اور غالباً یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنی بات کو پیغمبر کی بات قرار دے کر منوانے کی طرح ڈالی ہے۔ اس کے بعد تو غیر مقلدین کا یہ عمومی مزاج بن چکا ہے۔

آگے جبین شوق تجھے اختیار ہے
یہ دیر ہے یہ کعبہ ہے یہ کوئے یار ہے

ساتویں خدمت تقلید کی اہمیت و ضرورت

غیر مقلدین کی طرف سے تقلید کو شرک و بدعت' مقلد کو واجب القتل قرار دینے اور ان کے مال و اسباب لوٹنے اور ان کی عورتوں کو بلا نکاح اپنے پاس رکھنے کی فتویٰ بازی کا جو طوفان اٹھا' وہ اصحاب علم کی نظر میں ہے۔

مولانا مرحوم نے اس محاذ پر ساتویں خدمت یہ سرانجام دی کہ انتہائی سادہ اور مدلل انداز سے انہوں نے لوگوں کے لیے تقلید شخصی کی ضرورت و اہمیت واضح کر دی۔ کہ تقلید شخصی کے بغیر ایمان کی سلامتی مشکل ہے۔ کیونکہ جب تک انسان تقلید سے وابستہ ہے اس کے اندر انانیت اور کبر پیدا ہونے کا اندیشہ نہیں' اور جب تک انانیت پیدا نہ ہوگی گمراہی کی طرف اس کے قدم نہ اٹھیں گے ترک تقلید ہی ہر گمراہی کی پہلی سیڑھی ہے۔ اس لیے کہ مقلد چار دلیلوں (قرآن' سنت' اجماع اور قیاس) کو مانتا ہے۔ ان میں سے باعتبار ترتیب پہلی دلیل قرآن' دوسری سنت' تیسری اجماع اور چوتھی قیاس ہے۔ گویا ان میں سے باعتبار رتبہ کمتر دلیل قیاس ہے' اور مقلد اس میں بھی اپنے امام کی تقلید کرتا ہے۔ ظاہر ہے جب تک وہ اس چھوٹی دلیل کو بھی اپنے لیے حجت مانتا ہے کسی بڑی دلیل سے انکار و انحراف کا وہ بھی نہیں سکتا۔ اس مقدمہ سے یہ حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ مقلد چار دلیلوں کو مانتا ہے' ان چاروں میں سے کسی ایک بھی دلیل کا انکار کرنے والا مقلد نہیں رہتا' غیر مقلد ہو جاتا ہے۔

الحاد و بدعت

مولانا مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ گمراہی دو قسم کی ہوتی ہے۔ پہلی یہ کہ دین کے مسلمہ مسائل و احکامات میں سے کسی کا انکار کر دینا' یہ گمراہی الحاد کہلاتی ہے' اور دوسری یہ کہ اپنی طرف سے کوئی چیز دین کے اندر شامل کر دینا' یہ بدعت کہلاتی ہے۔ سبب دونوں کا ترک تقلید ہے۔ کیونکہ ملحد' تحقیق مجتہد کو ناقابل اعتماد قرار دیتا ہے۔ جب کہ بدعتی' مجتہد کی تحقیق کو اپنے لیے ناکافی سمجھتا ہے۔ ترک تقلید کا ہر گمراہی و فتنہ کی بنیاد ہونا ایک ایسی واقعاتی حقیقت ہے کہ بڑے بڑے علماء اس کے معترف ہیں۔ چنانچہ مولانا ابوالکلام آزادؒ جو اپنی زندگی کے ابتدائی مراحل میں سر سید احمد خان کی نیچری تحریک کا شکار ہو گئے تھے۔ اپنی اس دور کی قلبی کیفیت کا نقشہ بایں الفاظ کھینچتے ہیں کہ:

"والد مرحوم کہا کرتے تھے کہ گمراہی کی موجودہ ترتیب یوں ہے کہ پہلے وہابیت (یعنی ترک تقلید) پھر نیچریت' نیچریت کے بعد تیسری قدرتی منزل جو الحاد قطعی کی ہے۔ اس کا وہ ذکر نہیں کرتے تھے۔ اس لیے کہ وہ نیچریت کو ہی الحاد قطعی سمجھتے تھے۔ لیکن میں تسلیم کرتے ہوئے اتنا اضافہ کرتا ہوں کہ تیسری منزل الحاد ہے۔ اور ٹھیک ٹھیک مجھے یہی پیش آیا۔ سر سید مرحوم کو بھی پہلی منزل وہابیت (یعنی ترک تقلید) کی ہی پیش آئی تھی۔ اصل یہ ہے کہ عقائد و فکر کے توسیع و تطور کے لیے پہلی چیز یہ ہے کہ تقلید کی بندشوں سے پاؤں آزاد ہوں' وہابیت اس زنجیر کو توڑتی ہے۔ اب اگر اس کے بعد آزادی فکر' بے قیدی اور مطلق العنانی کی صورت اختیار کر لے تو بلاشبہ یہ نہایت مضر صورتیں بھی اختیار کر سکتی ہے (آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی ص ۳۶۸) جب (ترک تقلید کے بعد) مجھے نئی روشن خیالی کی ہوا لگی تو میں نے نماز بالالتزام ترک کر دی۔ (ایضاً ص ۴۰۱)

مولانا آزاد مرحوم کے اس واضح اعتراف حقیقت کے بعد یہ بات نکھر کر سامنے آ چکی ہے کہ انسان تقلید کی بندشوں سے آزاد ہو کر کوئی بھی گمراہی اختیار کر سکتا ہے۔ اور یہ ترک تقلید کی ہی نحوست تھی کہ مولانا آزادؒ جیسا بچپن کا مستقل نمازی بھی بے نماز بن گیا۔ چنانچہ مولانا محمد حسین بٹالویؒ بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتے

ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جولوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔ کفر وارتداد اور فسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت موجود ہیں' مگر دینداروں کے بے دین ہو جانے کے لیے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے۔ گروہ اہل حدیث میں جولوگ بے علم یا کم علم ہو کر ترک مطلق تقلید کے مدعی ہیں وہ ان نتائج سے ڈریں۔ اس گروہ کے عوام آزاد اور خود مختار ہوتے جاتے ہیں۔ (اشاعۃ السنۃ نمبر۲ جلد نمبر۱۱)

غور فرمایئے کہ بٹالوی صاحب جیسا پختہ کار غیر مقلد بھی پچیس سال کے تجربہ کے بعد بالآخر اس اعتراف پر مجبور ہے کہ کفر وارتداد یا فسق و بے دینی کے لیے ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے۔

تقلید و اتباع

غیر مقلدین ایک دھوکہ یہ بھی دیتے ہیں کہ تقلید کا معنی یہ ہے کہ کسی کی بات کو بلا دلیل مان لینا' اور یہ شرعاً جائز نہیں۔ حالانکہ یہ ایک عالمگیر حقیقت ہے کہ ہر شخص کے لیے درپیش مسائل کے تمام دلائل یاد کر لینا انتہائی دشوار ہے۔ لامحالہ اسے کسی نہ کسی پر اعتماد کر کے درپیش مسئلہ پر عمل پیرا ہونا ہوگا۔ اور پھر غیر مقلدین حضرات تقلید واتباع کو باہم متصادم ومتقابل قرار دیکر یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہم اتباع کرتے ہیں اور حنفی تقلید۔ حالانکہ یہ دونوں لفظ معنی ومفہوم کے اعتبار سے مترادف ہیں' یہی وجہ ہے کہ ہر دور کے اہل حق نے تقلید ائمہ اختیار کی ہے' اور اس تقلید کو اجماع امت کا درجہ حاصل ہے۔

مجتہد یا مقلد؟

ارباب بصیرت ہر دور میں تقلید کی اہمیت وضرورت اور ترک تقلید کے خطرناک نتائج سے چونکہ پوری طرح واقف رہے ہیں۔ اور وہ گمراہی کے اس بنیادی فلسفہ سے بھی بخوبی باخبر تھے' اس لیے انہوں نے ترک تقلید جیسی مہلک مرض کو کبھی اپنے قریب بھی نہیں پھٹکنے دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی تاریخ کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد پورے اسلامی لٹریچر میں عملی حوالہ سے ہمیں صرف دو ہی اصطلاحات دستیاب ہوتی ہیں۔ پہلی مجتہد کی اور دوسری مقلد کی۔ یعنی اگر کوئی شخص علم وبصیرت اور فہم واتقاء کے ساتھ معین اجتہادی شرائط کا حامل بھی ہے تو وہ مجتہد کہلاتا ہے۔ پھر اگر وہ اپنے مقررہ اصولوں پر اجتہاد کرتا ہے تو وہ مجتہد مطلق کہلاتا ہے' اور اگر کسی دوسرے کے اجتہادی اصولوں پر اجتہاد کرتا ہے تو مجتہد فی المذہب کہلاتا ہے جیسا کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ مجتہد مطلق ہیں۔ اور امام قاضی ابویوسفؒ' امام محمد بن حسن الشیبانیؒ' اور امام ابوجعفر محمد طحاویؒ وغیرہ مجتہد فی المذہب ہیں جو امام ابوحنیفہؒ کے اصولوں پر اجتہاد کرتے ہیں۔۔۔ اور اگر وہ شخص معین اجتہادی شرائط کا حامل نہیں تو وہ مقلد ہے' اگرچہ کتنا بڑا محدث ومفسر کیوں نہ ہو؟۔۔۔ اسی لیے پورے اسلامی لٹریچر میں ان دونوں اصطلاحات کے علاوہ کسی تیسری اصطلاح کا ثبوت نہیں ملتا۔ جن محدثین کے بارہ میں ترک تقلید کا تذکرہ تاریخی کتب میں ملتا ہے' ان کے ساتھ بھی یہ صراحت

موجود ہے کہ وہ غیر مقلد نہیں بلکہ مجتہد تھے۔

آٹھویں خدمت! غیر مقلدین کے فریب و فراڈ:

اس محاذ پر مولانا مرحوم نے آٹھویں خدمت یہ سرانجام دی کہ عمل بالحدیث کے پرکشش عنوان سے لوگوں کو دھوکا دینے والے غیر مقلدین کے فریب وفراڈ پوری طرح آشکارا کر دیئے۔ اور یہ جرأت و جسارت واقعی غیر مقلدین کو حاصل ہے کہ وہ حدیث رسولؐ پر جھوٹ بولنے میں بھی کسی قسم کا عار محسوس نہیں کرتے۔ اور ان کے اکابر و اصاغر اس جرأت و دلیری سے جھوٹ بولتے ہیں کہ عام مسلمان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا' اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمایئے۔

۱۔ غیر مقلدین کے رئیس المناظرین مولانا ثناء اللہ امرتسری نے فتاویٰ ثنائیہ جلد ۱ ص ۴۴۴ اور فتاویٰ علمائے حدیث ج ۳ ص ۱۹ میں صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۲۴۳ کی ایک روایت نقل کی ہے۔ لیکن اس میں دھوکہ کے ساتھ اس کی اصلی سند (جو کہ ضعیف تھی) ہٹا کر اس کے ساتھ مسلم شریف ج ۱ ص ۱۷۳ کی ایک روایت کی سند جوڑ دی۔ غور فرمایئے حدیث رسولؐ کے ساتھ اتنا بڑا دھوکہ کہ ایک ضعیف حدیث کو صحیح ثابت کرنے کے لیے اس کے ساتھ جعلی سند جوڑنے سے بھی گریز نہیں کیا گیا۔ اور پھر جس طبقہ کے سردار کا یہ حال ہے اس کی جاہل عوام کا کیا حال ہوگا؟

۲۔ یہی مولانا ثناء اللہ امرتسری فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۴۴۳ میں فرماتے ہیں کہ بخاری ومسلم میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کی روایات بکثرت ہیں۔ حالانکہ بخاری ومسلم کے اندر اس کی ایک روایت بھی مذکور نہیں۔ صرف اپنے خانہ ساز مذہب کو تقویت دینے کے لیے بخاری ومسلم کے نام سے عوام کو دھوکہ دینا' غیر مقلدیت ہی کا شیوہ ہے۔

۳۔ مولانا محمد عبداللہ روپڑی غیر مقلد اپنے رسالہ ''اہل حدیث کے امتیازی مسائل'' میں آمین بالجہر سے متعلق حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ دارقطنی نے کہا یہ سند اچھی ہے۔ حاکم نے اسے بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح کہا۔ بیہقی نے اس کی سند کو حسن کہا۔ حالانکہ یہ روایت ان تینوں کتابوں میں سرے سے موجود ہی نہیں۔ یہ کس قدر کھلی جسارت اور دلیری ہے کہ ایک ہی سطر کے اندر تین محدثین پر صریح جھوٹ۔

۴۔ مولوی نور حسین گرجاکھی غیر مقلد نے اپنی کتاب ''اثبات رفع یدین'' ص ۱۹ پر مسلم شریف' ابن ماجہ' مسند دارمی' دارقطنی' ابوداؤد شریف' جزء رفع یدین' مسند احمد اور مشکوٰۃ کے حوالہ سے حضرت وائلؓ بن حجر کی سینہ پر ہاتھ باندھنے کی روایت نقل کی ہے۔ حالانکہ مذکورہ آٹھوں کتب میں سے کسی کتاب کے اندر بھی یہ روایت موجود نہیں۔ اندازہ فرمایئے دو سطروں میں حدیث کی آٹھ کتابوں پر جھوٹ کتنی بڑی جسارت ہے؟

اسی لیے مولانا مرحوم اکثر غیر مقلدین کا تعارف بایں الفاظ کرایا کرتے تھے کہ:

اہل حدیث کا ایک نشان — نبی پاکؐ پہ جھوٹ بہتان
اہل حدیث کی ایک پہچان — رسولؐ خدا کے نافرمان

اہل حدیث کی ایک ہی عادت   سنت رسولؐ سے کھلی بغاوت

نویں خدمت! انکار حدیث کا نیا روپ:

اس محاذ پر مولانا مرحوم نے نویں خدمت یہ سرانجام دی کہ انکار حدیث کے لیے غیر مقلدین کا اختیار کردہ طرز جدید لوگوں کے سامنے کھل کر آشکارا کر دیا۔ اصحاب علم جانتے ہیں کہ ہمارے ملک کے اندر انکار حدیث کا ایک مستقل فرقہ موجود ہے' اس فرقہ کے ارباب تحقیق عام طور پر یا تو احادیث کو تاریخ کی طرح ظنی قرار دیکر ان کی شرعی حیثیت کو مجروح و کمزور کرنے کی کوشش کرتے ہیں' اور یا انہیں عجمی سازش قرار دیکر ان کی حکمی حیثیت سے انکار و انحراف کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ لیکن غیر مقلدین نے فقہی مذاہب کی بنیاد پر طبقاتی و علاقائی تقسیم کے حوالہ سے انکار حدیث کا ایک نیا طرز اختیار کر لیا۔ کبھی انہوں نے مؤطا امام محمدؒ' شرح معانی الآثار اور اعلاء السنن وغیرہ کتب احادیث کو حنفیوں کی کتب قرار دیکر نا قابل تسلیم ٹھہرا دیا۔ اور کبھی سرزمین کوفہ کے محدثین کو کوفی ہونے کا طعن دیکر ان کی روایت کردہ احادیث کو نا قابل قبول قرار دیدیا۔ حالانکہ اس سے پہلے اسلامی تاریخ کے اندر اس عنوان سے احادیث کے اندر تفریق و تقسیم کا قطعاً کبھی وجود نہیں رہا۔ احناف کے مدارس میں شوافع' مالکیہ اور حنابلہ کی کتب حدیث صدیوں سے شامل نصاب ہیں۔ مثلاً امام بخاریؒ' امام مسلمؒ' امام ترمذیؒ' امام نسائیؒ اور صاحب مشکوٰۃ وغیرہم سب شافعی المذہب ہیں' اور ان کی کتب احناف کے مدارس میں شامل نصاب ہیں۔ امام ابوداؤدؒ حنبلی المذہب ہیں' ان کی ابوداؤد شریف ہمارے ہاں شامل نصاب ہے۔ امام مالکؒ کی مؤطا امام مالک ہمارے ہاں شامل نصاب ہے۔ احناف نے کبھی بھی فقہی اختلافات کے حوالہ سے کتب احادیث' یا محدثین سے انحراف نہیں کیا۔ لیکن غیر مقلدین نے انکار حدیث کے لیے یہ جدید طرز اختیار کرتے ہوئے یہ حقیقت نظر انداز کر دی ہے کہ حنفی کتب کی آڑ میں درحقیقت وہ انکار تو حدیث رسولؐ کا کر رہے ہیں۔ اور یہ طرز انتہائی خطرناک ہے۔

غیر مقلدین کی بدنصیبی:

غیر مقلدین عام طور پر یہ مکروہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ حنفیوں کا مکہ اور مدینہ کے اسلام سے تعلق نہیں۔ کیونکہ وہاں رفع یدین اور آمین بالجہر وغیرہ ہوتا ہے اور یہ نہیں کرتے۔ لیکن جب غیر مقلدین کو مکہ اور مدینہ کے ان اعمال کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے جن پر غیر مقلدین کا اپنا عمل نہیں' تو فوراً کہتے ہیں کہ کیا ہم مکہ والوں کی وجہ سے نبی کی حدیث چھوڑ دیں۔ مثلاً:

۱۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ مکہ اور مدینہ والے حنبلی المذہب اور امام احمدؒ بن حنبل کے مقلد ہیں' اور تم تقلید کیوں نہیں کرتے؟ تو جواب ملتا ہے کہ اگر وہ مشرک ہو گئے ہیں تو ہم بھی مشرک ہو جائیں؟

۲۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خانہ کعبہ اور مسجد نبویؐ کے اندر بیس رکعت تراویح پڑھی جاتی ہیں' تم آٹھ کیوں پڑھتے ہو؟ تو کہتے ہیں کہ وہ اگر بدعت کے مرتکب ہو گئے ہیں تو کیا ہم بھی بدعتی ہو جائیں؟

۳۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ حرمین الشریفین والے بیک وقت ایک ہی جملہ یا ایک ہی مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کو تین ہی شمار کرتے ہیں تم ایک کیوں کرتے ہو؟ تو جواب ملتا ہے کہ اگر وہ سنت کے خلاف عمل کر رہے ہیں تو کیا ہم بھی مخالف سنت ہو جائیں؟

۴۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ مکہ اور مدینہ والے غائبانہ نماز جنازہ نہ پڑھتے ہیں اور نہ اس کے لیے اجتماعات منعقد کرتے ہیں' تم اشتہارات شائع کر کے غائبانہ نماز جنازہ کیوں پڑھتے ہو؟ تو جواب ملتا ہے کہ وہ اگر سنت ترک کر چکے ہیں تو کیا ہم بھی تارک سنت ہو جائیں؟

غرضیکہ غیر مقلدین نے لینے اور دینے کے پیمانے جدا رکھے ہوئے ہیں۔ حنفی اگر رفع یدین اور آمین بالجہر وغیرہ فروعی مسائل میں مکہ اور مدینہ والوں سے اختلاف کریں تو حنفی غلط' اور اگر غیر مقلدین تقلید' تراویح اور طلاق وغیرہ اصولی مسائل میں مکہ و مدینہ والوں سے اختلاف کریں تو مکہ اور مدینہ والے غلط۔ اور پھر غیر مقلدین کے معروف عالم مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ:

"مرفوع اور صحیح احادیث سے گھبرانا' اور اہل مدینہ کے تعامل سے استدلال معقول معلوم نہیں ہوتا۔ فرمن المطر وقام تحت المیزاب والا معاملہ ہو جائے گا۔ (حجیت حدیث ص ۱۰۲)

بے وجہ تو نہیں ہیں چمن کی تباہیاں
کچھ باغباں ہیں برق و شرر سے ملے ہوئے

دسویں خدمت: غیر مقلدیت کا رد ان کی اپنی کتب سے

اس محاذ پر مولانا مرحوم نے دسویں خدمت یہ سرانجام دی کہ غیر مقلدین کے معروف اختلافی مسائل کا رد ان کی اپنی کتب کے حوالہ سے کیا۔ اگرچہ طبقہ غیر مقلدین کا ہر فرد انکار و انحراف کے اس بلند و بالا مقام پہ کھڑا ہے جہاں اسے محدثین و مجتہدین کی کاوشیں بھی ہیچ نظر آتی ہیں۔ لیکن وہ فطری طور پر اتنا تنگ نظر واقع ہوا ہے کہ اگر اسے اس مقام پر فائز کرنے والے اس کے اکابر و اسلاف بھی اس کے غیر مقلدانہ مزاج و مسلک کے خلاف کوئی تحقیق پیش کر دیں تو یہ اسے بھی مسترد کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا۔ لیکن اس کے باوجود ہم اس سنگلاخ چٹان کو اس کے اپنے اکابر کی تحقیقات کے تیشہ سے تراشتے رہنا اپنا دینی فریضہ سمجھتے ہیں' ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ غیر مقلدین بلا امتیاز ہر قسم کی باریک و موٹی جرابوں پر مسح کو سنت قرار دیتے ہیں۔ جب کہ اہل سنت والجماعت حنفی عام جرابوں پر مسح کو خلاف سنت اور بدعت سمجھتے ہیں۔ عام جرابوں پر مسح کرنے سے وضو نہیں ہوتا' اور اگر وضو نہ ہو تو نماز نہیں ہوتی۔ چنانچہ غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین دہلوی فتاویٰ نذیریہ ج ا ص ۳۲۷ میں مولانا شرف الحق دہلوی فتاویٰ ثنائیہ ج ا ص ۴۲۲ میں اور مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری فتاویٰ ثنائیہ ج ا ص ۴۲۳ میں احناف کے مؤقف کی تائید کرتے ہوئے عام جرابوں پر مسح کو خلاف سنت قرار دیتے ہیں۔

۲۔ غیر مقلدین' حضرت عثمان غنیؓ کی طرف سے جاری کی گئی جمعہ کی اذان ثانی کو بدعت قرار دیتے ہیں۔

جب کہ احناف اسے سنت خلفاء راشدینؓ کی حیثیت سے سنت سمجھتے ہیں۔ چنانچہ غیر مقلدین کے اکابر مولانا میاں نذیر حسین دہلویؒ اور مولانا شرف الحق دہلویؒ بھی فتاویٰ ثنائیہ ج ا ص ۴۳۵ میں اسے سنت ہی تسلیم کرتے ہیں۔

۳۔ غیر مقلدین' بلا عذر شرعی' قصداً کپڑا موجود ہونے کے باوجود بلکہ کپڑا سر سے اتار کر ننگے سر نماز پڑھنے کو سنت کہتے ہیں۔ جب کہ احناف اسے مکروہ جانتے ہیں۔ چنانچہ غیر مقلدین کے اکابر مولانا محمد اسماعیل سلفی اسے عقل و فراست اور امت کے متوارث عمل کے خلاف قرار دیتے ہیں۔ (ملاحظہ فرمایئے فتاویٰ علمائے حدیث ج ۴ ص ۲۸۸) مولانا محمد داؤد غزنویؒ اسے صرف خلاف سنت ہی نہیں بلکہ منافقت' نصاریٰ سے مشابہت' اور ناپسندیدہ عمل قرار دیتے ہیں۔ (ایضاً ج ۴ ص ۹۰) میاں نذیر حسین دہلویؒ اور مولانا ثناء اللہ امرتسری اسے خلاف مسنون عمل کہتے ہیں۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ۴ ص ۲۴۰ فتاویٰ ثنائیہ ج ۴ ص ۵۲۵)

۴۔ غیر مقلدین' بیک وقت ایک ہی جملہ یا ایک ہی مجلس میں دی جانے والی تین طلاقوں کو ایک شمار کرتے ہیں۔ جب کہ احناف کا مؤقف یہ ہے کہ آیات قرآنیہ' احادیث صحیحہ' چاروں خلفاء راشدینؓ اور چاروں ائمہ مجتہدینؒ اس بات پر متفق ہیں کہ اس طرح تین طلاقیں ہی واقع ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ غیر مقلدین کے مولانا شرف الحق دہلوی اس مسئلہ میں غیر مقلدین کے مؤقف کو غلط اور بے بنیاد قرار دیتے ہیں۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج ۲ ص ۲۱۹) اور مولانا عبداللہ روپڑی فرماتے ہیں کہ غیر مقلدین اس مسئلہ میں بخاری شریف کے مخالف ہیں (فتاویٰ اہل حدیث ج ا ص ۷)

تو لاکھ کر خوشی سے دن رات بے وفائی
ہم ہیں وفا کے عادی ہم تو وفا کریں گے

گیارھویں خدمت: مناظرہ کا عنوانِ جدید

غیر مقلدین نے اپنے مسلکی قیام کے بعد ہمیشہ چند مخصوص مسائل (فاتحہ خلف الامام' رفع یدین' آمین بالجہر' نماز میں ہاتھ سینہ پر باندھنا' ٹانگیں غیر فطری اور غیر ضروری طریقہ سے چوڑی کرنا وغیرہ) کی بنیاد پر ہی فتنہ اور چیلنج بازیوں کا بازار گرم رکھا۔ اور اشتہار بازی کے ذریعہ مناظرانہ فضا پیدا کیے رکھی۔ لیکن اگر کسی جگہ مناظرہ کی نوبت آ گئی تو عبرتناک شکست کھانے کے بعد کسی دوسری جگہ سے کامیابی کے اشتہار شائع کر دیئے۔ اور پھر وہی مخصوص مسائل دوسری جگہ جا کر چھیڑ دیئے۔ مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ مولانا عبدالعزیزؒ (گوجرانوالہ) اور مولانا کرم الدین دبیرؒ وغیرہ علماء کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد بھی سردار اہل حدیث مولانا امرتسریؒ جیسا غیر مقلد چیلنج بازیوں سے باز نہ آیا۔ حتیٰ کہ غیر مقلدین کی یہ شکستیں اس قدر واضح تھیں کہ مولانا محمد اسماعیل سلفی کو یہ اعتراف کرنا پڑا کہ:

''علماء دیوبند کو ان کی علمی خدمات نے اتنا ہی اونچا کیا ہے' جتنا مناظرات نے ہم کو نیچا دکھایا۔ اور ذہنی طور پر جماعت کو قلاش کر دیا۔ (نتائج التقلید ص ق)

لیکن اس کے باوجود غیر مقلدین کی مناظرانہ چیلنج بازیوں میں کوئی فرق نہ آیا۔ اور وہ فتنہ اور فساد کا تعفن پھیلاتے رہے۔ مولانا مرحوم نے اس محاذ پر گیارھویں خدمت یہ سرانجام دی کہ اہل سنت و جماعت کو مناظرہ کا نیا اور مکمل عنوان دے کر غیر مقلدین کی چیلنج بازیوں کا راستہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا۔ اور چند مخصوص مسائل کی بجائے غیر مقلدین کو پوری نماز پر مناظرہ کا چیلنج دیدیا۔ کہ نماز کے حوالہ سے قیامت کے دن صرف انہی مخصوص مسائل کے بارہ میں تو سوال نہ ہوگا۔ پوری نماز کے بارہ میں سوال ہوگا۔ لہٰذا مناظرہ پوری نماز پر ہونا چاہیے۔ طہارت کے احکامات سے لیکر نماز کی شرائط و ارکان و سنن و مکروہات تک ہر ایک مسئلہ پر بالترتیب بحث ہوگی۔ لیکن غیر مقلدین کا مبلغ علم چونکہ صرف انہی چند مخصوص مسائل کے محور پر گھومتا ہے' اس کے علاوہ انہیں نہ کوئی حدیث پڑھائی جاتی ہے اور نہ کوئی مسئلہ سمجھایا جاتا ہے۔ اس لیے وہ پوری نماز پر مناظرہ کے لیے آمادہ نہ ہو سکے۔ اور ویسے بھی وہ اس حقیقت سے پوری طرح باخبر ہیں کہ ان کے لیے اپنے ہی قائم کردہ دلائل کے مطابق مکمل نماز کی حکمی حیثیت (کہ نماز پنجگانہ کی رکعات میں سے سنت کتنی ہیں اور نفل کتنے ہیں وغیرہ) اور ایک رکعت کے مسائل ثابت کرنا بھی ناممکن ہے۔

بارھویں خدمت: اپنا مسلک اپنی دلیل

مولانا مرحوم نے اس محاذ پر بارھویں خدمت یہ سرانجام دی کہ انہوں نے سنی مسلمانوں کو ''اپنا مسلک اپنی دلیل'' کا یہ مسلمہ مناظرانہ اصول ذہن نشین کرا دیا کہ اپنے مذہب اور مسلک کو اپنے ہی دلائل و براہین کے ساتھ ثابت کیا جا سکتا ہے۔ اور اپنے مسلمہ دلائل میں سے کسی دلیل سے دستبرداری دراصل اپنے نظریہ سے دستبرداری کے مترادف ہے۔ کسی گروہ یا فرد کی طرف سے یہ مطالبہ کہ تم اپنا مسلک میرے دلائل سے ثابت کرو عالمی اصولوں کے سراسر منافی ہے۔ الزامی طور پر تو ایسا ممکن ہے کہ میں اپنا مسلک اپنے مدمقابل فریق کے دلائل سے ثابت کروں' لیکن تحقیقی طور پر نہ میں اس کا پابند ہوں' اور نہ ہی ایسا ہونا ممکن ہے۔ مثلاً

ا۔ اگر کوئی یہودی مناظرہ کے دوران مسلمان سے یہ مطالبہ کرے کہ تم اپنی پانچ نمازیں' ان کے اوقات' ان کی رکعات اور ان کے احکامات ہماری تورات سے ثابت کرو۔۔۔

۲۔ کوئی عیسائی مناظرہ کے دوران مسلمان سے یہ مطالبہ کرے کہ تم اپنا حج' اس کا وقت' اس کے مناسک وغیرہ ہماری انجیل سے ثابت کرو۔

۳۔ کوئی سکھ مناظرہ کے دوران مسلمان سے یہ مطالبہ کرے کہ تم اپنا روزہ' اس کے وقت کی تعیین اور اس کے مسائل ہماری گرنتھ سے ثابت کرو۔

۴۔ کوئی ہندو مناظرہ کے دوران مسلمان سے یہ مطالبہ کرے کہ تم اپنی زکوٰۃ' اس کا نصاب اور اس کے مصارف ہماری وید سے ثابت کرو۔

تو ان سب کا یہ مطالبہ کسی بھی دانشمند و ذی ہوش کے لیے ناقابل تسلیم ہے۔ کیونکہ یہ سراسر غیر فطری' غیر عقلی'

اور مسلمہ بین الاقوامی اصولوں کے منافی ہے۔ اس کے ساتھ یہ جان لینا بھی انتہائی ضروری ہے کہ اہل سنت و جماعت کے ہاں اثبات مسئلہ کے لیے دلائل چار ہیں۔ قرآن پاک' سنت نبوی' اجماع اور قیاس' اور یہی فقہ کے مسلمہ اصول ہیں۔ جب کہ فقہ کے اندر مسائل و احکامات دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک منصوص اور دوسرے غیر منصوص۔ منصوص مسائل اصولی اور غیر منصوص فروعی کہلاتے ہیں۔ اصولی مسائل کے اندر ہمارے دلائل قرآن' سنت اور اجماع ہیں۔ اور فروعی مسائل کے اندر ہماری دلیل' قیاس مجتہد ہے۔ اس لیے جب بحث ہماری فقہ کے کسی مسئلہ پر ہوگی تو ہم اس زیر بحث مسئلہ کی اصولی یا فروعی حیثیت کے مطابق اپنے چاروں دلائل میں سے متعلقہ دلیل کے ساتھ اسے ثابت کرنے کا اصولی حق رکھتے ہیں۔ کسی کو ہم پر اپنی غیر متعلقہ دلیل ٹھونسنے کا قطعاً کوئی حق حاصل نہیں' مثلاً

فقہ حنفی کا کوئی مسئلہ قیاس مجتہد سے متعلق ہے' اور ہم اس مسئلہ کو قیاس مجتہد ہی کی حیثیت سے مانتے ہیں تو کسی کو ہم سے یہ مطالبہ کرنے کا حق حاصل نہیں کہ اس مسئلہ کو قرآن یا حدیث سے ثابت کرو۔ ہاں اگر معترض اس مسئلہ کو قرآن و سنت کے خلاف قرار دیتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس کے خلاف قرآن و سنت کا کوئی حکم قطعی پیش کرے۔۔۔ اسی طرح فقہ حنفی کا کوئی مسئلہ اگر سنت سے متعلق ہے اور ہم اسے مسنون حیثیت سے ہی مانتے ہیں تو کسی کو ہم سے یہ مطالبہ کرنے کا حق نہیں کہ اس کا ثبوت قرآن سے پیش کرو۔ ہاں اگر معترض اس مسئلہ کو قرآن کے خلاف سمجھتا ہے تو وہ قرآن سے اس کے خلاف کوئی حکم قطعی پیش کرے۔۔۔ غرضیکہ جو مسئلہ جس دلیل سے متعلق ہے' اسی دلیل کے حوالہ سے اس پر بحث کی جاسکتی ہے' قرآن سے متعلق ہے تو قرآنی دلیل سے' سنت سے متعلق ہے تو نبوی دلیل سے' اجماع سے متعلق ہے تو اجماعی دلیل سے اور اگر قیاس سے متعلق ہے تو قیاسی دلیل سے ہی اسے ثابت کیا جاسکتا ہے۔ ہاں البتہ پیش کردہ دلیل کے دلیل ہونے پر بحث کی جاسکتی ہے کہ قرآنی و نبوی تعلیمات کی روشنی میں وہ دلیل دلیل بن سکتی ہے یا نہیں۔ مثلاً یہ کہ قرآن و سنت کے حوالہ سے اس موضوع پر بحث کی جاسکتی ہے کہ اجماع اور قیاس مجتہد دلیل بن سکتے ہیں یا نہیں۔ قرآن و سنت سے یہ ثابت کرنا ہماری شرعی و اخلاقی ذمہ داری ہے۔ غیر مقلدین عام طور پر لوگوں کو یہ دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ فقہ حنفی کے تمام مسائل قرآن و حدیث سے ثابت نہیں' اس لیے وہ نا قابل تسلیم ہے۔ حالانکہ ان کا یہ دعویٰ سراسر خلاف عقل و دیانت اور صریح دھوکہ پر مبنی ہے۔ کیونکہ جب اصول فقہ کے حوالہ سے یہ بات واضح ہے کہ فقہ حنفی دلائل اربعہ سے ثابت شدہ مسائل کا مجموعہ ہے تو پھر صرف اول الذکر دو دلائل (قرآن و سنت) سے اس کے مسائل کے بارہ میں دلیل طلب کرنا اور آخر الذکر دو دلائل (اجماع اور قیاس) کو نظر انداز کرنا کھلا فراڈ اور بد دیانتی ہے۔ حتیٰ کہ اگر یہی طرز خود غیر مقلدین کے خلاف استعمال کیا جائے تو وہ بھی یقیناً اسے قبول کرنے پر آمادہ نہ ہونگے۔ مثلاً:

اگر کوئی نیچری کسی غیر مقلد سے یہ مطالبہ کرے کہ قرآنی اور نبوی معجزات' اور برزخی و اخروی واقعات' وغیرہ کو نیچر یعنی عقل سے ثابت کرو تو اس کا جواب کیا ہوگا؟۔۔۔ اگر کوئی رافضی کسی غیر مقلد سے یہ مطالبہ کردے کہ میں

اہل سنت و جماعت کی کتب احادیث بخاری و مسلم وغیرہ کو نہیں مانتا' تم خلفاء اربعہ (حضرت ابوبکر صدیق' حضرت عمر فاروق' حضرت عثمان غنی اور حضرت علی مرتضیٰ رضوان اللہ علیہ اجمعین) کی خلافت راشدہ ان کے ناموں کی تعیین کے ساتھ قرآن سے ثابت کرو تو اس کا جواب کیا ہوگا؟۔۔۔ اگر کوئی منکر حدیث کسی غیر مقلد سے یہ مطالبہ کردے کہ اپنی پانچ نمازیں ان کے اسماء و اوقات کی تعیین سمیت قرآن سے ثابت کرو تو اس کا جواب کیا ہوگا؟۔۔۔ اگر کوئی منکر حدیث کسی غیر مقلد سے یہ مطالبہ کردے کہ بخاری و مسلم کا فلاں مسئلہ قرآن سے ثابت کرو' یا اپنے اختلافی مسائل فاتحہ خلف الامام' آمین بالجہر اور رفع یدین وغیرہ قرآن سے ثابت کرو' یا بخاری و مسلم کی ہر حدیث کا صحیح ہونا قرآن سے ثابت کرو تو اس کا جواب کیا ہوگا؟۔۔۔ یقینی بات ہے کہ غیر مقلدین کی طرف سے اس کا ایک ہی جواب ہوگا کہ ہم ان مسائل و احکامات کو حدیث یا اصول محدثین کے حوالہ سے مانتے ہیں۔ آؤ ہمارے ساتھ حجیت حدیث پر مناظرہ کرلو۔ ہم بھی غیر مقلدین کے اعتراضات کے جواب میں یہی کہتے ہیں کہ ہم پر بھی اپنے دلائل ٹھونسنے کی بجائے مسئلہ سے متعلق دلیل کے حوالہ سے ہمارے ساتھ بات کرلو۔ لیکن غیر مقلدین یہاں یہ اصول اپنانے پر آمادہ نہیں۔

یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالب
تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

تیرھویں خدمت: مناظرہ اصول پر یا فروع پر؟

اس محاذ پر مولانا مرحوم نے تیرھویں خدمت یہ سرانجام دی کہ مناظرہ کے بنیادی مقاصد و مفادات کے حوالہ سے یہ حقیقت پوری طرح ذہن نشین کرادی کہ مناظرہ ہمیشہ اصولی مسائل پر ہی مؤثر و مفید ثابت ہوسکتا ہے' فروعات میں مناظرہ سے ہمیشہ اختلافات و مناظرات کی خلیج وسیع ہوتی چلی جاتی ہے' مثلاً ایک اصول کے تحت سو فروعات موجود ہیں تو صرف ایک اصول پر مناظرہ سے تمام فروعات کا مسئلہ خود بخود حل ہوجاتا ہے' کیونکہ وہ اسی اصل پر مبنی ہیں۔ لیکن اگر اصول کو چھوڑ کر فروعات پر مناظرہ کا میدان اختیار کیا جائے گا' تو ایک کے بجائے سو مناظرے ہونگے۔ یعنی ہر فرع پر الگ مناظرہ ہوگا۔ اور اصول کا اختلاف پھر بھی بدستور رہے گا۔ اس کی مثال اس طرح ہے کہ درخت اصول کی مانند ہے' اور اس کی شاخیں فروع کی مانند' اگر اس کو جڑ سے کاٹ دیں گے تو پورا درخت کٹ جائے گا۔ اور اگر شاخیں کاٹیں گے تو ایک ایک شاخ الگ الگ کاٹنا ہوگی اور درخت بدستور قائم رہے گا۔۔۔ اس مسلمہ ضابطہ کے تحت اختلافات کے خاتمہ کے لیے ضروری ہے کہ مناظرہ فروعات کی بجائے اصول پر کیا جائے تاکہ اس کے زیادہ اور مضبوط اثرات مرتب ہوں۔ مثلاً۔۔۔ منکرین حدیث' حجیت حدیث سے انکاری ہیں' اگر وہ حجیت حدیث کے موضوع پر بحث و مناظرہ کریں گے تو ذیلی اختلافات خود بخود ختم ہوتے چلے جائیں گے' اور اگر وہ ہر ہر حدیث پر الگ الگ بحث کرنا چاہیں گے تو بحث کا دائرہ وسیع ہوتا چلا جائے گا' کیونکہ احادیث کی

تعداد تو از روئے متن ہزاروں تک اور از روئے سند لاکھوں تک پہنچتی ہے۔۔۔اسی طرح منکرین تقلید حجیت تقلید سے انکاری ہیں۔اگر وہ حجیت تقلید کے موضوع پر مناظرہ کریں تو تقلید کے ضمن میں آنے والے تمام مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے اور اگر وہ ہر ہر فقہی مسئلہ پر الگ الگ بحث کرنا چاہیں گے تو بحث کا دائرہ یقیناً وسیع ہوتا چلا جائے گا۔کیونکہ فقہی واجتہادی مسائل کی تعداد بھی لاکھوں تک پہنچتی ہے۔۔۔لیکن یہ دونوں طبقے چونکہ امت کے اندر اختلافات کا دائرہ وسیع کرنے کے لیے ہی پیدا کیے گئے ہیں اس لیے وہ ہمیشہ وہی طرز اختیار کریں گے کہ جس سے اختلاف کے خاتمہ کی کوئی صورت پیدا نہ ہو سکے۔یہی وجہ ہے کہ منکرین حدیث کی بحث ہمیشہ اسی موضوع پر ہوگی کہ بخاری کی فلاں روایت قرآن کے خلاف ہے اور مسلم کی فلاح روایت عقل کے منافی ہے۔اور غیر مقلدین کی بحث ہمیشہ اسی موضوع پر ہوگی کہ فقہ حنفی کا فلاں مسئلہ قرآن کے خلاف ہے اور فلاں حدیث کے خلاف یہ دونوں طبقے اصولی مسئلہ پر بحث سے ہمیشہ گریزاں رہتے ہیں۔

ہنسی آتی ہے تیری سادگی شوق پر جامی
وہ نظریں بھی ملاتے کب ہیں جو اب دل ملائیں گے

چودھویں خدمت: مقام امام اعظمؒ

اس محاذ پر مولانا مرحوم نے چودھویں خدمت یہ سرانجام دی کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی سیرت وسوانح پر لکھی جانے والی سینکڑوں کتب کے حوالہ سے انہوں نے امام اعظمؒ کا مقام انتہائی سادہ آسان اور مدلل انداز سے اس طرح ذہن نشین کرا دیا کہ ہر شخص کے ذہن میں ان کی عظمت اجاگر ہوتی چلی گئی۔یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ چاروں ائمہ مجتہدینؒ اپنے اپنے مقام پر صاحب فضل وکمال اور مقام عظمت پر فائز ہیں ان میں سے کسی ایک کی توہین وتنقیص بھی سلب ایمان کا ذریعہ بن سکتی ہے۔لیکن جس طرح انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مقام ومرتبہ کے اندر بترتیب مراتب فرق موجود ہے اسی طرح ائمہ مجتہدینؒ کے اندر بھی یہ فرق پایا جاتا ہے اور ان میں سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ ایک منفرد وممتاز مقام کے حامل ہیں۔دیگر ائمہ پر ان کی برتری کے تین بڑے دلائل ہیں۔

پہلی دلیل : پہلی دلیل یہ ہے کہ ائمہ اربعہؒ میں سے صرف امام اعظم ابوحنیفہؒ ہی تابعی ہیں جنہوں نے حضرت انسؓ بن مالک اور دیگر صحابہ کرامؓ کی زیارت کی ہے۔اگرچہ غیر مقلدین حضرت امام کی تابعیت سے انکاری ہیں لیکن جب علامہ ذہبی الشافعیؒ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۵۸ میں) امام حافظ ابن کثیر الشافعیؒ (البدایۃ والنہایۃ ج ۱ ص ۱۰۷ میں) علامہ خطیب بغدادی الشافعیؒ (تاریخ بغداد ج ۱ ص ۳۲۴ میں) علامہ حافظ ابن حجر مکی الشافعیؒ (الخیرات الحسان ص ۲۱ میں) حافظ ابن حجر عسقلانی الشافعی (تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۴۹ میں) علامہ قسطلانی الشافعی (شرح بخاری ج ۱ ص ۲۸۲ میں) حافظ ابن عبدالبر مالکیؒ (جامع بیان العلم ج ۱ ص ۴۵ میں) حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی تابعیت کا برملا اعتراف فرماتے ہیں تو غیر مقلدین کے انکار کی حیثیت ہی کیا رہ جاتی ہے؟ اور نقار خانہ میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے؟

دوسری دلیل : امام ابوحنیفہؒ کی باقی ائمہ پر برتری کی دوسری دلیل یہ ہے کہ وہ امام مالکؒ امام شافعیؒ امام احمدؒ امام بخاریؒ امام مسلمؒ امام ابوداؤدؒ اور امام ترمذیؒ وغیرہ تمام فقہاء ومحدثین کے بالواسطہ یا بلاواسطہ استاد ہیں۔مثلاً امام مالکؒ اور امام محمد بن حسن الشیبانیؒ امام ابوحنیفہؒ کے بلاواسطہ شاگرد ہیں۔اور امام شافعیؒ ان دونوں کے شاگرد ہیں اور امام احمد بن حنبلؒ امام شافعیؒ کے شاگرد ہیں۔۔۔اسی طرح امام بخاریؒ متعدد واسطوں سے امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں۔مثلاً امام بخاریؒ شاگرد ہیں امام اسحاق بن راہویہؒ کے وہ امام عبداللہ بن مبارکؒ اور وہ امام ابوحنیفہؒ کے۔امام بخاریؒ شاگرد ہیں امام علی بن المدینیؒ کے وہ امام یحییٰ بن سعیدؒ القطان کے اور وہ امام ابوحنیفہؒ کے۔امام بخاریؒ شاگرد ہیں امام احمدؒ بن حنبل کے وہ امام قاضی ابو یوسفؒ کے اور وہ امام ابوحنیفہؒ کے امام بخاریؒ شاگرد ہیں امام یحییٰ بن معین الحنفیؒ کے وہ امام محمدؒ کے اور وہ امام ابوحنیفہؒ کے۔۔۔غرضیکہ اکثر فقہاء ومحدثین بالواسطہ یا بلاواسطہ حضرت امام کے شاگرد ہیں۔

تیسری دلیل : امام ابوحنیفہؒ کی دیگر فقہاءؒ پر برتری کی تیسری دلیل یہ ہے کہ امت کے تمام طبقات نے بالاتفاق انہیں امام اعظم تسلیم کیا ہے۔اور کسی نے بھی اس سے اختلاف نہیں کیا۔حتیٰ کہ غیر مقلدین کے معروف علماء مولانا عبدالمجید سوہدرویؒ مولانا محمد داؤد غزنویؒ نواب صدیق خان بھوپالیؒ مولانا میر محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ وغیرہم بھی انہیں امام اعظم تسلیم کرتے ہیں۔یہ تمام دلائل اس حقیقت پر شاہد ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کو دیگر فقہاء پر ہر قسم کی برتری وفضیلت حاصل ہے۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

نعمان کا معنی

امام ابوحنیفہؒ کا نام نعمانؒ بن ثابت کوفی ہے جو ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔حافظ ابن حجر مکی الشافعیؒ نے اپنی کتاب ''الخیرات الحسان'' میں لفظ نعمان کے تین معنی بیان فرمائے ہیں۔

۱۔نعمان نعمت سے اسم مبالغہ کا صیغہ ہے۔اور خدا تعالیٰ کے ہاں انسانیت کے لیے سب سے بڑی نعمت دین اسلام ہے۔آیت الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی الخ میں اسی کی طرف اشارہ

ہے۔اس نعمت کی تکمیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اس کی تدوین امام ابوحنیفہؒ کے ذریعہ ہوئی۔

۲۔نعمان کا معنیٰ ہے خون جو زندگی کی علامت ہے اور پورے بدن میں گردش کرتا ہے۔یعنی جس طرح خون پورے جسم میں پایا جاتا ہے اسی طرح امام ابوحنیفہؒ کی محبت تمام اہل حق کے دلوں میں اور ان کی فقہ پوری دنیا کے اندر بکثرت پائی جاتی ہے۔

۳۔نعمان ایک سرخ رنگ کی خوشبودار گھاس کا نام ہے۔جس کی خوشبو دور دور تک پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔گویا امام ابوحنیفہؒ اور ان کی فقہ کے ذریعہ سنت نبوی کی خوشبو دور دور تک پھیلی۔

کنیت ابوحنیفہؒ سے مراد:

غیر مقلدین حضرات عام طور پر بعض مجہول قسم کی روایات کی بناء پر یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کی ایک بیٹی حنیفہ نامی تھی جو انتہائی ذہین تھی۔ایک دفعہ امام ابوحنیفہؒ ایک مسئلہ میں پھنس گئے تو اس بیٹی نے اس شرط پر وہ مسئلہ حل کر دیا کہ آپ میرے نام سے اپنی کنیت اختیار کریں گے۔اور امام نے مجبوراً وہ کنیت اختیار کی۔حالانکہ اس افسانوی پروپیگنڈہ کی واقعاتی طور پر کوئی حقیقت نہیں۔کیونکہ امام صاحبؒ کی حنیفہ نامی کسی بیٹی کا ثبوت ٹھوس تاریخی شہادت سے کہیں نہیں ملتا مخالفین امام اعظمؒ نے صرف ان کی جلالت علمی کو داغدار و کمزور کرنے کے لیے یہ واقعہ گھڑا ہے۔دراصل اس کنیت کے دو اسباب ہیں۔

۱۔پہلا یہ کہ حنیفہ کا معنی ہے دوات اور امام اعظمؒ حصول علم اور تلاش روایات کے لیے اس قدر سرگرم رہتے کہ ہر وقت دوات ان کے ہاتھ میں ہوتی۔کہ کوئی محدث وفقیہہ جہاں مل جائے اس سے مسائل و روایات حاصل کر کے تحریر کر سکیں اس بناء پر لوگوں میں ابوحنیفہ یعنی دوات والے معروف ہو گئے۔

۲۔دوسرا یہ کہ امام صاحب نے یہ کنیت خود اختیار کی دین حنیف کی طرف نسبت کر کے بایں صورت اس کا معنی یہ ہوگا کہ دین حنیف یعنی سیدھے راستہ والا۔اور جمہور ائمہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک یہی مراد ہے۔لیکن غیر مقلدین کی ہٹ دھرمی لاعلاج ہے۔

ملتے ہیں اس ادا سے کہ گویا خفا نہیں
کیا آپ کی نگاہ سے میں آشنا نہیں

پندرھویں خدمت: فقہ حنفی کی برتری

اس محاذ پر مولانا مرحوم نے پندرھویں خدمت یہ سرانجام دی کہ انہوں نے متعدد وجوہ سے تمام فقہی مذاہب پر فقہ حنفی کی فکری وعملی برتری ثابت کی۔اور اس کے لیے بھی ان کا انداز انتہائی سادہ اور پرکشش تھا۔

پہلی وجہ: فقہ حنفی کی برتری کی پہلی وجہ یہ ہے کہ باقی تینوں ائمہ نے اپنی اپنی فقہ تنہا خود مرتب کی ہے۔جب کہ فقہ حنفی کو امام اعظمؒ نے اپنے قاضی ابو یوسفؒ امام محمدؒ امام زفرؒ امام حسنؒ بن زیاد امام قاسمؒ بن معن اور امام داؤد طائیؒ جیسے چالیس جلیل القدر تلامذہ کے ساتھ مل کر مدون کیا۔گویا یہ ایک اجتماعی کاوش ہے۔

دوسری وجہ: باقی تینوں ائمہ نے اپنی فقہ کی تدوین میں ضعیف حدیث کے مقابلہ میں اجتہاد سے کام لیا لیکن امام اعظمؒ حدیث ضعیف کے مقابلہ میں بھی قیاس نہیں کرتے کہ سند کے اعتبار سے ضعیف ہونے کے باوجود متن کے اعتبار سے اس کے صحیح ہونے کا احتمال موجود ہے۔

تیسری وجہ: باقی تینوں ائمہ قول صحابیؓ کے مقابلہ میں قیاس کرتے ہیں۔لیکن امام اعظمؒ قول صحابیؓ کے مقابلہ میں بھی قیاس نہیں کرتے کہ ہوسکتا ہے وہ نبی کا قول ہو اور صحابیؓ نے کسی وجہ و مصلحت کی بناء پر نبی کی طرف اس کی نسبت مناسب نہ سمجھی ہو۔اسی لیے مولانا میر محمد ابراہیمؒ سیالکوٹی غیر مقلد فرماتے ہیں کہ:

''امام ابوحنیفہؒ قیاس کے مقابلہ میں ضعیف حدیث کو مقدم جانتے تھے کہ ضعیف کا ضعف عارضی ہے۔اس میں احتمال صحت کا ہوسکتا ہے۔لہٰذا اس کے مقابلہ میں قیاس کی ضرورت نہیں۔بھلاوہ شخص جو صحابیؓ کے قول کے سامنے بھی قیاس نہ کرتا ہو وہ صحیح حدیث کو عمداً کس طرح ترک کرسکتا ہے۔'' (تاریخ اہل حدیث ص ۲۷۳)

چوتھی وجہ: فقہ حنفی کی تدوین سے لیکر آج تک امت کے ستر فی صد سے زائد طبقہ نے فقہ حنفی کی عملاً تقلید کی ہے۔اس کی یہ مقبولیت جہاں رضائے الٰہی پر دلالت کرتی ہے وہاں اس کی برتری کی بھی بین دلیل ہے۔

پانچویں وجہ: باقی تینوں فقہی مذاہب علاقائی حدود میں مقید ہیں یعنی بعض بعض علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔لیکن فقہ حنفی عالمگیر حیثیت رکھتی ہے۔اور دنیا کا کوئی خطہ اس سے خالی نہیں۔

چھٹی وجہ: برصغیر پاک وہند کے اندر وسیع پیمانہ پر اسلام کی آمد اس کی اشاعت اور اس کی حفاظت کے جملہ امور حنفیوں نے سرانجام دیئے۔یہی وجہ ہے کہ ترکی و وسط ایشیائی ریاستوں سے لیکر افغانستان پاکستان ہندوستان بنگلہ دیش برما اور چین تک فقہ حنفی کے علاوہ مالکی شافعی حنبلی کوئی فقہی مذہب بھی موجود نہیں۔اور یہ فقہ حنفی کی دیگر مذاہب پر فکری وعلمی برتری کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

اٹھائے کچھ ورق لالہ نے کچھ نرگس نے کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

تیسرا محاذ۔۔۔فتنۂ قادیانیت

کسی دانشمند کا قول ہے کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔مولانا مرحوم کو بھی قادیانیت کے مسئلہ میں کچھ ایسی ہی صورت پیش آئی۔کیونکہ ان کے چک ۲/۵۵ رایل اوکاڑہ میں مسلمانوں کی آبادی تناسب کے لحاظ سے تیسرے درجہ پر ہے سب سے زیادہ عیسائی اس کے بعد قادیانی اور اس کے بعد مسلم آبادی ہے یعنی سب سے کم تعداد مسلمانوں کی ہے۔مالی اور سیاسی اعتبار سے قادیانی ہی بااثر ہیں گاؤں کی دونوں نمبرداریاں بھی انہی کے پاس تھیں۔اس لیے ان کے سیاسی اثر ونفوذ اور مذہبی تعلیم وتبلیغ کی بناء پر مقامی مسلمانوں کا ایمان وایقان خطرے میں تھا چنانچہ اسی فکر کے تحت مولانا مرحوم نے قادیانی لٹریچر کا مطالعہ کر کے اپنی خداداد ذہانت کی بناء پر بہت جلد ان کے

خلاف مناظرانہ مہارت حاصل کرلی۔ اس کے بعد مختلف عنوانات (متنبیٔ قادیان' اور حیات مسیح علیہ السلام وغیرہ) پر ان سے کامیاب مناظرے کیے۔

قادیانیت کے خلاف تاریخی جدوجہد:

تحریک قادیانیت انیسویں صدی کی آٹھویں دہائی کے آغاز ۱۸۸۴ء میں ضلع گورداسپور کی بستی قادیان سے اٹھی۔ اور انگریزی اقتدار کی سرپرستی میں رفتہ رفتہ اپنی جڑیں مضبوط کرتی چلی گئی۔ لدھیانہ کے سنی حنفی علماء (مولانا عبدالعزیزؒ اور مولانا محمد لدھیانویؒ وغیرہ جو کہ تحریک حریت کے نامور راہنما مولانا عبدالقادر لدھیانوی ؒ کے بیٹے تھے) نے تو اپنی بصیرت ایمانی کے تحت ابتدائی مرحلہ میں ہی اندازہ کرلیا کہ یہ تحریک مجددیت کی سیڑھی سے نبوۃ کی منزل تک رسائی حاصل کرنا چاہتی ہے۔ لہٰذا انہوں نے ۱۸۸۴ء میں ہی مرزا قادیانی پر فتویٔ کفر جاری کردیا تھا۔ انگریزی حکومت کی سرپرستی میں مولانا محمد حسین بٹالوی جیسے غیر مقلدین کی پذیرائی بھی ابتداء اس تحریک کو حاصل رہی' جب کہ اس تحریک کے خلاف مولانا رشید احمد گنگوہیؒ علامہ محمد انور شاہ کاشمیریؒ' مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ' مولانا علامہ عبدالشکور لکھنویؒ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ مولانا محمد حیاتؒ فاتح قادیان' مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ مولانا محمد علی جالندھریؒ' مولانا لال حسین اخترؒ اور مولانا محمد یوسف بنوریؒ جیسے اکابرین کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

ہمارے امیر مرکزیہ' قائد اہلسنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین مدظلہ کے والد گرامی منزلت حضرت مولانا کرم الدین دبیرؒ نے تو مرزا قادیانی کو عدالت کے اندر ایسا رسوا کیا کہ اسے باقاعدہ قید و جرمانہ کی سزا ملی۔ قیام پاکستان کے بعد ظفر اللہ قادیانی کی وزارت خارجہ کے باعث قادیانیت کو کافی ترقی ملی۔ یہاں تک کہ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران دس ہزار سے زائد جانثاران ختم نبوت شہید کردیئے گئے۔ بالآخر مسلمانوں کی نوے سالہ مسلسل جدوجہد کے بعد ۱۹۷۴ء میں پاکستانی پارلیمنٹ نے قانونی طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیدیا۔

قادیانیت کے خلاف اس مسلسل جدوجہد میں مولانا مرحوم کی خدمات بھی ناقابل فراموش ہیں۔ انہوں نے اپنی تقریر و تحریر میں قادیانیت کے خلاف یہ مؤقف اختیار کیا کہ مرزا قادیانی کے کردار و عمل کی روشنی میں نبی تو کجا اسے شریف آدمی ثابت کرنا بھی ناممکن ہے۔ غالباً ۱۹۸۰ء میں پتوکی کے اندر قادیانیوں کے ایک مکان میں قادیانیوں کے ساتھ مولانا مرحوم کا مناظرہ ہوا جس میں مولانا نے قادیانی کتابوں سے ثابت کیا کہ مرزا قادیانی بہت زیادہ گالیاں دیتا اور لکھتا تھا۔ اور قادیانی مناظر نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کیا۔ مولانا مرحوم اس مناظرہ کا عموماً ذکر فرمایا کرتے تھے۔

مرزا قادیانی کی غیر مقلدیت

مرزا قادیانی کے نظریات باطلہ کی بنیاد بھی ترک تقلید تھی' اور اس کی غیر مقلدیت پر ناقابل تردید دلائل موجود ہیں۔

پہلی دلیل! مرزا قادیانی حدیث کا انکار کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ: "میرے دعویٰ کی بنیاد حدیث نہیں۔ بلکہ قرآن اور وحی ہے جو میرے اوپر نازل ہوئی۔ ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن کے مطابق ہیں اور میری وحی کے معارض نہیں' اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔" (اعجاز احمدی ص ۳۰)

حدیث رسولؐ کے بارہ میں یہ تصور و نظریہ ہی خالص غیر مقلدانہ ہے۔ کیونکہ مقلد تو حجیت حدیث کو تسلیم کرتا ہے۔

دوسری دلیل! مرزا قادیانی اہل سنت و جماعت کے دلائل اربعہ میں سے تیسری دلیل یعنی اجماع امت کا منکر اور مخالف تھا۔ اور متعدد مسائل میں اس کا نظریہ اجماع امت کے خلاف تھا۔ مثلاً بعض آیات قرآنیہ کی تفسیر بالرائے ۔۔۔ حیات مسیح علیہ السلام و نزول مسیح علیہ السلام کے اجماعی عقیدہ کا انکار ۔۔۔ اور دعویٰ مہدویت وغیرہ میں وہ امت کے اجماعی نظریات کے خلاف تھا۔ جو اس کے غیر مقلد ہونے کی بین دلیل ہے۔

تیسری دلیل! مرزا قادیانی' حکیم نوردین بھیروی کے نام اپنے مکتوب میں اپنی غیر مقلدیت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "منشی احمد جان مرحوم جب تک زندہ رہے خدمت کرتے رہے ۔۔۔ میری نسبت وہ خوب جانتے تھے کہ یہ حنفی تقلید پر قائم نہیں ہیں اور نہ اسے پسند کرتے ہیں۔ (مکتوبات احمدیہ ج ۵ ص ۵۳)

اس صریح اعتراف و اقرار کے بعد بھی مرزا قادیانی کی غیر مقلدیت سے انکار کرنا کھلی ہٹ دھرمی ہے۔ چنانچہ مشہور غیر مقلد عالم مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ اس حقیقت کا برملا اعتراف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"مرزا غلام احمد قادیانی اپنے آپ کو بریلوی حنفی ظاہر کرتے تھے' لیکن حقیقت میں وہ حنفی بھی نہ تھے' اہل حدیث تو کیا ہوتے' البتہ غیر مقلد ہوسکتے ہیں۔ کیونکہ وہ نہ فقہ حنفی کے پابند تھے۔ نہ وہ صحابہؓ اور تابعینؒ ائمہ سلف کی روش پر چلنا پسند کرتے تھے۔ (تحریک آزادی فکر ص ۱۸۸)

چوتھی دلیل! مرزا قادیانی کے افعال و اعمال بذات خود اس کی غیر مقلدیت کا واضح ثبوت ہیں' مثلاً وہ فاتحہ خلف الامام مسح علی الجوربین ۔۔۔ آٹھ تراویح ۔۔۔ جمع بین الصلوٰتین ۔۔۔ رفع یدین ۔۔۔ اور تین کوس کے سفر پر قصر نماز ۔۔۔ کا قائل تھا' نماز میں ہاتھ سینہ پر باندھتا تھا ۔۔۔ وتر ایک پڑھتا تھا وغیرہ۔ اور یہ سب امور ہمارے ہاں غیر مقلدانہ ہیں۔

(نوٹ) مرزا قادیانی کی غیر مقلدیت پر تفصیلی بحث ناچیز کی کتاب "قادیانی اور غیر مقلدین" میں ملاحظہ فرمایئے۔ بشیر

چوتھا محاذ ۔۔۔ فتنۂ انکار حدیث

برصغیر کے اندر ترک تقلید کی ترقی یافتہ صورت میں فتنۂ انکار حدیث نمودار ہوا۔ کیونکہ غیر مقلدین نے جب

بخاری و مسلم وغیرہ کتب احادیث کے اردو تراجم، علمی اعتبار سے پرائمری سطح کے افراد کے ہاتھوں میں تھما دیئے تو احادیث کے درمیان ظاہری تعارض نے بہت سی طبیعتوں کو ان کے واقعاتی و حقیقی وجود سے باغی و بیزار کر دیا۔ اس لیے کہ ناسخ و منسوخ روایات کے درمیان فرق کرنے کی اہلیت سے محروم لوگوں کے لیے اس تعارض کو دور کرنا ممکن نہ تھا۔ اور تقلید کی بندشوں سے وہ پہلے ہی آزادی حاصل کر چکے تھے۔ لہٰذا بخاری و مسلم کی چند روایات پر عدم عمل کے حوالہ سے احناف کو مطعون کرنے والے غیر مقلدین کے لیے خود بخاری و مسلم کے وجود و بال جان بن گئے۔ کیونکہ منکرین حدیث کو بخاری و مسلم سمیت احادیث کی تمام کتب میں سے عجمی سازش کی بو محسوس ہونے لگی تھی۔ اسی لیے انہوں نے حجیت حدیث سے انکار کر کے پورے مجموعہ حدیث کو مسترد کر دیا۔ اور جس طرح منکرین تقلید نے اپنے لیے "اہل حدیث" کا عنوان تجویز کیا تھا بعینہٖ اسی طرح منکرین حدیث نے اپنے لیے "اہل قرآن" کا لقب اختیار کر لیا۔ مولانا مرحوم نے اس محاذ پر حجیت حدیث کے اثبات کے لیے بے پناہ خدمات سرانجام دیں۔ اور ترک تقلید کے حوالہ سے یہ بات پوری طرح ذہن نشین کرائی کہ یہی وہ بنیاد ہے جو انسان کے اندر دیگر دلائل شرعیہ اور احکامات دینیہ کے خلاف نفرت و بغاوت کے بیج بوتی ہے۔ اور حقیقتاً بھی منکرین حدیث کے تمام سرگروہ غیر مقلد تھے۔ مثلاً۔

سرسید احمد خان: یہ ایک واقعاتی حقیقت ہے کہ برصغیر کے اندر بانی علی گڑھ یونیورسٹی سرسید احمد خان نے عقل کی بنیاد پر "نیچریت" کے عنوان سے ایک ایسے مکتب فکر کی بنیاد رکھی جس نے مابعد کے ہر فتنہ کو بنیادی میٹریل فراہم کیا، اور اس تحریک کی بنیاد بھی ترک تقلید تھی۔ چنانچہ خود سرسید اپنی غیر مقلدیت کا اعتراف بایں الفاظ کرتے ہیں کہ:

"میں سچ کہتا ہوں کہ جس قدر نقصان اسلام کو تقلید نے پہنچایا ہے، اتنا کسی چیز نے نہیں پہنچایا۔ سچے اسلام کے حق میں تقلید سنکھیا سے بھی زیادہ زہر قاتل ہے۔ (مکتوبات سرسید جلد ا ص ۲۷۳)

سرسید صرف فروعی مسائل میں ہی تقلید کی بندشوں سے آزاد نہ تھے بلکہ انہوں نے اہل سنت و جماعت کے اصولی و اجماعی عقائد و نظریات سے بھی مکمل آزادی حاصل کر لی۔ مثلاً وہ۔۔۔ نزول وحی۔۔۔ ملائکہ۔۔۔ جنات۔۔۔ جنت و دوزخ۔۔۔ اور معجزات وغیرہ تمام اجماعی عقائد کے منکر تھے۔ اور ان نظریات کے بارہ میں ائمہ مفسرین کی تفسیر قرآن کو یہودی تفسیر قرار دیتے تھے۔ جیسا کہ ان کی تفسیر احمدیہ، خطبات احمدیہ، مقالات سرسید اور مکتوبات وغیرہ میں اس کی صراحت مذکور ہے۔ اسی لیے ان کے سوانح نگار مولانا الطاف حسین حالی فرماتے ہیں کہ:

سرسید جس طرح تقلید کو فروع میں ضروری نہیں سمجھتے، اسی طرح اصول میں بھی نہیں سمجھتے۔ کیونکہ جس بنا پر حق چاروں مذہبوں میں دائر سمجھا گیا ہے، اسی بنا پر اس کو اشاعرہ اور معتزلہ اور دیگر فرق اسلامیہ میں بھی دائر سمجھنا ضروری ہے۔ اور اسی وجہ سے انہوں نے اکثر اصولی مسائل میں معتزلہ کی پیروی کی ہے۔ (حیات جاوید ص ۵۹۵) گویا فروعات میں تقلید کی بندشیں توڑنے کے بعد سرسید نے اصول میں بھی تقلید کی زنجیریں کاٹ ڈالیں۔

مولوی عبداللہ چکڑالوی: تحریک انکار حدیث کے حوالہ سے دوسرا نمایاں نام مولوی عبداللہ چکڑالوی کا ملتا ہے، وہ بھی نظریاتی اور مسلکی طور پر غیر مقلد تھے اور تقلید کی زنجیریں توڑ کر انکار حدیث کی منزلیں طے کر گئے۔ (موج کوثر ص ۷۱ تحریک آزادی فکر ص ۱۸۸ فتاویٰ ثنائیہ جلد اص ۲۸۰) چنانچہ انہوں نے فروعی مسائل میں تقلید سے آزادی حاصل کرنے کے بعد۔۔۔ حدیث پر ایمان کو شرک۔۔۔ شفاعت کے عقیدہ کو خباثت۔۔۔ نماز تراویح کو ضلالت۔۔۔ تعدد ازواج کو زنا۔۔۔ اور معراج کو خواب قرار دیدیا۔۔۔ حتیٰ کہ عذاب قبر اور سوال منکرین سے بھی انکار کر دیا۔

حافظ اسلم جیراجپوری: اس تحریک کے حوالہ سے تیسرا نمایاں نام اسلم جیراجپوری کا آتا ہے، وہ بھی نظریاتی و مسلکی طور پر غیر مقلد تھے (دیکھئے ان کی کتاب نوادرات) فقہی مسائل میں تقلید کی بندشیں توڑ کر وہ۔۔۔ حجیت حدیث۔۔۔ معراج جسمانی۔۔۔ اور معجزات وغیرہ جیسے اجماعی و اصولی عقائد سے بھی منحرف ہو گئے۔

نیاز فتحپوری: اس تحریک کے حوالہ سے چوتھا نام نیاز فتحپوری کا آتا ہے اور وہ بھی نظریاتی و مسلکی طور پر غیر مقلد تھے، چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

"مولویوں کے نزدیک اسلام نام ہے صرف کورانہ تقلید کا، اور تقلید بھی رسول و احکام رسول کی نہیں، بلکہ بخاری، مسلم و مالک وغیرہ کی۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ حقیقی کیفیت یقین کی اس وقت تک پیدا ہی نہیں ہو سکتی جب تک کہ ہر شخص اپنی جگہ غور کر کے کسی نتیجہ پر نہ پہنچے۔ (من و یزدان جلد اص ۵۴۷)

چنانچہ نیاز صاحب نے تقلید کی بندشیں توڑ کر اپنے اندر یقین کی کیفیت پیدا کرتے ہوئے۔۔۔ معجزات۔۔۔ عذاب و ثواب قبر۔۔۔ آخرت۔۔۔ جنت و دوزخ۔۔۔ حتیٰ کہ قرآن پاک کے کلام الٰہی ہونے تک سے انکار کر دیا۔ ظاہر بات ہے کہ ترک تقلید اس سے زیادہ یقین کی حقیقی کیفیت پیدا ہی کیا کر سکتی تھی؟

یہ ترک تقلید اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

عنایت اللہ مشرقی: اس تحریک کے حوالہ سے پانچواں نام علامہ مشرقی کا ملتا ہے۔ اور وہ بھی نظریاتی طور پر غیر مقلد تھے، چنانچہ لکھتے ہیں کہ تم اپنی فقہ اور احادیث اور جہالت اور باطل روایات کے سبب قرآن کریم کی تعلیم میں شور و غل مچاتے ہو (تذکرہ عربی ص ۱۲۵) گویا انہوں نے بھی حدیث سے پہلے فقہ کو ہی ہدف تنقید بنایا ہے۔ پھر انہیں قرآن سے یہ علم ملا کہ۔۔۔ ہر مذہب کی سچائی مشتبہ ہے۔۔۔ انگریز حقیقی مومن ہیں۔۔۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔۔۔ تفسیر قرآن کے لیے اجماع غیر ضروری ہے۔۔۔ اسلاف کی اتباع شرک ہے۔۔۔ فرشتے انگریزوں کو سجدے کرتے ہیں وغیرہ (اس کی تفصیلات تذکرہ عربی و اردو میں ملاحظہ فرمائیں)

غلام احمد پرویز: اس تحریک کے حوالہ سے چھٹا نام چوہدری غلام احمد پرویز کا آتا ہے۔ وہ بھی تقلید کی

بندشوں سے آزاد تھے نہ حجیت حدیث کے قائل تھے اور نہ اجماع امت کے حتیٰ کہ ان کی قرآن فہمی کا نتیجہ یہ تھا کہ ۔۔۔رسول کو لوگوں پر حکم چلانے کا کوئی حق نہیں (سلیم کے نام) ۔۔۔قرآنی احکامات عبوری دور کے لیے تھے (نظام ربوبیت) شریعت محمدیہؐ منسوخ ہے (مقام حدیث) ۔۔۔حکومت کو احکامات شرعیہ کے اندر تغیر کا حق ہے (قرآن فیصلے) ۔۔۔آخرت سے مراد دنیوی مستقبل، جنت وجہنم سے مراد انسانی کیفیات اور ملائکہ سے مراد نفسیاتی محرکات ہیں (سلیم کے نام، لغات القرآن، ابلیس وآدم) پرویز کے انہی گمراہ کن نظریات کی بناء پر ہی ہندو پاک اور عرب وعجم کے تقریباً گیارہ سو کے قریب علماء نے اس پر فتویٰ کفر جاری کیا جو متعدد بار شائع ہو چکا ہے۔

سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا
کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا

پانچواں محاذ۔۔۔فتنہ یزیدیت

رافضیت کے ردعمل میں خارجیت کا فتنہ نمودار ہوا۔ جس کے سکہ بند طبقہ نے تو کھل کر خلافت علیؓ، صحابیت حسنینؓ اور سیدہ فاطمہؓ کے خاتون جنت ہونے سے انکار کر دیا۔ بلکہ ان عنوانات سے متعلق احادیث صحیحہ سے بھی برات ظاہر کر دی۔۔۔لیکن اس کے نچلے طبقہ نے اپنی سرگرمیاں صرف عدالت یزید ثابت کرنے تک ہی محدود رکھیں، اور بڑی ڈھٹائی کے ساتھ فسق یزید کے بارہ میں جمہور ائمہ اہل سنت کے فیصلہ کو شیعی اثرات کا نتیجہ قرار دیدیا۔

اکابر پر عدم اعتماد: یہ فتنہ بھی ترک تقلید ہی کی پیداوار ہے۔ اس کا دعویٰ یہ ہے کہ اکابرین احناف، اور اسلاف دیوبند کی قرآنی، حدیثی اور فقہی خدمات قابل تسلیم ہیں، لیکن ان کی تاریخی تحقیقات ناقابل اعتماد ہیں۔ کیونکہ انہوں نے فسق یزید کے مسئلہ میں بہت بڑی اجتماعی ٹھوکر کھائی ہے۔ یاد رہے کہ برصغیر کے اندر حضرت مجدد الف ثانیؒ سے لیکر (شاہ ولی اللہ دہلویؒ۔ شاہ عبدالعزیز دہلویؒ، سید احمد شہیدؒ، قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ، علامہ انور کاشمیریؒ، اور مفتی کفایت اللہ دہلویؒ سمیت) امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ تک تمام اکابرین اہل سنت فسق یزید پر متفق ہیں۔ اور کسی کو بھی اس سے اختلاف وانکار نہیں۔ اس کی تفصیلات قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین مدظلہ کی کتاب خارجی فتنہ جلد دوم میں ملاحظہ فرمائیے۔ اس تحریک خارجیت و یزیدیت کا سب سے افسوسناک پہلو یہ ہے کہ یہ لوگ صاحب ہدایہ علامہ مرغینانیؒ اور علامہ سعد الدین تفتازانیؒ وغیرہ بزرگوں پر تو پیشرو غیر مقلدین سے بھی بڑھ کر برستے ہیں۔۔۔اور فسق یزید کے معاملہ میں جملہ اکابر واسلاف کو شیعی اثرات سے متاثر ہونے کا طعنہ بھی دیتے ہیں۔۔۔لیکن اپنے ہی طبقہ کے حضرت علیؓ کی خلافت موعودہ کا انکار کر کے اسے عبوری دور قرار دینے والے۔۔۔حضرات حسنینؓ کی صحابیت کا برملا انکار کرنے والے۔۔۔سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کو "سیدۃ نساء اهل الجنة" تسلیم نہ کرنے والے۔۔۔اور اہل سنت کے ہاں متفق علیہ احادیث صحیحہ کو ایرانی ومجوسی سازش

قرار دے کر مسترد کرنے والے۔۔۔دشمنان اہل بیت کے خلاف ان کی زبانیں اور قلم خاموش ہیں۔

ماخذ قدیم، نظریہ جدید

اس مسئلہ کا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ یہ لوگ برسرعام تقریر وتحریر کے ذریعہ تحقیق اسلاف پر عدم اعتماد کا اظہار کرتے ہیں۔ اور اسے برملا غلط قرار دیتے ہیں۔ لیکن جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ اکابر نے اپنی تحقیقات کے اندر فسق یزید کے بارہ میں باقاعدہ مستند تاریخی حوالے پیش کیے ہیں۔ اور ان کے وہ حوالے مودودی صاحب، محمود احمد عباسی اور دیگر جدت پسند مؤرخین کی طرح وقتی یا مرجوح نہیں، بلکہ راجح ومتواتر ہیں، اگر اس کے باوجود ان کی تحقیق ناقابل اعتماد ہے تو کیا آپ کو کوئی ایسا جدید ماخذ دستیاب ہوا ہے جو ان کی نظروں سے اوجھل تھا؟ اگر ایسا ہے تو وہ ماخذ سامنے لائیے۔ لیکن اگر آپ تاریخ طبری، کامل ابن اثیر، تاریخ ابن خلدون، اور البدایہ والنہایہ وغیرہ انہی کتب کے حوالہ سے اکابر کی اجماعی تحقیق کو مسترد کرنا چاہتے ہیں جن سے استدلال کر کے انہوں نے فسق یزید کا فتویٰ دیا ہے تو آپ کی جدید ونومولود تحقیق کی بناء پر اکابرین اہل سنت کا تیرہ سو سالہ متواتر ومتوارث فیصلہ کیسے رد کیا جاسکتا ہے؟ اور یہ حقیقت ہے کہ یزیدی ٹولہ ابھی تک کسی ایسے جدید یا قدیم ماخذ کی نشاندہی نہیں کر سکا جس تک اسلاف کی رسائی نہ رہی ہو۔

حدیث مغفور لھم، اور فسق یزید

یزیدی ٹولہ کے پاس عدالت یزید ثابت کرنے کے لیے سب سے وزنی دلیل وہ حدیث بخاری ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینۃ القیصر پر حملہ کرنے والے لشکر کے لیے مغفور لھم کی بشارت دی۔ ایک یزیدی نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے یزید کی عدالت ثابت کرنے اور اس کے فسق سے انکار کرنے کی کوشش کی تو مولانا مرحوم نے حسب عادت مسکرا کر فرمایا کہ میں نے تو اکابر کی تحقیقات کے حوالہ سے فسق یزید کے تین ہی اسباب پڑھے تھے۔۔۔ پہلا سبب اس کا کردار کہ وہ نماز ترک کرنے، موسیقی سننے، اور گانے والی لونڈیاں رکھنے کا عادی تھا، وغیرہ۔۔۔دوسرا سبب یہ کہ وہ واقعہ کربلا کا ذمہ دار تھا، کیونکہ اس نے کسی ذمہ دار کو سزا نہیں دی۔۔۔اور تیسرا سبب واقعات حرہ یعنی مکہ اور مدینہ کی حرمت پامال کرنے میں وہ ملوث تھا۔ چنانچہ ۶۴ ہجری میں انہی واقعات کی بنا پر صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ عظام نے اس کے لیے اجتماعی بددعا کی، اور وہ اسی رات مرگیا۔۔۔اب آپ نے فسق یزید کا چوتھا سبب بھی بیان کر دیا ہے۔ وہ یزیدی اس جواب سے بڑا پریشان ہوا، اور تعجب سے کہنے لگا کہ اس حدیث سے تو یزید کی مغفرت ثابت ہوتی ہے، فسق کیسے ثابت ہوا؟۔۔۔فرمایا اس حدیث سے صرف یزید کی مغفرت ثابت ہوتی ہے یا لشکر کے تمام شرکاء کی؟ اس نے کہا سب کی۔ فرمایا پھر یزید صرف اس حدیث کی مخالفت کر کے تین بار فسق کا مرتکب ہوا۔ کیونکہ اس لشکر میں حضرت حسینؓ بھی شامل تھے۔ اور مغفرت کی بشارت ان کے لیے بھی تھی۔ لیکن یزید نے انہیں شہید کرا کے اس حدیث کی مخالفت کی اور فسق کا مرتکب ہوا۔۔۔اس لشکر میں وہ بے شمار صحابہؓ وتابعینؒ بھی شامل تھے جن کے خلاف یزید نے مدینہ منورہ پر چڑھائی کر کے اس کی حرمت کو پامال کیا۔ اور اس حدیث کی

مخالفت کر کے فسق میں مبتلا ہوا۔۔۔اس لشکر میں نواسہ صدیق حضرت عبداللہ بن زبیر بھی شامل تھے۔جن کے خلاف یزید نے مکہ مکرمہ پر چڑھائی کر کے کعبۃ اللہ کی حرمت کو پامال کیا۔اور اس حدیث کی مخالفت کر کے فسق کا طوق اپنے گلے میں ڈالا۔۔ یہ حدیث تو فسق یزید کی کھلی دلیل ہے۔وہ یزیدی لاجواب ہو کر خاموشی سے اٹھ کر چلا گیا۔

کبھی اٹھے، کبھی بیٹھے، کبھی الٹے کبھی تڑپے
نظارہ دید کے قابل ہے تیرے بے قراروں کا

چھٹا محاذ۔۔۔فتنہ مسعودیت

ماضی قریب میں مشرقی پنجاب کی سرزمین گورداسپور فتنوں کی پیداوار میں خاصی معروف رہی ہے۔لیکن زمانہ حال میں کراچی کی سرزمین اس بارہ میں کافی زرخیز ثابت ہو رہی ہے۔اور وہاں سے آئے روز نت نئے فتنے نمودار ہو رہے ہیں۔ان ہی جدید و نومولود فتنوں میں ایک فتنہ مسعود احمد کا بھی ہے۔جو کہ نہ تو کوئی مستند عالم دین تھا' اور نہ کسی معقول دینی علم و فراست کا مالک۔ بلکہ کسی دفتر میں کلرک کے عہدہ پر فائز رہا۔ابتداء بریلوی مکتب فکر سے وابستہ تھا' پھر جماعت غرباء اہل حدیث سے منسلک ہو گیا۔اور خود کو اہل حدیث کہلانے لگا اس وقت اسے اہل سنت و جماعت اور حنفی و شافعی وغیرہ ناموں سے شرک کی بو آتی تھی۔ پھر جب وہ ترک تقلید کے منطقی انجام تک پہنچ کر منصب امامت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تو اسے اہل حدیث کے عنوان سے بھی شرک کی وہی بو محسوس ہونے لگی۔لہٰذا خود کو اہل حدیث کہلانا بھی چھوڑ دیا۔اور ۱۳۸۵ ہجری میں 'جماعت المسلمین'' کے نام سے ایک جماعت قائم کر لی۔جس کی امارت اپنے ہاتھ میں رکھی۔ اکثر اہل باطل کی طرح اس نے بھی بدقسمتی سے دینی معاملات میں ناجائز مداخلت شروع کر دی۔ جو اس حد تک بڑھی کہ اسے اپنے اور اپنی جماعت کے علاوہ پوری دنیا کے مسلمانوں کے اندر کفر نظر آنے لگا۔حنفی' مالکی' شافعی اور حنبلی تو مقلد ہونے کے جرم میں کافر ٹھہرے۔اور غیر مقلدین اس کی امارت و اطاعت قبول نہ کرنے کے جرم میں۔۔۔گویا اس کی دعوت صرف اس کی شخصیت کے محور پر گھومتی ہے' اس کے نزدیک کسی شخص کا ایمان اس وقت تک ناقابل قبول ہے جب تک کہ وہ پوری امت کا متواتر و متوارث راستہ ترک کر کے خالص اسی کی امارت و اطاعت کا حلف نہ اٹھائے۔ وہ اپنی امارت و اطاعت کو خلفاء راشدین علیہم الرضوان کی امارت و اطاعت کی طرح لازم و ضروری قرار دیتا ہے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

کھلا تضاد

دیگر باطل پرستوں کی طرح اس کی تحقیقات و تحریرات کے اندر بھی کھلا تضاد پایا جاتا ہے۔مثلاً۔۔۔ایک طرف اس کا دعویٰ ہے کہ فقہ کے چاروں امام برحق ہیں اور ان کا طریقہ و اصول سنت کے مطابق ہے (ملاحظہ فرمائیے تلاش حق ص ۸۸)۔۔۔اور دوسری طرف وہ انہیں شریعت ساز یعنی جدید شریعتیں ایجاد کرنے والا قرار دیتا ہے۔سوال یہ ہے کہ اگر وہ شریعت ساز ہیں تو ان کا طریقہ سنت کے مطابق کیسے؟ اور اگر ان کا طریقہ سنت کے مطابق ہے تو پھر ان پر شریعت سازی کا الزام کیوں؟

کس کا یقین کیجئے کس کا نہ کیجئے
آئی ہیں بزم یار سے خبریں الگ الگ

مسعودی فرقہ کا دعویٰ

مسعودی فرقہ کا دعویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ہمارا نام مسلمان رکھا ہے۔لہٰذا اس نام کے ساتھ کوئی امتیازی عنوان (سنی' شیعہ' حنفی' شافعی' دیوبندی' بریلوی' اہل حدیث' اہل قرآن وغیرہ) شامل کرنا قرآنی تعلیمات کے منافی ہے۔حالانکہ یہ دعویٰ سراسر قرآنی تعلیمات سے جہالت کا نتیجہ ہے۔اس لیے کہ فرمان نبوی کے مطابق تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا دین ایک ہی تھا' جس کا نام اسلام ہے۔البتہ ان کی شریعتیں جدا جدا تھیں۔اسی لیے خدا تعالیٰ نے ان کے امتیازی عنوانات یہود و نصاریٰ بھی ذکر فرمائے۔جب ان کے حقیقی نظریات مسخ ہو گئے تو ان کے صرف امتیازی نام باقی رہ گئے۔اور اسلام صرف امت محمدیہ کی پہچان بن گیا لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی آنے والے وقت میں امت کے اندر پیدا ہونے والے فتنوں کی خبر ملی تو آپ نے ان کے مقابلہ میں نجات و ہدایت یافتہ گروہ کے لیے اہل سنت و جماعت کا امتیازی عنوان خود تجویز فرمایا' لہٰذا حدیث صحیحہ سے ثابت شدہ اس امتیازی عنوان سے انکار کرنا سنت سے جہالت کی دلیل ہے۔

تباہ کن انجام

ترکِ تقلید اور امت کے متواتر طرز فکر سے انحراف کی بنا پر مسعودی فرقہ اس انجام تک پہنچ گیا جو ایسے لوگوں کا مقدر ہوتا ہے۔اور اس کے نزدیک قرآن کی متواتر حیثیت بھی ناقابل اعتماد ہو کر رہ گئی۔ چنانچہ مسعود احمد لکھتا ہے کہ قرآن کے اندر نہ نماز کا طریقہ ہے' نہ کسی اور عمل کا' اور پھر وہ ہر لحاظ سے مکمل ہے' یہ عجیب بات ہے۔ (تفہیم الاسلام ص ۲۲۶)۔۔۔قرآن کا اسلام تو بڑا آسان ہے۔ دعاء مانگ لو تو صلوٰۃ ادا ہو گئی۔ پاکیزگی اختیار کر لو تو زکوٰۃ ادا ہو گئی۔صلوٰۃ میں ریاح خارج ہو جائے تو وضوء سلامت رہے۔ناچ رنگ کی محفلیں قائم کرو کوئی ممانعت نہیں' فنون لطیفہ سے کوئی حرج نہیں۔تاش اور شطرنج سے لطف اٹھاؤ کوئی مضائقہ نہیں' قحبہ خانہ کھولو کوئی ممانعت نہیں (ص ۲۳۲) قرآن پاک میں عریانیت کا درس ہے (ص ۲۴۶) قرآن پاک میں ایسی آیات بھی پائی جاتی ہیں' جس سے بظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منزلت کو بڑا دھکا لگتا ہے (ص ۲۴۷) آیات بالا سے ثابت ہوا کہ اسلام خونریزی کو بہت پسند کرتا ہے' کیا ان آیات سے دشمنان اسلام کو اسلام پر ہنسنے کا موقع نہیں ملے گا (ص ۲۴۸) اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ حساب کا وقت قریب آ گیا۔لیکن زمانہ شاہد ہے کہ تقریباً ایک ہزار چار سو سال گزر چکے' وقت حساب ابھی تک نہیں آیا' یہ کیسا قرب ہے؟ (ص ۲۶۴) مسلمانوں کا ایک جم غفیر اس تحریف قرآن پر ایمان رکھتا ہے اور خود قرآن کی عبارت بھی اس پر شاہد (ص ۲۶۹) مذکورہ اقتباسات کو بار بار ملاحظہ فرمائیے اور اس فرقہ کے

نظریات کا جائزہ لیجئے کہ وہ قرآن کو کس قدر نامکمل اور ناقابل اعتماد قرار دیتا ہے۔ مزید تفصیلات تجلیات صفدر میں ملاحظہ فرمائیے۔

غیر مقلدین کی سازش

اس مسعودی فرقہ کا قیام دراصل غیر مقلد دانشوروں کی گہری سازش کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے فرقہ غیر مقلدیت کو اہل حق کے ہاں' روافض' خوارج اور معتزلہ وغیرہ' فرقوں کی طرح اہل سنت و جماعت سے متصادم ایک فرقہ کی حیثیت حاصل تھی۔ اور وہ اپنی تمام تر کوششوں' اور سازشوں کے باوجود اپنے آپ کو فقہ کے مذاہب اربعہ (حنفی' مالکی' شافعی' حنبلی) کی حیثیت سے منوانے میں ناکام رہا۔ چنانچہ غیر مقلدین نے نئی پلاننگ کے تحت یہ فرقہ کھڑا کیا۔ جس نے غیر مقلدیت کو بھی فقہ کے مذاہب اربعہ کے ساتھ شامل کرکے یہ تاثر دینے کی کوشش شروع کردی کہ یہ بھی مذاہب اربعہ ہی کی طرح کا ایک مکتب فکر ہے۔ اسی لیے مسعودی فرقہ نے اپنے مسلکی لٹریچر کے ذریعہ مذاہب اربعہ کی بجائے مذاہب خمسہ کے عنوان سے غیر مقلدیت کو بھی فقہ کے مذاہب اربعہ کے ساتھ شامل کرکے ان پانچوں کی ایک ہی اصول کے تحت مخالفت شروع کردی' حالانکہ یہ سراسر خلاف واقعہ ہے۔ اور فرقہ غیر مقلدیت قطعاً مذاہب اربعہ سے مختلف ہے۔ اور اس کے ساتھ اہل سنت و جماعت کے اختلافات کی بنیادیں ہی اصولی ہیں۔ گویا۔

کون ویرانے میں دیکھے گا بہار
پھول گلشن میں کھلے کن کے لیے

ساتواں محاذ ۔۔۔ فتنہ مماتیت

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے تقریباً دس سال بعد (۱۵' محرم الحرام ۱۲۸۳ بمطابق ۳۰' مئی ۱۸۶۷ء) دارالعلوم دیوبند کا قیام عمل میں آیا۔ حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ اور ان کے رفقاء کی مخلصانہ جدوجہد سے اس دارالعلوم کے ذریعہ تیار ہونے والی علماء حق کی جفاکش ٹیم نے برصغیر پاک و ہند کے اندر جہاں آزادی وحریت کی بنیادوں پر اٹھنے والی ہر قومی تحریک (تحریک خلافت' ریشمی رومال' ہجرت' ترک موالات' قیام پاکستان وغیرہ میں مرکزی قیادت اور ہراول دستہ کا کردار ادا کیا' وہاں دینی ونظریاتی اساس پر معرض وجود میں آنے والی ہر ملی تحریک (تحریک ختم نبوت' مدح صحابہؓ اور حفاظت حدیث وفقہ وغیرہ) میں بھی ان کا مجاہدانہ و قائدانہ کردار کسی سے مخفی و پوشیدہ نہیں ہے۔ سنی دیوبندی مکتب فکر کی یہی قومی وملی خدمات دشمنان اسلام کی نگاہوں میں جب کانٹا بن کر کھٹکنے لگیں تو بعض شر پسند عناصر نے اس متحدہ قوت کو تقسیم ومنتشر کرنے کے لیے خفیہ منصوبہ بندی کرلی۔ اور عین اس وقت جب کہ ۱۹۵۳ء کے دس ہزار سے زائد شہدائے ختم نبوت کے مقدس لہو کی سرخی بھی سرزمین لاہور سے مدھم نہ پڑی تھی' انہوں نے ایک سوچی سمجھی منظم سازش کے تحت چند بااثر افراد کے ذریعہ اہل سنت و جماعت کے اجماعی و

اتفاقی عقیدہ حیات النبیؐ سے انکار کرکے ایک نئے مکتب فکر کی بنیاد رکھ دی۔ جس نے پیغمبر برحق صلی اللہ علیہ وسلم سمیت تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات قبر کا انکار کرکے قوم کو یہ تاثر دینے کی ناکام ومذموم کوشش کی کہ اس بارہ میں ارباب دیوبند کی علمی تحقیقات ناقابل اعتماد اور قرآنی مفہوم ومقصود کے منافی ہیں۔ اور اس تحریک کی اصل غرض ہی یہی تھی کہ اسلاف دیوبند کی علمی تحقیقات کو پورے عالم اسلام کے اندر جو اعتماد حاصل ہے' اسے مجروح و پامال کیا جاسکے۔ چنانچہ حقائق و واقعات کے آئینہ میں اگر اس جدید و نومولود مکتب فکری کے اعتقادی وفکری طرز عمل کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح وآشکارا ہو جاتی ہے کہ یہ فرقہ بھی ترک تقلید کی ہی پیداوار ہے۔

دنیا کا واحد بے بنیاد مکتب فکر!

دنیا کا ہر مذہب و مکتب فکر اپنی کوئی نہ کوئی بنیاد اور نسبت ضرور رکھتا ہے۔ اور اس نسبت پر وہ پورا اعتماد کرتا ہے۔ مثلاً ۔۔۔ عیسائیت اپنی بائبل پر مکمل اعتماد رکھتی ہے۔ اور اپنے فکر و عمل کے لیے اس سے استدلال کرتی ہے' اگرچہ وہ استدلال اس کا تاویلات وتحریفات پر مبنی ہوتا ہے۔۔۔ منکرین تقلید فقہ کو نہیں مانتے حدیث پر اعتماد کا دعویٰ کرتے ہیں' اور اپنے جملہ مسائل وافکار میں حدیث سے استدلال بھی کرتے ہیں' اگرچہ ان کا استدلال منسوخ و مجروح ومتروک روایات سے ہوتا ہے۔۔۔ منکرین حدیث' صرف قرآن کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں' لہٰذا وہ قرآن سے استدلال بھی کرتے ہیں۔ اگرچہ ان کا یہ استدلال تفسیر بالرائے پر قائم ہوتا ہے۔ غرضیکہ ہر مکتب فکر جس کی طرف اپنی نسبت کرتا ہے' اس پر اعتماد بھی کرتا ہے اور اس سے (صحیح یا غلط) استدلال بھی کرتا ہے۔ لیکن ''فتنہ مماتیت'' دنیا کا واحد ومنفرد مکتب فکر ہے جو اپنے معرض وجود میں آنے کے تقریباً پینتالیس سال بعد بھی اپنی مسلکی ونظریاتی حیثیت و بنیاد متعین نہیں کرسکا۔ کہ طبقات امت یا دلائل شرعیہ میں سے اس کا نظریاتی تعلق کس سے قائم ہے؟ کیونکہ عوام کے سامنے وہ جس سے بھی اپنا تعلق ظاہر کرتا ہے' خواص کے سامنے اس پر عدم اعتماد ظاہر کردیتا ہے' گویا:

ظاہر میں اور رنگ ہے باطن میں اور رنگ
خصلت مزاج یار میں رنگ حنا کی ہے

(۱) سید عنایت اللہ شاہ بخاری سے علیحدگی: زمانہ اس حقیقت سے پوری طرح واقف و آشنا ہے کہ اس مماتی مکتب فکر کے بانی سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری ہیں۔ اور عقیدہ حیات النبیؐ کے بارہ میں شاہ صاحب کے طرز فکر کے تین دور ہیں۔۔۔ پہلے دور میں شاہ صاحب عقیدہ حیات النبیؐ کے قائل تھے۔ جیسا کہ جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ پنجاب کے صوبائی امیر مولانا قاضی عصمت اللہ صاحب بے شمار افراد کے سامنے متعدد بار اس بات کر برملا اظہار فرماچکے ہیں کہ جب میرے والد محترم حضرت قاضی نور محمد صاحبؒ حج پر تشریف لے جارہے تھے' تو شاہ صاحب ان سے ملاقات کے لیے گجرات سے قلعہ دیدار سنگھ آئے' اور ان سے درخواست کی کہ روضہ اقدس پر حاضری کے وقت میرا سلام بھی عرض کردینا۔ شاہ صاحب کی یہ درخواست اس بات کی ٹھوس شہادت ہے کہ

وہ عقیدۂ حیات النبیؐ اور عندالقبر سماع صلوٰۃ وسلام کے قائل تھے۔ کیونکہ اگر وہ حیات وسماع انبیاءؑ کے قائل نہ ہوتے تو روضۂ اقدس پر اپنا سلام پہنچانے کی درخواست نہ کرتے۔۔۔ دوسرے دور میں شاہ صاحب نے بریلویت کے عقیدۂ حاضر وناظر کے ردعمل میں بڑی شدت کے ساتھ عقیدہ حیاۃ النبیؐ سے انکار کر دیا۔ لیکن اپنے عقیدۂ انکار حیات النبیؐ کی بنیاد قرآن پاک پر رکھنے کے باوجود قائلین حیات وسماع انبیاء پر فتویٰ کفر صادر کرنے سے گریز کیا۔۔۔ جب کہ تیسرے دور میں ان کے قلب وفکر پر قرآن فہمی کی نئی روشنیاں ظاہر ہوئیں' اور انہوں نے قائلین حیات وسماع انبیاءؑ پر صریح فتویٰ کفر جاری کر دیا۔ چنانچہ انہوں نے جمعیۃ اشاعۃ التوحید کے مرکزی ترجمان ''نغمۂ توحید'' کے مئی ۱۹۹۵ء کے شمارہ میں رجوع الی الحق کے عنوان سے اپنے مطبوعہ انٹرویو میں یہ دعویٰ کیا کہ عدم سماع موتیٰ کا عقیدہ قرآن کی نص قطعی سے ثابت ہے' لہٰذا سماع موتیٰ کا عقیدہ رکھنے والا قرآن کی نص قطعی کا منکر ومخالف ہے۔ اور قرآن کی نص قطعی کا منکر کافر ہوتا ہے۔ اس لیے سماع موتیٰ کے قائلین کافر ہیں۔ اگرچہ مذکورہ انٹرویو میں انہوں نے حیات وسماع انبیاءؑ کا ذکر نہیں کیا لیکن ان کے نزدیک قرآن پاک کی آیات عدم سماع پر عام ہیں' ان میں انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات وسماع کے لیے کوئی استثنائی صورت موجود نہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ آیات قرآنیہ اگر عدم سماع موتیٰ پر نص قطعی اور عام ہیں تو پھر سماع موتیٰ کا ہر قائل کافر ہے۔ خواہ وہ سماع انبیاءؑ کا قائل ہو یا غیر انبیاءؑ کا۔۔۔ لیکن اس مسئلہ کا انتہائی دلچسپ پہلو یہ ہے کہ شاہ صاحب کو ان آیات قرآنیہ کے نص قطعی ہونے کا علم تقریباً نوے سال بعد ہوا۔ یہ کس قدر عجیب نص قطعی ہے کہ نوے سال تک اس کے نص ہونے کا ہی پتہ نہیں چلا۔۔۔ قطع نظر اس سے کہ شاہ صاحب کا یہ نکتۂ نظر صحیح ہے یا غلط؟ البتہ یہ حقیقت ہے کہ ان کی جماعت کے اہل علم کی اکثریت اس مؤقف میں ان کی مؤید نہیں ہے۔ جیسا کہ مولانا محمد حسین نیلوی' مولانا قاضی عصمت اللہ صاحب' اور مولانا اشرف علی صاحب (ابن شیخ القرآن) سمیت کوئی بھی قائلین حیات الانبیاءؑ وسماع عندالقبر' اور سماع موتیٰ کے قائلین کو کافر قرار نہیں دیتا۔ گویا اس کو اپنے بانی کی تحقیق پر بھی اعتماد نہیں۔ اگرچہ وہ اپنی نظریاتی نسبت اسی بانی کی طرف کرتا ہے۔

(۳) مولانا غلام اللہ خانؒ سے برأت : یہ حقیقت بھی ہر شبہ سے بالاتر ہے کہ اس مکتب فکر کی تنظیمی نشوونما اور ترقی میں بنیادی اور مرکزی کردار مولانا غلام اللہ خان مرحوم کا ہے۔ اور انہی کے تلامذہ کی اکثریت جمعیۃ اشاعۃ التوحید میں سرگرم عمل ہے۔ اور یہ مکتب فکر مولانا غلام اللہ خان مرحوم کی طرف نسبت کو بھی اپنے لیے باعث فخر وسعادت قرار دیتا ہے۔ لیکن ۱۹۶۲ء میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ (سابق مہتمم دار العلوم دیوبند) کی کاوشوں سے مولانا غلام اللہ خان مرحوم اور مولانا قاضی نور محمد صاحب مرحوم نے درج ذیل تحریر پر دستخط کر دیئے تھے۔۔۔ وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے' اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔ مگر یہ مکتب فکر آج تک ان کی اس تحقیق ونظریہ پر اعتماد کرنے کے لیے تیار نہیں۔ گویا ان کی طرف نسبت بھی

بلا اعتماد ہے۔

(۴) حضرت مولانا حسینؒ علی صاحب سے بیزاری : یہ مکتب فکر اپنا تعلق رئیس المفسرین حضرت مولانا حسین علیؒ صاحب (واں بھچراں) سے بھی جوڑتا ہے' لیکن انہوں نے اپنی خود نوشت کتاب ''تحریرات حدیث'' میں جو عقائد تحریر فرمائے ہیں ان پر اعتماد کرنے کے لیے تیار نہیں۔ چنانچہ انہوں نے ص ۲۱۱ پر حدیث من صلی علی عند قبری سمعته و من صلی علی نائیاً ابلغته سے باقاعدہ استدلال کیا ہے۔ جب کہ مماتی فکر مکتب اس حدیث کو ضعیف قرار دیتا ہے۔ یعنی یہاں بھی تعلق بلا اعتماد ہے۔

(۵) مسلک دیوبند پر عدم اطمینان : یہ مکتب فکر اپنے آپ کو مسلک دیوبند کی طرف بھی منسوب کرتا ہے' لیکن اسلاف دیوبند کی انفرادی تحقیقات (جو ان کی کتب میں مذکور ہیں) اور ان کی اجماعی دستاویز (المہند علی المفند) پر اعتماد کرنے کے لیے تیار نہیں۔ حالانکہ یہ حقیقت آفتاب نصف النہار کی طرح واضح ہے کہ حضرت نانوتویؒ' حضرت گنگوہیؒ' حضرت شیخ الہندؒ' حضرت تھانویؒ' حضرت سہارنپوریؒ' حضرت مدنیؒ' علامہ کاشمیریؒ' علامہ عثمانیؒ' مفتی کفایت اللہ دہلویؒ اور حضرت لاہوریؒ سمیت تمام اکابر اہل سنت دیوبند اس عقیدہ پر متفق ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبور میں زندہ ہیں' ان کے اجسام مطہرہ کے ساتھ ان کی ارواح مبارکہ کا تعلق ہے۔ اور اس تعلق کی بنا پر وہ قبر کے اندر نماز بھی پڑھتے ہیں۔ اور عندالقبر پڑھا جانے والا صلوٰۃ وسلام بھی سنتے ہیں۔

(۵) فقہ حنفی پر عدم اعتبار : یہ مکتب فکر فقہ حنفی کی طرف بھی اپنی نسبت ضروری خیال کرتا ہے لیکن فقہاء احناف نے قبر میں میت کی طرف اعادہ روح کا جو نظریہ اور عقیدہ دیا ہے یہ مکتب فکر اس پر اعتبار کرنے کیلئے تیار نہیں۔ حالانکہ یہ نظریہ امام اعظم ابو حنیفہؒ نے الفقہ الاکبر میں حضرت علامہ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں علامہ شرنبلالیؒ نے نور الایضاح میں علامہ ابن عابدین شامی نے اپنے رسائل ابن عابدین اور فتاویٰ شامی میں حافظ ابن الہمامؒ نے فتح القدیر میں اور عصر عالمگیرؒ کے پانچ سو جید علماء نے فتاویٰ عالمگیری میں اس عقیدہ کی وضاحت فرمائی ہے۔ لیکن یہ مماتی مکتب فکر خود کو حنفی کہلانے کے باوجود فقہاء احنافؒ کی تحقیقات پر بھی اعتماد کرنے کے لیے تیار نہیں۔

(۶) مذہب اہل سنت پر عدم اعتماد : یہ مکتب فکر اپنی نسبت مذہب اہل سنت وجماعت کی طرف بھی کرتا ہے۔ لیکن ائمہ اہل سنت وجماعت کی اجماعی تحقیقات وعقائد کو بھی قبول کرنے پر آمادہ نہیں۔ حالانکہ تمام ائمہ اہل سنت (امام بیہقیؒ' امام سیوطیؒ' حافظ ابن حجر عسقلانیؒ' حافظ ابن کثیرؒ' علامہ آلوسیؒ' امام قرطبیؒ' علامہ نسفیؒ' علامہ سمہودیؒ' امام سخاویؒ' امام ابن قدامہؒ' امام غزالیؒ' علامہ قسطلانیؒ' اور علامہ زرقانیؒ وغیرہم) قبور کے اندر انبیاء کرامؑ کی بہ تعلق روح حیات اور عام اموات کے طرف قبر میں اعادہ روح کے قائل ہیں۔ لیکن یہ مکتب فکر ائمہ اہل سنت کی اجماعی تحقیقات پر عدم اعتماد کے باوجود مذہب اہل سنت کی طرف اپنی نسبت کا مدعی ہے۔۔۔ غرضیکہ یہ مکتب فکر نسبت ہر ایک سے جوڑتا ہے' لیکن اعتماد کسی پر بھی نہیں کرتا۔

احادیث متواترہ سے انکار : یہی وجہ ہے کہ وہ اس سلسلہ کی تمام ان احادیث سے بھی انکاری ہے جنہیں تواتر معنوی کا درجہ حاصل ہے۔ اور ظاہر بات ہے کہ جب ائمہ اہل سنت پر ہی اعتماد باقی نہ رہا تو ان کی متواتر قرار دی ہوئی روایات پر کیونکر اعتماد ہوگا؟ لہٰذا اس مکتب فکر نے منکرین حدیث کی طرح ڈائریکٹ قرآن فہمی کا راستہ اختیار کیا' اور اپنے فہم کو قرآن قرار دیکر پوری امت کا تمسخر اڑایا۔ مثلاً۔۔۔ آپ نے اگر ان کے فہم قرآن کے مقابلہ میں اسلاف دیوبند کی تفسیر قرآن پیش کی تو اس مکتب فکر نے اسے قرآن کے مخالف قرار دے کر نہ صرف مسترد کر دیا بلکہ اس کا مذاق اڑایا۔ آپ نے فقہاء احناف اور ائمہ اہل سنت کے اقوال و فتاویٰ پیش کیے تو انہیں مخالف قرآن قرار دیکر ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا۔۔۔ آپ نے احادیث صحیحہ متواترہ سے استدلال کیا تو انہیں بھی قرآن کے برعکس اور ضعیف قرار دے کر ان سے دستبرداری اختیار کر لی۔ اور یہ صرف ترک تقلید کا نتیجہ ہے۔ لیکن

رہبروں کا بھیس بدلے راہزن تھے تاک میں
کارواں لٹنے سے پہلے راز افشا ہوگیا

مولانا مرحوم کی خدمات

اس محاذ پر بھی مولانا اوکاڑوی مرحوم کی خدمات ناقابل فراموش اور قابل تقلید ہیں۔ ماضی قریب کی نظریاتی جدوجہد سے باخبر حضرات جانتے ہیں کہ فتنہ مماتیت کے قیام کے بعد تمام اہل حق نے اس کے خلاف بحث وگفتگو کے لیے حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ اور حضرت مولانا لال حسین اخترؒ کو اپنے متفقہ نمائندے منتخب کیا۔ اور یہ دونوں بزرگ اس وقت مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ تھے۔ گویا تحفظ ناموس رسالت کا یہ معرکہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم پر لڑا گیا۔ (۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے بعد امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے ایک انقلابی دورہ کیا' اور اس دورہ کے بعد ملتان کے اندر مجلس تحفظ ختم نبوت کا قیام عمل میں آیا جس میں امیر شریعتؒ کو امیر اور مولانا محمد علی جالندھریؒ کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔ چنانچہ منکرین حیاۃ الانبیاءؑ کے خلاف اسی پلیٹ فارم پر جدوجہد کی گئی' لیکن آج بدقسمتی سے یہ پلیٹ فارم بھی بے شمار مصلحتوں کا شکار ہو کر رہ گیا ہے) اور ملتان' سکھر لاہور اور راولپنڈی کے بحث ومناظرہ میں اہل حق کی طرف سے یہی نمائندے مقرر ہوئے۔ پھر اس جدوجہد کے دوسرے دور میں اہل حق نے بالاتفاق مولانا اوکاڑوی مرحوم کو اپنا نمائندہ مقرر کیا' اور انہوں نے حق اور اہل حق کی نمائندگی کا حق ادا کر دیا۔ ان کے مقابلہ میں فتنہ مماتیت نے ایسی پسپائی اختیار کی کہ اس پر سکوت مرگ طاری ہوگیا۔ گویا

رنگ محفل دیکھنے کو ہوش میں آئے تھے ہم
ہوش پھر اڑنے لگے ہیں رنگ محفل دیکھ کر

مولوی احمد سعید ملتانی کی عبرتناک شکست

ڈیرہ غازی خان کے قریب مولانا مرحوم اور مولوی احمد سعید کے درمیان مناظرہ ہوا' جس میں مولوی احمد سعید کو عبرتناک شکست ہوئی۔ چنانچہ اس مناظرہ پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب (گوجرانوالہ) نے فرمایا کہ ماسٹر امین کے دلائل واقعی لاجواب تھے' سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری نے کہا کہ یہ شکست احمد سعید کی شکست ہے ہماری جماعت کی شکست نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مماتی حضرات اس مناظرہ کی کیسٹیں منظر عام پر لانے کے لیے تیار نہیں۔ حتیٰ کہ اس مناظرہ کے بعد جمعیۃ اشاعۃ التوحید نے اپنے دستور کے اندر یہ شق شامل کی کہ آئندہ جماعت کے صوبائی امیر کی اجازت کے بغیر کوئی مناظرہ نہ کر سکے گا۔

ایک خواہش جو پوری نہ ہوسکی

مولانا مرحوم کے دل میں یہ بڑی خواہش تھی' کہ چونکہ یہ فتنہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کا پیدا کیا ہوا ہے' اگر ان کے ساتھ براہ راست گفتگو کا موقع مل جائے تو شاید اصلاح کی کوئی صورت نکل آئے۔ لیکن متعدد مقامات پر شدید کوشش کے باوجود ایسا ممکن نہ ہوسکا' حتیٰ کہ دریا خان کے اندر ان دونوں حضرات کی اپنی اپنی جگہ موجودگی میں مقامی حضرات نے سرتوڑ کوشش کی کہ کسی طرح شاہ صاحب گفتگو پر آمادہ ہو جائیں۔ لیکن شاہ صاحب نے ان کی خواہش یہ کہہ کر مسترد کر دی کہ میں ایک سکول ماسٹر سے بحث کرنے میں اپنی توہین سمجھتا ہوں۔ وہ ایک سکول ماسٹر ہے۔ جو علم سے کورا اور جاہل ہے۔

شاہ صاحب کا مشکل کشا ماسٹر : لیکن قارئین کرام حیران ہونگے کہ یہی سکول ماسٹر چند ہی سال قبل (غالباً ۱۹۸۰ء میں) گجرات کے اندر شاہ صاحب کی مشکل کشائی کر چکا تھا۔ جب شاہ صاحب کے مریدین غیر مقلدیت کا اثر تیزی سے قبول کر رہے تھے' اور معاملہ مناظرہ تک پہنچ چکا۔ اس وقت شاہ صاحب کو پورے ملک کے اندر غیر مقلدیت سے مناظرہ کے لیے صرف ایک ہی صاحب علم ملا' اور اس کا نام ماسٹر امین تھا۔ چنانچہ یہ سکول ماسٹر گجرات پہنچا اور شاہ صاحب کی زیر صدارت (اس مناظرہ میں شاہ صاحب صدر مناظر اور قاضی عصمت اللہ صاحب معاون تھے) غیر مقلدین کے معروف مناظر حافظ عبدالقادر روپڑی کو شکست دیکر شاہ صاحب کے مریدین کو غیر مقلد ہونے سے بچایا۔ لیکن وہی ماسٹر جب شاہ صاحب کو بحث ومناظرہ کی دعوت دیتا ہے تو اسے جاہل قرار دیکر کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ گویا

زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا
بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

میانوالی اور بھکر کے مناظرے جو نہ ہوسکے

۱۹۸۶ء اور ۱۹۸۷ء میں نواں جنڈانوالہ دریا خان (ضلع بھکر) اور میانوالی کے اندر مناظرے طے پائے'

جن میں تحریک خدام اہل سنت و جماعت کی طرف سے مولانا مرحوم مناظر احقر (عبدالحق خان بشیر) صدر مناظر اور مولانا حافظ حبیب اللہ ڈیروی معاون مناظر تھے۔ اور منکرین حیات کی طرف سے مولوی یونس نعمانی مناظر اور مولوی عبداللہ راشد صدر مناظر تھے' لیکن دریا خان میں پولیس کی مداخلت اور نواں جنڈانوالہ و میانوالی میں منکرین حیات کے شرائط مناظرہ سے راہ فرار اختیار کرنے کی وجہ سے یہ مناظرے نہ ہو سکے۔

منکرین حیات کی اشتہار بازی

ان مناظروں میں پتھری ٹولہ کی پسپائی کا مشاہدہ پورے علاقہ کے مسلمان کھلی آنکھوں سے کر چکے تھے۔ حتیٰ کہ میں نے مولانا مرحوم کے حکم پر مولوی یونس نعمانی کی مسجد گھنڈ والی (میانوالی) کے پڑوس میں ایک مکان کے اندر ڈیرے ڈال دیئے۔ ہمارا مطالبہ صرف اتنا تھا کہ دریا خان کے اندر چند دن قبل جو شرائط مناظرہ طے ہوئی تھیں' جن پر مولوی یونس نعمانی کے بھی دستخط موجود تھے۔ اور پولیس کی مداخلت کی وجہ سے وہ مناظرہ نہیں ہو سکا تھا' انہی شرائط پر میانوالی کا طے شدہ مناظرہ ہو جائے۔ ہم نے اپنے اس مطالبہ کی فوٹو اسٹیٹ نعمانی صاحب کی مسجد کے دروازہ پر نماز عصر اور نماز مغرب کے بعد تقسیم کی۔ لیکن نعمانی صاحب پردہ سے باہر نکلنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ چنانچہ دوسرے دن ہم مایوس ہو کر چلے آئے۔ لیکن پتھریوں نے اپنی شکست پر پردے ڈالنے کے لیے اشتہار بازی شروع کر دی' ان کی طرف سے پہلا اشتہار "**چکوالی فسادیوں کی کشتی بھنور میں**" کے عنوان سے شائع ہوا تو مولانا مرحوم نے مجھے فوراً اس کا جواب لکھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ میں نے "**گجراتی فتنہ کا بیڑا غرق**" کے عنوان سے اس کا جواب لکھا' جو مولانا مرحوم نے بہت پسند فرمایا' اس کے بعد پتھریوں نے "**یہ فرار کب تک**" کے عنوان سے دوسرا اشتہار شائع کیا تو مولانا مرحوم کے حکم پر میں نے اس کا جواب "توحید کے نام پر یہ فراڈ کب تک؟" کے عنوان سے دیا' اس کے بعد پتھریوں پر سکوت مرگ طاری ہو گیا۔

اکابرین جمعیۃ اشاعۃ التوحید اور مولوی احمد سعید ملتانی

مولوی احمد سعید چتروڑ گڑھی' جمعیۃ اشاعۃ التوحید کی ایک ایسی دریافت ہیں' جن کی شخصیت اپنے جماعتی حلقہ کے اندر بھی شروع سے متنازعہ رہی ہے۔ مولانا غلام اللہ خان مرحوم اور ان کا حلقہ تاحیات ان سے بیزار رہا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے کبھی بھی اپنے مدرسہ تعلیم القرآن راولپنڈی کے جلسہ میں اسے شرکت کی دعوت نہیں دی۔ لیکن سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری نے مولوی احمد سعید کی پوری سرپرستی کی۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ ان کی ملک گیر شہرت شاہ صاحب کی پذیرائی ہی کا نتیجہ تھی تو بے جا نہ ہوگا۔ حتیٰ کہ جمعیۃ اشاعۃ التوحید کے بعض مرکزی رہنماؤں نے اسی بناء پر جماعت سے علیحدگی اختیار کر لی۔ چنانچہ مفسر قرآن حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب شجاع آبادیؒ نے جمعیۃ اشاعۃ التوحید سے علیحدگی کے بعد "دعوت الانصاف فی حیات جامع الاوصاف" کے نام سے ایک کتاب تالیف فرمائی۔ جس میں جماعت سے اپنے استعفیٰ کے اسباب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

۱۔ کچھ عرصہ پہلے بے چاری زلیخا' جس کا ذکر در بارہ محبت حضرت یوسف علیہ السلام قرآن مجید میں آیا ہے' ان (احمد سعید) کی تنقید کا نشانہ تھی۔ اس کی جان چھوٹی تو نواسہ رسول حضرت حسینؓ شہید کربلا کو یزید کا باغی ثابت کرنے کا ٹھیکہ لے لیا۔ اور آپ کی شہادت کو ایک باغی کی موت قرار دیا۔ (ص ۲۰)

۲۔ (احمد سعید نے کہا) اگر نبی علیہ السلام کے سماع عند القبر کا قائل ابوبکر صدیقؓ ہوں تو وہ بھی کافر ہیں۔ یعنی اگر ابوبکر صدیقؓ میرے سامنے آ کر یہ عقیدہ ظاہر کریں تو میں ان کو بھی کافر کہہ دوں گا۔ (ص ۲۵)

۳۔ شجاع آباد میں (سید عنایت اللہ) شاہ صاحب کی موجودگی میں تشدد گروپ کے واعظ محمد سعید نے کہا تھا کہ وہ گوہ خور ملا جو سماع کا قائل ہے۔ (ص ۳۲)

۴۔ ایک عالم نے امام ابن کثیرؒ کی عبارت پیش کرنا چاہی تو محمد سعید نے فرمایا کہ پہلے اس کا نام صحیح کریں۔ ابن کثیر کوئی اچھا ہوتا ہے۔ (یعنی والد الحرام) اس محدث کبیر' مفسر' امام وقت کا گوشت بھی وہاں کھایا گیا جہاں امیر اشاعۃ التوحید (شاہ صاحب) بنفس نفیس موجود تھے۔ (ص ۳۲)

۵۔ ہمارے ہاں شجاع آباد میں ایک مکان پر شاہ صاحب اور واعظ محمد سعید خطاب کر رہے تھے۔ توحید کے موضوع پر کہا "بت" نہیں سنتے۔ خدا سنتا ہے۔ بت عام ہیں۔ خدا کے بنائے ہوئے ہوں جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا لات و منات کی مورتی۔ شاہ صاحب نے تصدیقاً سٹیج پر فرمایا کہ یہ نوجوان میری کمی ان شاء اللہ پوری کرے گا۔ بجائے اس کے کہ شاہ صاحب اس گستاخ اور موہن رسول کے منہ میں لگام دیتے اور اصلاح فرماتے' الٹا اس کی تحسین فرما کر فریب خوردہ محقق بنا دیا۔ (ص ۳۵)

۶۔ ان حیا سوز اور شرافت شکن حرکتوں کے باوجود شیخ القرآن مجھے نہیں چھوڑتے (یعنی استعفیٰ منظور نہیں کرتے) مگر میں شاہ صاحب جیسے امیر اور ان کی جماعت کے ساتھ کیسے چل سکتا ہوں۔ (ص ۳۲)

مولانا غلام اللہ خان مرحوم کا اظہار بیزاری

ہم گزشتہ اوراق میں وضاحت کر چکے ہیں کہ مولانا غلام اللہ خان مرحوم نے حضرت قاری محمد طیبؒ صاحب کی تحریر کردہ عقیدہ حیات النبی کی عبارت پر دستخط کر دیئے تھے اور اس کے بعد وہ اسی پر قائم رہے۔ چنانچہ جب سید عنایت اللہ شاہ صاحب کے تشدد گروپ نے قائلین حیاۃ الانبیاءؑ کی تکفیر کے معاملہ میں شدت اختیار کی تو گوجرانوالہ میں جمعیۃ اشاعۃ التوحید کی میٹنگ ہوئی' جس کے بارہ میں مولانا غلام اللہ خان مرحوم نے مولانا عبدالعزیز شجاع آبادیؒ کے نام اپنے مکتوب میں لکھا کہ:

"محمد سعید نے منافقانہ دستخط کر دیئے ہیں کہ سماع والے کافر نہیں ہیں۔ اور شاہ صاحب نے بالکل دستخط کرنے سے انکار کر دیا' اور کہا میرا عقیدہ یہی کفر کا ہے۔ اور محمد سعید کا بھی یہی ہے۔ واللہ اعلم' کیا غضب الٰہی ہے تمام امت کو کافر کہہ دینا۔ الشیئی غلام اللہ۔ (ص ۲۷)

مولانا غلام اللہ خان مرحوم کی اس تحریر کو بار بار ملاحظہ فرمایا جائے کہ وہ احمد سعید کو صاف لفظوں میں منافق قرار

دے رہے ہیں۔ بالخصوص مکتوب کا آخری جملہ اس حقیقت کی نشاندہی کر رہا ہے کہ مولانا مرحوم کے نزدیک بھی پوری امت حیات انبیاء" اور سماع عند القبر کی قائل ہے۔ اسی لیے جب تشدد گروپ کی شدت کی بناء پر احمد پور شرقیہ کے عبدالقادر خان عباسی نے ایک استفتاء شیخ القرآنؒ کی خدمت میں بھیجا تو انہوں نے فرمایا کہ:

کتب فقہ حنفی اور احادیث سے یہ ثابت ہے کہ عند القبر بذات خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درود وسلام سنتے ہیں۔ سلف اہل سنت والجماعت میں اس کے اندر کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ایسے عقیدہ والے کو کافر و مشرک کہنا بہت بڑی دلیری ہے۔ العیاذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ ایسی جسارت سے ہر ایک کو محفوظ رکھے اور سلف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

عبدالرشید مفتی دار العلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی
الجواب صحیح لاشیئی غلام اللہ خان (ص ۲۰۱)

مولانا غلام اللہ خان مرحوم مولوی احمد سعید سے تاحیات بیزار رہے۔ چنانچہ ہمارے پاس ان کے درس کی وہ کیسٹ موجود ہے جس میں انہوں نے فرمایا کہ میں نے خود احمد سعید کی وہ تقریر سنی ہے جس میں اس نے کہا ہے کہ اے محمد بکواس نہ کرنا (العیاذ باللہ تعالیٰ) شیخ القرآن مرحوم کی یہ کیسٹ ہم نے جمعیۃ اشاعۃ التوحید کے مرکزی راہنماؤں تک پہنچائی۔ لیکن ہمیں جواب ملا کہ تمہیں اس کی توحید چبھتی ہے۔ گویا

رند خراب حال کو زاہد نہ چھیڑ تو
تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

خس کم جہاں پاک: ہے یہ گنبد کی صدا!

جب تک مولوی احمد سعید ناموس رسالت سے کھیلتا رہا۔ اسلاف امت کی پگڑیاں اچھالتا رہا۔ اکابرین امت کا تمسخر اڑاتا رہا۔ اس وقت تک جمعیۃ اشاعۃ التوحید کی قیادت کے پتھر دلوں پر مولانا عبدالعزیز شجاع آبادیؒ اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ جیسے علماء کی دردمندانہ اور ناصحانہ صدائیں بھی بے اثر ثابت ہوئیں۔ لیکن جونہی اس کا رخ جمعیۃ اشاعۃ التوحید کی قیادت کی طرف پھرا تو سب چیخ اٹھے شاید ان کے دامن نبوت و اسلاف امت سے زیادہ مقدس تھے۔ پھر "خس کم جہاں پاک" کے نام سے ایک بڑی کتاب منظر عام پر آئی۔ جس میں مولوی احمد سعید پر وہی فرد جرم عائد کی گئی۔ جو پچیس ۲۵ سال پہلے سے مولانا غلام اللہ خان وغیرہ بزرگ اس پر عائد کر چکے تھے۔ لیکن نہ کوئی عدالت قائم ہوئی اور نہ فیصلہ ہوا۔ اب وہی فرد جرم عائد ہوئی تو آناً فاناً فیصلہ بھی ہو گیا۔ اسے جماعت سے فارغ بھی کر دیا گیا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اس وقت اس کے دست گستاخ میں نبوت، صداقت اور ابن کثیرؒ جیسے اکابر کا دامن تھا اور آج اس کا ہاتھ سید ضیاء اللہ شاہ بخاری کے دامن تک پہنچا ہے۔ چنانچہ مؤلف لکھتا ہے کہ:

"لیکن افسوس کہ مولانا احمد سعید خان نے جہاں طویل عربی خطبے کی طرح ڈالی وہاں اپنے مخالفین کے لیے انتہائی نازیبا، فحش اور بے ہودہ الفاظ بر سر منبر کہنے کی رسم بھی جاری کی۔ حضرت اپنی زبان کی دھار سے مخالفین کی کردار کشی کرتے رہے۔ رفتہ رفتہ نوبت بہ ایں جا رسید کہ اشاعۃ التوحید والسنۃ پاکستان کے سربراہ سمیت تمام قائدین کی اجلی شخصیات پر رکیک حملے کرنے لگے۔ (ص ۱۴۷)

اب ان ڈرامہ بازوں سے کون پوچھے کہ کیا یہ شخصیات پیغمبر برحق سے بھی زیادہ اجلی تھیں؟ صدیق اکبرؓ سے بھی زیادہ شفاف تھیں؟ امام ابن کثیرؒ سے بھی زیادہ پاک اور ستھری تھیں؟ آج جب اس کا ہاتھ ضیاء اللہ شاہ اور قاضی عصمت اللہ کے گریبان تک پہنچا تو تمہیں یاد آیا کہ یہ تو ابن کثیرؒ کا بھی گستاخ تھا۔ حالانکہ ابن کثیرؒ کی توہین کا جو حوالہ آج پیش کیا جا رہا ہے وہ بیس سال قبل ۱۹۸۰ء میں مولانا عبدالعزیزؒ اپنی کتاب دعوت الانصاف میں نقل فرما چکے تھے۔۔۔ بلکہ مولانا غلام اللہ خانؒ تو یہ صدا دیتے دنیا سے چلے گئے کہ اس گستاخ کا ہاتھ تو دامن رسالت تک بھی پہنچ چکا ہے۔ لیکن یہاں تو صرف اپنے گریبانوں کی فکر تھی کہ ان سے کوئی نہ کھیلے۔ اپنے دامن کا خطرہ تھا کہ اس کی دھجیاں بکھرنے نہ پائیں۔ اور پھر آج احمد سعید کو کوسنے والو اسے اس مقام تک پہنچانے کا ذمہ دار کون ہے؟ اس پر بھی ذرا غور کر لو۔

زمانہ کی شکایت کیا زمانہ کس کی سنتا ہے
مگر تو نے تو آواز جنوں پہچان لی ہوتی

تحریری۔۔۔۔خدمات

یہ حقیقت واضح ہے کہ مولانا اوکاڑوی مرحوم خلوص وللہیت کا ایک پیکر مجسم تھے۔ بالخصوص مسلکی عقائد وافکار کی اشاعت وتحفظ کے لیے وہ کبھی کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کرتے تھے۔ نشر واشاعت کے سلسلہ میں تو وہ کاروباری لائن کے آدمی تھے اور نہ انہیں کبھی اس لائن سے کوئی دلچسپی رہی۔ وہ خالص علمی وتحقیقی میدان کے شہسوار تھے۔ انہوں نے اپنے علم وتحقیق کو نہ تو زندگی بھر آمدن وشہرت کا ذریعہ بنایا اور نہ اپنے تحقیقی علوم وافکار کو قوم تک پہنچانے میں کبھی کسی قسم کے بخل سے کام لیا۔ ان کی تحقیقات ومضامین کس کے نام سے شائع ہو کر قوم کے سامنے آ رہے ہیں۔ انہیں اس سے غرض نہ تھی ان کی مسرت وشادمانی کے لیے یہی کافی تھا کہ اہل سنت وجماعت کے اعتقادی تحفظ اور فکری اصلاح کے لیے کوئی سامان فراہم ہو رہا ہے۔ خود ان کے پاس تو اپنی تحقیقات کو شائع کرنے کے لیے مالی وسائل موجود نہ تھے۔ اور شخصی شہرت کا جذبہ بھی ان میں بالکلیہ مفقود تھا۔ اسی لیے ابتداءً علمی حلقوں کے شدید اصرار پر ان کے جو رسائل ومضامین شائع ہوئے وہ ان کے معروف نام (محمد امین صفدر) کی بجائے ان کی کنیت "ابو معاویہ صفدر جالندھری" کے نام سے منظر عام پر آئے۔

ان رسائل کے دلائل وطرز استدلال نے جہاں اہل علم وتحقیق کو اپنی طرف متوجہ کیا وہاں بعض مفاد پرست عناصر کی توجہ بھی اس جانب مبذول ہوئی۔ اور انہوں نے مولانا مرحوم کی سادہ مزاجی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کی تحقیقات وتحریرات کو اپنے نام سے طبع کرانا شروع کر دیا۔ بدقسمتی سے ہم اس دور سے گزر رہے ہیں

جس میں بڑے بڑے مصنفین و محققین اور علماء و سجادہ نشین بھی علمی و تحقیقی سرقہ کے لاعلاج مرض میں مبتلا ہیں۔ علمی دنیا میں یہ کس قدر بھیانک اور تکلیف دہ جرم ہے اس کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جس کی ذہنی و فکری صلاحیتوں سے معرض وجود میں آنے والی تخلیقی کاوشیں سرقہ کر لی گئی ہوں۔ یا کم از کم وہ تحقیقی میدان میں علم دوستی کے ذوق سلیم سے محروم نہ ہو۔ لیکن آفرین ہے اس مرد درویش پر جو اپنے مسروقہ سامان کو اپنی آنکھوں کے سامنے مارکیٹ کے اندر فروخت ہوتے ہوئے دیکھ کر حسب عادت مسکراتا رہا۔ نہ تو اس کی پیشانی پہ شکن آئی' نہ اس کی آنکھوں سے غصہ ظاہر ہوا' اور نہ اس کے چہرہ پر ناگواری کے آثار نمودار ہوئے۔ بلکہ اس کی شہد سے میٹھی زبان نے ہمیشہ ان علمی چوروں پر داد و تحسین کے پھول برسائے کہ وہ قوم کی اعتقادی اصلاح کا سامان تو مارکیٹ میں سپلائی کر رہے ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ یہ مال کون سی فیکٹری کا تیار کردہ ہے۔ مولانا مرحوم کے رجسٹر ان کے علمی و تحقیقی مضامین و مقالات سے بھرے پڑے تھے۔ اور ان سے فکری و قلبی لگاؤ رکھنے والے متعلقین ان رجسٹروں کی اہمیت و افادیت سے بخوبی واقف تھے۔ اس لیے کچھ تشنگان علم و تحقیق کے شدید اصرار پر مولانا مرحوم نے گوجرانوالہ کے بعض احباب کو اپنے مضامین و رسائل کا مجموعہ شائع کرنے کی اجازت مرحمت فرمادی۔ چنانچہ انہوں نے ''مجموعہ رسائل'' کے نام سے یہ مجموعہ چار جلدوں میں ''مکتبہ نعمان'' کی طرف سے شائع کر دیا۔ اس طرح مولانا مرحوم کے رسائل کی اشاعت کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہو گیا۔ لیکن بدقسمتی سے وہ حضرات علمی اعتبار سے جس قدر علم دوست و قدر شناس تھے' فنی اعتبار سے اسی قدر بدذوق واقع ہوئے جس کی وجہ سے نہ تو ان رسائل کی پروف ریڈنگ ذمہ داری سے کی گئی' اور نہ مضامین کی مناسب و ضروری ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا۔ جس کے نتیجہ میں ملک بھر سے بکثرت شکایات موصول ہونے لگیں حتیٰ کہ نقل آیات و احادیث میں بعض خطرناک اغلاط کی وجہ سے غیر مقلدین کی طرف سے مولانا مرحوم پر تحریف قرآن اور نقل روایات و آثار میں بددیانتی کے اعتراضات کی بھرمار ہونے لگی۔ مولانا مرحوم نے متعدد بار ذمہ داران ادارہ کو احساس دلایا کہ وہ ان اغلاط کی تصحیح کی طرف سنجیدگی کے ساتھ توجہ دیں۔ لیکن متعدد ایڈیشن شائع ہو کر فروخت ہو چکنے کے باوجود وہ اغلاط بدستور موجود رہیں۔ جس کی وجہ سے مولانا مرحوم نے مایوس ہو کر انہیں مزید اشاعت سے روک دیا اور لاہور میں مولانا قاری جمیل الرحمٰن اختر کو اس کی اشاعت کی تحریری اجازت دیدی۔

چونکہ اس دوران مولانا مرحوم اپنے بعض دیگر مضامین کی اشاعت کی اجازت فیصل آباد کے بعض احباب کو بھی دے چکے تھے۔ اور انہوں نے ''تجلیات صفدر'' کے نام سے تین جلدوں میں وہ مضامین شائع بھی کر دیئے تھے' لیکن بعض مضامین ان میں وہ بھی شامل کر لیے گئے جو ''مجموعہ رسائل'' میں بھی شائع ہو چکے تھے۔ اس لیے مولانا مرحوم نے لاہور کے احباب کو پابند کر دیا کہ ''مجموعہ رسائل'' کے جدید ایڈیشن سے وہ رسائل نکال دیئے جائیں' ''تجلیات صفدر'' میں شائع ہو چکے ہیں۔ تاکہ قارئین کی قوت خرید پر اضافی بوجھ نہ پڑے۔ چنانچہ نئے ایڈیشن میں وہی رسائل شامل کیے گئے جن کی اجازت مولانا مرحوم نے دی۔ اس طرح جدید ایڈیشن چار کی بجائے تین جلدوں

میں باقی رہ گیا۔ اس کے بعد ملتان کے بعض احباب نے دیگر مضامین کی اشاعت کے لیے اجازت طلب کی' تو مولانا مرحوم نے غیر مطبوعہ مضامین کی اشاعت کے لیے انہیں ''تجلیات صفدر'' کے نام سے اگلی جلدوں کی اشاعت کی اجازت دیدی۔ چنانچہ چوتھی جلد ملتان سے طبع ہوئی۔ اس طرح مختلف رسائل و جرائد (بنیات کراچی' الخیر ملتان اور حق چار یار' لاہور وغیرہ) میں ان کے مطبوعہ مضامین و مقالات کے علاوہ ان کی کتابوں کی تعداد تین ہے۔ مجموعہ رسائل' ''تجلیات صفدر'' اور حاشیہ بخاری' اب میں ان تینوں پر مختصر ابحث کرنے کی کوشش کروں گا۔

مجموعہ رسائل

یہ مجموعہ مولانا مرحوم کی تحریری اجازت سے مولانا جمیل الرحمٰن اختر (باغبانپورہ لاہور) نے ''ادارہ خدام احناف'' کی طرف سے تین جلدوں میں شائع کیا۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

پہلی جلد: اس میں کل اٹھارہ رسائل ہیں۔ جن کی ترتیب اس طرح ہے۔ تحقیق مسئلہ تقلید۔ تحقیق مسئلہ قراۃ خلف الامام --- تحقیق مسئلہ آمین --- تحقیق مسئلہ رفع یدین --- تحقیق مسئلہ تراویح --- نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کی شرعی حیثیت --- نماز کے بارہ میں غیر مقلدین کی غلط بیانیاں اور جھوٹ --- مرد اور عورت کی نماز میں فرق --- نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے باندھنا --- مسائل قربانی کے بارہ میں اکتالیس سوالات --- غیر مقلدین کی فقہ کے دو سو مسائل --- غیر مقلدین سے دو سو ایک سوالات --- مولوی محمد جوناگڑھی غیر مقلد کی کتاب درایت محمدی پر ایک نظر --- گاؤں میں نماز جمعہ کی تحقیق --- حضرت پیرانؒ پیر اور غیر مقلدین --- حجیت قیاس شرعی --- کھلا خط بنام علماء حنفیہ کا مدلل جواب --- ایک لامذہب تبرائی غیر مقلد کے فقہ حنفی پر چند اعتراضات کی حقیقت --- اس جلد کے صفحات ۴۶۴ ہیں۔

دوسری جلد: اس میں کل تیرہ رسائل ہیں جن کی ترتیب اس طرح ہے۔ کتاب سبیل الرسول (جو حکیم محمد صادق سیالکوٹی کے دجل و تلبیس کا عظیم شاہکار ہے) پر ایک نظر --- کتاب صلوٰۃ الرسول (یہ بھی حکیم صاحب موصوف کے فریب و فراڈ کا مجموعہ ہے) پر ایک نظر --- نام نہاد جماعت المسلمین یعنی فرقہ مسعودی کے سوالات کے جوابات --- غیر مقلد علماء سے چار سو سوالات --- غلط اور صحیح سوالات کا معیار --- مکمل نماز --- تین رکعات وتر کا ثبوت --- مناظرہ کوہاٹ کی چند جھلکیاں --- فرقہ جماعت المسلمین تحقیق کے آئینہ میں --- فرقہ غیر مقلدین --- غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل سید نذیر حسین دہلوی اور معیار الحق --- غیر مقلدین کی کہانی غیر مقلدین کی زبانی --- غیر مقلدین کے سوالات اور اعتراضات کے جوابات --- اس جلد کے صفحات ۴۴۸ ہیں۔

تیسری جلد: اس میں کل اکیس رسائل ہیں جن کی ترتیب اس طرح ہے۔ لفظ اہل حدیث کے بارہ میں ایک ضروری وضاحت کی درخواست --- فرقہ غیر مقلدین کی ظاہری علامات --- جنگ آزادی اور غیر مقلدین --- غیر مقلدوں کا دسترخوان --- کتاب النکاح --- غیر مقلدین کی خانہ جنگی --- غیر مقلدین کی غیر مستند نماز

---تکمیل دین، تمکین دین، تدوین دین ---غیر مقلدین کی کتابیں ---قربانی اور اہل حدیث ---پچاس ہزار روپے انعام کی حقیقت ---رمضان المبارک اور مسنون نماز تراویح ۔اسوہ سرور کونین فی رفع الیدین --- تحقیق حدیث فماز الت تلک صلوٰۃ حتی لقی اللہ تعالیٰ ---غیر مقلدین کے شیخ الاسلام والمسلمین پیر بدیع الدین شاہ راشدی (المعروف پیر جھنڈہ) سے رفع یدین اور قرأۃ خلف الامام پر تحریری گفتگو ---الرسائل فی تحقیق المسائل کا مختصر علمی جائزہ ---غیر مقلدین اور مسئلہ رفع یدین ---رسول اکرم ﷺ کی نماز ---غیر مقلدین کے رسالہ ''مکتوب مفتوح'' پر ایک نظر ---فتح المقلدین ۔روئیداد مناظرہ ہارون آباد --- تفصیل مناظرہ ہارون آباد مابین اہل السنت والجماعت وغیر مقلدین ---اس جلد کے صفحات چار سو چالیس ہیں۔

گویا یہ مجموعہ باون رسائل اور ۱۳۵۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ جس کی مجموعی قیمت ۳۹۰ روپے ہے۔ یعنی فی جلد ۱۳۰ روپے۔ اگرچہ اس میں اغلاط بھی بکثرت موجود ہیں۔ لیکن اب مولانا جمیل الرحمٰن اختر انتہائی محنت اور ذمہ داری سے اس کی تصحیح کی طرف متوجہ ہیں۔ امید ہے کہ اس کے دوسرے ایڈیشن میں یہ اغلاط موجود نہ ہونگی۔ ملنے کا پتہ: جامعہ حنفیہ قادریہ ۲۸۵۔ جی ٹی روڈ باغبانپورہ لاہور۔

تجلیات صفدر

یہ مجموعہ مولانا مرحوم کی اجازت سے مفتی محمد الیاس صفدر صاحب نے ''جمعیۃ اشاعۃ العلوم الحنفیہ فیصل آباد'' کی طرف سے تین جلدوں میں شائع کیا۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

پہلی جلد: اس میں کل چالیس رسائل شامل ہیں۔ جن کی تفصیل اس طرح ہے ---اہل السنت والجماعت حنفی ---تحقیق اور حق تحقیق ---پاک و ہند میں اسلام کون لائے؟ ---میں حنفی کیسے بنا؟ ---ایک ملاقات ---سفر سندھ ---ایک غیر مقلد سے گفتگو ---عظمت قرآن ---مصافحہ کا بیان ---حضرت پیران پیر اور غیر مقلدین ---امام اعظمؒ غیروں کی نظر میں ---نماز میں قرات کا بیان ---مباحثہ رفع یدین ---نماز تراویح ---مسنون نماز تراویح ---انگلینڈ سے آمدہ سوالوں کے جوابات ---غیر مقلدین کا مسعودی فرقہ ---مسعودی فرقہ کے وساوس کے جوابات ---صلوٰۃ المسلمین پر مختصر تبصرہ ---انکار حدیث کا نیا روپ ---عید کے مسائل ---نماز عیدین کی تکبیریں ---نماز قفال کی حقیقت ---ختم بخاری کی تقریب سے خطاب ---تین طلاقیں اور حلالہ ---الحاد و بدعت ---رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب پر تبصرہ ---ایک یادگار ملاقات --- سیدنا حسینؓ ---کھلا خط بنام مولوی ضیاء الرحمٰن صدیقی ہزاروی ---کھلا خط بنام ابوریحان عبدالغفور سیالکوٹی ---کھلا خط بنام مہتمم جامعہ یوسفیہ ---کھلا خط بنام چوہدری ابوطاہر محمد زبیر علیزئی ---کھلا خط بنام مولانا عبدالعزیز نورستانی ---فقہ کی اہمیت قرآن وحدیث کی روشنی میں ---مقالہ فقہی کانفرنس بنوں ---فقہ حنفی کے

کرم فرما ---فقہ حنفی سے غیر مقلدین کی ناراضگی کے اسباب ---دیباچہ انتصار الحق ---مقدمہ انجیل برناباس ---اس جلد کے صفحات ۴۰۲ ہیں۔

دوسری جلد: اس میں کل سترہ رسائل ہیں۔ جن کی ترتیب اس طرح ہے۔ ---سعودی حکومت اور اشاعت دین ---کیا جرابوں پر مسح جائز ہے؟ ---تحقیق مسئلہ تراویح ---صلوٰۃ التراویح (ایک تحقیقی جائزہ) ---جرح و تعدیل ---غائبانہ نماز جنازہ ---نماز مغرب سے پہلے دو رکعات کا حکم ---مسعودی فرقہ کے چند اعتراضات اور ان کے جوابات ---کراچی کا عثمانی فرقہ ---گیارہ سوالات کے جوابات ---غیر مقلدین کے پچاس سوالات کے جوابات ---کراچی کا عثمانی فرقہ ---گیارہ سوالات کے جوابات ---ترک رفع یدین ---رفع یدین کے بارہ میں غیر مقلدین کے فتویٰ پر ایک نظر ---قربانی اسلام کا شعار ہے ---ایصال ثواب ---دین، مذہب ---متعہ کے بارہ میں فتویٰ ---اس جلد کے ۶۴۰ صفحات ہیں۔

تیسری جلد: اس میں کل پچیس مضامین ہیں، جن کی ترتیب اس طرح ہے ---کیا بسم اللہ فاتحہ کا حصہ ہے ---جزء القراۃ للبخاری (کا ترجمہ وتشریح) ---جزء رفع الیدین للبخاری (کا ترجمہ وتشریح) ---فضائل محدثین ---تعویذات کے متعلق ایک کتاب پر تبصرہ ---مفتی عبدالرحمٰن رحمانی کی کتاب صلوٰۃ الرسول پر تبصرہ ---منکر حدیث محمد ایوب صابر کے مضمون پر ایک نظر ---انعامی چیلنج کی شرعی اور قانونی حیثیت ---کیا نیت کرنا بدعت ہے؟ ---متفق علیہ احادیث پر عمل کیوں نہیں؟ ---کھلا خط بنام طالب الرحمٰن ---کھلا خط (۱) بنام عبدالرحمٰن شاہین ---کھلا خط (۲) بنام عبدالرحمٰن شاہین ---نماز کے متعلق چند سوالات ---اہل السنت والجماعت حنفی وغیر مقلدین کے درمیان شرائط بحث (۱) ---اہل سنت و جماعت حنفی وغیر مقلدین کے درمیان شرائط بحث (۲) ---اہل سنت و جماعت کی طرف سے مناظرہ کے لیے تحریر ---مناظرہ کا چیلنج قبول کرنے کے لیے تحریر ---غیر مقلدین سے مکمل نماز سیکھنے کی درخواست ---مکمل نماز کے موضوع پر تحریر ---اہل سنت و جماعت کی طرف سے مسئلہ قرأت خلف الامام پر تحریر ---اہل سنت و جماعت کی طرف سے مسئلہ آمین پر تحریر ---اہل سنت و جماعت کی طرف سے مسئلہ رفع یدین پر تحریر ---مسئلہ رفع یدین پر اہل سنت و جماعت کا مناظر دوسرے مناظر سے کیا لکھوائے گا؟ ---اہل سنت و جماعت کی طرف سے مسئلہ تراویح پر تحریر ---اس جلد کے چھ سو اٹھارہ صفحات ہیں۔ گویا کہ یہ مجموعہ ۸۲ مضامین اور ۱۶۶۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ جس کی مجموعی قیمت پانچ سو چالیس روپے ہے۔ ملنے کا پتہ: مکہ کتاب گھر، الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور

چوتھی جلد: جیسا کہ گزشتہ سطور میں واضح کیا جا چکا ہے کہ ''تجلیات'' کی تیسری جلد کے بعد کی جلدوں کی اشاعت کے لیے مولانا مرحوم نے ملتان والوں کو اجازت دیدی تھی۔ ''مکتبہ امدادیہ ملتان'' کی طرف سے شائع ہوئی۔ لیکن میرے خیال میں اس کے اندر قارئین کے ساتھ صریح ناانصافی کی گئی ہے۔ کیونکہ اس میں دو تہائی سے

زائد رسائل وہی ہیں جو ''مجموعہ رسائل'' اور ''تجلیات صفدر'' کی تیسری جلد میں شائع ہو چکے ہیں۔ غالباً یہ جلد خالص کاروباری نکتہ نظر سے شائع کی گئی ہے جو علمی و تحقیقی دنیا میں علم دوستوں کے ساتھ صریح ظلم ہے۔ ہر قاری نے اسے نیا مواد سمجھ کر خریدا۔ لیکن اسے انتہائی مایوسی ہوئی۔ کیونکہ پرانا مواد ہی نئے لیبل کے ساتھ انہیں تھما دیا گیا۔ ارباب علم کو یہ حرکات قطعاً زیب نہیں دیتیں۔ انہیں اس کی تلافی کی کوئی صورت کرنی چاہیے۔ ورنہ وہ عنداللہ مجرم ہوں گے۔ اور مولانا مرحوم کی روح کے لیے بھی یہ تکلیف کا باعث ہوگا۔ ''

حاشیہ بخاری شریف

بخاری شریف کی صحت پر امت متفق ہے۔ امام بخاریؒ نے اپنی کڑی شرائط کی بنیاد پر یہ صحیح مرتب کی۔ غیر مقلد حضرات بخاری شریف کی بعض احادیث کے حوالہ سے احناف پر اعتراضات کرتے ہیں کہ وہ بخاری کی صحیح احادیث پر عمل نہیں کرتے۔ حالانکہ بخاری شریف کو صحیح ماننے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ باقی کتب احادیث میں سرے سے احادیث صحیحہ ہی موجود نہیں اور دیگر کتب احادیث کی احادیث صحیحہ ناقابل عمل ہیں۔ بخاری شریف کے متعدد تراجم شائع ہو چکے ہیں۔ ان میں سے ایک ترجمہ ''تفہیم البخاری'' کے نام سے مولانا ظہور الباری اعظمی (فاضل دار العلوم دیوبند) نے بھی کیا۔ اور اس کے حواشی بھی تحریر فرمائے۔ یہ ترجمہ وحواشی پہلے ہندوستان میں طبع ہوئے۔ اور پھر پاکستان میں' لیکن پاکستان میں ''مکتبہ مدنیہ اردو بازار لاہور'' کے مالکان نے اسے نئی طرز اور مکمل تصحیح کے ساتھ شائع کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ ڈاکٹر محمود الحسن عارف سے اس کی تصحیح بھی کرائی اور ان سے اس کا مقدمہ بھی لکھوایا۔ نیز مولانا اوکاڑی مرحوم سے بھی بعض مقامات پر حواشی لکھنے کی درخواست کی' مولانا مرحوم نے چند مقامات پر حواشی لکھے۔ اور ''مکتبہ مدنیہ'' کی طرف سے یہ کتاب اعلیٰ کتابت وطباعت کے ساتھ تین جلدوں میں شائع ہوئی۔ اس میں مولانا مرحوم کے حواشی اگرچہ قلیل ہیں (یعنی پہلی جلد میں میری سرسری تلاش کے مطابق ان کے حواشی کی تعداد صرف تیرہ ہے۔ جو ۳۶۷ سطور میں پھیلے ہوئے ہیں) لیکن احناف کے خلاف پیدا کیے جانے والے شبہات کے ازالہ کے لیے انتہائی مفید ہیں۔۔۔ اس کی قیمت -/۱۰۰۰۔

مکتبہ مدنیہ اردو بازار لاہور۔

واقعات ولطائف۔۔۔اور۔۔۔نکات وامثلہ

مولانا مرحوم کو خداتعالیٰ نے مشکل سے مشکل بات کو آسان اور عام فہم انداز سے سمجھانے کا جو ملکہ عطا فرمایا تھا وہ بہت کم لوگوں کو حاصل ہوتا ہے۔ وہ اپنی بات کو تاریخی واقعات' دلچسپ لطائف' اور عجیب نکات وامثلہ کے ساتھ اس طرح سمجھاتے کہ سطحی ذہن کے آدمی کے لیے بھی اسے سمجھنا آسان ہو جاتا' حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذیؒ نے ایک بار مسئلہ حیات النبیؐ اور سماع موتی کے موضوع پر مولانا مرحوم کا بیان سن کر فرمایا کہ اتنے مشکل

موضوع کو اس قدر آسان ودلنشیں انداز سے ذہن نشین کرا دینا مولانا کا ہی کمال ہے۔ مولانا مرحوم اپنی تقاریر' دروس' مناظروں' مباحثوں اور سوال وجواب کی نجی محفلوں میں جو واقعات ولطائف وغیرہ بیان فرمایا کرتے تھے ان میں سے بعض کا ذکر بھی میں اپنے مضمون میں ضروری خیال کرتا ہوں۔ تاکہ براہ راست ان کی تقاریر سننے سے محروم حضرات ان زیر نظر تحریرات کے ذریعہ محظوظ بھی ہو سکیں' اور مولانا مرحوم کے طرز تفہیم سے کسی قدر واقفیت بھی حاصل کر سکیں۔ یہ بات پیش نظر رہے کہ ان کے نقل وتحریر کرنے میں کسی قسم کی ترتیب ملحوظ نہیں رکھی گئی۔

(۱) میں اہل حدیث کیوں ہوا؟

ایک دفعہ گوجرانوالہ میں تقریر کے دوران ایک غیر مقلد نوجوان نے ایک پمفلٹ ''میں اہل حدیث کیوں ہوا؟'' لاکر مولانا مرحوم کو دیدیا۔ مولانا نے مسکرا کر فرمایا کہ مجھ سے تو یہ پوچھو کہ میں حنفی کیوں ہوا؟ میں نے غیر مقلدیت کیوں چھوڑی؟۔۔۔ لیکن ایک شخص کے غیر مقلد ہونے پر تم نے ہزاروں کی تعداد میں پمفلٹ شائع کر دیئے۔ اب کچھ پمفلٹ اس عنوان سے بھی شائع کر دو کہ۔۔۔ مرزا قادیانی نبی کیوں ہوا؟۔۔۔ عبداللہ چکڑالوی' نیازی فتحپوری' اور اسلم جیراجپوری منکر حدیث کیوں ہوئے؟۔۔۔ سرسید نیچری کیوں ہوا؟۔۔۔ یہ سب غیر مقلدیت کی پیداوار ہیں۔ اب اس کے بھی قادیانی یا منکر حدیث ہونے کا انتظار کرو۔ میں نے فوراً عرض کیا کہ جس کی طرف سے یہ پمفلٹ شائع ہوا ہے' وہ (مولوی عبدالرحمٰن کیمبل پوری) رافضیت اور اشتراکیت کی حدیں پھلانگ چکا ہے۔ غیر مقلد ہونے کے بعد وہ فیصل آباد کے روافض کے مدرسہ میں بھی مدرس رہ چکا ہے۔ اور اشتراکیت کی حمایت میں بھی اس کے مضامین مختلف اشتراکی رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔ اس نے اسیر مالٹا حضرت مولانا عزیر گلؒ کو انگریز کا ایجنٹ ثابت کرنے کے لیے کتاب بھی لکھی ہے۔ اس کی تمام تفصیلات میں میرا ایک مضمون' جماعت مبلغین اہل سنت کے ایک مطبوعہ پمفلٹ ''وسواس الشیطان علی قلب ملا عبدالرحمٰن'' میں شائع ہو چکا ہے۔ اور اس نے اپنے اہل حدیث ہونے کی جو خانہ ساز وجوہات تحریر کی ہیں۔ ان کا مختصر مگر مدلل جواب بھی حضرت والد محترم مدظلہ کی طرف سے اسی پمفلٹ میں شائع ہو چکا ہے۔

تو ہے ہر جائی تو اپنا بھی یہی طور سہی
تو نہیں اور سہی' اور نہیں اور سہی

(۲) تکمیل دین' تمکین دین' تدوین دین

دین کی اشاعت وترقی کے تین مراحل ہیں۔۔۔ پہلا تکمیل دین کا جو الیوم اکملت لکم دینکم کے فرمان خداوندی کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پورا ہو چکا ہے۔ دوسرا تمکین دین کا جو ولیمکنن لھم دینھم کے فرمان الٰہی کے مطابق خلفاء راشدینؓ کے تیس سالہ زمانہ خلافت راشدہ موعودہ میں مکمل ہوا۔۔۔ اور تیسرا تدوین دین کا جو ائمہ مجتہدینؒ بالخصوص امام اعظمؒ ابوحنیفہؒ کے ذریعہ پایہ تکمیل تک پہنچا۔۔۔ یہ تینوں مراحل

دین اور اشاعت دین ہی سے متعلق ہیں اب ایک طبقہ روافض کا ہے جو خلفاء راشدینؓ کا انکار کرکے تمکین دین تسلیم نہیں کرتا' اور دوسرا طبقہ ان کے چھوٹے بھائیوں یعنی غیر مقلدین کا ہے جو ائمہ مجتہدینؒ کا انکار کرکے تدوین دین کو تسلیم کرنے سے انکاری ہیں۔

(۳) معجزہ یا امر تشریعی؟

مناظرہ کے دوران مولانا مرحوم نے حدیث رایت موسیٰ قائم یصلی فی قبرہ پیش کی تو مولوی احمد سعید نے کہا کہ قبر کے اندر حضرت موسیٰؑ کا نماز پڑھنا ان کا معجزہ ہے۔ مولانا مرحوم نے فرمایا کہ اس میں دو عمل ہیں۔ ایک حضرت موسیٰؑ کا نماز پڑھنا اور دوسرا حضورؐ کا ان کو دیکھنا۔ دوسرا عمل تو حضورؐ کا معجزہ ہے پہلا معجزہ نہیں۔ جیسا کہ اسی واقعہ معراج میں کفار کے سوالات کا جواب دینے کے لیے خداتعالیٰ نے مسجد اقصیٰ حضورؐ کے سامنے پیش فرما دی۔ اب اس میں مسجد اقصیٰ کا وجود معجزہ نہ تھا' بلکہ حضورؐ کا مکہ مکرمہ میں بیٹھ کر اسے دیکھنا معجزہ تھا۔ اسی طرح حضرت موسیٰؑ کا قبر کے اندر نماز پڑھنا ان کا معجزہ نہیں بلکہ امر شرعی ہے۔

(۴) حضرت موسیٰؑ اور آصف بن برخیا

ایک شخص نے سوال کیا کہ شب معراج حضورؐ نے حضرت موسیٰؑ کو چوتھے آسمان پر بھی دیکھا اور قبر میں بھی۔ وہ اتنی جلدی واپس کیسے آ گئے؟ مولانا مرحوم نے فرمایا جیسے اتنی جلدی خود حضورؐ واپس تشریف لے آئے۔ یا جیسے اتنی جلدی پلک جھپکنے کی دیر میں حضرت سلیمانؑ کا وزیر آصفؒ بن برخیا تخت بلقیس لے آیا تھا۔ سائل نے کہا وہ تو آصفؒ کی کرامت تھی' فرمایا اسے حضرت موسیٰؑ کا معجزہ مان لو۔ وہ شخص لاجواب ہو کر واپس چلا گیا۔

(۵) طوائفیں مقلد یا غیر مقلد؟

راولپنڈی کے مناظرہ میں مولوی شمشاد سلفی دلائل سے عاجز آ کر اوچھے حملوں پر اتر آیا۔ اور کہنے لگا کہ فقہ حنفی زنا کا دروازہ ہے۔ اور سارا زنا تقلید کی وجہ سے پھیل رہا ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے ایک بار مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ سے کہا کہ بازار حسن کی ساری طوائفیں مقلدہ ہیں۔ مولانا چاندپوری نے فرمایا کہ مجھے کبھی اس بازار میں جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اس لئے مجھے انکے مذہب کے بارہ میں کوئی واقفیت نہیں۔ آپکی آمدورفت انکے پاس رہتی ہوگی۔ اس لئے ان کے مذہب کا آپ ہی کو پتہ ہوگا۔ لیکن ان کا پیشہ اور کسب بتاتا ہے کہ وہ غیر مقلدہ ہیں۔ کیونکہ مقلد صرف ایک (یعنی معین امام) کا بن کر رہتا ہے۔ اگر یہ طوائفیں بھی ایک (یعنی خاوند) ہی کی بن کر رہتی ہیں تو وہ مقلدہ ہیں۔ اور اگر انکے دروازے ہر ایک کیلئے کھلے رہیں تو وہ غیر مقلدہ ہیں۔ اس جواب پر غیر مقلدین منہ چھپانے لگے۔

(۶) عیسائیت کا نظریہ تثلیث اور غیر مقلدین کا نظریہ طلاق

عیسائیت کے نظریہ تثلیث اور غیر مقلدین کے نظریہ طلقات ثلاثہ میں مکمل مماثلت موجود ہے۔ وہ بھی (باپ بیٹا روح القدس) تین کو جوڑ کر ایک ہی وحدت قائم کر لیتے ہیں اور یہ بھی طلاق کے تین متفرق اجزاء کو جمع کر کے اسے ایک کا نام دے لیتے ہیں ان کی مثال ایسے ہی ہے کہ ایک طالبعلم علم فلسفہ سے فارغ ہو کر واپس گھر پہنچا تو گھر والوں نے دو انڈے ابال کر اس کے اور اس کے والد کے سامنے رکھ دیئے۔ بیٹے نے باپ سے کہا کہ میں ایک ایسا علم پڑھ کے آیا ہوں جو ان دو انڈوں کو تین بنا سکتا ہے۔ باپ نے خوشی سے پوچھا وہ کیسے؟ اس نے کہا ایک یہ انڈہ دوسرا یہ انڈا اور تیسرا ان کا مجموعہ۔ باپ کے لیے یہ ثقیل فلسفہ ناقابل فہم تھا اس نے دونوں انڈے اٹھا کر کھا لئے اور بیٹے سے کہا تیسرا تو کھا لے۔

باپ کے خاندان پر تبرا اور پناہ چچا کے پیچھے

غیر مقلدین تقلید کو شرک کہتے ہیں۔ جب تقلید شرک ہے تو ہر مقلد مشرک ہے۔ خواہ وہ حنفی ہو یا حنبلی۔ لیکن غیر مقلدین کی یہ بدقسمتی ہے کہ حنبلی مشرکوں سے فنڈز دھڑا دھڑ لیکر کھاتے ہیں۔ اور جب وہ حنفیوں کے سامنے کسی مسئلہ میں لاجواب ہو جاتے ہیں تو امام شافعی و امام احمد وغیرہ کی آڑ لے لیتے ہیں۔ انکی مثال ایسے ہی ہے کہ زبان دراز و گستاخ بیٹا جب باپ کے سامنے آتا ہے تو اس کے سارے خاندان کو گالی گلوچ کرتا ہے اور جب باپ جوتا اٹھاتا ہے تو کبھی چچا کے پیچھے چھپتا ہے اور کبھی تایا کے پیچھے۔ حالانکہ ان میں سے کسی کے پیچھے چھپنے کا اسے حق نہیں۔ اسی طرح غیر مقلدین کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ امام شافعی وغیرہ ہمارے چچا ہیں۔ جب تم قیاس کو حرام اور تقلید کو شرک کہتے ہو تو تمہیں ہمارے چچاؤں کے پیچھے پناہ لینے اور انکی اوٹ میں چھپنے کا کوئی حق نہیں۔

(۸) حالات برزخ ماورائے عقل

ایک شخص نے کہا کہ فرعون کی لاش مصر کے عجائب گھر کے اندر موجود ہے۔ جو لوگوں کے مشاہدہ میں رہتی ہے لیکن اس پر کسی قسم کا عذاب محسوس نہیں ہوتا۔ اسی طرح بسا اوقات قبر کھودتے وقت کسی میت کی بوسیدہ ہڈیاں وغیرہ مل جاتی ہیں۔ ان پر بھی عذاب راحت کا اثر محسوس نہیں ہوتا پھر کیسے مان لیا جائے؟ فرمایا حالات برزخ ماورائے عقل و شعور ہیں۔ لہٰذا انہیں عقلی احتمالات اور شعوری مشاہدات کے حوالہ سے دیکھنا ہی قرآنی تعلیمات کے منافی ہے اور جہاں عقلی احتمالات جاری نہیں ہوتے وہاں مخبر صادق کی خبر صحیح کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور خبر صحیح عذاب و ثواب قبر کو تواتر کے ساتھ ثابت کرتی ہے۔ اور یہی برزخی حالات جاننے کا پیمانہ ہے۔

(۹) حیات طیوری اور عقیدہ تناسخ!

ایک شخص نے سوال کیا کہ شہداء کی ارواح کے بارے میں جب حدیث میں آتا ہے کہ وہ سبز رنگ کے پرندوں کی صورت میں عرش الٰہی کے زیر سایہ قندیلوں میں موجود ہیں۔ اور جنت کی طرف سفر کرتی رہتی ہیں۔ تو پھر قبروں کے اندر وہ کیسے زندہ ہیں؟ فرمایا کہ اگر حدیث کا مطلب یہ ہے کہ سبز رنگ کے پرندوں کے پیٹ ارواح شہداء کے لئے سواریاں ہیں۔ جیسے ہوائی جہاز اپنے مسافروں کیلئے۔ تو اس میں کوئی اشکال نہیں کہ روح وہاں بھی

ہے اور اسکا تعلق علیین اور جسم شہید سے بھی ہے۔اور یہی موقف اہلسنت والجماعت کا ہے۔۔۔۔۔۔۔اور اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ روح شہید اس پرندہ کی صورت اختیار کرتی ہے تو یہ مطلب متعدد وجوہ سے غلط ہے۔اولاً اس لیے کہ انسانی صورت سلب کر کے طیوری شکل میں بدل دینا یہ تو تناسخ ہے اور ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ انسان صورت بدل بدل کر بار بار جنم لیتا رہتا ہے۔پہلے جنم میں انسان ہے تو دوسرے میں حیوان۔اور اسلام کے اندر نظریہ تناسخ کی کوئی گنجائش نہیں۔۔۔۔۔وثانیاً اس لئے کہ یہ طیوری جسم زیادہ سے زیادہ جسم مثالی کہلائے گا۔اور جسم مثالی جسم عنصری کے مشابہ ہوتا ہے نہ کہ طیوری اجسام کے۔پرندہ اور جسم انسانی کے اندر نہ مماثلت ہے اور نہ مشابہت۔۔۔۔وثالثاً اس لئے کہ یہ نظریہ دو موتوں اور دو حیاتوں کے قرآنی نظریہ کے خلاف ہے۔کیونکہ طیوری جسم میں داخل ہو کر یہ مستقل تیسری حیات ہے۔ایک حیات دنیوی اور دوسری برزخی اور تیسری طیوری۔جو قیامت کے دن اصل جسم کی طرف لوٹ جائے گی۔اور یہ قرآن کے منافی ہے۔

(۱۰) سنت بدعت اور الحاد!

سنت پیغمبر ﷺ کے متواتر و غیر متروک عمل کو کہتے ہیں۔الحاد کہتے ہیں دلائل شرعیہ میں سے کسی دلیل کا انکار کر دینا۔اور بدعت کہتے ہیں ایسی چیز کو دین بنا کر دین کے اندر شامل کر دینا جو دلائل شرعیہ سے ثابت نہیں۔انکی مثال اس طرح ہے کہ کرنسی نوٹ تین قسم کا ہوتا ہے۔ایک وہ جو مارکیٹ کے اندر رائج ہے دوسرا وہ جو کبھی رائج تھا لیکن بعد میں حکومت نے اسے منسوخ کر دیا۔اور تیسرا جعلی جو چار چار آنے میں بک رہا ہوتا ہے۔رائج الوقت نوٹ کی مثال سنت کی ہے اور اسکے چلانیوالے اہل سنت والجماعت ہیں۔منسوخ نوٹ کی مثال الحاد کی ہے۔اور اسے چلانے والے ملحد ہیں جو متواتر و متوارث نظریات کو ترک کر کے منسوخ و متروک روایات سے استدلال کرتے ہیں۔اور جعلی نوٹ کی مثال بدعت کی ہے۔اور اسکے چلانیوالے بدعتی ہیں۔

(۱۱) دلائل مناظرہ و اجتہاد کی ترتیب میں فرق!

ایک مناظرہ کے موقع پر پتھری مناظر نے کہا کہ دلائل کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے قرآن پھر سنت پھر اجماع پھر قیاس اس پر مولانا نے فرمایا یہ تو ترتیب اجتہاد ہے۔کہ مجتہد کیلئے لازم ہے کہ پہلے قرآن کو دیکھے پھر سنت کو پھر اجماع کو۔لیکن مناظرہ کے اندر فریقین کے مسلم دلائل میں سے نچلی دلیل کی طرف سے بات شروع کیجاتی ہے۔مثلاً دو بھائیوں کا اختلاف ہے ایک بھائی چاہتا ہے کہ باپ سے فیصلہ کرا لیا جائے۔دوسرا کہتا ہے نہیں دادا سے کرانا ہے تو اس کا مطلب واضح ہے کہ اسے باپ پر اعتماد نہیں اسی طرح ہم چاہتے ہیں کہ پتھریوں کے ساتھ نظریاتی تنازعہ ختم کرنے کے لئے ہم علماء اہل سنت دیوبند سے فیصلہ کرالیں لیکن پتھری نہیں مانتے۔اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ علماء اہل سنت دیوبند کی اجماعی تحقیقات پر اعتماد نہیں کرتے۔حالانکہ مناظرہ کے اندر دلائل کی ترتیب اجتہادی دلائل کی ترتیب سے الٹ ہوتی ہے۔

(۱۲) تقلید محدث اور تقلید مجتہد!

محدث الفاظ حدیث کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیتا ہے۔اور مجتہد مفہوم حدیث کی۔وہ الفاظ حدیث کی حفاظت کیلئے اصول متعین کرتا ہے۔اور یہ مفہوم حدیث کی حفاظت کے لئے۔یہ کس قدر ظلم و ناانصافی کی بات ہے کہ مجتہد کی تقلید کو شرک اور محدث کی تقلید کو ضروری قرار دے دیا جائے؟ امام بخاریؒ اپنی عدالت و حفظ اور اصولوں کی بنیاد پر ایک حدیث کے الفاظ کو صحیح قرار دیں تو غیر مقلدین آنکھیں بند کر کے اسے قبول کرتے ہیں۔لیکن اگر امام ابوحنیفہؒ اپنی عدالت و فہم اور اپنے اجتہادی اصولوں کی بنیاد پر کسی حدیث کے مفہوم کو صحیح قرار دیں تو غیر مقلدین کہتے ہیں انکی تقلید شرک ہے۔حالانکہ نہ محدثین معصوم ہیں اور نہ مجتہدین۔دونوں طبقوں کے اصول قیاسی واستنباطی ہیں۔پھر ایک جائز اور دوسرا حرام کیوں؟

(۱۳) لفظ امام اعظم پر اعتراض کا جواب!

غیر مقلدین کی یہ انتہائی بدنصیبی ہے کہ ماننے پہ آئیں تو اپنی خواہشات نفسانیہ کو قرآن و حدیث کا درجہ دیکر مان لیں۔اور اگر نہ ماننے پر آئیں تو امت کے اجماعی فیصلوں کو قرآن و حدیث کے مخالف قرار دیکر مسترد کر دیں ہر ذی شعور جانتا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ کو امام اعظم کا جو لقب ملا اسپر پوری امت کا اجماع ہے حتی کہ خود غیر مقلدین کی اپنی کتب بھری پڑی ہیں۔لیکن غیر مقلدین کی نسل جدید حضرت امام کے اس اجماعی لقب پہ بھی معترض ہے اس کا دعویٰ ہے کہ امام اعظم تو صرف آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس ہے۔کوئی امتی امام اعظم کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟ غیر مقلدین حضرات نبی و امتی کا تقابل قائم کرنے میں ذرا بھی حجاب محسوس نہیں کرتے حالانکہ اہلسنت والجماعت کے ہاں اس کا تصور بھی کفر ہے۔ایک پمفلٹ غیر مقلدین کی طرف سے ایسا ہی شائع ہوا۔تو مولانا مرحوم نے فرمایا کہ اگر امتی امام اعظم نہیں بن سکتا تو امتی صدیق اکبر کیسے بن سکتا ہے؟ کیونکہ پیغمبرؐ سے بڑھ کر سچا کون ہے؟ پھر امتی فاروق اعظم کیسے بن سکتا ہے؟ کیونکہ پیغمبر ﷺ سے بڑھ کر حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والا کون ہے؟ امتی قائد اعظم کیسے بن سکتا ہے کیونکہ پیغمبر سے بڑھ کر قیادت عظمیٰ کس کی ہو سکتی ہے؟ یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ ہم امام ابوحنیفہؒ کو فقہ کا امام مانتے ہیں نبوت کا نہیں۔اور جب وہ فقہ کے امام ہیں تو ان کا تقابل بھی فقہی ائمہ سے ہوگا۔یعنی وہ فقہی ائمہ امام مالک امام شافعی وغیرہ کے مقابل امام اعظم ہیں۔

(۱۴) منقول و معمول میں فرق!

غیر مقلدین عام طور پر فقہ حنفی کے غیر مفتیٰ بہا اقوال کی آڑ میں فقہ حنفی کے خلاف زبان درازیاں کرتے رہتے ہیں۔اور پورے ملک میں اشتہار بازیاں اور پمفلٹ سازیاں جاری رکھتے ہیں۔ایسا ہی ایک پمفلٹ لیکر ایک نوجوان مولانا مرحوم کے پاس آیا۔تو مولانا نے فرمایا کہ فقہ کی عبارات دو قسم کی ہیں ایک وہ ہیں جو صرف کتب میں منقول ہیں۔اور دوسری وہ ہیں جو ہماری عملی زندگی میں معمول ہیں۔اب معمول کی روایات و اقوال کو چھوڑ کر صرف

منقول عبارات بیان کرنا صریح دھوکہ اور فراڈ ہے۔ جیسے کتب احادیث کے اندر صحیح احادیث دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ ہیں جو متروک و منسوخ ہیں۔ لیکن کتب کے اندر منقول ہیں اور دوسری وہ ہیں جو امت کا معمول ہیں اب اگر کوئی منکر حدیث معمول کی احادیث ترک کر کے صرف منقول روایات کی آڑ میں حدیث کا انکار کرتا ہے۔ تو وہ دھوکہ باز ہے اسی طرح فقہ کی محض منقول روایات بیان کرنا اور معمول کی روایات نظر انداز کرنا بھی صریح دھوکہ ہے۔

(۱۵) اسلام ایک یا دو ؟

عام طور پر منکرین حدیث لوگوں کے دلوں میں یہ غلط فہمی پیدا کرتے ہیں کہ حدیث پر یقینی ایمان رکھنے کی صورت میں اسلام دو ہو جاتے ہیں۔ ایک اسلام قرآن کا اور دوسرا حدیث کا۔ اسی طرح منکرین تقلید یہ غلط فہمی پیدا کرتے ہیں۔ کہ فقہ کو ماننے کی صورت میں اسلام دو ہو جاتے ہیں ایک اسلام قرآن وسنت کا اور دوسرا فقہ کا۔ حالانکہ اسلام ایک ہی ہے قرآن اسکا متن واصول ہے حدیث اسکی تشریح ہے اور فقہ اسکی تعبیر ہے۔ لیکن منکرین حدیث وتقلید اپنی علمی وعقلی کمزوریوں کی بنا پر انکے درمیان تقسیم کی دیوار کھڑی کر کے عوام کو دھوکہ دیتے ہیں۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی ایک مثال بیان فرمائی ہے کہ ایک استاد نے اپنے شاگرد کو بھیجا کہ جاؤ میرے حجرہ سے دوائی کی بوتل لے آؤ۔ بد قسمتی سے وہ شاگرد غیر مقلد یعنی بھینگا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد خالی ہاتھ واپس آیا اور آ کر کہنے لگا کہ استاد جی وہاں تو دو بوتلیں پڑی ہیں کونسی لاؤں؟ استاد کو حیرت ہوئی کہ بوتل تو میں نے ایک ہی رکھی تھی۔ دوسری کہاں سے آ گئی؟ اسے یہ سمجھ ہی نہ آئی کہ یہ شاگرد بے چارہ بھینگا ہے جسے ایک کے دو نظر آتے ہیں۔ اس نے سمجھا کہ یہ مذاق کر رہا ہے۔ استاد نے کہا ایک بوتل کو توڑ دو اور دوسری لے آؤ۔ شاگرد گیا اور ایک پتھر بوتل کی طرف پھینکا۔ بوتل ٹوٹ گئی۔ اب شاگرد بہت پریشان ہوا کہ بوتلیں تو دونوں ٹوٹ گئیں۔ وہ استاد کے پاس آیا اور کہا کہ استاد جی میں نے ایک بوتل توڑی تھی دونوں ٹوٹ گئی ہیں۔ اب استاد سمجھا کہ یہ تو بھینگا ہے۔ جن بھینگوں کو دو اسلام نظر آتے ہیں (یعنی وہ قرآن اور حدیث۔ یا قرآن وحدیث اور فقہ کو جدا جدا اسلام سمجھتے ہیں) انہیں یہ حقیقت ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ وہ ان میں سے ایک کو ختم کرنے کی کوشش کریں گے تو دوسرا خود بخود ختم ہو جائیگا۔

(۱۶) حقانیت اہل سنت

علمی وتحقیقی حوالہ سے روافض کے مقابلہ میں اہل سنت وجماعت کی حقانیت وصداقت پر بے شمار دلائل موجود ہیں، لیکن مولانا مرحوم نے اپنے دلنشیں انداز میں اس کی ایسی سادہ اور عام فہم مثالیں پیش کی ہیں، جو عام آدمی کو بھی بآسانی ذہن نشین ہو سکتی ہیں۔ اور اس کے لیے فیصلہ کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔ مولانا اس کی درج ذیل مثالیں دیا کرتے تھے۔

جمع قرآن : نبوت کے آخری دور میں خدا تعالیٰ نے انسانیت کو جو سب سے بڑی نعمت عطا فرمائی وہ کلام الٰہی یعنی قرآن پاک ہے۔ جو ابتداء بذریعہ حفظ محفوظ تھا، لیکن عہد نبویؐ کے بعد جب مختلف معرکوں میں حفاظ قرآن بکثرت شہید ہونے لگے، تو حضرت عمرؓ کی تحریک پر خلیفہ بلا فصل حضرت ابو بکر صدیقؓ نے قرآن پاک کو کتابی صورت میں جمع

فرمالیا۔ یعنی جمع قرآن کی خدمت حضرت صدیق اکبرؓ نے سرانجام دی۔ اب اگر حضرت صدیق اکبرؓ کو روافض مانتے ہیں تو وہ سچے، اور اگر سنی مانتے ہیں تو وہ سچے۔۔۔ پھر جمع قرآن کے پہلے مرحلہ میں قرآن پاک عرب کی مختلف قبائلی زبانوں میں پڑھا جاتا رہا۔ لیکن جب اس بنیاد پر قبائل کے درمیان خانہ جنگیاں شروع ہو گئیں (کیونکہ ہر قبیلہ اپنی قبائلی زبان میں قرآن کو صحیح اور دیگر قبائلی زبانوں میں اسے غلط ثابت کرنے پر مصر تھا) تو خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنیؓ نے سرکاری طور پر دیگر قبائلی زبانوں میں قرأت قرآن پر پابندی عائد کر کے امت کو قرأت قریش پر جمع کر دیا۔ اور جمع قرآن کے دوسرے مرحلہ میں قرآن پاک پر وحدت امت کی خدمت حضرت عثمانؓ نے سرانجام دی۔ اب اگر حضرت عثمانؓ کو روافض مانتے ہیں تو وہ سچے، اور اگر سنی مانتے ہیں تو سنی سچے۔۔۔ یہ حکمت الٰہیہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے مذکورہ دونوں خدمات حضرت علی المرتضیٰؓ سے نہیں لیں۔ کیونکہ ان کو روافض اور سنی دونوں ماننے کے مدعی ہیں۔ اگر یہ خدمات وہ سرانجام دیتے تو اختلاف پیدا ہو سکتا تھا، روافض کہتے کہ علیؓ ہمارے ہیں اور یہ خدمات ہم نے سرانجام دیں۔ سنی کہتے کہ علیؓ ہمارے ہیں اور یہ خدمات ہم نے سرانجام دیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ جھگڑا ہی پیدا نہیں ہونے دیا۔

حفاظت قرآن : خدا تعالیٰ نے حفاظت قرآن کی ذمہ داری خود اٹھائی ہے۔ اور اس کا ظاہری ذریعہ حفظ قرآن کو بنایا ہے۔ اور اسلامی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ حفظ قرآن کی یہ خدمت وذمہ داری اہل سنت وجماعت نے سرانجام دی ہے۔ جنہوں نے ہر دور کے اندر لاکھوں کی تعداد میں حفاظ قرآن فراہم کیے ہیں۔ جب کہ اس کے برعکس روافض کے ہاں خوردبینیں لگا کر بھی حافظ قرآن تلاش کرنا مشکل نظر آتا ہے۔ اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ قرآن پاک جیسی انمول نعمت اہل سنت کے پاس ہے، وہی اس کی حفاظت کے لیے عند اللہ منتخب کیے گئے۔ جو ان کی صداقت کی بین دلیل ہے۔

غلبۂ اسلام : قرآن پاک میں خدا تعالیٰ نے تمام ادیان باطلہ پر غلبۂ اسلام کا وعدہ فرمایا ہے اور اسلامی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ یہ خدمت بھی اہل سنت وجماعت نے ہی سرانجام دی۔ یہود ونصاریٰ اور ہنود ومجوس کے ساتھ ہر دور میں معرکہ آرائی کرنے والے اہل سنت وجماعت ہی تھے اور انہیں ہی اللہ تعالیٰ نے غلبہ اسلام کے لیے منتخب فرمایا۔ مثلاً حضرت عمرو بنؓ العاص، حضرت خالدؓ بن ولید، حضرت یزیدؓ بن ابی سفیانؓ حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ، طارق بنؒ زیادؒ موسیٰ بن نصیرؒ، یوسفؒ بن تاشفینؒ محمدؒ بن قاسمؒ نورالدین زنگیؒ، صلاح الدین ایوبیؒ، سلطان محمود غزنویؒ شہاب الدین غوریؒ، نواب سراج الدولہؒ، سلطان حیدر علیؒ، سلطان فتح علی ٹیپوؒ، وغیرہم سارے کے سارے اہل سنت وجماعت تھے، اور انہوں نے غلبۂ اسلام کی خدمت سرانجام دی، جو اہل السنت وجماعت کی حقانیت وصداقت کی بین دلیل ہے۔

آرام گاہ رسولؐ : خدا تعالیٰ نے انسانیت کو قرآن کے بعد جو دوسری بڑی نعمت عطا فرمائی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ آپؐ کے گھر مبارک کے اندر دو نمایاں ہستیاں موجود تھیں، ایک آپ کی زوجہ مطہرہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ اور دوسری آپ کی لخت جگر سیدۃ فاطمۃؓ الزہراء۔ ان میں سے حضرت عائشہؓ کو سنی مانتے ہیں روافض

نہیں مانتے' جب کہ حضرت فاطمہؓ کو سنی بھی مانتے ہیں اور روافض بھی۔ پیغمبرؐ خدا کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد آپ کی آخری آرامگاہ کے لیے خدا تعالیٰ نے حجرہ عائشہ صدیقہؓ کو منتخب فرمایا۔ تاکہ کسی قسم کا جھگڑا پیدا نہ ہو۔ کیونکہ اب سنی علی الاعلان یہ کہہ سکتے ہیں کہ پیغمبرؐ خدا ہمارے گھر میں آرام فرما ہیں' روافض یہ دعویٰ نہیں کر سکتے۔ اور اگر آپؐ حجرہ فاطمہؓ میں آرام فرما ہوتے تو تنازعہ بن جاتا' روافض کہتے وہ ہمارے گھر میں ہیں اور سنی کہتے ہمارے گھر میں ہیں۔ اس طرح قرآن کے بعد دوسری بڑی نعمت بھی اہل سنت و جماعت کے پاس ہے۔ جو ان کی صداقت کی دلیل ہے۔

تولیت کعبہ : خدا تعالیٰ نے قرآن اور رسولؐ کے بعد انسانیت کو تیسری بڑی نعمت خانہ کعبہ کی صورت میں دی ہے جو مسلمانوں کا قبلہ ہے۔ قرآن پاک میں خدا تعالیٰ اس کے بارہ میں فرماتے ہیں ان اولیاء ہ الا المتقون (پ۹ الانفال ۳۴) نہیں ہو سکتے اس کے متولی مگر متقین۔ اب فتح مکہ کے بعد سے لیکر آج تک اس کی تولیت اہل سنت و جماعت کے پاس رہی ہے۔ ایک دن کے لیے بھی کبھی روافض کے پاس نہیں آئی۔ گویا خدا تعالیٰ کی تیسری بڑی نعمت بھی اہل سنت کے پاس ہے' جو ان کی حقانیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

معیت پیغمبرؐ : پیغمبرؐ خدا کے روضہ اقدس کے اندر آپ کی رفاقت و معیت کے لیے بھی خدا تعالیٰ کا انتخاب بے شمار حکمتوں پر مبنی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی معیت کے لیے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو منتخب فرمایا۔ جن کو صرف اہل سنت مانتے ہیں۔ اگر وہاں آپ کی معیت کے لیے حضرات حسنینؓ کا انتخاب ہوتا تو پھڈا ہو جاتا' سنی کہتے کہ وہاں ہمارے امام ہیں اور روافض کہتے ہمارے ہیں۔ یہ انتخاب الٰہی بھی اہل سنت کی صداقت کی دلیل ہے۔

(۱۷) عصمت و عدالت

بیسویں صدی عیسوی کے چوتھے عشرہ میں پٹھانکوٹ (انڈیا) سے مودودیت کے نام سے اٹھنے والی صالح سوسائٹی کے قیام کی ایک پرکشش تحریک نے رفتہ رفتہ اسلام کی متواتر و متوارث تعلیمات کی بنیادیں متزلزل کر کے رکھ دیں۔ اس نے نئی نسل کو "مودودی افکار" کے عنوان سے ایک ایسے ماڈرن اور جدید اسلام سے روشناس کرایا جس کے بارہ میں امام لاہوریؒ نے فرمایا کہ مودودی اسلام کا مکہ اور مدینہ کے اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ مودودی اسلام کی ایک ایک بنیاد ڈھا رہا ہے۔ مودودی صاحب کے گمراہ کن نظریات کا جائزہ لیا جائے تو ان کی بنیاد بھی ترک تقلید ہی ہے۔ مودودی صاحب تقلید کی بندشوں سے آزاد ایسے سکہ بند غیر مقلد تھے جو تمام اسلاف پر علی الاعلان عدم اعتماد کا اظہار کر کے تقلید کو گناہ سے بھی بدتر جرم قرار دیتے تھے۔ مستند عالم نہ ہونے کے باوجود محض ذاتی مطالعہ کی بنیاد پر اپنی دینی تحقیقات میں ان کی خود اعتمادی' انانیت کے درجہ تک پہنچ چکی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں اپنی تحقیق کی روشنی میں نبی سے لیکر مجددؒ تک' اور خلیفہ راشدؓ سے لیکر مجتہد و محدث تک ہر شخص کے اندر وہ عیوب و نقائص نظر آئے جن تک اس سے پہلے کسی کی تحقیقی نگاہ نہ پہنچ سکی۔ حتیٰ کہ ان کے نزدیک ان میں سے نہ کوئی علم کے اعتبار

سے کامل تھا' اور نہ عمل کے اعتبار سے قابل تقلید۔ اور پھر جو کچھ مودودی صاحب کے قلم سے ایک بار نکل گیا' اسے وحی آسمانی کی طرح حرف آخر اور ناقابل ترمیم سمجھا گیا۔ اور اپنی بڑی سے بڑی غلطی پر بھی انہوں نے کبھی ندامت محسوس نہ کی۔ حتیٰ کہ غلطی کا احساس دلانے والوں پر بھی انہوں نے برہمی کا اظہار کیا۔ حالانکہ ان کی اغلاط کی نشاندہی کرنے والے حضرت مدنیؒ' مفتی کفایت اللہ دہلویؒ اور امام لاہوریؒ جیسے اصحاب علم و کمال تھے۔

مولانا اوکاڑوی مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ شخصیات کی اتباع اور ان پر اعتماد کی دو ہی بنیادیں ہیں۔۔۔ پہلی عصمت جو اہل سنت و جماعت کے عقیدہ کے مطابق صرف نبوت و رسالت کا خاصہ ہے۔۔۔ اور دوسری عدالت' غیر نبی کے لیے جب تک یہ ثابت نہ ہو اس وقت تک اس کا فکر و عمل اتھارٹی نہیں بن سکتا۔۔۔ اور پھر عدالت کے لیے بھی دو پیمانے ہیں۔۔۔ ایک پیمانہ صحابہ کرامؓ کی عدالت پرکھنے کا' اور وہ ہے قرآن و سنت۔۔۔ دوسرا پیمانہ غیر صحابہؓ کی عدالت پرکھنے کا ہے' اور وہ ہے فن اسماء الرجال۔۔۔ اسی لیے اہل سنت و جماعت کے ہاں جس راوی حدیث کے بارہ میں صحبت نبوت ثابت ہو جائے اس کے بارہ میں جرح و تنقید اور تحقیق مزید کے دروازے بند ہو جاتے ہیں' کیونکہ ان کے بارہ میں "الصحابة كلهم عدول" کا نظریہ اجماعی ہے۔۔۔ جب کہ ان سے نچلے درجہ کے ہر راوی کے لیے جرح و تعدیل کے مقررہ اصولوں کی گھاٹیوں سے گزر کر اپنی عدالت ثابت کرنا ناگزیر ہے۔ محدثین کی تقلید فی الروایۃ اور مجتہدین کی تقلید فی الدرایۃ کی بنیاد بھی عدالت ہے۔ اگر کسی محدث کی عدالت مشتبہ ہو تو اس کی روایت قبول نہیں کی جاتی' اور اگر کسی مجتہد کی عدالت مشکوک ہو تو اس کا اجتہاد ناقابل قبول ہوتا ہے۔ البتہ محدث کی عدالت کے ساتھ حفظ اور مجتہد کی عدالت کے ساتھ فہم بھی بنیادی شرط کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس مقدمہ سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ جن محدثین کی روایت تواتر کے ساتھ قبول کی گئی ہے ان کی عدالت و حفظ بھی متواتر ثابت ہے' اور جن فقہاء کی درایت و فقہ تواتر کے ساتھ قبول کی گئی ہے' ان کی عدالت و فہم بھی متواتر ثابت ہے۔ لیکن بدقسمتی سے مودودی صاحب نہ عصمت مانتے ہیں اور نہ عدالت' کیونکہ وہ اپنی تحریرات میں انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی ہدف تنقید بناتے ہیں اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کو بھی۔

کب تم بھٹکے' کیوں تم بھٹکے' کس کس کو سمجھاؤ گے
اتنی دور تو آپہنچے ہو اور کہاں تک جاؤ گے

(۱۸) صحابہ کرامؓ کی شرعی حیثیت

مولانا مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ قرآنی و نبویؐ تعلیمات کی روشنی میں صحابہ کرامؓ کی مثال تو اس سرکاری پیمانہ کی ہے جو حکومت کی طرف سے ناپ تول کے لیے مقرر ہے۔ کہ نہ تو اس کے وزن و مقدار کو چیلنج کیا جا سکتا ہے اور نہ اس میں کمی بیشی کا کسی کے پاس اختیار ہے۔ صحابہ کرامؓ بھی ہمارے ایمان و عمل کے لیے قرآنی و حدیثی پیمانہ ہیں۔

(۱۹) بدعت کی تعریف و تقسیم

مولانا مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ: لغوی طور پر ہر ایسی نئی چیز کو بدعت کہتے ہیں' جس کا وجود ماضی کے اندر

ثابت نہ ہو۔ جیسا کہ بے شمار ایجادات ہمارے سامنے ہیں۔ لیکن اصطلاح شریعت میں بدعت کہتے ہیں ہر اس نئے
طریقہ کو جو دین بنا کر دین کے اندر شامل کر دیا گیا ہو اور اس پر دلائل شرعیہ قرآن' سنت اجماع' اور قیاس مجتہد میں
سے کوئی دلیل موجود نہ ہو۔

اس اعتبار سے لغوی بدعات اپنانے میں کوئی حرج نہیں' بشرطیکہ وہ کسی حکم شرعی سے متصادم بھی نہ ہوں' اور ان
کے اپنانے سے کوئی حکم شرعی متاثر بھی نہ ہو۔ مثلاً ٹی' وی اور وی' سی' آر وغیرہ لغوی طور پر بدعت ہیں۔ لیکن تصویر کی
وجہ سے یہ حکم شرعی سے متصادم ہیں' لہٰذا ان کا استعمال جائز نہ ہوگا۔۔۔ اس کے برعکس ریڈیو بھی لغوی طور پر بدعت
ہے۔ اور وہ اسلام کے کسی حکم سے متصادم بھی نہیں' لیکن اگر اس پر موسیقی' گانے' قوالیاں وغیرہ سنے تو حکم شرعی متاثر
ہوتا ہے۔ لہٰذا اس حد تک اس کا استعمال ناجائز ہوگا۔ جب کہ شرعی بدعت اپنانے کی کسی صورت اجازت نہیں'
کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے بدعتی کو جہنمی اور اس کی تعظیم کرنے والے کو اسلام کی بنیادیں منہدم کرنے
والا قرار دیا ہے۔ پھر دینی حوالہ سے بدعت لغوی اور بدعت شرعی کے درمیان تقسیم و تفریق بایں الفاظ بھی ہو سکتی ہے
کہ جو نئے کام کسی دنیوی مصلحت کے لیے ایجاد کیے جائیں وہ احداث للدین اور بدعت لغوی کہلاتے ہیں یعنی
دین کی اشاعت و ترویج کے لیے کوئی نیا طرز اور طریقہ اختیار کرنا' اور یہ جائز ہے' بشرطیکہ کسی حکم شرعی سے متصادم بھی
نہ ہو۔ اور اس سے کوئی طرز شرعی متاثر بھی نہ ہو۔ اور جو نئے کام اخروی منفعت کے تحت کیے جائیں وہ احداث فی
الدین اور بدعت شرعی کہلاتے ہیں۔ یعنی دین کے اندر کوئی نئی چیز شامل کر دینا' اور یہ ناجائز ہے۔ مثلاً

۱۔ مساجد کے اندر قالین' جدید طرز کی صفیں' بجلی کے بلب ٹیوبیں' پنکھے' پانی کی موٹریں' ٹونٹیاں وغیرہ نئی
چیزیں لگانا احداث للدین میں شامل ہے' جو جائز ہے۔ کیونکہ ان کا تعلق ادائیگی عبادت میں سہولت و معاونت کے
ساتھ ہے۔ لیکن مساجد کے اندر غیر منصوص محافل (مروجہ قل' تیجہ' دسواں' محفل شبینہ وغیرہ) کا انعقاد احداث فی
الدین ہے' جو ناجائز ہے۔

۲۔ اذان اور تقاریر و خطبات کے لیے لاؤڈ سپیکر کا استعمال احداث للدین ہے' جو جائز ہے' لیکن اذان
کے الفاظ میں کمی بیشی کرنا یا اذان کے ساتھ صلوٰۃ و سلام پڑھنا' یا اجتماعات کے اختتام پر قیام کی صورت میں اجتماعی
درود پڑھنا' یا نماز کے بعد بآواز بلند کلمہ شریف کا اجتماعی ورد کرنا' احداث فی الدین ہے' جو ناجائز ہے' کیونکہ کسی
دلیل شرعی سے ثابت نہیں۔

۳۔ قرآن پاک کے الفاظ و مفہوم کے اندر کسی نئی تعبیر کا اضافہ کرنا (مثلاً مرزا قادیانی کا اپنی نبوت کے
اثبات کے لیے آیات قرآنیہ سے استدلال کرنا' صدیوں بعد پیدا ہونے والی رسومات کا قرآن سے اثبات کرنا'
اور اتباع آباء کی آیات کو تقلید ائمہ پر فٹ کرنا وغیرہ) احداث فی الدین ہے جو حرام ہے۔ لیکن قرآن پاک کے
اعراب لگانا' اس کے اوقاف مقرر کرنا' اس کی طباعت کرانا' اس کا ترجمہ و تفسیر کرنا' اس کی جلد بندی کرانا' اور اس کو
غلاف چڑھانا وغیرہ جملہ امور احداث للدین میں شامل ہیں' اور ان کی کوئی ممانعت نہیں۔

۴۔ جنازہ کی بذریعہ سپیکر و منادی اطلاع دینا احداث للدین ہے۔ لیکن نماز جنازہ کے بعد قبل از دفن دعاء
مانگنا' اور بعد از دفن قبر پر اذان دینا وغیرہ امور احداث فی الدین ہیں جو ناجائز ہیں۔

۵۔ سنت کی اشاعت کے لیے اشتہارات و کتب طبع کرنا' رسائل و پمفلٹ تقسیم کرنا' تبلیغی اجتماعات منعقد
کرنا احداث للدین ہے' لیکن غیر مسنون عمل قل' تیجہ' دسواں وغیرہ کا انعقاد کرنا احداث فی الدین ہے۔ جو
ناجائز ہے۔

۶۔ احادیث صحیحہ کو جمع کرنا' ان کے راویوں کے حالات اکٹھے کرنا' ان رواۃ کی بنیاد پر حدیث کے صحیح یا
ضعیف ہونے کا حکم لگانا احداث للدین ہے۔ لیکن احادیث وضع کرنا' یا موضوع روایات سے استدلال کرنا
احداث فی الدین ہے۔ اس مختصر بحث کے بعد وہ شکوک بھی رفع ہو جاتے ہیں جو احداث للدین کے زمرہ میں
شامل ایجادات کی آڑ میں احداث فی الدین میں شامل رسومات ثابت کرنے کے لیے پیدا کیے جاتے ہیں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

غیر مقلدین حضرات عام طور پر یہ غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ فقہ بھی احداث ہے۔ حالانکہ ان
کا یہ دعویٰ سراسر خلاف واقعہ ہے۔ کیونکہ فقہ احداث نہیں استنباط ہے۔ جو قرآن و سنت سے اخذ کی گئی ہے۔ اس کی
اجازت فرمان نبویؐ اور تعامل صحابہؓ سے ثابت ہے۔ اور اس کی قبولیت پر اجماع امت شاہد ہے۔ لہٰذا اسے احداث
قرار دینا صریح دھوکہ ہے۔

(۲۰) سنت و بدعت کی مثال

مولانا مرحوم' دیہاتی طرز کی ایک سادہ سی مثال کے ساتھ سنت و بدعت کے درمیان فرق سمجھایا کرتے تھے۔
کہ سنت کی مثال کاشت کی ہوئی فصل کی ہے' جیسے گندم' چاول' مکئی' کماد' کپاس وغیرہ اور بدعت کی مثال اس فصل
کے اندر خود بخود اگ آنے والی جڑی بوٹیوں کی ہے۔ بوئی ہوئی فصل پوری دنیا میں ایک ہی جیسی ہوتی ہے' لیکن اس
اصل کے اندر خود بخود اگنے والی بوٹیاں ہر علاقہ کی مختلف ہوتی ہیں۔ اسی طرح سنت پوری دنیا کے اندر ایک ہی جیسی
ہے۔ لیکن بدعات ہر علاقہ کی مختلف ہیں۔ مثلاً اذان بلالیؓ سنت ہے' جو پوری دنیا میں ایک جیسی ہے' لیکن اس کے
ساتھ شامل کیے ہوئے لا حقے حی علی خیر العمل علی ولی اللہ اور صلوٰۃ و سلام وغیرہ بدعات ہیں' اور بعض علاقوں میں
پائے جاتے ہیں۔۔۔ اسی طرح نماز جنازہ سنت ہے' اور ہر جگہ ایک ہی جیسا ہے۔ لیکن جنازہ کے بعد دعاء' دوران
قرآن' اور قبر پر اذان وغیرہ بدعات ہیں اور مختلف علاقوں میں موجود ہیں۔۔۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ سنت
عالمگیر ہے' اور بدعت علاقائی۔

(۲۱) بدعت کی بیک گراؤنڈ

مولانا مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ ہر بدعت کے پس منظر میں کسی نہ کسی چیز کا بگاڑ ہوتا ہے۔ حضرت مولانا محمد علی

جالندھریؒ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ کسی گاؤں میں تبلیغی پروگرام پر گیا تو کھانے کے دوران انہوں نے دسترخوان پر ایک رنگ برنگا ڈنڈا رکھ دیا' میں نے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ ہمارے ہاں رواج ہے۔ میں نے سوچا کہ اس رواج کے پس منظر میں بھی ضرور کوئی واقعہ ہے۔ میں گاؤں کے ایک بوڑھے اور ضعیف آدمی کے پاس چلا گیا' اور اس سے اس رواج کے بارہ میں پوچھا۔ اس نے بتایا کہ ہمارے ہاں رواج تھا کہ مہمان کو جب کھانا دیتے تو کھانے کے بعد دانتوں کے خلال کے لیے کیکر کا ایک کنڈا ساتھ رکھ دیتے۔ کچھ عرصہ کے بعد ہماری نئی نسل نے کنڈے کی جگہ دسترخوان پر سرکنڈا یعنی کانا رکھنا شروع کر دیا' کہ مہمان اس سے ٹکڑا توڑ کر خلال کر لے گا۔ اور موجودہ نسل جب نئی روشن خیالی کے ساتھ گاؤں میں داخل ہوئی تو اس نے سرکنڈا کو اپنی توہین سمجھا' اور ڈنڈا رکھ دیا۔ اس سے کوئی ضرورت تو پوری نہیں کی جاسکتی لیکن اب یہ صرف ہمارے علاقے کے رواج کا ایک حصہ بن کر رہ گیا ہے۔

(۲۲) خیر القرون کے خصوصی انعامات۔

آنحضرت ﷺ نے قرون ثلاثہ (قرن صحابہ' قرن تابعین اور قرن تبع تابعین) کو خیر القرون قرار دیا ان زمانوں کے حوالہ سے امت کو چار چیزیں حاصل ہوئیں اور چاروں خیر ہیں پہلی قرآن ہے وہ بھی خیر۔ دوسری سنت ہے وہ بھی خیر۔ تیسری جماعت صحابہؓ ہے وہ بھی خیر اور چوتھی فقہ ہے وہ بھی خیر ان میں سے کسی چیز کو شر' فساد یا گمراہی قرار دینے والا فرمان نبوی ﷺ کا منکر ہے۔

(۲۳) عقل سے ایجاد و اجتہاد

عقل خدا تعالی کی بڑی نعمت ہے بلکہ ایک روایت اَوَّلُ ماخلق اللّٰهُ العَقل کے مطابق یہی سب سے پہلے پیدا کی گئی یہی عقل انسان کو حیوان سے ممتاز کرتی ہے۔ اسی لئے فاتر العقل کو مرفوع القلم قرار دیا گیا ہے یہ عقل اگر دنیوی کاموں میں صرف کی جائے تو اس کے ذریعہ چیزوں کی ایجاد ہوتی ہے۔ اور یہ ایجاد کرنے والا سائنسدان کہلاتا ہے۔ اور اگر یہ عقل دینی امور میں صرف کی جائے تو اسکے ذریعہ اجتہاد ہوتا ہے۔ اور یہ اجتہاد کرنے والا مجتہد کہلاتا ہے سائنس نے اسی عقل کے ذریعہ انسانیت کی جسمانی ہلاکت کے ہزاروں سامان (ٹینک' توپ' راکٹ' میزائل' ایٹم وغیرہ) بھی تیار کیے اور اسکی اخلاقی تباہی کے سینکڑوں اسباب (ٹی وی' وی سی آر' ڈش انٹینا اور کیبل وغیرہ) بھی جبکہ اجتہاد نے اسی عقل کے ذریعہ انسانیت کی فلاح اور اسکی ظاہری و باطنی اصلاح کے لاکھوں مسائل حل کر کے دیئے۔

(۲۴) فقہاء کرام: مظہر یا مثبت؟

فقہاء کرام امور شرعیہ کے مظہر ہوتے ہیں مثبت نہیں۔ یعنی وہ مسائل ایجاد نہیں کرتے بلکہ اپنی خداداد بصیرت کے ذریعہ عمومی عقل و فہم سے اوجھل قرآن و سنت کے مخفی و پوشیدہ مسائل و احکامات کو ظاہر کرتے ہیں درحقیقت ا

مسائل قرآن و سنت ہی کے ہوتے ہیں مثلاً ۔۔۔۔۔ کوئی شخص کنواں کھودتا ہے تو نیچے سے پانی برآمد ہوتا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ کنواں کھودنے والا پانی کا موجد نہیں بلکہ مظہر ہے جس نے مٹی پتھر ہٹا کر پانی کو صرف ظاہر کیا ہے ۔۔۔۔۔ ایک غوطہ خور سمندر کی تہہ میں جا کر ہیرے جواہرات نکال لاتا ہے تو ان ہیروں کا موجد نہیں کہلاتا بلکہ مظہر کہلاتا ہے کہ اس نے انسانی نگاہوں سے مخفی ہیرے ظاہر کر دیئے ۔۔۔۔۔ ایک کمپنی زمین کی تہوں سے تیل گیس اور دیگر معدنیات سونا چاندی وغیرہ برآمد کرتی ہے تو وہ ان چیزوں کی موجد نہیں کہلاتی صرف مظہر کہلاتی ہے۔ ۔۔۔ اسی طرح ائمہ مجتہدین قرآن و سنت کی تہوں سے مخفی مسائل کو صرف ظاہر کرتے ہیں ان مسائل کو ایجاد نہیں کرتے مثلاً بھینس کے حلال ہونے کا ذکر قرآن و سنت کے اندر کہیں بھی موجود نہیں فقہاء کرامؒ نے اسکی عادات و خوراک کے پیش نظر اسے گائے پر قیاس کر کے اسکی حلت کا فتوی جاری کیا اب فقہاء نے بھینس کو حلال قرار دینے کا حکم ایجاد نہیں کیا صرف اسکی مخفی پوزیشن کو ظاہر کر دیا وعلی ہذا القیاس تمام اجتہادی مسائل کی یہی پوزیشن ہے۔

(۲۵) تمام احکامات و مسائل کے دلائل کا جاننا ہر ایک پر ضروری نہیں

احکامات و مسائل کا جاننا تو ہر مسلمان پر فرض ہے کیونکہ انکے بغیر وہ اسلامی تعلیمات پر عمل ہی نہیں کر سکتا۔ لیکن انکے دلائل کا جاننا ہر شخص کیلئے ضروری نہیں۔ کیونکہ تمام مسائل و احکامات کے دلائل از بر کر لینا ہر شخص کیلئے ناممکن ہے۔ اور پھر دلائل کی بھی دو قسمیں ہیں ایک منصوص یعنی ان پر آیت قرآنی یا حدیث نبوی ﷺ کی نص موجود ہے۔ اور دوسرے اجتہادی۔ پہلی قسم میں تو پھر بھی کچھ گنجائش نکل آئے گی کہ اگر کوئی شخص حفظ و حافظہ کی اتنی استعداد رکھتا ہے کہ وہ احکامات و مسائل سے متعلق آیات و احادیث از بر کر سکے تو ممکن ہے لیکن مسائل اجتہادیہ میں دلائل کی تلاش نہ صرف دشوار بلکہ مضر بھی ہے کیونکہ یہاں فہم فقیہہ ہی دلیل ہے۔ مثلاً علاج کیلئے دوا اور پرہیز مریض پر لازم ہے۔ لیکن اگر مریض دوا کے اجزاء و مفردات اور پرہیز کی حکمتوں اور مصلحتوں پر ہی حکیم و طبیب سے بحث کرتا رہے تو یقیناً اس مریض کا علاج دشوار ہوگا۔ خاص طور پر جب غیر مقلد مریض کو یہ پتہ چل جائے کہ اس دوا کے اندر کچلہ یا سنکھیا موجود ہے تو وہ تو آسمان سر پر اٹھا لے گا۔

(۲۶) تحقیق یا تقلید؟

اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کے لیے دو ہی صورتیں ہیں' تحقیق یا تقلید۔ اگر تحقیق کی اہلیت رکھتا ہے تو تحقیق کر کے احکامات شرعیہ پر عمل کرے گا' اور اگر تحقیق کی اہلیت نہیں رکھتا تو کسی اہل کی تقلید کرے گا۔ لیکن امور دینیہ کے اندر تحقیق کا حق صرف دو ہستیوں کو ہوتا ہے' اور وہی اس کی اہلیت رکھتی ہیں۔ ایک نبی اور دوسرا مجتہد' حکم کے اعتبار سے نبی معصوم ہے اور مجتہد عادل' لیکن غلطی کا احتمال دونوں کے اجتہاد میں موجود ہے۔ یعنی نبی سے بھی اجتہادی خطا ممکن ہے اور مجتہد سے بھی' البتہ نبی اپنی خطاء اجتہادی پر ہمیشہ قائم نہیں رہتا بلکہ بذریعہ وحی اسے خطا کی خبر دے دی جاتی ہے۔ اور وہ اس سے رجوع کر کے اس کی تلافی کر لیتا ہے۔ لیکن مجتہد پر وحی نہیں آتی لہذا اس کا خطائے اجتہادی پر ہمیشہ قائم رہنا بھی ممکن ہے۔ گویا خطائے اجتہادی نہ عصمت کے منافی ہے' نہ عدالت کے' نبی کی پیروی کو اصطلاح

قرآنی میں اتباع کہتے ہیں' اور مجتہد کی پیروی کو اصطلاح شریعت میں تقلید' دونوں کا معنی ومفہوم ایک ہی ہے۔

(۳۷) تقلید مجتہد ۔ اور اقتداء امام نماز

عام طور پر غیر مقلدین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ مقلد' نبی کی اتباع سے نکل جاتا ہے۔ کیونکہ جب نبی کے علاوہ اس نے کسی دوسرے کو اپنا امام بنا لیا تو وہ نبی کی اطاعت سے نکل کر امام کی اطاعت میں داخل ہو گیا' حالانکہ غیر مقلدین کا یہ اعتراض سراسر باطل ہے' کیونکہ امام فقہ کی حیثیت اسی طرح ہے جیسے امام نماز کی' جس طرح نماز کے اندر مقتدی امام کی اقتداء میں رہ کر بھی پیغمبرؐ کی اطاعت سے نہیں نکلتا' اسی طرح مقلد بھی اپنے امام کی تقلید میں رہ کر نبی کی اطاعت میں رہتا ہے۔ اور امام کی حیثیت اسی طرح ہے جیسے جماعت نماز میں مکبر کی' مکبر امام ہی کی آواز آگے پہنچاتا ہے' اب اس کی تکبیر پر رکوع وسجود کرنے والا امام کی اقتداء سے نہیں نکلتا' اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرتا ہے تو وہ بے وقوف ونادان ہے۔

(۳۸) فقہاء کے درمیان اختلاف فروعی

تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا دین ایک ہے البتہ شریعتیں جدا جدا ہیں' اجماعی عقائد (مثلاً توحید' تقدیر' قیامت' جنت' دوزخ' حساب وغیرہ) میں ہم تمام انبیاء کرامؑ کی اتباع کرتے ہیں۔ ملت ابراہیمیؑ کہلانے کا یہی مطلب ہے' لیکن ان کی شریعتوں میں اختلاف کی صورت میں ہم صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں۔ اسی طرح اصول تمام فقہاء کرامؒ کے ایک ہی ہیں' فروعات میں ان کے درمیان اختلاف ہے۔ لہٰذا اصول میں ہم تمام فقہاء کی پیروی کرتے ہیں' جب کہ فروع میں صرف امام ابوحنیفہؒ کی' اور یہی تقلید شخصی ہے۔

(۳۹) ابوحنیفہؒ و بخاریؒ

ایک شخص مولانا مرحوم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کرتے ہیں۔ حالانکہ امام ابوحنیفہؒ کو تو محدث ابوزرعہؒ نے ضعیف کہا ہے' مولانا نے حسب عادت مسکرا کے فرمایا آپ امام بخاریؒ کو مانتے ہیں' اس نے کہا جی انہیں کون نہیں مانتا؟ فرمایا ان کے استاد ان کو نہیں مانتے' ان کے فلاں فلاں استاد اور فلاں فلاں محدث نے ان پر شدید جرح کی ہے' مولانا نے جب امام بخاریؒ پر جرح کی گردان کی اور فرمایا ابوزرعہ نے انہیں بھی ضعیف کہا ہے تو وہ پریشان اور حواس باختہ ہو کر کہنے لگا کہ پھر ہم کدھر جائیں؟ امام ابوحنیفہؒ پر بھی جرح موجود ہے' امام بخاریؒ بھی جرح سے محفوظ نہیں پھر ہم کیا کریں؟ مولانا نے قہقہہ لگا کر فرمایا یا دونوں کو مان لو اور یا دونوں کو چھوڑ دو۔ کہنے لگا کہ امام بخاریؒ کو چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا' لیکن ان پر جرح کا کیا کریں؟ مولانا نے اس کی پریشانی میں حقیقت بھانپ کر بڑے تحمل سے فرمایا' کہ پانی اگر بالٹی یا ٹب میں ہو تو گندگی کا ایک قطرہ بھی اسے ناپاک کر دیتا ہے۔ لیکن پانی اگر سمندر یا دریا میں ہو تو گندگی کے نالے بھی اس میں گر کر اسے ناپاک نہیں کر سکتے۔ حدیث کے عام راویوں کی حیثیت تھوڑے پانی کی ہے' جن پر ہلکی جرح بھی اثر انداز ہوتی ہے' لیکن امام ابوحنیفہؒ اور امام بخاریؒ جیسے

ائمہ کی حیثیت سمندر کی ہے۔ لہٰذا ان پر ایسی جرحیں مؤثر نہیں ہو سکتیں۔ وہ شخص مولانا کے ہاتھ پر امام ابوحنیفہؒ کے بارہ میں نفرت وعداوت سے توبہ کر کے رخصت ہوا۔

(۳۰) اجتہاد کا مقصد ہی تقلید ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ بن جبل کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا' اور پوچھا تم بحیثیت گورنر فیصلے کیسے کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا' اللہ کی کتاب سے' فرمایا اگر اللہ کی کتاب میں وہ فیصلہ موجود نہ ہوا تو؟ عرض کیا سنت رسول اللہ سے فیصلہ کروں گا' فرمایا اگر تجھے وہ فیصلہ سنت سے بھی نہ ملا تو؟ فرمایا اجتھد برأی. میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ آپؐ نے ان کے سینے پر ہاتھ رکھ کر خوشی سے فرمایا تمام تعریفیں اس ذات کے لیے جس نے اپنے رسول کے قاصد کے لیے وہ چیز پسند کر لی' جسے خدا اور اس کا رسول پسند کرتا ہے۔ اس حدیث سے تین چیزیں معلوم ہوئیں پہلی یہ کہ کچھ مسائل ایسے بھی ہیں جو قرآن وسنت میں مذکور نہیں دوسری یہ کہ ان مسائل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجتہاد کو پسند فرمایا تیسری یہ کہ اجتہادی مسائل تقلید ہی کے لیے ہوتے رہے۔ اگر اجتہادی مسائل میں تقلید کی گنجائش واجازت نہ ہوتی تو آپ پیش آمدہ مسائل میں حضرت معاذؓ کو اجتہاد کی اجازت نہ دیتے۔

(۳۱) پیغمبر کی طرف سے ترغیب اجتہاد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے اہل افراد کو خود اجتہاد کے لیے تیار کیا' اور انہیں اجتہاد کا طرز و طریق سکھایا۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا کہ یارسول اللہ روزہ کی حالت میں بیوی کو بوسہ دینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ اس وقت حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں سیب پکڑا ہوا تھا' آپؐ نے وہ سیب لیکر اپنے ہونٹوں سے لگا لیا' اور پوچھا کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا ہے؟ عرض کیا نہیں۔ فرمایا پھر اس سے بھی نہیں ٹوٹتا۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے مجتہدین کو اجتہاد کے لیے عملاً تیار بھی کر رہے ہیں' اور اجتہاد کی ترغیب بھی دے رہے ہیں۔

(۳۲) مجتہد اور مفسد کے اجتہاد میں فرق

غیر مقلدین اجتہاد کو شیطان کا عمل قرار دیتے ہیں' کہ سب سے پہلے قیاس شیطان نے کیا تھا' حالانکہ قرآن پاک نے ایک ہی مقام پر دو قسم کے اجتہاد کا ذکر فرمایا ہے' ایک اجتہاد مجتہد کا' اور دوسرا اجتہاد مفسد کا' حضرت آدمؑ کے بارہ میں دو قسم کے اجتہاد ہوئے' ایک ملائکہ کا اور دوسرا ابلیس کا۔ ملائکہ کے اجتہاد کے بعد جب انی اعلم مالا تعلمون کی نص وارد ہوئی تو انہوں نے اپنا اجتہاد واپس لے لیا۔ لیکن ابلیس کا اجتہاد نص وارد ہونے کے بعد تھا' اور وہ اسی پر اڑا رہا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ملائکہ کا اجتہاد مجتہد کا اجتہاد تھا' اور ابلیس کا اجتہاد مفسد کا اجتہاد تھا' لہٰذا مجتہد کے اجتہاد کو مفسد کے اجتہاد پر قیاس کرنا قرآن کی صریح مخالفت کے مترادف ہے۔

(۳۳) تقلید آباء اور تقلید فقہاء کے درمیان تمیز

غیر مقلدین' تقلید کو شرک اور قرآن کی مخالفت قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ قرآن نے تقلید کی دو واضح قسمیں

بیان کی ہیں۔ایک مشرکین کے دعویٰ بل نتبع ما الفینا علیہ اباءنا کے الفاظ سے‘اور دوسری فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون کے حکم خداوندی کے الفاظ سے‘ان میں سے پہلی تقلید بحکم قرآن حرام ہے‘اور دوسری تقلید بحکم الٰہی واجب ‘اسی لیے نماز کی ہر رکعت میں اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم کے الفاظ سے دوسری تقلید پر کاربند رہنے کی دعاء کا حکم ہے‘اور غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کے الفاظ سے پہلی تقلید سے بچنے کے لیے دعاء کی تاکید کا حکم ہے۔پہلی تقلید کو تقلید آباء اور دوسری تقلید کو تقلید فقہاء کہتے ہیں‘ تقلید فقہاء کو تقلید آباء پر قیاس کر کے اسکا انکار کرنے والا اگر قصداً جان بوجھ کر ایسا کرتا ہے تو قرآن کا مخالف ہے‘اور اگر ناواقفیت و بےخبری کی بناء پر ایسا کرتا ہے تو قرآن سے جاہل ہے۔

(۳۴) مجتہد پر طعن جائز نہیں

مجتہد کے بارہ میں ہمارا اہل سنت وجماعت کا نکتہء نظریہ ہے کہ المجتہد یخطئ ویصیب‘ کہ مجتہد سے خطاء و صواب دونوں احتمال موجود ہیں۔لیکن حدیث بخاری میں فرمان نبویؐ کے مطابق مجتہد کو اجتہاد کی صورت میں بہرحال اجر ملتا ہے‘اگر اس کا اجتہاد صواب پر مبنی ہوتا ہے تو اسے دوہرا اجر ملتا ہے‘اور اگر اس سے اجتہاد میں خطاء واقع ہو جائے تو اسے ایک اجر پھر بھی ملتا ہے‘یعنی اجر سے وہ کسی صورت محروم نہیں۔جب وہ اجر سے محروم نہیں تو اسے اس کی خطاء پر مطعون کرنا‘اور اسے تنقید وتشنیع کا نشانہ بنانا کیونکر جائز اور درست ہوگا؟

(۳۵) مفہوم تقلید اور غیر مقلدین کا ذوق

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ تقلید کا معنی ہے پٹہ۔اور پٹہ جانور کے گلے میں ہوتا ہے‘تو معلوم ہوا کہ مقلد جانور ہوتا ہے۔حالانکہ یہ غیر مقلدین کی لغت سے ناآشنائی اور حدیث سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔کیونکہ لغت میں تقلید کا معنی ہار بھی آتا ہے اور پٹہ بھی۔اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ انسانی اور حیوانی ضرورت کی دو الگ الگ چیزوں کے لیے اگر ایک ہی لفظ مستعمل ہو تو پھر اس کی نسبت ملحوظ رکھی جاتی ہے۔اگر اس کی نسبت انسان کی طرف ہو تو اس کی ضرورت کا معنی مراد لیا جاتا ہے اور اگر اس کی نسبت حیوان کی طرف ہو تو پھر معنی اس کی ضرورت کے مطابق ہوگا۔تو تقلید کا معنی یک طرفہ طور پر صرف پٹہ کرنا ایک خالص حیوانی سوچ ہے۔اور پھر حدیث میں بھی اس کا معنی ہار ہی موجود ہے۔چنانچہ بخاری ج ۱ ص ۴۸ اور مسلم ج ۱ ص ۱۶۰ وغیرہ میں یہ حدیث موجود ہے کہ اسعارت من اسماء قلادۃ‘یعنی حضرت عائشہؓ نے حضرت اسماءؓ سے ہار مانگا۔اور جن ائمہ کرامؒ نے فقہاء کرامؒ کی اتباع و پیروی کے لیے تقلید کا لفظ تجویز کیا ہے‘ان کی نظر یقیناً حدیث پر ہوگی نہ کہ محض لغت پر۔اور پھر غیر مقلدین یہ تو سوچیں کہ وہ مقلد کو حیوان قرار دیکر امت کے کتنے ہی جید اکابر پر یہ فتویٰ دے رہے ہیں۔فاعتبروا یا اولی الابصار۔

بڑے وثوق سے دنیا فریب دیتی ہے
بڑے خلوص سے ہم اعتبار کرتے ہیں

(۳۶) تقلید محدثین جائز اور تقلید فقہاء ناجائز کیوں؟

غیر مقلدین تقلید کو شرک کہتے ہیں۔لیکن محدثین کی تقلید کے شرک میں وہ خود بھی مبتلا ہیں۔کیونکہ حفاظت حدیث کے دو میدان ہیں‘ایک محدثین کا جو الفاظ حدیث کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں‘اور دوسرا مجتہدین کا جو مفہوم حدیث کا تحفظ کرتے ہیں‘ الفاظ حدیث کی حفاظت کے لیے محدثین نے جو طرز اختیار کیا وہ بلادلیل ماننا غیر مقلدین کے ہاں مستحسن بلکہ واجب ہے‘اور مفہوم حدیث کی حفاظت کے لیے فقہاء نے جو طرز اختیار کیا وہ بلادلیل ماننا شرک ہے۔

(۳۷) فقہا کی تقلید حرام اور مولوی کی تقلید جائز کیوں؟

غیر مقلدین کے نزدیک تقلید فقہاء حرام ہے لیکن خود غیر مقلدین کی اکثریت اپنے علاقہ کے مولوی کی تقلید میں مبتلا ہے۔کیونکہ تقلید کہتے ہیں بلادلیل کسی کی بات کو اعتماد کی بنیاد پر مان لینا۔اب کتنے غیر مقلدین ہیں جنہیں تمام احکامات شرعیہ کے دلائل آیات قرآنیہ یا احادیث صحیحہ سے معلوم ہوں۔کسی غیر مقلد کو طہارت اور وضوء کی بھی ساری حدیثیں یاد نہیں ہونگی۔ان تمام مسائل میں وہ صرف اپنے مولوی کی تقلید کرتا ہے۔حیرت ہے کہ ابوحنیفہؒ کی تقلید شرک اور محمد جوناگڑھی کی تقلید جائز۔

(۳۸) صحابہ و تابعینؒ کے فتاویٰ

خیر القرون میں مصنف عبدالرزاقؒ اور مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ کتب میں صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے ہزاروں فتاویٰ سامنے آئے‘جن پر قرآن وسنت سے کوئی دلیل قائم نہیں کی گئی۔لیکن امت نے ان فتاویٰ کو اس وقت بھی بلادلیل مانا اور تاحال ان کو مانتی چلی آئی ہے‘کسی نے کبھی بھی ان کے بلادلیل ہونے پر اعتراض نہیں کیا۔

(۳۹) اندھی تقلید کا مطلب

غیر مقلدین کہتے ہیں مقلد اندھی تقلید کرتا ہے۔حالانکہ وہ عقل کے اندھے‘اندھی تقلید کا مفہوم ہی سرے سے نہیں جانتے کیونکہ اندھی تقلید کا مطلب یہ ہے کہ کوئی اندھا اندھے کے پیچھے (یعنی جاہل جاہل کے پیچھے‘ یا لامذہب لامذہب کے پیچھے) چلے تو اسے عرف عام میں اندھی تقلید سے تعبیر کیا جاتا ہے‘ ظاہر بات ہے کہ اس صورت میں جسمانی ہلاکت‘دینی گمراہی اور روحانی تباہی کے سوا کیا حاصل ہوگا؟ لیکن مقلد جو تقلید کرتا ہے وہ اندھی نہیں۔کیونکہ وہ خود اگرچہ بےعلم یا کم علم ہے لیکن اس کا امام ومقتدا جاہل نہیں‘ بلکہ علم وبصیرت رکھنے والا ہے۔اسی لیے وہ امام کی تقلید کرتا ہے تاکہ اپنی جہالت وکم علمی کی بناء پر کہیں ٹھوکر نہ کھا جائے۔اندھے مقلد تو غیر مقلدین خود ہیں کہ انہوں نے اپنی تمام ترجہالتوں اور کم علمیوں کے باوجود اپنی نظریاتی لگامیں‘امام حنفیہؒ۔امام مالکؒ۔امام شافعیؒ اور امام احمدؒ جیسے بیناؤں کی بجائے نواب وحیدالزمان اور محمد جوناگڑھی جیسے اندھوں کے ہاتھوں میں دے رکھی ہیں۔جو مرزا قادیانی‘عبداللہ چکڑالوی اور غلام احمد پرویز جیسے لوگوں کو تو گمراہی کے گڑھوں میں دھکیل چکے ہیں‘اور باقی غیر

مقلدین کو دھکیلنے کی کوشش میں ہیں۔

(۴۰) نفاذ اسلام اور فقہی مسالک

غیر مقلدین کے مشہور مناظر حافظ عبدالقادر روپڑی نے ایک دفعہ اپنی تقریر میں ایک مثال دی (اور وہ ایسی بے تکی مثالیں دینے میں ید طولیٰ رکھتے ہیں) کہ فقہ کے مذاہب اربعہ (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) نے دین آپس میں تقسیم کرلیا ہے۔ اور ہر ایک کے پاس دین کا چوتھائی حصہ ہے، دین کی مثال ایک روپے کی ہے، ان چاروں مذاہب کے پاس ایک ایک چونی ہے۔ اور اہل حدیث کے پاس پورا روپیہ ہے۔ مولانا مرحوم نے اپنے مخصوص انداز میں مسکراتے ہوئے اس کے جواب میں فرمایا کہ میں سکول ماسٹر ہوں، میں نے یہ حساب اپنی زندگی میں پہلی دفعہ سنا ہے، کہ ایک روپے کی چار چونیاں چار آدمیوں کو بانٹ دینے کے بعد روپیہ پھر باقی بچ جاتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ غیر مقلدین کی یہ بدنصیبی ہے کہ کبھی ان کا دعویٰ یہ ہوتا ہے کہ فقہ مکمل طور پر قرآن وسنت کے خلاف ہے، اور کبھی کہتے ہیں کہ ہے وہ پوری دین کے مطابق لیکن وہ دین کا چوتھائی حصہ ہے۔

مولانا نے فرمایا کہ فقہی مسالک کو چونیوں سے تشبیہ دینا یہ غیر مقلدانہ مثالیں ہیں۔ جو خلاف حقیقت ہیں، ان کی صحیح اور حقیقی مثال اس طرح ہے کہ یہ چاروں فقہ کے مذاہب ہیں، اور مذہب کا معنیٰ ہوتا ہے راستہ، یعنی ان راستوں کے ذریعہ قرآن وسنت تک پہنچنا، تو اس سے معلوم ہوا کہ فقہ مذہب یعنی راستہ ہے منزل نہیں۔ منزل محمدیؐ ہی ہے۔ فقہ کو منزل قرار دیکر دھوکہ دینے والے حقائق سے چشم پوشی اختیار کر رہے ہیں۔ مثلاً چار آدمی راولپنڈی سے لاہور جانا چاہتے ہیں، ایک نے جی ٹی روڈ کا راستہ اختیار کرلیا، ایک نے موٹروے کا راستہ، ایک نے ریل کا راستہ اور ایک نے ہوائی راستہ اختیار کرلیا، چاروں کی منزل ایک ہے، لیکن راستے جدا جدا ہیں۔ اسی طرح مذاہب اربعہ کی منزل ایک ہی ہے، صرف راستے جدا ہیں۔ فقہ حنفی کی منزل بھی سنت محمدیؐ ہے، فقہ مالکیؒ کی منزل بھی وہی ہے اور فقہ شافعی وحنبلی کی منزل بھی وہی ہے۔ جس ملک میں جس فقہ کے ماننے والوں کی اکثریت ہے وہاں اسی فقہ کے نفاذ سے اسلامی نظام کا نفاذ ممکن ہے۔ سعودی عرب کے اندر حنبلیوں کی اکثریت ہے۔ تو وہاں اسی فقہ کے نفاذ سے اسلام کا نفاذ ممکن ہے۔ اور پاکستان میں فقہ حنفی کے ماننے والوں کی اکثریت ہے۔ لہٰذا یہاں نفاذ اسلام کا راستہ صرف اور صرف فقہ حنفی ہے۔ اور اس کی مخالفت کرنے والے نفاذ اسلامی کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔

(۴۱) نبی کا رکھا ہوا نام ناپسند

ہمارا نام اہل سنت وجماعت خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا، یہی نام متواتر ومتوارث ہے۔ اس نام کے اختیار کرنے والوں کو آپؐ نے ناجی قرار دیا ہے۔ اب جو لوگ اللہ کے نبی کا رکھا ہوا یہ نام پسند نہیں کرتے۔ اور اپنے لیے انہوں نے الگ نام تجویز کرلیا ہے۔ وہ اللہ کے نبی کے کام کو کیسے پسند کریں گے؟ یہی وجہ ہے کہ وہ مسنون ومتواتر اعمال واذکار کے معاملہ میں اکثر ہم سے الجھتے رہتے ہیں۔

(۴۲) الفاظ کی بجائے مفہوم میں تبدیلی

بعض فتنے تو قرآن وحدیث کے الفاظ کے اندر ہی تغیر وتبدل کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ لیکن اکثر فتنے قرآن وحدیث کے الفاظ کی بجائے ان کے مفہوم کے اندر تبدیلی پیدا کر کے گمراہی پھیلاتے ہیں اسی سے بچنے کے لیے خدا تعالیٰ نے قرآن کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ اور آپؐ نے اپنی سنت کے ساتھ صحابہ کرامؓ کا نمونہ دیا ہے۔ اگر یہ نمونہ پوری طرح انسان کے پیش نظر رہے تو گمراہی کا قریب آنا ممکن ہی نہیں۔ اس کی مثال اسی طرح سمجھئے کہ حکیم نے میری مرض کے لیے خمیرہ گاؤزبان تجویز کیا۔ اور کہا کہ بازار سے جا کر خرید لو۔ بازار میں دھوکہ بازی اور فراڈ عام ہے۔ مجھے دوکاندار نے پگھلا ہوا گڑھ ڈبی میں بند کر کے دیدیا۔ اور میں اسے خمیرہ گاؤزبان سمجھ کر استعمال کر رہا ہوں اگر حکیم صاحب نے مجھے خمیرہ چیک بھی کرادیا ہوتا اور چکھا دیا ہوتا تو اس کا نمونہ میرے سامنے ہوتا۔ اور میں دوکاندار سے دھوکہ نہ کھاتا۔ اسی طرح نمونہ صحابہؓ کے بغیر فہم سنت اور نمونہ رسولؐ کے بغیر فہم قرآن نرا دھوکہ اور فراڈ ہے۔ اور اسی دھوکہ کے ذریعہ اکثر فتنے قرآن وسنت کے مفہوم کے اندر تغیر پیدا کر دیتے ہیں۔ جو شخص یہ کہے کہ میں صحابہ کرامؓ کو معیار حق اور ان کے اقوال وافعال کو حجت نہیں مانتا وہ سنت نبویؐ کے حقیقی مفہوم کے اندر تغیر کا ارادہ رکھتا ہے۔ اور جو کہے میں سنت رسولؐ اور حدیث پیغمبر کو حجت تسلیم نہیں کرتا وہ قرآن پاک کے حقیقی مفہوم میں تبدیلی کرنے کا مذموم پروگرام رکھتا ہے۔

(۴۳) نمونہ کے بغیر فہم قرآن کا نتیجہ

مسجد کے اندر جماعت کھڑی تھی۔ لیکن ایک شخص جماعت کی نماز ترک کر کے ایک کونہ میں کھڑا اپنی نماز پڑھنے لگا۔ نماز کے بعد ایک آدمی نے اس سے پوچھا خدا کے بندے تو تکلیف کر کے مسجد میں آیا بھی۔ لیکن جماعت میں شریک نہ ہوا اور اکیلے اپنی نماز پڑھی، کتنی بدنصیبی کی بات ہے۔ وہ کہنے لگا بدنصیبی تو تمہارے لیے ہے جو قرآن کی مخالفت کر کے جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے ہو۔ اس نے پوچھا وہ کیسے؟ کہنے لگا قرآن پاک میں آتا ہے۔ ان الصلوٰۃ تنھیٰ کہ نماز تنہا پڑھو۔ اب اس نے نمونہ کے بغیر قرآن کی خودساختہ تفسیر کے ذریعہ ایک حکم قرآنی اور سنت نبوی کو ترک کر دیا۔ یہی حال ہے نمونہ کے بغیر فہم قرآن کے دعویداروں کا۔

(۴۴) فقہ کی حیثیت گائید کی ہے

ایک شخص نے کہا فقہ تو قرآن وحدیث کے مخالف ہے مولانا مرحوم نے فرمایا کہ فقہ قرآن وحدیث کی مخالف نہیں۔ بلکہ تمام دلائل شرعیہ (قرآن، سنت، اجماع اور قیاس) کا مجموعہ ہے۔ اور اس کی مثال اسی طرح ہے کہ جیسے سکول کے نصاب کے اندر مختلف مضامین کی مختلف کتابیں ہوتی ہیں۔ مثلاً اردو، تاریخ، اسلامیات، ریاضی وغیرہ۔ تو طلبہ کی سہولت کے لیے ایک کتاب گائیڈ کے نام سے ترتیب دی جاتی ہے۔ جس میں تمام مضامین کا قابل ذکر اور ضروری مجموعہ آجاتا ہے۔ کوئی پاگل یہ نہیں کہتا کہ یہ گائیڈ اصل مضامین کی کتب کے خلاف ہے۔ اسی طرح فقہ

احکامات شرعیہ کی گائیڈ ہے۔لہٰذا اسے قرآن وسنت کے مخالف قرار دینے والا پاگل و بے وقوف ہے۔

(۴۵) اصل اور نقل

یہ دنیا بڑی ظالم ہے' اپنے اغراض و مفادات کے لیے ہر اصل چیز کی نقل تیار کر لیتی ہے۔جعلی انجکشن ' جعلی دوائیاں' جعلی پنکھے' غرضیکہ ہر چیز کی نقل تیار کر لی جاتی ہے۔حتیٰ کہ اس دنیا نے اصلی ولیوں کے مقابلہ میں نقلی ولی۔ اصلی نبیوں کے مقابلہ میں نقلی نقلی نبی' اور حقیقی خدا کے مقابلہ میں نقلی اور جعلی خدا بھی تیار کر لیے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی معلوم تھا کہ میری امت کے اندر میری سنت کی ۷۲ نقلیں تیار ہونگی' اس لیے پہلے سے خبردار کر دیا کہ ان نقلوں اور نقالوں سے بچنا' صرف اہل سنت و جماعت سے اپنا تعلق قائم و استوار رکھنا ان کے علاوہ باقی سارا جعلی و نقلی مال ہوگا۔

(۴۶) تولیت کعبہ اور حنفی

قرآن پاک میں خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تولیت کعبہ کی ذمہ داری متقین کے سپرد ہوگی۔اور تقویٰ ہی تمام عقائد کی صحت اور تمام اعمال کی قبولیت کا معیار ہے۔چنانچہ ۱۷۰ ہجری سے لیکر ۱۲۶۴ ہجری تک (تقریباً گیارہ سو سال) کعبۃ اللہ کی تولیت حنفیوں کے پاس رہی۔اس کے بعد حنبلیوں کے پاس آئی۔اور ابھی تک انہی کے پاس ہے۔اگر حنفی مخالف قرآن وسنت ہیں تو متقی نہیں کہلا سکتے۔اگر وہ متقی نہیں تو تولیت کعبہ کی ذمہ داری ان کے پاس کیسے رہی؟ لہٰذا حکم قرآنی کے پیش نظر ماننا پڑے گا کہ حنفی متقی صحیح العقیدہ ہیں۔اسی لیے خدا تعالیٰ نے انہیں تولیت کعبہ کا شرف بخشا۔

(۴۷) نفاذ اسلام کا ادھورا مطالبہ

آج کل کچھ لوگ اسلامی نظام کے حوالہ سے صرف قرآن وسنت کے نفاذ کا مطالبہ کر رہے ہیں۔حالانکہ یہ مطالبہ نہ صرف ادھورا بلکہ انتہائی خطرناک بھی ہے۔کیونکہ ایسا مطالبہ کرنے والا اجماع امت اور قیاس مجتہد کے دلیل شرعی ہونے کا منکر ہے۔جب کہ ان کے بغیر اسلامی نظام کی اصلی و حقیقی صورت پیش کرنا ناممکن ہے۔اسی لیے حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ قیاس شرعی کا منکر بدعتی ہے۔اسے عدالت شرعیہ کا قاضی بنانا بھی جائز نہیں۔

(۴۸) اجماع امت معصوم ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان اللہ لایجمع امتی علیٰ ضلالۃ۔میری امت کسی گمراہی پر اکٹھی نہ ہوگی۔اسی سے معلوم ہوا کہ اجماع امت محمدیہؐ معصوم عن الخطاء ہے یہ اجماع خلفاء راشدینؓ کی خلافت راشدہ پر ہوا۔تو وہ حجت۔الصحابۃ کلھم عدول کے نظریہ پر ہوا تو وہ حجت اور فقہاء کرام کے مذاہب اربعہ کی تقلید پر ہوا تو وہ حجت۔اسی لیے فہم قرآن وسنت کے لیے بنیادی اتھارٹی بھی اجماع ہی ہے۔

(۴۹) الہام کی شرعی حیثیت

نفس الہام حق اور صحیح ہے اس سے انکار قرآنی و نبوی تعلیمات سے انحراف ہے۔لیکن اس کا تعلق دلائل سے نہیں۔صرف مبشرات سے ہے۔یعنی کسی اچھے کام پر شاباش یا کسی غلط کام پر جھڑک اور ڈراوا۔لہٰذا اس کے ذریعہ احکامات شرعیہ کے اندر کمی بیشی حرام و ناجائز ہے۔اگر کوئی شخص الہام کے نام سے کسی حکم شرعی میں تغیر و تبدل کرتا ہے تو وہ ملہم نہیں ملحد ہے۔اور الحاد کا نام الہام رکھنا ایسا ہی ہے جیسے خنزیر کا نام بکری رکھ دیا جائے۔

(۵۰) فقہ ایک حصار ہے

فقہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ کسی کو قرآن و حدیث پر جھوٹ نہیں بولنے دیتی۔بلکہ ان کے لیے ایک مضبوط قلعہ اور حصار کا کام دیتی ہے۔اس حصار کو توڑے بغیر کوئی فرد و فرقہ قرآن و حدیث پر جھوٹ نہیں بول سکتا۔یہی وجہ ہے کہ دینی معاملات میں من مانی کرنے کے لیے ہر باطل گروہ پہلے اسی حصار کو توڑنے کی کوشش کرتا ہے۔

(۵۱) بدعت کا موجد شیطان ہے

امام غزالیؒ "احیاء العلوم" میں فرماتے ہیں کہ شیطان کے چیلے سر پر مٹی ڈالے روتے ہوئے اس کے پاس آئے۔اور آ کے کہا کہ ہم بڑی محنت اور کوشش کر کے ایک شخص سے خلاف شریعت کام کراتے ہیں۔لیکن جب وہ توبہ کرتا اور روتا ہے تو اس کی تلافی ہو جاتی ہے اور ہماری ساری محنت رائیگاں چلی جاتی ہے۔شیطان نے انہیں کہا کہ لوگوں کے اندر بدعات عام کر دو۔اور ان کے دلوں کے اندر اس کا اجر و ثواب بٹھا دو۔جو کام وہ گناہ سمجھ کر کرتا ہے ان سے توبہ کر لیتا ہے۔لیکن جب وہ بدعت کو ثواب سمجھ کر کرے گا تو اس سے توبہ بھی نہیں کرے گا۔لہٰذا اس کی تلافی بھی نہ ہوگی۔بالفاظ دگر چور' چوری کو گناہ سمجھ کر کرتا ہے تو توبہ بھی کر سکتا ہے۔لیکن بدعتی بدعت کو ثواب سمجھ کر کرتا ہے۔توبہ کیسے کرے گا؟ علاج تو وہی کرے گا جو بیماری کو بیماری سمجھے گا۔اور اگر مالیخولیا کا مریض اپنی مرض کو صحت قرار دیتا رہے تو علاج کیسے کرائے گا۔

(۵۲) حنفیت اور بدعات

ایک شخص نے مولانا مرحوم سے کہا کہ حنفی بدعات کرتے ہیں۔فرمایا کہ یہ اعتراض ایک دفعہ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے بھی کیا تھا۔جس کے جواب میں حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ نے فرمایا کہ اگر آپ ان بدعات کا ثبوت فقہ حنفی سے فراہم کر دیں تو مان لوں گا کہ یہ بدعات اپنانے والے حنفی ہیں اور اگر آپ اس کا ثبوت فراہم نہ کر سکیں تو آپ کو ماننا پڑے گا کہ بدعتی فقہ سے باغی ہے۔مولوی ثناء اللہ صاحب اس کا جواب نہ دے سکے۔اگر آپ کے پاس جواب ہے تو آپ دے دیں۔وہ لاجواب و خاموش ہو کر رہ گیا۔

(۵۳) حدیث نبی کی یا حنفیوں کی؟

غیر مقلدین حضرات' اکثر حضرت امام محمدؒ کی مؤطا امام محمد' امام طحاویؒ کی شرح معانی الآثار اور علامہ نیمویؒ کی آثار السنن وغیرہ کتب حدیث کی روایات کو یہ کہہ کر مسترد کر دیتے ہیں کہ یہ حنفیوں کی ہیں۔حالانکہ حدیث تو رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ اگر چہ نقل کرنے والا حنفی ہو یا شافعی؟ ہمارے ہاں اس کو شریک کی لڑائی کہتے ہیں۔ جیسے ا/ب پیر صاحب کے دو مرید تھے۔ دونوں کا آپس کے اندر اختلاف تھا۔ ایک دفعہ پیر صاحب ان کے گاؤں میں گئے تو دونوں مرید خدمت کے لیے حاضر ہو گئے۔ اور پیر صاحب کی ٹانگیں دبانے لگے۔ ایک نے ایک ٹانگ اور دوسرے نے دوسری ٹانگ دبانی شروع کی۔ اچانک ایک مرید کی انگلی دباتے ہوئے پیر صاحب کی دوسری ٹانگ سے جا لگی جسے دوسرا مرید دبا رہا تھا۔ اُسے بڑا غصہ آیا کہ اس نے میرے حصہ کی ٹانگ کو انگلی کیوں لگائی ہے۔ اس نے پیر صاحب کی دوسری ٹانگ پہ مکہ مار دیا۔ پہلے کو غصہ آیا اس نے ڈنڈا اٹھایا اور پیر صاحب کی دوسری ٹانگ پہ زور سے ڈنڈا مارا۔ دوسرا کلہاڑی لے آیا کہ میں نے آج شریک کی ٹانگ کاٹ دینی ہے۔ پیر صاحب چیخ رہے ہیں کہ یہ میری ٹانگ ہے۔ شریک کی نہیں' لیکن مرید مصر ہیں کہ یہ شریک کی ٹانگ ہے۔ بعینہٖ یہی حال غیر مقلدین کا ہے۔ انہیں سارے سمجھا رہے ہیں کہ مؤطا امام محمد اور شرح معانی الآثار میں بھی احادیث رسول کی ہیں' لیکن غیر مقلدین مصر ہیں کہ نہیں یہ رسولؐ کی نہیں یہ حدیثیں حنفیوں کی ہیں۔ اللہ انہیں ہدایت دے۔ آمین۔ یہ چند نکات و امثلہ میں نے عرض کر دی ہیں۔ اس قسم کی بے شمار مثالیں ان کی تقاریر و دروس کے اندر موجود ہیں۔ اگر وہ جمع کی جائیں تو یقیناً ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ اس سے آگے دوسرا مضمون لگانا ہے۔

آخری مسکراہٹ

ہم نے زیر نظر مضمون میں اپنے قلمی و تحریری سفر کا آغاز مولانا مرحوم کی پہلی مسکراہٹ سے کیا تھا۔ اور اپنے اس سفر کا اختتام ان کی آخری مسکراہٹ پہ کر رہے ہیں۔ انکے سفر آخرت کی خبر سن کر برادر مکرم مولانا قاضی ظہور حسین اظہر مدظلہ' مولانا قاری جمیل الرحمٰن صاحب' مدرس جامعہ امدادیہ چکوال اور مولانا محمد شفیق صاحب چکوال وغیرہ کی معیت میں اوکاڑہ پہنچے۔ ان کے چک کے اندر غمزدہ علماء و طلباء کا ایک جم غفیر تھا۔ ہر ایک کے چہرے سے درد و الم ٹپک رہا تھا۔ اور آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں۔ ہم مولانا کی آخری زیارت کے لیے ان کی چارپائی کی قریب پہنچے تو ان کے چہرے پر وہی مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ جو ہمیشہ ان کے چہرے کی زینت رہی۔ ہر طرف ان کی اسی مسکراہٹ کا چرچا تھا۔ یہی مسکراہٹ موضوع بحث تھی۔ اور میں سوچ رہا تھا کہ میرا یہ محسن استاد کل تک جو مسکراہٹ لیکر میرے جیسے اپنے ہزاروں شاگردوں اور تعلق والوں کے پاس جاتا تھا۔ وہی مسکراہٹ اپنے چہرے پر سجائے آج اپنے مالک حقیقی کے حضور حاضری کے لیے جا رہا ہے۔ گویا وہ ہمارے پاس آتا تھا تو بھی مطمئن تھا۔ اور آج اپنے رب کے حضور جا رہا ہے تو بھی کس قدر مطمئن ہے۔ نہ اسے کل فکر تھی۔ اور نہ آج فکر مند ہے۔ کیونکہ اس نے صرف اپنے آقا کی سنت کے مطابق اپنی زندگی گزاری ہی نہیں' بلکہ اپنے آقا کی سنت کے تحفظ کے لیے اپنی زندگی واری بھی ہے۔ خداوند عالم اسے اگلی منزلوں میں پیغمبر کی شفاعت' اصحابؓ نبوت کی معیت' ائمہ اہل سنت کی رفاقت اور اسلاف دیوبند کی ہمنشینی نصیب فرمائے کہ یہی اس کا حق ہے۔ آمین یا رب العالمین۔

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا
ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

ایک عہد ساز شخصیت

جناب مولانا محمد فیاض خان سواتی ☆

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ کی وفات امت مسلمہ اور خصوصاً اہل حق کے لیے ایک بہت بڑا سانحہ اور ناقابل برداشت صدمہ ہے جو مدت تک تازہ رہے گا جس کا مداوا ابھی ممکن نظر نہیں آ رہا۔ مولانا مرحوم کو اللہ رب العزت نے جو خصوصی شرف بخشا تھا وہ اس دور میں کسی اور کے حصہ میں نہیں آیا وسعت مطالعہ' حاضر جوابی' بردباری اور مخالف کے دلائل کو پاش پاش کرنا بھی کچھ آپ کو ودیعت کیا گیا تھا یہی وجہ ہے کہ آپ نہ صرف غیر مقلدیت بلکہ مماتیت' یزیدیت' بریلویت' عیسائیت' مرزائیت اور دیگر مذاہب باطلہ' ضالہ اور مبتدعہ کے خلاف سیف بے نیام تھے آپ کے قوت دلائل کے سامنے ٹھہرنا بڑے بڑے مناظرین کے بس کا روگ نہ تھا:

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مدرسہ نصرت العلوم' والد محترم مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی مدظلہ اور احقر کے ساتھ مولانا کا خصوصی تعلق تھا جب بھی وہ گوجرانوالہ تشریف لاتے تو مدرسہ میں ضرور تشریف لاتے اور مدرسہ کی لائبریری سے بھرپور استفادہ فرماتے بلکہ ان کا فرمانا تھا کہ "اس لائبریری میں بعض کتب ایسی ہیں جو پاکستان کی بڑی بڑی لائبریریوں میں بھی نہیں ہیں۔" مولانا بے حد مطالعہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مولانا مدرسہ میں تشریف لائے حضرت والد صاحب سے فرمایا "کہ غیر مقلدین کے ساتھ مناظرہ میں مجھے ایک نئی چیز سے واسطہ پڑا ہے وہ ہے مسئلہ وحدت الوجود' یہ مسئلہ تصوف میں ایک غامض ترین اور معرکۃ الآراء مسئلہ ہے۔ لہٰذا آپ مجھے یہ مسئلہ سمجھا دیں' مجھے بہت سے جید علماء نے اس مسئلہ میں آپ کی طرف رجوع کرنے کے لیے حکم فرمایا ہے چنانچہ حضرت والد محترم مدظلہ نے انہیں مسئلہ وحدت الوجود کی تمام باریکیوں سے باخبر کیا مولانا نے اپنی خداداد صلاحیت سے بہت جلد اس پر عبور حاصل کر لیا۔ مولانا مرحوم اپنے دور کی ایک عبقری شخصیت تھے یہی وجہ ہے کہ فرق باطلہ نے مولانا کو زک پہنچانے

☆۔ نائب مہتمم مدرسہ نصرت العلوم نزد چوک گھنٹہ گھر' گوجرانوالہ

میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی لیکن افسوس اس بات کا زیادہ ہے کہ بعض وہ لوگ جو جماعت دیو بند میں گھسے ہوئے ہیں اور تحقیق کے میدان میں ان کی حیثیت علمی بونوں کے برابر بھی نہیں ہے انہوں نے بھی از راہ حسد مولانا کی حیثیت کو مشکوک بنانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا لیکن بایں ہمہ وہ ان کا کچھ نہ بگاڑ سکے اللہ تعالیٰ نے انہیں جو عزت اور مقام بخشا وہ روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ حضرت والد صاحب مدظلہ کی جب بھی کوئی نئی کتاب چھپی تو بندہ بذریعہ ڈاک مولانا مرحوم کی خدمت میں بطور ہدیہ ضرور بھیجتا تھا۔ جس کے جواب میں باوجود بے حد مصروفیات کے وہ ہمیشہ شکریہ کا خط لکھتے۔ حضرت والد محترم کی کتاب ''نماز مسنون'' (کلاں) کی اشاعت پر مولانا نے فرمایا کہ: حضرت آپ نے تو غیر مقلدین کا بیڑہ غرق کر کے رکھ دیا ہے۔ اب وہ یہ نہیں کہہ سکیں گے کہ احناف کا طریقہ نماز احادیث سے ثابت نہیں ہے۔ مولانا مرحوم کی تقریریں، تحریریں اور مناظروں کی کیسٹیں ان کی علمی یادگار ہیں۔ جن سے علماء اور عوام مدتوں استفادہ کرتے رہیں گے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین

سنیت وحنفیت کے سچے امانت دار

جناب پروفیسر خواجہ ابوالکلام صدیقی ☆

آج سے تقریباً بیس سال پہلے کی بات ہے کہ میں تحریک نظام مصطفیٰ ؐ سے جنم لینے والی ایک دینی رفاہی جماعت ''تنظیم وحدت ملت'' بیرون پاک گیٹ ملتان سے وابستہ تھا اس تنظیم میں غیر مقلد اور حنفی مقلد دونوں شامل تھے تنظیم کے اندر اختلافی مسائل میں بحث سے گریز کیا جاتا تھا البتہ تنظیمی امور سے باہر ہر شخص اپنے مسلک پر کاربند تھا' ہمارے علاقے میں غیر مقلدین کے مراکز اور ان کی منظم کاوشوں کی وجہ سے ضعیف الاعتقادی بغیر کسی رکاوٹ کے تیزی کے ساتھ غیر مقلدیت میں بہہ رہی تھی۔ حنفی مساجد کے امام غیر مقلدوں کے اعتراض یا کسی مسئلہ میں حدیث پیش کرنے کے جواب میں بطور دلیل یہ کہہ دینا کافی سمجھتے تھے کہ ہم اس حدیث پر اپنے امام (ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ) کے قول کی وجہ سے عمل نہیں کرتے مگر اس سے آگے یہ وضاحت کرنے سے قاصر تھے کہ امام صاحب کے قول سے مراد حدیث کے مقابلے میں امتی کی رائے نہیں (کیونکہ جو امتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مقابلے میں اپنی رائے پیش کرے وہ علم شریعت میں امام تو درکنار مسلمان کہلانے کا بھی حق دار نہیں) بلکہ اس سے مراد اس مسئلہ میں قرونِ اولیٰ کے ماہرِ علم شریعت' مجتہد کی قرآن وسنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال وتعامل کی تحقیق کا حاصل ہے۔

ایک حنفی دوست نے مجھ سے امام کے پیچھے تعوذ اور تسمیہ پڑھنے کا مسئلہ دریافت کیا جس پر میں نے کہا کہ مقتدی چونکہ امام کے پیچھے قراءت نہیں کرتا اس لیے وہ تعوذ اور تسمیہ بھی نہیں پڑھے گا مگر مجلس میں موجود غیر مقلدین نے فوراً مداخلت کی اور کہا کہ مقتدی کے لیے امام کے پیچھے الحمد پڑھنا ضروری ہے اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور پھر انہوں نے غیر مقلد عالم مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحب کی کتاب ''تحقیق الکلام'' مطالعہ کے لیے دی مگر اس کتاب میں موجود تضادات نے غیر مقلدیت کے موقف کو مزید مشکوک کر دیا' ہماری مسجد کے امام مولانا عبدالقادر مرحوم خود باضابطہ عالم تو نہیں تھے مگر علم اور علماء سے محبت رکھتے تھے ان سے اس موضوع پر حضرت مولانا محمد سرفراز

☆۔ گورنمنٹ کالج' بوسن روڈ' ملتان

خاں صفدر دامت برکاتہم العالیہ (شیخ الحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ) کی کتاب ''احسن الکلام'' مل گئی جس کے مطالعہ سے اپنے مسلک کا صحیح ہونا واضح سے واضح تر ہو گیا اس اثناء میں اللہ تعالیٰ نے سولہ سولہ صفحات کے دو مختصر رسالے مرتب کرنے کی توفیق عطا فرمائی جن میں سے ایک کا عنوان ''کیا حنفیوں کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نماز سے مطابقت نہیں رکھتی؟۔'' تھا اور اس میں غیر مقلدین کی نماز پر کسی قسم کا اعتراض یا ذکر کیے بغیر پانچ عنوانات یعنی شروع نماز کے سوا رفع یدین نہ کرنے' مقتدی کے خود قراءت نہ کرنے' آمین آہستہ کہنے' تراویح بیس رکعت پڑھنے اور دعاءِ قنوت رکوع سے پہلے پڑھنے پر چند احادیث ترجمہ کے ساتھ بیان کی گئی تھیں جب کہ دوسرے رسالے کا عنوان ''ہم نماز میں شروع نماز کے سوا رفع یدین کیوں نہیں کرتے؟'' تھا اور اس کے آخر میں اس بات کی وضاحت کی گئی تھی کہ ہم خود کو اہل السنّت والجماعت حنفی کیوں کہتے ہیں۔

ان دو رسالوں کی وجہ سے غیر مقلدین کے حلقے میں غیظ و غضب کی آگ بھڑک اٹھی۔ ملتان' کہروڑ پکا' وغیرہ متعدد مقامات سے جوابات شائع ہوئے جن میں موضوع سے زیادہ مرتب کی ذات پر خامہ فرسائی کی گئی مگر اس سے سنجیدہ حلقے کے اندر غیر مقلدیت کی ہوا اکھڑنے لگی اب انہوں نے دوسرا حربہ اختیار کیا کہ فقہ حنفی کی کتابوں سے کچھ باتیں غلط حوالوں کے ساتھ' کچھ باتیں عبارت کا آغاز و اختتام کاٹ کر اور کچھ باتیں توڑ مروڑ کر غلیظ تبصروں کے ساتھ مرتب کیں اور ان کا فوٹو اسٹیٹ مجموعہ اس تاثر کے ساتھ تقسیم کرنا شروع کر دیا کہ فقہ حنفی غلیظ مسائل اور ترغیبات فواحشہ کا مجموعہ ہے میں اپنے غیر مناظرانہ مزاج اور اس قسم کے مسائل میں قلت مطالعہ کی وجہ سے جواب دینے سے قاصر تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جامع مسجد گیریاں والی بیرون پاک گیٹ کے امام استاذ محترم حافظ اللہ وسایا رحمہ اللہ تعالیٰ (جو کہ اللہ تعالیٰ کے ولی اور فنافی القرآن بزرگ تھے' جامعہ قاسم العلوم ملتان کے بانی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ کے جامعہ کے قیام سے پہلے کے شاگردوں میں سے تھے اور مجھے بھی بحمد اللہ ان سے تلمذ کا شرف حاصل ہے) کے دل میں مولانا اوکاڑوی مرحوم کا بیان کرانے کی بات ڈال دی چوک پاک گیٹ کی مسجد میں بعد از نماز عشاء حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ صاحب کا بیان رکھا گیا مولانا کی تنقیدی گرفت' حاضر جوابی اور اسلوب بیان کی موقع محل سے مناسبت کی تعریف تو بارہا سنی تھی مگر براہِ راست خود بیان سننے کا موقع پہلی بار ملا تھا۔ مولانا نے غیر مقلدین کے تقسیم کردہ فوٹو اسٹیٹ کاغذ کے حوالے سے غیر مقلدیت کی ایسی ماہرانہ جراحی فرمائی کہ خود غیر مقلدین کی کتابوں سے حدیث پر عمل کے دعویٰ کے نیچے چھپی غلاظت اور گندگی اچھل کر سامنے آ گئی۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے میری کتاب ''تقلید اور امام اعظمؒ'' جب منظر عام پر آئی تو میں نے اس کا ایک نسخہ غالباً مولانا قاری عبدالستار صاحب مہتمم ادارہ علوم اسلامیہ اندرون دہلی گیٹ ملتان کے ذریعے مولانا کی خدمت میں ارسال کیا قاری صاحب محترم نے ان دنوں حنفی نوجوانوں کی ایک تنظیم شبان احناف کے نام سے قائم کی تھی اس کے زیر اہتمام چوک رشید آباد میں ایک جلسہ منعقد ہوا جس کے اشتہار پر حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب' مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب' کے ساتھ تیسرا نام راقم الحروف کا تھا اگرچہ میں اپنے کراچی کے سفر کی وجہ سے

اس جلسے میں شریک نہ ہو سکا مگر مولانا کے نام کے ساتھ اپنے نام کی اشاعت کا سرور محسوس کرتا رہا۔

چند سال بعد کی بات ہے کہ جمعۃ المبارک کا دن تھا معلوم ہوا کہ آج جامعہ خیر المدارس کی مسجد میں نماز جمعہ سے پہلے مولانا کا بیان ہوگا' بیان کیا تھا جامعیت اور نکتہ آفرینی کا شاہکار تھا اس میں کسی ایک موضوع کی بجائے متعدد موضوعات کی گفتگو تھی چونکہ میں طبعاً کم آمیز واقع ہوا ہوں بزرگوں کی گفتگو اور نشست میں حاضری اور اس سے استفادے کی تو بھرپور کوشش کرتا ہوں مگر تعارف سے گریز کرتا ہوں اپنے اس طبعی رجحان کی وجہ سے اس دن بھی بیان و نماز کے بعد مولانا سے ملاقات کیے بغیر مسجد سے نکل آیا باہر ایک جنازہ ہو رہا تھا اس میں شریک ہو گیا نماز جنازہ کے بعد گورنمنٹ ولایت حسین کالج میں عربی کے پروفیسر (جواب ریٹائرڈ ہو چکے ہیں) ملک عبدالواحد صاحب سے ملاقات ہو گئی جو ریاض یونیورسٹی میں بھی زیر تعلیم رہے ہیں۔ بعض عربی کتابوں کے براہِ راست مطالعہ کی وجہ سے غیر مقلدین کے دجل و فریب سے باخبر ہیں اور اس حوالے سے مولانا موصوف کے مداح ہیں' انہیں مولانا کے بیان کا علم نہ تھا جنازے میں شرکت کے لیے نماز جمعہ سے پہلے آ گئے تھے اس طرح مولانا کے بیان سے بھی مستفید ہو گئے' ملک صاحب نے فرمایا آؤ مولانا سے ملاقات کریں پہلے تو میں اپنے مزاج کی وجہ سے ہچکچایا مگر بعد میں تعمیل حکم میں ان کے ساتھ مسجد میں داخل ہو گیا' مولانا مسجد کے برآمدے میں کسی پروٹوکول کے بغیر نہایت سادگی کے ساتھ ایک طرف کھڑے تھے' ہم نے سلام کر کے مصافحہ کیا معلوم ہوا کہ حضرت کی جوتی غائب ہے' ہم نے متبادل جوتی کی فراہمی کے لیے اپنی خدمات پیش کیں مولانا نے فرمایا کہ ایک طالب علم بازار سے نئی جوتی لینے گیا ہے کیونکہ جمعۃ المبارک ہے بازار بند ہیں اس لیے شاید کسی کھلی ہوئی دکان کی تلاش میں کہیں دور چلا گیا ہے' ہم نے کالج میں تدریس کے حوالے سے اپنا تعارف کرایا تو فرمایا کہ میں آپ سے ملنے کا اشتیاق رکھتا تھا آپ کی کتاب ''تقلید اور امام اعظمؒ'' کا نہ صرف میں اپنے بیانات میں ذکر کرتا ہوں بلکہ مجھے معلوم ہوا کہ آپ گورنمنٹ کالج مظفر گڑھ میں ہوتے ہیں تو میں اس کتاب کی نسبت سے آپ سے بطور خاص ملنے کے لیے وہاں گیا مگر معلوم ہوا کہ آپ کا یہاں سے تبادلہ ہو گیا ہے اس لیے ملاقات کیے بغیر واپس آ گیا اس اثناء میں طالب علم جوتی لے کر آ گیا میں نے قرآن محل بیرون پاک گیٹ چلنے کی درخواست کی تو جلد واپسی کی مجبوری بیان کرتے ہوئے وعدہ فردا کے ساتھ معذرت فرمائی۔ مولانا نے اس ملاقات میں جس انکسار اور تپاک کا اظہار فرمایا' اس سے جہاں مولانا کے حسن اخلاق کے علاوہ ان کی سیرت اور ان کے کردار کے اس پہلو کی نشان دہی ہوتی ہے۔

ہم نے ہر ادنیٰ کو اعلیٰ کر دیا
خاکساری اپنی کام آئی بہت

وہاں ان کی دور اندیشی اور فکرمندی کی عکاسی بھی ہوتی ہے وہ یوں کہ ان کا اندازہ تھا کہ فتنہ غیر مقلدیت جو عنقریب قرآن و حدیث کے ترجمے سے براہِ راست خود سمجھنے کے رجحان کی وجہ سے دنیاوی تعلیم کے اداروں میں پروان چڑھے گا اسکے عفریت بن کر چھا جانے سے پہلے ہی اس کی سرکوبی کا ذریعہ بھی خود اسی ماحول کے اندر سے

پورا کیا جائے۔ استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری نور اللہ مرقدہ' نے جامعہ خیر المدارس کی صورت میں محل انوار و برکات قائم کیا' ان کے پوتے اور جامعہ کے موجودہ مہتمم حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری جو ذہنِ رسا' ہمہ پہلو نظر اور متحرک طبیعت کے مالک ہیں۔ اس مرکز علم وہدایت کی تابانی ودرخشندگی کے لیے ہر دم خوب سے خوب تر کی جستجو میں کوشاں وسرگرداں رہتے ہیں' مولانا محمد امین صفدر صاحب نے حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب قدس سرہ کے حکم پر علم شریعت کے گلستان بنوری کراچی کے لیے اسکول کی سرکاری ملازمت کو خیر آباد کہہ دیا مگر کراچی کی آب وہوا میں مستقل نہ رہ سکنے کی مجبوری کی وجہ سے کچھ عرصہ بعد کراچی سے اوکاڑہ آ گئے تو قاری محمد حنیف جالندھری صاحب نے غیر مقلدیت کے بارے میں اپنے دادا جان کی بصیرت وفراست کو عملی شکل دینے کے لیے حضرت مولانا مرحوم کو جامعہ خیر المدارس کے لیے مستقل طور پر پابند کیا۔

مولانا نے خیر المدارس تشریف لانے کے بعد اپنے شاگردِ رشید مولانا محمد آصف شاہ صاحب کے ذریعے ملاقات کی خواہش ظاہر فرمائی حاضرِ خدمت ہوا کافی دیر تک تدریسی عمل چھوڑ کر اپنی تحقیقی کاوشوں اور ضروری معلومات سے آگاہ فرماتے رہے' اس کے بعد میری درخواست پر بیرون پاک گیٹ اور بیرون حرم گیٹ کے علاقے میں دو بار بیان کے لیے تشریف لائے' اس وقت ان کی سوچ یہ ہو چکی تھی کہ ایک ہی بیان میں تمام موضوعات پر گفتگو کرنے کی بجائے ہر موضوع پر ایک علیحدہ مستقل بیان ہونا چاہیے' پہلا بیان ہم اہل السنّت والجماعت حنفی کیوں کہلاتے ہیں اور دوسرا بیان رفع یدین کے موضوع پر فرمایا پہلے پروگرام میں میری صدارت پر اور دوسرے پروگرام میں اپنے بیان سے پہلے میرے بیان پر اصرار فرمایا' ان پروگراموں میں ان کے محبت بھرے رویہ کا ایک نتیجہ یہ بھی ہے کہ دینی پروگراموں کے لیے ہر وقت متحرک (یعنی خود حرکت کرنے والی) اور محرک (یعنی دوسروں کو متحرک کر دینے والی) شخصیت اور جامعہ نعمت الرحیم حسین آگاہی ملتان کے اولوالعزم' جواں سال وجواں ہمت مہتمم قاری عبدالرحمٰن رحیمی صاحب جو مولانا کے مذکورہ بالا دوسرے پروگرام سے پہلے مجھ سے متعارف نہ تھے اس موقع پر مجھ ناکارہ پر ایسے کرم فرما ہوئے کہ زبان اغیار سے میرے بارے میں شنیدہ اعتراضات اور میری کوتاہیوں کے مشاہدات وتجربات کے باوجود میرے بارے میں محبت واحترام کی کیفیت میں بڑھتے ہی چلے جا رہے ہیں اور معترضین کے لیے میرے بارے میں ان کا جواب یہ ہوتا ہے کہ وہ عالم نہیں نہ سہی مگر ان پر ہمارے اکابر کو اعتماد ہے۔ (اللہ تبارک وتعالیٰ اس محبت اور حسن ظن پر ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور مجھے پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے ان کو آخرت ودنیا دونوں جہانوں میں کامرانیوں اور سعادتوں سے سرفراز فرمائے باہمی دینی تعلق کو فریقین کے اخلاص کے ساتھ قائم رکھے اور جنت کی رفاقت کا ذریعہ بنائے! آمین)

مولانا نے وفات سے چند سال پہلے فتنہء غیر مقلدیت کے تعاقب اور سرکوبی کے لیے ایک مستقل جماعت کے بارے میں سوچنا شروع فرما دیا تھا' اس سلسلہ میں میرے ہاں مولانا قاری محمد طاہر صاحب موجودہ استاد

دارالعلوم رحیمیہ کے ساتھ قرآن محل میں بھی تشریف لائے' انہوں نے اس سلسلہ میں اس موضوع پر کام کرنے والے علماء اور اپنے تربیت یافتہ منتخب شاگردوں کا جامعہ خیر المدارس میں ایک اجلاس بلایا جس میں راقم الحروف بھی شریک ہوا۔ اجلاس میں مولانا نے مجھے اپنے ساتھ بٹھایا اور میرا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ یہ وہ شخص ہے جس سے ملاقات کے ارادے سے میں نے کئی سال پہلے مظفر گڑھ کا سفر کیا۔ اس اجلاس کے نتیجے میں "اتحاد اہل سنت والجماعت" کے نام سے تنظیم قائم ہوئی جس کا مرکزی امیر خود حضرت مولانا کو منتخب کیا گیا جب جماعت کی مرکزی مجلس شوریٰ کی تشکیل ہوئی تو مجھے اس کا رکن نامزد فرمایا اور شوریٰ کے اس پہلے اجلاس کی کارروائی مجھ سے لکھوائی اور اس میں میری بعض تجاویز کو حضرت نے فیصلوں کی حیثیت عطا فرمائی مگر خود میں نے جماعتی ضابطوں کی پابندی سے معذرت کر لی جس پر حضرت نے اپنے ساتھ تشریف فرما موجودہ نائب امیر حضرت مولانا منیر احمد صاحب اور جامعہ خیر المدارس کے استاد حضرت مولانا محمد عابد صاحب سے سرگوشی فرمائی اور پھر مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اگر آپ جماعتی ضوابط کی پابندی نہیں کر سکتے تو نہ کریں ہم آپ کو اس مرکزی مجلس شوریٰ کا اعزازی رکن نامزد کرتے ہیں۔ حضرت سے میری آخری ملاقات وفات سے تقریباً ایک ماہ پہلے شجاع آباد میں حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسے کے موقع پر ہوئی جس میں حضرت کا اس موضوع پر بیان بھی ہوا اور اس سے پہلے تفصیلی ملاقات چند ماہ پہلے اگست ۲۰۰۰ء میں جامعہ فاطمۃ الزہراء بیرون دہلی گیٹ ملتان میں ہوئی اس ادارے کے مہتمم جناب قیصر شیراز صاحب نے (جو دینی ذوق' اصلاح امت کا جذبہ' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے غیر متزلزل محبت اور فقہ حنفی کے ذریعے قرآن وسنت کے نفاذ کا عزم رکھتے ہیں) گرمیوں کی چھٹیوں میں اسکول وکالج کی طالبات اور معلمات کے لیے دینی تعلیم کی رغبت اور بنیادی دینی تعلیم کا سلسلہ قائم کیا اس کی اختتامی تقریب تھی میں اس میں بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب' حضرت مولانا منظور احمد صاحب استاذ الحدیث جامعہ خیر المدارس اور مفتی ابن مفتی یعنی حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالستار صاحب کے فرزند ارجمند مفتی محمد عبداللہ صاحب بعض دیگر حضرات کے ساتھ تشریف لائے اور حضرت مولانا آ کر میرے پاس بیٹھ گئے اور مجھے اپنی تحقیقی موشگافیوں اور نکتہ آفرینیوں سے لطف اندوز فرماتے رہے اس موقع پر حضرت کا مختصر بیان بھی ہوا جس میں انہوں نے برعظیم پاک وہند میں اہل السنّت والجماعت اور غیر مقلدین کی تاریخ پر مختصر مگر جامع لفظوں میں گفتگو فرمائی۔

وفات کے سفر یعنی سرگودھا جانے سے پہلے اپنے شاگرد مولانا مظہر حسین صاحب کے ہاتھ ایک رسالے کی کمپیوٹر کتابت کے فوٹو اسٹیٹ صفحات اس پیغام کے ساتھ ارسال فرمائے کہ اس میں کوئی بات قابل جواب نہیں صرف ریکارڈ میں رکھنے کے لیے بھیج رہا ہوں' یہ رسالہ میرے سلسلہ وار رسائل میں سے پہلے رسالے یعنی ہم شروع نماز کے سوا رفع یدین کیوں نہیں کرتے کا جواب تھا۔ جسے ملتان کی غیر مقلدیت کے موجودہ دو سرخیلوں نے مل کر اپنے روایتی انداز میں تحریر کیا ہے اور یہ مولانا کے پاس کسی ذریعے سے پہنچا تو انہوں نے مجھے ارسال فرما دیا۔

حضرت نے کچھ عرصہ پہلے مولانا مظہر حسین صاحب ہی کے ہاتھ اپنے تحقیقی مقالات و مضامین پر مشتمل اپنی شاہکار و لافانی کتاب تجلیات صفدر کی اپنے دستخط کے ساتھ تین جلدیں عنایت فرمائیں۔ (اس وقت چوتھی جلد شائع نہیں ہوئی تھی) ان کا یہ ہدیہ میرے لیے ان کے علمی و تحقیقی وجود اور ان کی شفقت و محبت پر دو لحاظ سے یادگار ہے۔

مولانا سنیت و حنفیت کے سچے امانت دار تھے' ان کا وجود بہت قیمتی اور ضروری تھا مگر اللہ تعالیٰ اپنے دین کے کام کے لیے کسی کے محتاج نہیں اس لیے اللہ تبارک و تعالیٰ کا ضابطہ ہے کہ جب کوئی شخص اس غرور میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ اس دینی کام کے لیے میں ناگزیر ہوں تو اللہ تعالیٰ اس سے اس کام کی توفیق چھین لیتے ہیں اور اگر اس کے بارے میں لوگ اس کے ناگزیر ہونے کا خیال کرنے لگیں تو پھر اللہ تعالیٰ اس کو دنیا سے اٹھا لیتے ہیں' مولانا کے بارے میں غیر مقلدیت کے ناگزیر ہونے کا یہ گمان عام ہو چکا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے جسمانی وجود سے ہمیں محروم کر دیا مگر ان کی وفات غیر مقلدین کے لیے خوشی کا حقیقی سبب نہیں بن سکتی کیونکہ ایک تو یہ اشارہ ہے کہ اب اللہ تعالیٰ ان کے بغیر بھی امام اعظم ابوحنیفہؒ کے ذریعے سے اس امت تک قرآن و سنت کے پہنچنے والے علم کی زیادہ مستحکم اور موثر ذریعے سے حفاظت کا سامان فرمائیں گے اور دوسرے یہ کہ صرف حضرت کا جسمانی وجود دنیا سے اٹھایا گیا ورنہ ان کی کتابوں اور تحریروں کی شکل میں ان کا علمی وجود تو برقرار ہے اور ان شاء اللہ ان کا علمی کام ان کے لیے صدقہ جاریہ کی صورت میں قیامت تک باقی رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو جنت کا باغ بنائے' اپنی رحمتوں اور اپنے انوار سے بھر دے ان کے لیے آگے کی منزلوں کو آسان فرمائے' جنت الفردوس میں اپنی رحمت خاصہ سے بلند درجات عطا فرمائے' جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب نصیب فرمائے! اور ہم سب کو بھی اپنے پسندیدہ طریقے کے مطابق اپنی رضا کے لیے دین کے کام کے لیے قبول فرمائے! آمین!! آمین!!!

وہ اک چراغ' ہوا جس سے بچ کے چلتی تھی

جناب مولانا مفتی عطاء اللہ صاحب ☆

(نوٹ) صحت واقعات کی ذمہ داری مضمون نگار پر ہے۔ بشیر

آسمان علم و حکمت کا آفتاب ۳۱ اکتوبر کی شام' اوکاڑہ کے ایک چھوٹے سے قبرستان میں غروب ہو گیا۔ وہ خطیب و ادیب کہ جس کے بیان کی شستگی' تحریر کی شائستگی' اپنے مقصد میں وارفتگی' مسلکی درستگی' عقیدے کی پختگی' علماء حق سے وابستگی اور جس کی باطل کو دی جانے والی للکار' سلاست گفتار' حق کا اظہار' ناحق کا انکار' عجز و انکسار غرضیکہ ان کا سبھی کچھ ہی باکمال اور بے مثال تھا یہ تھے ترجمان اہل سنت' وکیل احناف' ماہر فن' اسماء الرجال' سلطان المناظرین' رئیس المحققین' حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی! نور اللہ مرقدہ۔ مجھ جیسا ناکارہ حضرت کی بابت کچھ عرض کرے تو کیا کرے۔ حقیقت تو یہ ہے۔ کہ مولانا کی شخصیت اپنا تعارف خود تھی۔ اور جو اپنا تعارف خود ہو اسے کسی دوسرے کے ذریعے متعارف ہونے کی حاجت نہیں ہوا کرتی۔ اور ہماری ان تحریرات اور نوشتہ جات سے صرف ترغیب عمل مقصود ہے۔

اوکاڑہ میں اپنے گھر کے بعد ہمارا گھر' واقع مسجد حق چاریارؓ محلہ ندیم پارک' ہی مولانا کا مستقل مستقر تھا۔ چنانچہ مکتبہ مدنیہ لاہور سے شائع ہونے والی بخاری شریف پر مولانا کا تحریر کردہ حاشیہ بھی ہمارے ہی غریب خانے میں بیٹھ کر لکھا گیا تھا۔ اور الحمدللہ' ہمارے غریب خانے کو آخر تک مولانا کی خدمت کا شرف بابرکت حاصل رہا۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہی تھی ورنہ ہم تو مولانا کے شایان شان انکی خدمت کے لائق نہ تھے۔ ہمارا غایت اخلاص اپنی جگہ' مگر ہمیں اپنی کج خدمتی کا بھی مکمل اعتراف ہے۔ پھر یہ بھی مولانا کی شفقت اور اعلیٰ ظرفی ہی تھی۔ کہ وہ اپنی ایک مستند' معتبر اور معتمد علمی حیثیت کے باوجود' مجھ جیسے کج حیثیت پر اعتماد کرتے تھے۔ اسی لیے جب ہمارے ہاں ان کا قیام ہوتا۔ تو گھنٹوں اپنے نجی معاملات اور فنی واقعات سے محظوظ فرماتے رہتے۔

''شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا''

☆ جامع مسجد حق چاریارؓ ندیم پارک' اوکاڑہ

عالم اسلام کی رہنمائی کا اشارہءِ غیبی

مولانا کے گاؤں ۵۵ ٹو ایل میں مرزائی بکثرت سکونت پذیر ہیں مولانا ابھی لڑکپن کی عمر میں ہی تھے۔ کہ ایک مرتبہ عیدالاضحیٰ کے موقع پر ایک گائے کی قربانی میں حصوں پر کچھ جھگڑا ہو گیا۔ قربانی کی اس گائے میں چھ حصے مسلمانوں کے اور ایک حصہ مرزائی کا تھا۔ مولانا چونکہ صغرسنی سے ہی بہت ذہین تھے اور مطالعہ کا انتہائی شغف بھی تھا۔ لہٰذا مسائل علمیہ سے کافی واقفیت تھی۔ چنانچہ مولانا نے فرمایا کہ "یہ قربانی جائز نہیں" لوگوں نے بچہ سمجھ کر یہ بات نظر انداز کر دی۔ تو مولانا فتویٰ لے آئے۔ کہ "اگر قربانی میں کسی مرزائی کا حصہ شامل ہو تو وہ قربانی جائز نہیں۔" پھر چند دن بعد ایک مرزائی مربی آیا اور اس نے مولانا کو سمجھانے کی سعی لاحاصل کی۔ تو مولانا نے بڑا عجیب جواب دیا۔ فرمایا "جس طرح ایک قطرہ پیشاب کسی برتن میں موجود تمام کے تمام دودھ کو نجس کر دیتا ہے۔ اسی طرح مرزائی کا ایک ناپاک حصہ قربانی کے تمام پاک حصوں کو بھی نجس کر دیتا ہے۔" لوگ چونکہ گاؤں کے تھے لہٰذا اس طرح کی عام فہم مثال ہی ان کے لیے حجت قاطعہ کے مترادف تھی۔ ہم مولانا کے اس وہبی اور فی البدیہہ جواب کو عالم اسلام کی رہنمائی کے اشارہ غیبی کے تناظر میں دیکھتے ہیں۔

ذہانت کی عجیب مثال

ایک شخص نے مولانا سے کہا کہ مسلمان کی تعریف کریں" جواباً ایک اصول بیان فرمایا کہ "دیکھو! جو چیز جس قدر معروف ہوتی چلی جائے اس کی جامع تعریف اسی قدر مشکل ہو جایا کرتی ہے۔" آپ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں آپ ذرا گلاس کی جامع مانع تعریف کر کے دکھائیں۔" اب وہ گلاس کی تعریف کرتا جاتا اور مولانا بڑی سادگی سے اس کی تعریف کا رد کرتے جاتے۔ اس نے کہا "گلاس اس برتن کو کہتے ہیں جس سے پانی پیا جائے۔" تو مولانا نے فرمایا کہ "اگر میں ہاتھ کے چلو سے پانی پی لوں تو۔۔۔" اس نے کہا "نہیں نہیں" گلاس لمبی سی، گول سی اور مخروطی سی شکل کا ہوتا ہے۔" تو مولانا نے فرمایا "اچھا اگر میں ہاتھ کے چلو کی اسی طرح کی شکل بنا کر پانی پی لوں تو۔۔۔" خیر اس طرح مولانا نے پوچھا کہ "اچھا چلو آپ دیوار اور شلوار کی جامع تعریف کر دیں۔" لیکن وہ لاجواب ہو گیا۔

رضاخانی فرقہ کے خلاف جانفشاں کامرانی

اوکاڑہ ریلوے اسٹیشن سے متصل ریلوے پولیس چوکی کی ایک مسجد ہے۔ جہاں مولانا عبدالحنانؒ (جو بخاری مسجد المعروف پل والی مسجد اوکاڑہ میں امام اور خطیب تھے) کا بریلوی حضرات کی مسلسل شرارتوں کی وجہ سے کچھ تنازعہ ہو گیا۔ یہ تنازعہ اس قدر شدت اختیار کر گیا۔ کہ مولانا عبدالحنانؒ کا بیٹا اور داماد شہید کر دیئے گئے۔ لیکن مولانا اوکاڑوی مرحومؒ جیسے مرد قلندر نے پھر بھی حضرتؒ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ اور اہل بدعت کے خلاف سینہ سپر ہو گئے آخر جب بریلوی حضرات کو اپنے مقصد میں ناکامی کا یقین ہونے لگا تو وہ یہ معاملہ دیپالپور شہر کی عدالت میں لے گئے۔ جس کا جج عیسائی تھا۔ اور در پردہ عیسائی جج کے پاس مقدمہ لے جانے کا مقصد یہ تھا۔ کہ "اس کو بھڑکائیں گے کہ ان

دیوبندیوں نے عیسائیت کے خلاف بڑا کام کیا ہے اور یہ تمہارے ازلی مخالف ہیں۔ اور اس طرح عیسائی جج کا فیصلہ اپنے حق میں ہونے کا غالب امکان ہے۔" اہل بدعت کے مقتداء مولوی غلام علی اوکاڑوی اس معاملہ میں سرفہرست تھے۔ چنانچہ بریلویوں کی جانب سے مولوی غلام علی اور اہل سنت و جماعت کی طرف سے مولانا محمد امین صفدرؒ جج کے روبرو پیش ہوئے۔ مولانا نے فرقہ بریلویت کے بانی مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا یہ فتویٰ بھری عدالت میں پیش کر دیا کہ "اگر کوئی سنی اپنی کوئی فریاد یا مقدمہ یا اپیل کسی عیسائی کے پاس لے کر جائے تو وہ مرتد ہے' دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اور اس کا نکاح باطل ہو جائے گا۔" گویا "لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا" بس مولانا کا یہ عبارت بھری عدالت میں پیش کرنا تھا کہ مولوی غلام علی اور ان کے حواری حواس باختہ ہو گئے۔ اور عدالت برخاست کر دی گئی۔ بعد میں مولوی غلام علی نے اس ذلت و رسوائی کا داغ دھونے کے لیے تنہائی میں اپنی پگڑی مولانا کے قدموں میں رکھ دی۔ اور تجویز صلح پیش کی۔ مولانا نے فرمایا کہ "آپ جج کے روبرو معافی مانگ لیں' ہم مقدمہ خارج کرنے کے لیے تیار ہیں۔" چنانچہ مولوی غلام علی نے جج کے روبرو معافی مانگی۔ اور مقدمہ خارج کر دیا گیا۔

شوقِ مطالعہ

بچپن ہی سے مولانا کا شوق مطالعہ بڑا دیدنی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آخر عمر تک بھی' آپ کے سفر کا ساتھی آپ کی کتابیں ہی ہوا کرتی تھیں۔ مولانا خود فرماتے ہیں کہ "شادی کے موقع پر میرے پاس جو بھی پیسے جمع ہوئے تھے میں ان کی کتابیں خرید لایا تھا۔" ایک مرتبہ عید کے موقع پر' مولانا کے پاس ۳۵ روپے بطور عیدی جمع ہوئے۔ تو کتب فروش سے کچھ اقساط طے کر کے کتب خرید لائے۔ اور بقیہ رقم بعد میں ادا کرتے رہے۔ مولانا کو جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں علامہ بنوریؒ کی قائم کردہ لائبریری سے عشق تھا۔ اس لیے جب آپ کراچی میں تھے۔ تو آپ نے اس کتب خانے سے بہت استفادہ فرمایا۔ مولانا کے گھر پر ان کے ذاتی کتب خانہ اور خیر المدارس ملتان کی لائبریری کی اکثر کتب کے اہم اہم مقامات کی نشان زدگی' مولانا کے ذوق مطالعہ کا بین ثبوت ہیں۔ مدارس کی تعطیلات میں اپنے گھر یا کہیں بھی اور جانے کی بجائے مولانا صرف مطالعہ کے لیے کراچی میں مولانا زر ولی خان صاحب کے پاس احسن العلوم جایا کرتے تھے۔

مولانا کو کندن بنانے والے

ہر بڑے شخص کے بنانے میں کسی نہ کسی بڑی شخصیت کا ہاتھ ہوا کرتا ہے۔ پھر کبھی تو وہ شخصیت اس قدر عزت و توقیر اور شہرت و تشہیر حاصل کر لیا کرتی ہے۔ کہ لوگ اس کے حوالے سے اس کے استاد کو جانتے ہیں۔ لیکن کچھ شخصیات اس قدر عزت و توقیر حاصل کرنے کے بعد بھی اپنے آپ کو اپنے حوالے سے نہیں بلکہ اپنے بزرگوں کے حوالے سے متعارف کرواتی ہیں۔ اور اسی میں فخر بھی محسوس کرتی ہیں۔ اول الذکر طبقہ میں شامل شخصیات کی وجہء شہرت کوئی نہ کوئی جدید کارنامہ ہوا کرتا ہے۔ اور اس طبقے میں اپنے بزرگوں کے بتائے ہوئے راہ راست سے ہٹنے

کے امکانات زیادہ ہوا کرتے ہیں۔ مگر ثانی الذکر طبقہ میں جدت پسندی نہیں ہوا کرتی۔ اور اس طبقہ مین اپنے بزرگوں کے دیئے ہوئے راستہ سے ہٹ جانا اپنی سب سے بڑی گمراہی شمار ہوتی ہے۔ ہمارے مولانا نے بھی اگرچہ فنی اعتبار سے نہایت بے مثل اور انوکھے انداز سے لائق تحسین کام کر کے امت پر احسان فرمایا ہے' مگر بنیادی طور پر وہ ثانی الذکر طبقہ سے ہی متعلق رہے۔ جس سے انہوں نے اپنے بزرگوں کی شفقتیں اور خصوصی توجہات خرید لیں۔ بس یہ شفقتیں اور خصوصی توجہات ہی تھیں جنہوں نے مولانا کی فطری صلاحیتوں کو چار چاند لگا دیئے۔ اور انہیں کندن بنا دیا۔ اس سلسلے میں دو شخصیات ہیں۔ جن کے مولانا کی شخصیت پر گہرے اثرات ہیں۔ یہ شخصیات ایسی ہیں جنہیں زمانہ جانتا ہے۔ ایک کو دنیا شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے نام سے جانتی ہے۔ اور دوسری کو یہ دنیا قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین دامت برکاتہم کے نام سے پکارتی ہے۔ حضرت لاہوریؒ اور حضرت قاضی صاحب سے تو مولانا نے یکے بعد دیگرے روحانی استفادہ کیا اور ان کے علاوہ مولانا نے حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ سے بالواسطہ علمی استفادہ کیا۔ اور یہ واسطہ حضرت کشمیریؒ کی فیض یافتہ دو بزرگ شخصیات تھیں۔ ایک حضرت مولانا عبدالحنانؒ صاحب اور دوسری حضرت مولانا مفتی عبدالقدیرؒ صاحب۔ ان دونوں حضرات نے مولانا کی ابتدائی تعلیم و تربیت اس انداز سے کی کہ آپ مسلک حقہ پر جم گئے۔ اور فی الحقیقت یہی وہ پختہ بنیاد تھی کہ جس نے مولانا کی حضرت لاہوریؒ اور حضرت قاضی صاحب تک رسائی کے لیے زینے کا کام دیا۔ حضرت لاہوریؒ کی خصوصی توجہات ہمیشہ آپ کے شامل حال رہیں۔ خود فرماتے ہیں۔ "حضرت لاہوریؒ سے تعلق کے بعد میں کبھی بھی کسی مناظرے میں گھبرایا نہیں۔ اور مجھے ہر بار ایسے محسوس ہوا کہ جیسے کوئی شے میری پشت پر ہے۔ اور مجھے مسلسل تھپکی اور حوصلہ دیتی رہتی ہے۔"

حضرت لاہوریؒ کی وفات کے بعد آپ نے 'حضرت جہلمیؒ' اور مولانا عبدالحق خان بشیر صاحب کی وساطت سے حضرت قاضی صاحب سے اپنا اصلاحی تعلق جوڑ لیا۔ حضرت قاضی صاحب کی شخصیت علمی و اصلاحی حلقہ جات میں یقیناً کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ حضرت مدنیؒ کے تلامذہ و خلفا میں (۱) سے ہیں۔ آپ نے مولانا مرحوم کی ایسی شفقت بھری سرپرستی فرمائی کہ مولانا بس آپ کے ہی ہو کر رہ گئے۔ مولانا خود فرماتے ہیں کہ۔ "حضرت لاہوریؒ کے بعد میرا روحانی تعلق حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے خلیفہ امام اہلسنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم سے ہے۔ ان کی دعائیں اور توجہات میرے لیے بہت بڑا سرمایہ ہیں۔" (تجلیات صفدر جلد اول صفحہ ۱۴) حضرت قاضی صاحب سے یہ گہرا تعلق ہی تھا۔ کہ اکابرین کی موجودگی میں مولانا کا جنازہ حضرت کے فرزند' مجاہد اہلسنت حضرت مولانا قاضی ظہور حسین اظہر صاحب نے پڑھایا۔

مسلکی حمیت

حضرت قاضی صاحب سے تعلق نے ایک اور گوہر نایاب جو آپ میں پیدا فرما دیا تھا۔ وہ تھا مسلکی

۱۔ اور اس وقت پاکستان میں حضرت مدنیؒ کے واحد خلیفہ مجاز ہیں۔ بشیر

حمیت۔ یہ گوہر واقعتاً آج کل نایاب ہے۔ ابتداء مولانا غیر مقلدیت کے خلاف مماتیوں کے ہاں بھی چلے جایا کرتے تھے۔ لیکن حضرت قاضی صاحب سے تعلق کے بعد آپ نے اپنے تمام تعلقات مسلک پر قربان کر دیئے۔

اس سلسلہ میں ایک واقعہ یاد آیا۔ کہ ایک مرتبہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے صاحبزادہ[1] (جو کہ یزیدی فرقہ سے تعلق رکھتے تھے) نے مولانا کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی۔ حضرت بخاریؒ سے محبت کا تقاضا اگرچہ یہی تھا کہ آپ چلے جاتے مگر آپ نے صرف اس لیے انکار کر دیا کہ حضرت بخاریؒ سے محبت اپنی جگہ لیکن عقیدے کی اہمیت مقدم ہے شخصیات پر۔۔ پھر حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری اور ایک دوسرے بزرگ کے انتہائی مجبور کرنے پر چلے تو گئے لیکن وہاں جا کر جب اس معاملے پر بات چلی۔ تو مولانا نے کھل کر یزیدیت کے خلاف مسلک حق کی ترجمانی کی۔

حجت قاطعہ بر فرق باطلہ

مولانا تقریباً ہر باطل کے خلاف نبرد آزما رہے یعنی ہمہ جہت' ہمہ گیر۔۔۔ باطل سے مراد' ہر وہ کلی یا جزئی ہے۔ جو کہ اہل سنت و جماعت کے اجماعی عقیدے کے خلاف ہو۔ اس رد باطل میں آپ کا انداز نرالا تھا۔ آپ کی زبان و تحریر اتنی سلیس ہوا کرتی تھی کہ بڑے سے بڑے پیچیدہ مسائل بھی چھوٹی چھوٹی سی ظرافت بھری مثالوں سے حل کر دیا کرتے تھے۔ یہ عام فہم انداز ہی تھا کہ ہر کہ ومہ' اور خاص و عام آپ کے بیان و تحریر سے مستفید ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ ان پڑھ جاہل بھی بڑے بڑے دقیق مسائل پل بھر میں سمجھ جایا کرتے تھے۔

علمی تبحر

مولانا نے سدا اس بات کا پرچار کیا۔ کہ حنفی مسلک' الحمدللہ سنت کے مطابق ہے۔۔ اسی طرح اہل سنت و جماعت ہی ناجی گروہ ہیں۔ جس کا ثبوت خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے جاری ہونے والے وہ الفاظ ہیں۔ جس میں اہل سنت و جماعت کو ہی راہ حق' راہ راست اور قابل نجات ہونے کی سند عطا کی گئی ہے۔ چنانچہ مولانا ان دونوں معاملات یعنی سنیت اور حنفیت میں بہت ہی حساس واقع ہوئے۔ ان دونوں حقائق سے سر مو انحراف بھی گوارا نہ تھا۔ کیونکہ راہ حق سے انحراف چاہے کم ہو یا زیادہ' ہے تو گمراہی و تباہی۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کی "درس ترمذی" مولانا کے مطالعے میں آئی۔ تو مولانا نے مفتی صاحب کو خط لکھا کہ "حضرت اس میں بعض جگہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے بعض مسائل میں حنفی مسلک کمزور ہے۔ اور یہ درست نہیں۔" تو مفتی تقی صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ "میری نظر سے نہیں گزرا آپ لکھ کر بھیج دیں۔ اگر واقعتاً ایسا ہے تو یقیناً درست نہیں۔" مولانا نے اس بارے میں ایک مدلل تحریر لکھی اور حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کو ارسال فرما دی۔ مفتی صاحب مدظلہ نے شکریہ کے ساتھ ان باتوں کو "درس ترمذی" کے آئندہ ایڈیشن میں شائع

۱۔ مراد سید عطاء المحسن شاہ صاحب بخاری مرحوم ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور لغزشیں معاف فرمائے۔ آمین۔ بشیر

کرانے کا وعدہ فرمایا۔

ایک مرتبہ مولانا 'دارالافتاء والارشاد' حضرت مولانا مفتی رشید احمد مدظلہ کی زیارت وملاقات کے لیے تشریف لے گئے۔ تو حضرت نے از راہ شفقت مولانا سے فرمایا کہ "دیکھئے بخاری شریف میں ہے۔ کہ ام الدرداءؓ فقیہ ہیں۔ اوران کا نماز پڑھنے کا طریقہ بھی وارد ہے۔ یہ بات ہمیں مرد وعورت کی نماز میں فرق کا فائدہ دے سکتی ہے۔" حضرت نے جب بات ختم فرمائی تو مولانا گویا ہوئے کہ "جی ہاں حضرت! یہ بات بخاری کی فلاں جلد میں فلاں صفحے پر لکھی ہوئی ہے۔ اور یہی بات فلاں فلاں کتاب میں فلاں فلاں مضمون کے ساتھ بھی موجود ہے۔" جب حضرت مفتی رشید احمد صاحب نے مولانا کے اس قدر تبحر علمی کا مشاہدہ فرمایا تو بہت مسرور ہوئے اور دلی دعاؤں سے نوازا۔ بعد ازاں مفتی صاحب کو اکثر یہ فرماتے سنا گیا۔ کہ "مسائل اختلافیہ میں خیر المدارس ملتان میں ایک عالم اس فن کے ماہر ہیں۔ ان سے رابطہ کریں۔" اسی طرح ایک مرتبہ فیصل آباد میں غیر مقلدین کے مشہور مصنف ارشاد الحق اثری کے ساتھ مناظرہ تھا۔ تو کسی راوی پر بات چل نکلی۔ دوران گفتگو مولانا نے فرمایا کہ "اگر اس راوی کی توثیق یا تضعیف تمام کے تمام اسماء الرجال کے ذخیرہ میں سے دکھادیں تو میں ابھی آپ کو شکست لکھ کر دینے کے لیے تیار ہوں۔" ساتھیوں نے مولانا کو کہنی ماری کہ حضرت یہ اتنا بڑا دعویٰ کیوں فرمار ہے ہیں۔ تو مولانا نے فرمایا "حوصلہ رکھیں' الحمدللہ' میری پوری اسماء الرجال پر نظر ہے۔ ایسے ہی نہیں کہہ دیا۔" اور واقعتا ایسا ہی ہوا۔ کہ غیر مقلد مولوی ارشاد الحق اثری مولانا کا مطالبہ پورا نہ کرسکا۔

حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تحریر کردہ "تفسیر عثمانی" نے دنیائے اسلام خصوصا برصغیر پاک وہند اور بنگلہ دیش میں جو پذیرائی حاصل کی۔ وہ حاسدین کو ہضم نہ ہوسکی۔ چنانچہ غیر مقلدین نے تفسیر عثمانی میں بیان کردہ بعض مسائل خصوصا تصوف کے حوالے سے کچھ اعتراضات لکھ کر سعودی علماء کے پاس بھجوائے۔ تاکہ وہ اپنی اس دھوکہ دہی سے حنفیوں کی اس تفسیر کو مشکوک قرار دلوا کر اس کی اشاعت پر پابندی لگوا سکیں۔ سعودی علماء نے جو کہ حنبلی ہیں۔ یہ اعتراضات حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی کی خدمت میں پیش کیے۔ اوران اشکالات کو دور کرنے کی درخواست کی۔ مفتی صاحب نے یہ اعتراضات مولانا مرحوم کو ارسال فرمادیئے تاکہ وہ ان کا رد لکھ کر بھیج دیں۔ تو مولانا نے امام ابن تیمیہؒ حنبلی کے حوالہ جات سے ہی ان اعتراضات کا لاجواب اور مسکت جواب تحریر فرمایا اور یہ جواب سعودیہ کے حنبلی علماء کو ارسال کر دیا گیا۔ الحمدللہ' تفسیر عثمانی غیر مقلدین کے شر سے محفوظ رہی۔ مولانا جب کراچی میں نئے نئے آئے۔ تو یہاں کے بعض حاسدین نے مولانا کی شہرت سے تنگ آ کر یہ سوچا کہ یہ شخص کوئی مکمل عالم تو ہے نہیں محض پرائمری ماسٹر ہی تو ہے۔ اسے حجۃ اللہ البالغہ کے اسباق دے دو۔ یہ کتاب چونکہ مشکل ہے۔ نتیجتاً یہ پڑھا نہیں پائے گا اور جلد ہی بھاگ جائے گا۔ اور پھر اس سبق میں سامعین بھی وہ چن کر رکھے جو علامہ غلام مصطفیٰ قاسمی صاحب (جو کہ حیدرآباد میں ہیں اور شاہ ولی اللہؒ کے علوم وافکار کے ماہر سمجھے جاتے ہیں) سے فیض یافتہ تھے۔ لیکن ہمیشہ کی طرح مولانا نے حجۃ اللہ البالغہ میں موجود حکمتوں اور پیچیدہ اسرار ورموز کو اس قدر سلیس اور عام فہم انداز سے سمجھایا کہ وہ فیض یافتہ طلباء ششدر رہ گئے۔ چنانچہ جب یہ بات علامہ غلام مصطفیٰ قاسمی صاحب کے پاس پہنچی۔ تو انہوں نے مولانا سے 'حجۃ اللہ البالغہ کے اہم مقامات پر نوٹس تیار کر کے بھیجنے کی استدعا کی۔ [illegible] مولانا نے نوٹس بھیج دیئے۔ ایک مرتبہ کراچی میں ہی بعض لوگوں نے مولانا کو الجھانے کی خاطر' کچھ طلباء کو مولانا کے پاس بھیجا۔ کہ جاؤ اور مولانا سے کہو کہ وہ ہمیں ذرا وحدت الوجود اور وحدت الشہود کا مسئلہ تو سمجھا دیں۔ تو مولانا نے صدیوں سے پیچیدہ اس مسئلے کو اس قدر سلاست سے حل کر کے دکھایا کہ طلباء نے بھیجنے والوں کو آ کر بتایا کہ "جس قدر عجیب اور عام فہم انداز سے اس پیچیدہ مسئلہ کو ہمیں مولانا نے سمجھایا ہے۔ آج تک ہمیں کسی نے اس انداز سے سمجھایا ہی نہ تھا۔"

علمی مناظرے اور اوصاف ثلاثہ

آسان الفاظ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ علماء یا اہل فن کے مابین کسی اختلافی مسئلہ کی تحلیل کے لیے ہونے والے بادلیل علمی مکالمے کو مناظرہ کہتے ہیں۔ ہمارے اسلاف میں بہت سے بزرگوں نے باطل کے ساتھ (چاہے وہ کھلے غیر مسلم کی صورت میں ہو یا اسلام کا لبادہ اوڑھ کر آیا ہو) بے بہا علمی وتحقیقی مناظرے کیے ہیں۔ جن میں سرفہرست حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ' ابن شیر خدا حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ' حضرت مفتی مہدی حسن شاہجہانپوریؒ' امام اہل سنت حضرت علامہ عبدالشکور فاروقیؒ' اور حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ وغیرہم ہیں۔ علمی مناظروں کے لیے تین اوصاف کا ہونا لازم ہے۔ ضبط وحفظ' حاضر جوابی اور نکتہ سنجی۔ مولانا میں یہ تینوں اوصاف بدرجہ اتم موجود تھے۔ مولانا کی تقاریر اور تحریرات ان واقعات سے بھرے پڑے ہیں۔ جن سے مولانا کے ان تینوں اوصاف کا اوج کمال تک پہنچنا واضح ہے۔ یہاں ان سب واقعات کا احاطہ نہ تو ممکن ہے اور نہ ہی اس کی گنجائش محض ایک دو واقعات پر اکتفا کرتا ہوں:

ایک مرتبہ طالب الرحمٰن غیر مقلد نے مولانا سے کہا کہ "دیکھئے آپ بھی قرآن وحدیث کو مانتے ہیں۔ اور ہم بھی۔ یعنی قرآن وحدیث کو دلیل ماننے میں ہمارا اتفاق ہے۔ اور احناف کے دوسرے مأخذ ومصادر یعنی اجماع اور قیاس میں ہمارا حنفیوں سے اختلاف ہے۔ تو ہم ایسا کیوں نہ کریں کہ اتفاقی بات کو دلیل مان لیں اور اختلافی بات کو ترک کر دیں۔" مولانا نے فوراً جواب دیا۔ کہ "تمہارا یہ اختراعی اصول ہی غلط ہے۔ اس لیے کہ کسی بات کے اتفاقی ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اپنی دلیل سے دستبردار ہو جائیں۔ وگرنہ یہ بتاؤ کہ اگر یہی سوال عیسائی کر دیں کہ چونکہ انجیل پر تو تمہارا اور ہمارا اتفاق ہے کہ یہ آسمانی کتاب ہے اور قرآن میں تمہارا اور ہمارا اختلاف ہے تو کیا اب تم اتفاقی بات یعنی انجیل کو مان کر' اختلافی بات یعنی قرآن کو دلیل ماننا چھوڑ دو گے؟" مولانا کے اس حیرت انگیز جواب پر وہ مزید کچھ نہ کہہ پایا۔ علامہ بنوری ٹاؤن میں دوران تدریس مولانا نے ایک بار فرمایا کہ "حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل کی مد میں ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جب تک ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں صرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مدفون تھے۔ تب تک تو

اماں جانؓ بغیر پردہ کے حجرہ میں تشریف لے آتی تھیں۔ مگر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وہاں دفن کر دیا گیا۔ تو اس کے بعد اماں جانؓ باپردہ تشریف لایا کرتی تھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اماں جانؓ کو بھی یہ معلوم تھا۔ مردوں کو شعور اور رؤیت حاصل ہے۔ اور وہ رؤیت اموات کی قائل تھیں۔ ورگرنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دفن ہونے کے بعد پردہ کا اہتمام چہ معنی دارد۔'' مولانا کی اس دلیل کے جواب میں مماتی نے کہا۔ ''آپ کی یہ دلیل تو عقل کے بھی خلاف ہے۔ وہ اس لیے کہ منوں مٹی کے نیچے سے تو مردے حضرت عائشہؓ کو دیکھ لیں۔ اور ایک باریک سی چادر کے نیچے چھپے ہوئے بال ان کو نظر نہ آسکیں؟ بظاہر اس بات کا جواب بہت مشکل تھا۔ لیکن مولانا نے بڑی سادہ سی مثال سے بات سمجھادی۔ مولانا نے فرمایا ''اگر لوہے کا ایک بہت بڑا ستون ہو اور پھر اس کی ایک جانب بجلی کی تار سے کرنٹ لگا دیا جائے۔ تو یقیناً یہ کرنٹ اس ستون کی دوسری جانب محسوس ہوگا۔ کیونکہ لوہا بجلی کے لیے موصل ہے۔ لیکن اگر پلاسٹک کی باریک سی تہہ سے بجلی گزارنے کی کوشش کی جائے تو بجلی دوسری جانب نفوذ نہیں کر پائے گی۔ کیونکہ پلاسٹک کی یہ تہہ اگر چہ لوہے کے اتنے بڑے ستون کے مقابل کتنی ہی باریک کیوں نہ ہو بجلی کے لیے غیر موصل ہے۔ اسی طرح بعض چیزیں، بعض چیزوں کے لیے تو قابل نفوذ ہوا کرتی ہیں۔ اور بعض کے لیے نہیں۔ اس لیے منوں مٹی تو ان کی نظروں کے لیے قابل نفوذ ہوتی ہے لیکن ایک بارک سی چادر ان کی نظروں کے لیے نا قابل نفوذ ہوتی ہے۔'' مولانا کے اس محیر العقول جواب کے بعد اسے دوبارہ اس دلیل کے رد کرنے کی ہمت نہ ہوسکی۔

ردِ عیسائیت

عیسائیت کے موضوع پر مولانا کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ یہی وہ وسعت مطالعہ تھی۔ کہ جس کی بناء پر حضرت لاہوریؒ نے آپ سے انجیل برنباس کا مقدمہ لکھوایا۔ مولانا نے تقریباً تمام زبانوں کی اناجیل کا مطالعہ فرمایا یہاں تک کہ آپ نے اب تو عبرانی زبان بھی کافی حد تک سیکھ لی تھی۔ اور کراچی کے کچھ احباب کو عبرانی میں لکھی گئی انجیل مہیا کرنے کا کہا ہوا تھا۔ مگر زندگی نے وفا نہ کی۔ بہر حال مولانا نے پوری دنیائے عیسائیت اور اس کے پادریوں سے چھ لاجواب سوالات فرمائے ہیں۔ جن کا جواب دینے سے پوری دنیائے عیسائیت عاجز ہے۔ اور ان شاء اللہ تا قیامت عاجز ہی رہے گی۔ ان چھ سوالات میں سے تین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات سے متعلق ہیں۔ اور تین عیسائی مذہب کے متعلق ہے۔

سوال اول: کیا اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پوری کائنات کے لیے مبعوث فرمایا؟ عیسائی مذہب سے دلیل پیش کریں؟

سوال دوم: کیا خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی پوری کائنات کے لیے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا؟ عیسائی مذہب سے اس کا دعویٰ اور دلیل ثابت کریں؟

سوال سوم: کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات معتبر اور مستند ذرائع کے ساتھ موجود ہیں؟

سوال چہارم: کیا عیسائی مذہب قابل عمل ہے؟ جب کہ عیسائیت کی تعلیمات تو یہ ہیں کہ اگر کوئی آپ کے منہ پر تھپڑ مارے۔ تو آپ نرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک مرتبہ پھر اپنا منہ دوبارہ تھپڑ کھانے کے لیے پیش کر دیں۔

سوال پنجم: مخلص عیسائی کی پہچان کیا ہے؟ جب کہ عیسائیت کے مطابق مخلص عیسائی جو کہتا ہے ہو جاتا ہے۔ اب کوئی عیسائی اس دیوار سے کہے کہ یہ یہاں سے ہٹ جائے۔ اگر ایسا نہ ہوا۔ اور یقیناً ایسا نہیں ہوگا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آج کا کوئی بھی عیسائی مخلص عیسائی نہیں ہے۔

سوال ششم: عیسائیت کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سولی چڑھ جانا پوری عیسائیت کے لیے بمنزلہ کفارہ کے ہے۔ حالانکہ کفارہ کے متعلق یہ عقیدہ احمقانہ ہے۔ اولاً اس لیے کہ کفارہ گذشتہ گناہوں کے لیے ہوتا ہے نہ کہ آئندہ گناہوں کے لیے اس لیے کہ یہ بات بالکل ہی عقل کے خلاف ہے۔ کہ گناہ تو امت کرے اور سولی پر پیغمبر اور وہ بھی خدا کا بیٹا چڑھے۔ ثانیاً یہ کفارہ، پیغمبر علیہ السلام سے پہلے لوگوں کے حق میں ہی قابل قبول ہو سکتا ہے نہ کہ بعد والوں کے لیے۔

ردِ شیعیت

اہل رفض کے رد میں مولانا کے صرف دو واقعات درج ذیل ہیں۔ پہلا واقعہ کچھ یوں ہے کہ ایک مرتبہ ایک بہت بڑا شیعہ مجتہد جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن آیا۔ اور اساتذہ کو چیلنج کیا کہ آپ میرے اشکالات دور کر دیں۔ مولانا مرحوم نے قلیل وقت میں اسے لاجواب ہونے پر مجبور کر دیا۔ دوسرا واقعہ اوکاڑہ کا ہے۔ وہ اس طرح کہ اوکاڑہ کے محلہ غازی آباد میں روافض سے مناظرہ طے ہو گیا۔ لیکن مولانا کا سامنا کرنے کی جرات نہ کر سکے۔

رد مماتیت

منکرین حیاۃ الانبیاء علیہم السلام کے بدزبان مناظر، احمد سعید چتروڑی کے خلاف ڈیرہ غازی خاں میں مولانا نے اپنا پہلا مناظرہ کیا۔ اور احمد سعید چتروڑی کو ذلت آمیز ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔ اس سلسلے میں بقیۃ السلف' حضرت مدنیؒ کے خادم خاص دار العلوم دیوبند کے فاضل حضرت مولانا سید محمد امین شاہ صاحب مدظلہ (مخدوم پور والے) نے خواب دیکھا کہ ''ایک کتا بھونک رہا ہے اور مولانا امین صفدر نے اسے بھگا دیا'' حضرت فرماتے ہیں اس خواب کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ مماتی آپ کے مقابل ٹھہر نہیں سکے گا۔

ایک بار رحیم یار خان میں مماتیوں کے شیخ القرآن والتفسیر مولوی عبد الغنی جاجروی سے مولانا کا سامنا ہوا۔ مولانا نے ان کی تفسیر کی کاپی میں قرآن کی آیت انک لاتسمع الموتی کے تحت یہ عقیدہ لکھا دیکھا کہ ''یہ آیت عدم سماع موتی میں نص قطعی ہے۔'' مولانا نے جب یہ عبارت دیکھی تو جاجروی صاحب سے فرمایا کہ آپ کی اس عبارت کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ آیت نص قطعی ہے بقیہ آیات نص قطعی نہیں ہیں۔ اگر بقیہ آیات بھی نص قطعی ہیں۔ اور یقیناً ہیں تو پھر صرف اس آیت کی بابت یہ لکھنا کہ یہ آیت نص قطعی ہے ایک لایعنی بات ہے۔ کیونکہ تمام کی تمام آیات نص قطعی ہیں۔ اور اگر تمہاری اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ عدم سماع موتی کا

عقیدہ نص قطعی سے ثابت ہے اور نص قطعی کا منکر کافر ہوتا ہے تو پھر جو صحابہ کرامؓ سماع موتی کے قائل تھے وہ تمام کے تمام اس نص قطعی سے ثابت شدہ عقیدے کے انکار سے معاذ اللہ کافر ٹھہرے۔ اب بتاؤ کہ تمہارا اس عبارت سے ان دونوں مطالب میں سے کون سا مطلب ہے؟ مولانا کا یہ جواب سن کر جاجروی صاحب لاجواب ہو گئے اور کوئی جواب دینے سے قاصر رہا۔

ردِ غیر مقلدیت

ردِ غیر مقلدیت میں جس قدر ملکہ اللہ پاک نے مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ اور مولانا خیر محمد جالندھریؒ وغیرہ بزرگوں کے بعد مولانا کو عطا فرمایا تھا۔ شاید ہی وہ کسی اور کے حصے میں آیا ہو۔ آپ کی تحریرات اور بیانات کا تقریباً ۸۰ فی صد حصہ ردِ غیر مقلدیت کے بارے میں ہی ہے۔ مولانا کی پوری زندگی اس فرقہ کے خلاف جدوجہد سے بھری پڑی ہے۔ اس لیے اس کی بابت کچھ لکھنا طوالت سے خالی نہ ہوگا۔ البتہ ایک بات عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ ردِ غیر مقلدیت میں مولانا صرف قومی ہی نہیں بلکہ بین الاقوامی حیثیت کے مالک تھے۔

تمنا عمادی [1] گروپ مولانا کے شکنجے میں

قاری خدا بخش صاحب گارڈن کراچی کے ایک عزیز تمنا عمادی گروپ کے سرگرم کارندے تھے۔ قاری صاحب نے مولانا کو اپنے ہاں دعوت پر بلایا۔ ادھر سے پورا تمنا عمادی گروپ اور ان کے دو مرکزی رہنما محمد طاہر کلی اور حکیم نیاز احمد بھی آ گئے۔ اگرچہ مولانا ان کی کتب میں بیان کی گئی دجل و تلبیس کا مطالعہ فرما چکے تھے۔ لیکن شکلاً ان سے واقف نہ تھے۔ چنانچہ سب سے پہلے طاہر کلی گویا ہوا کہ "حضرت" "انتظار مہدی و مسیح" (مؤلفہ تمنا عمادی۔۔۔ اور طاہر کلی اس کتاب کا مقدمہ نویس ہے) نامی کتاب کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔" مولانا نے فوراً فرمایا کہ اس کا مؤلف تو کوئی پرلے درجے کا جاہل یا بہت بڑا دھوکے باز ہے۔ طاہر کلی نے پوچھا "وہ کیوں" مولانا نے فرمایا۔ وہ اس لیے کہ اپنی اس کتاب میں وہ ایک جگہ تو حدیث کے ایک جلیل القدر امام "ابن شہاب زہریؒ" کو بالکل ہی ناقابل اعتبار اور گھٹیا ثابت کرتا ہے اور دوسری جگہ اسی سے روایت کرتا ہے اور اس سے استدلال کرتا ہے۔ یہ سن کر طاہر کلی تو خاموش ہو گیا۔ مگر حکیم نیازؔ نے کچھ جسارت کی اور اپنی نام نہاد تحقیقی کتاب "كشف الغمة عن عمر ام الامة" جس کا اردو نام "تحقیق عمر عائشہؓ" ہے۔ کی بابت مولانا سے استفسار کیا۔ کہ "حضرت اس کتاب کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ مولانا نے فرمایا اس کا مصنف بھی دجل و تلبیس میں پہلے سے کچھ کم نہیں۔ کیونکہ یہ نہ صرف دین کا دشمن ہے بلکہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی دشمن معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ جو شخص نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کو ہی کسی بلند پایہ روایت سے ثابت نہ کر سکا۔ وہ بھلا اسی نکاح کے وقت حضرت عائشہؓ کی

۱۔ تمنا عمادی منکرین حدیث کے طبقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے نظریات کا مطالعہ کرنے کے لیے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ کی کتاب انکار حدیث کے نتائج ملاحظہ فرمائیں۔ بشیر

عمر کے بارے میں کیا تحقیق کرے گا۔ اس کتاب کے مؤلف نے بخاری شریف کی اس روایت کا انکار کیا ہے۔ جس میں حضرت عائشہؓ کی عمر بوقت نکاح ۶ برس اور بوقت رخصتی ۹ برس بتائی گئی ہے اور یہی روایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت عائشہؓ سے نکاح کا ثبوت بھی ہے۔ اب اگر وہ سرے سے اس روایت کا ہی انکار کر دے جیسا کہ اس نے انکار کیا ہے تو نتیجہ ظاہر ہے۔ پہلے اسی پائے کی کسی روایت سے اس نکاح کو تو ثابت کرے۔ تحقیق عمر عائشہؓ تو بعد کی بات ہے۔ اب اگر وہ اس روایت کا انکار کرتا ہے تو اسی پائے کی کوئی اور روایت نہ ہونے کی وجہ سے سرے سے نکاح ہی مشکوک ٹھہرتا ہے۔ اور اگر اس روایت کو مانتا ہے تو اس کی ساری کی ساری تحقیق گدھے کے سینگوں کی مانند سراب کے مترادف ہے۔" مولانا کی یہ باتیں سن کر حکیم نیاز احمد بھی ہکا بکا رہ گیا۔ اور وہ دونوں اٹھ کر چلے گئے۔ بعد میں قاری خدا بخش صاحب نے بتایا کہ حضرت ان میں سے پہلا خود طاہر کلی اور دوسرا خود حکیم نیاز تھا تو مولانا نے حسب عادت تبسم فرمایا۔

تقویٰ: اس سلسلے میں محض ایک واقعہ ہی کافی وشافی ہے۔ کہ ایک مرتبہ اوکاڑہ میں اکبر روڈ والی ممتاز مسجد کے امام قاری محمد افضل صاحب کے ہاں مولانا بیان کے لیے تشریف لے گئے۔ بیان کے بعد ایک صاحب نے ایک ہزار روپیہ بطور ہدیہ مولانا کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے قاری صاحب کے حوالے کیا۔ قاری صاحب نے وہ ہدیہ مولانا تک پہنچا دیا۔ مولانا نے یہ پیسے اپنی ضروریات پر خرچ کر لیے۔ کچھ عرصہ بعد قاری صاحب کو کسی طرح یہ معلوم ہوا کہ وہ پیسے تو زکوٰۃ کے تھے۔ قاری صاحب نے مولانا سے حقیقت واقعہ بیان کر دی۔ تو مولانا نے اسی وقت ملتان میں خیر المدارس کے چندہ کی مد میں ایک ہزار روپیہ اپنی جیب سے جمع کروا دیا۔ لیکن زکوٰۃ کی نیت نہ کی جو کہ ادائے زکوٰۃ کے لیے ضروری ہے۔ اس لیے دوبارہ پھر ایک ہزار روپیہ اپنی جیب سے بہ نیت زکوٰۃ جمع کروایا۔ تا کہ کوئی عذر باقی نہ رہے۔ گویا مولانا کا یہ کمال تقویٰ تھا کہ انہوں نے دو ہزار روپے اپنی جیب سے ادا کیے۔

خودداری اور عجز و انکساری

عرصہ ہوا علامہ اقبال مرحوم نے اپنے لخت جگر جسٹس (ر) ڈاکٹر جاوید اقبال جو اس وقت انگلستان میں زیر تعلیم تھا کے پہلے خط کے جواب میں ایک نظم لکھی تھی۔ جو بال جبریل میں اب بھی "جاوید کے نام" کے عنوان سے موجود ہے۔ یہ نظم پیغام خودی کا شاہکار ہے اس کا مقطع بہت مشہور ہوا کہ۔

مرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ، غریبی میں نام پیدا کر

اگرچہ ڈاکٹر جاوید اقبال تو اس کا مصداق نہ بن سکا۔ مگر بہت سے دیگر علماء اور صلحاء اس کا جامع مصداق بنے۔ اسی طرح مولانا کی زندگی بھی شاہد ہے۔ کہ وہ خودی، خودداری اور عجز و انکساری کا عملی نمونہ تھے۔ اس نظم کے الفاظ کے مطابق مولانا نے علم کے دیار عشق میں اپنا مقام پیدا کر کے نیا زمانہ اور نئی صبح و شام پیدا کی۔ اللہ تعالیٰ کے ودیعت کردہ دل فطرت شناس کے ذریعے سکوت لالہ و گل سے کلام پیدا کیا۔ فقیرانہ طریق پر خودی بیچے بغیر غریبی

میں نام پیدا کیا۔۔۔ہمارے اسلاف کی یادگار یہی عجز وانکسار مولانا کی شخصیت کا ایک لازمی وصف تھا۔اس کی محض ایک جھلک ملاحظہ فرمایئے:

ایک دفعہ سیالکوٹ میں مولانا بیان کے لیے تشریف لے گئے۔بیان سے قبل مولانا نے ذمہ داران کو فرمادیا تھا کہ سیالکوٹ سے لاہور جانے والی آخری گاڑی میں میری واپسی کی سیٹ بک کروادیجئے گا۔کیونکہ مجھے صبح لازمی خیر المدارس ملتان پہنچنا ہے۔جب مولانا بیان سے فارغ ہوئے اور واپسی کی سیٹ کی بابت دریافت فرمایا تو منتظمین نے معذرت کرلی۔کہ حضرت سیٹ تو نہیں ہوسکی۔آپ رات یہیں قیام فرمالیں صبح کی پہلی گاڑی میں آپ کی سیٹ بک کروادیں گے۔لیکن مولانا نے خیر المدارس میں وعدہ کیا ہوا تھا۔اور وعدہ خلافی بھی گوارا نہ تھی۔لہٰذا بغیر کوئی گلہ وشکوہ کیے مولانا نے رخت سفر باندھ لیا۔مولانا کے ہمراہ کافی کتب بھی تھیں۔مولانا جب بس اسٹینڈ پر پہنچے تو تمام کی تمام گاڑی کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔تل دھرنے کی بھی جگہ نہ تھی۔لیکن مولانا کو جانا تو بہرحال تھا۔اس لیے اسی گاڑی میں سوار ہونا پڑا۔جو اندر سے اور چھت سے مکمل طور پر بھری ہوئی تھی۔اس طرح مولانا نے سیالکوٹ سے لاہور تک کھڑے کھڑے تمام سفر طے کیا۔لیکن پھر بھی کوئی گلہ نہ کیا۔

منکرات پر تنبیہ

ایک مرتبہ کراچی سے چند احباب مولانا کی زیارت وملاقات کے لیے خیر المدارس ملتان میں آئے۔ان میں سے ایک صاحب کو سگریٹ نوشی کی عادت تھی۔مولانا کو معلوم ہوا تو اسے منع فرمایا انہوں نے سگریٹ نوشی کے جواز پر یہ تاویل پیش کی کہ علت اگر یہ ہے کہ سگریٹ نوشی سے منہ سے بدبو آتی ہے اور اس طرح نماز مکروہ ہوتی ہے تو میں مسجد جانے سے قبل کچھ الائچیاں منہ میں رکھ لیتا ہوں۔لہٰذا بدبو کی علت ختم ہوجاتی ہے۔اور جب علت ہی ختم ہوگئی۔تو معلول کا حکم بھی قائم نہ رہا۔" مولانا نے فوراً شفقت بھرے انداز سے جواباً فرمایا کہ دیکھو بھائی! یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ انسان خود ہی بار بار اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو زخمی بھی کرتا رہے اور پھر خود ہی مرہم بھی لگاتا رہے؟" مولانا کا یہ مسکت جواب یقیناً عقل والوں کے لیے کافی وشافی ہے۔

اخلاص وللّٰہیت

"کوئی بھی کام بغیر اخلاص کے مقبول نہیں" اسلام کا یہ سنہری اصول مولانا کی شخصیت اور ان کے کام میں رچا بسا ہوا تھا۔آپ جہاں بھی گئے ہر شخص آپ کی اس صفت عالیہ کا معترف ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔یہی وہ وصف تھا جس نے انار کے درخت کے نیچے شروع ہونے والی درسگاہ کو پورے عالم اسلام کا مرکز بنادیا۔دارالعلوم دیوبند کی تاریخ گواہ ہے کہ ہمارے بزرگوں میں اگر اخلاص وللّٰہیت نہ ہوتا تو آج ہماری حالت بھی مصر کی طرح ہوتی۔پاک وہند میں اسلام فقط اس پھول کی طرح ہوتا۔کہ جس کا دلکش ورعنا رنگ تو موجود مگر خوشبو نابود۔

سیرت نہ ہو تو عارض و رخسار غلط
خوشبو اڑی تو پھول فقط رنگ رہ گیا

مولانا بھی انہی اسلاف کی یادگار تھے جو کہ محض رنگین پھول ہی نہ تھے بلکہ مسحور کن خوشبو بھی ان کا لازمی وصف تھی۔سو یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت ہر جگہ ان کے شامل حال رہی اور انہیں کسی میدان میں کسی کے بھی روبرو کبھی بھی ہزیمت کا سامنا نہ کرنا پڑا۔مولانا کی اسی اخلاص وللّٰہیت کی بابت چند واقعات نوشتہ ذیل ہیں۔

شروع شروع میں مولانا جب ابھی اوکاڑہ میں ہی ہوتے تھے تو ہمارے ساتھ چونکہ ان کی رفاقت بہت مستحکم تھی۔اس لیے ہم نے عرض کیا کہ مولانا جو بھی آپ کے پاس آتا ہے۔آپ بغیر کچھ طے کیے اس کے ساتھ چلے جاتے ہیں۔اور پھر لوگ آپ کے آنے جانے اور حفاظت کا بھی کوئی انتظام نہیں کرتے۔اس لیے اب اگر کوئی بھی آپ کے پاس تاریخ لینے کے لیے آئے۔تو آپ اس سے سفر خرچ اور حفاظت کا وعدہ لے لیا کریں۔تو مولانا نے جواب دیا کہ "نہیں بھئی لوگ اپنی اصلاح اور عقیدے کی درستگی کی نیت سے میرے پاس آتے ہیں۔یہ بجائے خود ایک ناقابل عذر کام ہے۔پھر ان میں سے کچھ لوگ تو نہایت ہی غریب ہوتے ہیں۔اگر وہ اپنی غربت کی وجہ سے میرے آنے جانے اور حفاظت کا انتظام نہ کرسکیں۔تو کیا میں صرف اس وجہ سے اصلاح عقیدہ سے معذرت کرلوں؟ یہ میرے لیے ممکن نہیں۔ہمارے اوکاڑہ میں جامع مسجد گلشن آرائیں کے منتظم قاری محمد رفیق ثاقب صاحب بڑے درویش صفت انسان ہیں۔چھوٹی سی مسجد ہے اور لوگ بھی گنے چنے ہی ہیں۔مگر موصوف جب بھی مولانا کے پاس رمضان میں تقریب ختم قرآن کے سلسلے میں بیان کے لیے کہنے گئے تو آخر دم تک کبھی انکار نہ فرمایا۔اور مالی خدمت بھی قبول نہ کرتے۔فرماتے "درویش صفت انسان ہے۔غریب محلہ ہے۔مجھے شرم آتی ہے کہ میں ان کی طرف سے مالی خدمت قبول کروں۔

مولانا کا یہ خاصہ تھا کہ بے انتہا تعلیمی، تدریسی اور تصنیفی مصروفیات کے باوجود کئی کئی گھنٹے صرف اس ایک آدمی کو سمجھانے میں خرچ کردیتے مگر ماتھے پر کبھی کوئی شکن نہ آتی۔اوکاڑہ میں اکبر روڈ والی ممتاز مسجد کے امام وخطیب قاری محمد افضل صاحب کا بیان ہے کہ "ایک مرتبہ مولانا ہمارے ہاں مسجد سے متصل حجرے میں بیٹھے تھے۔میں نے مولانا کو کسی موضوع پر اپنا بیان کیسٹ میں ریکارڈ کروانے کی استدعا کی۔اور میں خود اور غالباً ایک یا دو آدمی سامنے بیٹھ گئے۔مولانا نے صرف ہم دو تین آدمیوں کی خاطر ڈیڑھ دو گھنٹے بیان فرمایا مگر شومئی قسمت کہ ایک لفظ بھی ریکارڈ نہ ہوسکا۔ہم نے مولانا سے پھر گزارش کی۔مولانا نے پھر کسی بیزاری اور گلے شکوے کے بغیر وہ تمام کا تمام طویل بیان دوبارہ فرما کر کیسٹ میں ریکارڈ کروایا۔ایک دفعہ مولانا کو اندرون سندھ کسی علاقے میں بیان کے لیے بلایا گیا۔بیان کے بعد ان لوگوں نے ایک بند لفافہ مولانا کو ہدیہ کے طور پر پیش کیا۔مولانا فرماتے ہیں کہ "واپسی پر میں نے اسے کھولا تو اس میں صرف پانچ روپے کا ایک عدد نوٹ تھا" مگر مولانا کا اخلاص دیکھئے کہ اگلے سال ان کے بلانے پر پھر وہاں پہنچ گئے۔وہ لوگ کہتے ہیں کہ "ہم بہت حیران ہوئے" ہمیں تو یہ یقین تھا۔کہ یہ بزرگ اب دوبارہ یہاں نہیں آئیں گے۔لیکن عجیب اعلیٰ ظرف انسان ہیں۔کہ پھر ہماری دعوت پر دوبارہ چلے آئے۔"

کرامات [۱]

مولانا نے اپنے بہت سے ایسے واقعات سنائے ہیں کہ جنہیں ہم ان کی کرامات سے تعبیر کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔

۱۔ مولانا ایک مرتبہ وہاڑی کے ایک گاؤں سے جلسہ کے بعد واپس آ رہے تھے۔ واپسی پر ایک جنگل سے آپ کا گزر ہوا۔ آپ تنہا تھے۔ آپ نے دیکھا کہ کچھ مسلح آدمیوں نے آپ کو گھیر لیا ہے۔ اور اپنی بندوقیں آپ پر تان لی ہیں۔ اور قریب تھا کہ وہ آپ پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دیتے۔ مگر فرماتے ہیں کہ "میں نے دیکھا کہ کوئی آیا اور اس نے ان حملہ آوروں کو عقب سے پکڑ کر غائب کر دیا۔ تو میں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔"

۲۔ مولانا کچھ عرصہ خیر المدارس ملتان میں درس و تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ مگر آخری ایک آدھ سال چھوڑ کر تمام عرصہ ایک خستہ حال بوسیدہ سے کچے مکان میں قیام پذیر رہے۔ ایک دفعہ آپ اسی گھر کے اندر مطالعہ میں مصروف تھے۔ آپ جتنی دیر کمرے میں رہے چھت گرنے کے کوئی آثار نظر نہ آئے۔ کافی دیر مطالعہ فرمانے کے بعد جب آپ کمرے سے باہر آئے تو دفعتاً پوری کی پوری چھت زمیں بوس ہو گئی۔ اور مولانا بخیر و عافیت باہر کھڑے تھے۔ یوں محسوس ہوا کہ جیسے جب تک مولانا اندر بیٹھے رہے تب تک کسی شے نے اس چھت کو تھامے رکھا۔ اور جونہی مولانا باہر تشریف لائے وہ غیبی مدد ہٹا لی گئی۔ اور چھت دفعتاً گر پڑی۔

شخصیت ہی نہیں، شخصیت ساز

اللہ کے نزدیک پسندیدہ دین صرف اسلام ہی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس دین کی حفاظت کے لیے ہر زمانے میں ایسے ایسے رجال کار پیدا فرمائے کہ وہ اس کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کو دباتے چلے گئے۔ انہوں نے ہر اس راہ میں سدراہ کا کام کیا جو منزل اسلام سے ہٹانے والا تھا۔ ہر اس فتنے کو زمیں بوس کیا۔ جس نے اسلام کی اشاعت میں رکاوٹ ڈالی۔ یقیناً یہ کام کسی ایک آدمی کے بس کی بات نہیں تھی۔ اس لیے اللہ پاک نے واسطہ در واسطہ ایسے اساتذہ اور تلامذہ کی ایک ایسی انسانی زنجیر پیدا فرما دی۔ جس کا کڑی در کڑی اور حلقہ در حلقہ آخر کار تعلق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے۔ سو ان کا فیض سلسلہ در سلسلہ منتقل ہوتا رہا۔ اور ہو رہا ہے۔ یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے اور وسیلے سے ہی یہ سلسلہ چلتا رہا ہے۔ چل رہا ہے اور تا قیامت چلتا ہی رہے گا۔ الحمد للہ اہل سنت و جماعت حنفی دیوبندی حلقہ بھی اسی زنجیر کا ایک آہنی تسلسل ہے۔ حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ جب رخصت ہو گئے تو ان کا جاری کیا ہوا روحانی اور ایمانی سلسلہ بعد میں تھما نہیں بلکہ وہ شیخ العالم مولانا محمود حسنؒ پھر ان سے ان کے تلامذہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی اور شیخ الاسلام والمسلمین مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور پھر ان سے ان کے تلامذہ قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین دامت برکاتہم وغیرہ کی صورت میں جاری و ساری ہے۔ اور ان شاء اللہ تعالیٰ جاری و ساری رہے گا۔ بتانا یہ مقصود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر اب تک اس ساری زنجیر میں کوئی بھی شخصیت محض شخصیت ہی نہ تھی۔ بلکہ شخصیت ساز بھی تھی۔ جن سے اسلام کی روحانیت اور حقانیت سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی چلی گئی۔ اب چونکہ مولانا، حضرت قاضی صاحب سے بیعت تھے۔ لہٰذا وہ بھی اسی سلسلے کی ایک ناقابل شکست مضبوط کڑی تھے۔ جس کو بفضل خدا کوئی بھی اپنی اصل جگہ سے نہ ہٹا سکا۔ پھر جس طرح اس سلسلے کے احباب میں یہ خصوصیت بھی ہوا کرتی ہے کہ ان کے تلامذہ اس تسلسل کو جاری رکھتے ہیں۔

۱۔ کرامات کے بارہ میں اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ ولی کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ظہور ہوتا ہے۔ بشیر۔

اسی طرح مولانا کے تلامذہ بھی اس کام کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ در حقیقت مولانا سے استفادہ کرنے والے صرف اور صرف عرف عام والے تلامذہ ہی نہ تھے۔ بلکہ ان کے ہم عصر بہت سے علماء ایسے ہیں جنہوں نے مولانا کے علمی سرچشمہ سے بالواسطہ یا بلاواسطہ اپنی تشنگی دور کی۔

مولانا کی تصنیفات، تحریرات اور تقاریر

مولانا نے اپنے بعد جو بے بہا علمی خزانہ چھوڑا ہے۔ اس مطبوعہ سے کہیں زیادہ اور بیش قیمت ہے۔ اب مولانا تو رخصت ہو چکے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مولانا کی جانب منسوب جو بھی شے منظر عام پر آئے۔ اسے پہلے مولانا کے ہی معتمد علماء کرام سے تصدیق کروا لیا جائے۔ تاکہ اتنی بڑی ہستی کی طرف کوئی غلط بات منسوب نہ ہو جائے۔ ورگرنہ یہ ایمانداری نہیں بلکہ محض دکانداری اور مولانا کے مشن سے غداری ہی ہوگی۔ بہر حال مولانا کی چیدہ چیدہ مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تصنیفات مندرجہ ذیل ہیں۔

مطبوعہ تصانیف: تجلیات صفدر (مطبوعہ ۳ جلد) مجموعہ رسائل (۳ جلد) مجالس ۳ مجالس حاشیہ بر بخاری (ناشر مکتبہ مدنیہ لاہور)

غیر مطبوعہ تصانیف: ۱۔ مقدمہ آثار السنن ۲۔ کتاب القراۃ بیہقی (تحقیق وجوہات اور اسماء الرجال پر محدثانہ اور محققانہ کلام) ۳۔ اعلاء السنن۔ ترجمہ و تشریح ۴۔ رد حقیقۃ الفقہ (رد غیر مقلدیت) ۵۔ اصول مناظرہ ۶۔ عیسائیت کی تحقیق ۷۔ مختلف زبانوں کی بائبلوں پر تحقیق و تنقیح ۸۔ اثبات حیات الانبیاءؑ ۹۔ رد دعا بعد الجنازہ ۱۰۔ مجالس (۱۱ غیر مطبوعہ) ۱۲۔ عثمانیوں کی قبر کہاں ہے؟ ۱۳۔ مناظرہ کوہاٹ کی چند جھلکیاں ۱۴۔ دنیا پور کے مناظرے کا آنکھوں دیکھا حال ۔۔۔ و دیگر فی الحقیقت مذکورہ بالا تحریرات کے علاوہ مولانا کے بے شمار مسودات اور بے بہا تقاریر دروس، مناظرے، مجالس اس قدر کثیر تعداد میں ادھر ادھر بکھری پڑی ہیں کہ ان کو رقم کرنے کے لیے دفتر کے دفتر بھی کم پڑ جائیں تو بعید نہیں۔

اعتذار و اعتراف

آخر میں اہم بات عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ تعزیتی اجلاس اور تحریرات کی اہمیت اپنی جگہ لیکن ہم اپنے مقصود کو نہ بھولیں۔ وہ کام جو مولانا اپنے بڑوں سے لے کر ہمارے ذمے لگا گئے۔ ہم اس کی جانب اپنی توانائیاں صرف کر دیں۔ کہ ہم نے مولانا کی شخصیت کو دل و دماغ سے قبول تو کیا مگر یہ حقیقت ہے کہ محض چند گنے چنے حضرات کے علاوہ کسی نے بھی مولانا کی وہ قدر نہ کی جس کے وہ مستحق تھے۔ حالانکہ مولانا نے اپنے فریضہ میں کوتاہی نہ کی۔ اور اپنے مسلک اور احباب کے ساتھ کبھی بے وفائی نہ کی۔ ہمیں اپنی ان کوتاہیوں سے تائب ہوتے ہوئے آئندہ کسی بھی علمی شخصیت کی زندگی میں ہی اس کی قدر کے ادائے حق کا عہد کرنا چاہیے۔ کیونکہ پس مرگ قدر جاننا، قدر جاننے والے کے لیے تو فائدہ مند ہو سکتا ہے۔ مگر جو صاحب قدر تھا اس کے لیے تو اب یہ ایسے ہی ہے کہ۔

اب حوصلے جواں تھے تو منزل نہ مل سکی ۔۔۔ منزل ملی تو دل میں کوئی ولولہ نہ تھا

علالت سے رحلت تک

جناب مولانا سید محمد قاسم شاہ بخاری ☆

مناظر اسلام حضرت مولانا علامہ محمد امین صفدرؒ ہمارے دارالمبلغین کے سالانہ کورس کے سرپرست تھے جس کو آپ نے اپنی خداداد صلاحیتوں کے ساتھ آخری سانس تک نبھایا' عرصہ' دراز سے تو مسلسل آپ تشریف لاکر سینکڑوں علماء' طلباء' خطباء' کو مستفید فرماتے رہے مولانا کا ہر سبق' احقر دوزانو ہو کر سنتا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کے سامنے پوری حدیث کا ذخیرہ سنداً موجود ہے امام اعظم ابوحنیفہؒ اُن کی زبان پر بولتے تھے۔

اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لیکر

ہمارے آٹھویں سالانہ کورس میں آپ نے ۸ دن عنایت فرمائے تھے۔ آپ ۲۹ رجب بروز ہفتہ مطابق ۲۸ اکتوبر ۲۰۰۰ء بوقت عصر احقر کے کہنے پر جامع مسجد ثانی اثنینؓ بشیر کالونی' سرگودھا تشریف لائے عصر کی نماز باجماعت احقر کی اقتداء میں ادا فرمائی اپنے کمرے میں جاکر احقر نے کھانا کھلایا پھر دریافت فرمایا کہ کل میرے ذمے کون سا مضمون ہوگا۔ احقر نے عرض کیا حضرت فن مناظرہ پر بحث کرنی ہے پھر مغرب کی نماز باجماعت ادا فرمائی بالکل تندرست تھے مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد آپ بیت الخلاء تشریف لے گئے واپسی پر فرمایا کہ شاہ صاحب میرا سینہ جکڑ گیا ہے اور کمر بھی جکڑ گئی ہے سینہ میں شدید درد ہے ڈاکٹر کو بلاکر بلڈ پریشر چیک کرایا بلڈ پریشر ہائی سے بھی آگے تھا گولیاں وغیرہ دیں مشکل سے ٹیکہ لگوایا قدرے افاقہ ہوا عشاء کی نماز آپ نے وہیں کمرے میں وضو فرما کر پڑھی درد ہوتے ہی تسبیحات شروع فرمادیں استغفر اللہ' سبحان اللہ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون' اللہ مجھے معاف فرمادے۔ صبح باوضو نماز پڑھی لیکن درد تھا فرمایا سبق کس وقت شروع کرنا ہے میں عرض کیا حضرت آج سبق کو چھوڑیں سبق زندگی بھر ہوتے رہیں گے آپ کی جان قیمتی ہے فرمایا نہیں سبق ضرور ہوگا صبح ۹ بجے سے ۱۱ بجے تک تکلیف کے ساتھ علوم کے سمندر بکھیرتے رہے پھر کمرے میں چلے گئے قدرے افاقہ ہوا تھوڑی سی دوائی کھائی ظہر کے بعد نماز سے فارغ ہو کر کمرے میں ہی پڑھاتے رہے اور فن مناظرہ پر لاجواب نوٹ لکھواتے رہے پھر عصر کی

☆ خطیب جامع مسجد ثانی اثنینؓ' بشیر کالونی' سرگودھا

نماز پڑھی اور آرام فرمایا احقر بار بار عرض کرتا رہا کہ ڈاکٹر کے پاس جائیں لیکن آپ بضد تھے کہ ڈاکٹر سے علاج نہیں کروانا اسی کشمکش میں رات آگئی رات تکلیف رہی صبح پھر اٹھ کر باوضو نماز پڑھی اور ذکر میں مشغول رہے پھر میں نے عرض کہ اب حضرت تکلیف زیادہ ہے فرمایا کہ رات تک دیکھتے ہیں پھر میں نے عرض کیا کہ حضرت جب رات دیکھنا ہے تو ڈاکٹر صدیق صاحب کو جو دل کے ماہر ہیں میں یہاں لے آتا ہوں فرمایا نہیں' تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ مجھے اوکاڑہ والی ویگن پر بٹھادو میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کو اکیلے کیسے بٹھادوں۔ میں نے اپنے بیٹے فاروق شاہ اور ایک طالب علم فاروق کو آپ کے ہمراہ روانہ کیا' رات ساڑھے سات بجے حضرت کو ان کے گاؤں چک ۵۵' ٹو' ایل اوکاڑہ پہنچادیا گیا گھر جاکر فاروق شاہ سے فرمایا کہ اب نہ جانا رات ہے صبح چلے جانا' صبح فاروق شاہ ناشتہ کرکے وہاں سے واپس سرگودھا آگئے تو رات کے گیارہ بجے فون آیا کہ حضرت انتقال فرماگئے ہیں صبح یکم نومبر ۴ شعبان کو بروز بدھ ہم سرگودھا سے احباب کی معیت میں اوکاڑہ پہنچے پونے چار بجے شام جنازہ ہوا اور مرد قلندر و مرد حق مغرب کے قریب دفن کردیا گیا۔ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں صدیقیت کے وصف سے نوازا تھا

جناب مولانا قاری محمد ضیاء الحق ☆

یہ اس زمانے کی بات ہے جب راقم السطور جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی میں تدریس پر مامور تھا' بالخصوص تجوید کے اسباق میرے ذمہ تھے' جامعہ کے سابق رئیس استاذ محترم حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہیدؒ نے سالانہ امتحان کے اختتام پر مجھے حکم دیا کہ دورہ حدیث کے طلبہ کا ایک گھنٹہ تجوید اور مشق کا بھی رکھا گیا ہے اس کی ذمہ داری تم قبول کرو اور ان حضرات کو کچھ دن مشق کراؤ۔ میں نے بسر وچشم اس کو قبول کیا اور تعمیل حکم میں ایک گھنٹہ تجوید کا شروع کرادیا' اس دوران جب میں اپنے سبق سے فارغ ہو کر نکلتا تو عموماً جو چہرہ سب سے پہلے میرے سامنے آتا وہ مناظر اہل سنت وکیل احناف حضرت مولانا علامہ محمد امین صفدر اوکاڑویؒ کا ہوتا تھا' میں حضرتؒ سے اس سے قبل سرسری طور پر واقف تھا اور ساتھیوں سے ان کے اوصاف وکمالات سنتا رہتا تھا لیکن بالمشافہ ملاقات اور تلمذ کا شرف حاصل نہ کر سکا تھا' بس میری اور حضرت علامہ اوکاڑویؒ کی ملاقات یہیں سے شروع ہوئی اور پھر روز بروز الحمد للہ اس میں اضافہ ہی ہوتا رہا وقتاً فوقتاً آپ کے علوم ومعارف اور علمی بصیرت سے فیضیاب ہونے کے مواقع بھی میسر آئے' یہ بھی معلوم ہوا کہ اس علم ودانش کے سمندر کو اللہ رب العالمین نے اتنی بھاری بھرکم علمی شخصیت ہونے کے باوجود مجسمہ تواضع وخاکساری کا نمونہ بنایا تھا' آپ اپنے اساتذہ واکابر کا صحیح نمونہ تھے' چونکہ حضرتؒ کے صاحبزادے برخوردار قاری محمد معاویہ سلمہ اللہ تعالیٰ ہمارے ادارے جامعہ اسلامیہ تعلیم القرآن میں بحیثیت مدرس (درجہ ناظرہ قرآن مجید) پچھلے کئی برس سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اس لیے حضرت والا جب بھی کراچی تشریف لاتے ہمارے جامعہ میں ضرور تشریف فرما ہوتے تھے اور پہلے سے فرمادیتے تھے کہ اس مرتبہ اتنے روز کا قیام ہوگا' فلاں فلاں پروگرام ہونگے' آپ کی مسجد الفلاح میں کس روز بیان ہوگا جمعہ اگر خالی ہوتا تو حضرت انتہائی شفقت کے ساتھ بلاتکلف جمعہ کے لیے خود تشریف لے آتے تھے۔ چنانچہ کئی مرتبہ حضرت کا بیان ہوا اور جامعہ کے طلبہ واساتذہ اور علاقے کے عوام کو استفادے کا سنہری موقع میسر آیا۔ اگرچہ حضرت

☆ جامعہ اسلامیہ تعلیم القرآن' جامع مسجد الفلاح۔ پی ای سی ایچ۔ کراچی

اوکاڑویؒ سے میرا تعلق صرف چند برس سے ہی قائم ہوا لیکن اس دوران تھوڑا بہت جو بھی موقع استفادے کا ملا الحمد للہ اس سے بہت ہی زیادہ نفع ہوا' کیونکہ رسمی طور پر سند یافتہ عالم ہو جانے کے بعد ہمارے اندر ایک بنیادی خامی یہ پیدا ہو جاتی ہے کہ اپنے آپ کو فارغ التحصیل عالم سمجھنے لگتے ہیں اور عملاً اس کا مطلب ہوتا ہے فارغ عن التحصیل یعنی اب ہمیں کچھ حاصل کرنے کی چنداں حاجت نہیں رہی' حالانکہ درحقیقت اب ہم میں اس بات کی کچھ اہلیت پیدا ہوئی ہے کہ مناظر اہل سنت علامہ اوکاڑویؒ جیسے محقق ومدقق کی علم وتحقیق سے لبریز گفتگو سن کر بات کو سمجھنے اور اس کی تہہ تک پہنچنے کا ذوق اور جستجو پیدا ہو۔ یہ بات میں نے اپنے مشفق مربی اور استاذ نامور محدث وناقد محقق العصر مولانا علامہ عبدالرشید نعمانیؒ میں پائی کہ حضرت کا انداز درس اتنا دلنشین اور تحقیق انیق سے اتنا مزین ہوتا کہ ایک مرتبہ اس کا ذائقہ چکھنے کے بعد چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا تھا' حضرت والا بار بار کتب متعلقہ کی مراجعت کروائے جاتے تھے۔ طالب علم سے کتاب اٹھواتے اور اس کتاب کی بائے بسم اللہ سے تائے تمت تک ہر نمایاں اور بنیادی خصوصیت کا بالتفصیل ذکر فرماتے مصنف کا پورا تعارف کرواتے اس موضوع کی دوسری کتابیں مطبوعہ وغیر مطبوعہ متقدمین ومتاخرین مصنفین کی بھی بتاتے تھے اور یہ بھی بتادیتے تھے کہ یہ کتاب اگرچہ مطبوعہ نہیں لیکن میں نے اس کا نسخہ فلاں زمانے میں فلاں کتب خانے میں دیکھا ہے یا فلاں فہرست کتب میں اس کا تذکرہ دیکھا ہے' غرض تمام معلومات بلاتکلف انتہائی فراخدلی کے ساتھ طالب علم کو مدلل طریقے پر فراہم کردیتے تھے' اور اس معاملے میں قطعاً بخل سے کام نہ لیتے تھے' حضرت اوکاڑویؒ بھی تقریباً انہی خصوصیات اور صفات سے مزین تھے کسی بھی مسئلے سے متعلق پوری پوری معلومات طالب علم کو فراہم کرنا' مراجعت کے لیے متعلقہ کتابوں کی نشاندہی کرنا' اور یہ بتانا کہ یہ مسئلہ یا یہ واقعہ احادیث کی کن کن کتابوں میں ہے' ان کے بائیں ہاتھ کا کام تھا اس معاملے میں الحمد للہ حافظہ وقوت ذاکرہ اتنا ساتھ دیتی تھی کہ سننے والے انگشت بدنداں رہ جاتے تھے' دراصل اللہ تعالیٰ نے آپ کو کمالات وھبیہ سے مزین فرمایا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مروجہ اصطلاحی اور متداول کتب جن میں کئی ایسی بھی ہیں جن کو آپ نے درسگاہ میں پڑھا مگر بسا اوقات ان کتابوں کے مسائل بلاتکلف اور برموقع ومحل ایسا بیان فرماتے کہ اچھے اچھے ذی علم بھی آپ کے فضل وکمال کا اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکتے۔ آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اکابر اہل اللہ خصوصاً حضرت لاہوریؒ کی جوتیوں کا صدقہ ہے اور درحقیقت یہ انہی کا فیض ہے۔

رب العزت نے ہر باطل کی سرکوبی ہر گمراہی کی بیخ کنی اور فتنہ کے سدباب کے لیے آپ کو پیدا فرمایا تھا دور حاضر میں جو دراصل فتن اور دعاۃ ضلال کا زمانہ ہے اور اس کا ایک عنوان غیر مقلدیت بھی ہے دوسری طرف مودودیت ہے' مرزائیت ہے' پرویزیت ہے' رفض وشیعیت ہے' پھر ان سے جنم لینے والے ان گنت فتنے اور گمراہیاں ہیں جن کی ہر محاذ پر تردید کرنا اور برموقع سرکوبی کرنا حضرتؒ کی زندگی کا مشن تھا' اور جس طرح آپ مدارس عربیہ کے فارغ التحصیل طلبہ کی ذہن سازی فرماتے اسی طرح کالج ویونیورسٹی کے طلبہ اور اساتذہ کی بھی ذہن سازی فرمایا کرتے تھے' دوران وعظ وتقریر اسی طرح دوران تدریس ومناظرہ حضرت شگفتگی اور شائستگی کے

ساتھ انتہائی پرسکون انداز میں علمی موتی نچھاور فرماتے رہتے تھے اس دوران بات بات پر مسکراہٹ اور معصومانہ ہنسی کا انداز ان کے جذب وکیف اور وجدانی کیفیت کی غمازی کرتا تھا' میں اپنی ناقص معلومات کے مطابق اتنا ضرور جانتا ہوں کہ میں نے کسی مشکل سے مشکل سوال واعتراض اور انتہائی پیچیدہ اشکالات کے سامنے بھی حضرت کو کبھی گھبراہٹ وپریشانی یا غصہ وجذبات سے مغلوبیت کی حالت میں نہیں دیکھا' درشتگی وکرختگی غالباً ان کی لغت سے خارج تھی ایسا پتہ چلتا تھا کہ یہ برہمی اور دشنام طرازی کی الف ب سے بھی واقف نہیں ہیں میں سمجھتا ہوں کہ دوسرے وہ حضرات بھی اس کی گواہی دینگے جنہوں نے ان کو قریب سے دیکھا یا انہیں کچھ وقت ان کے ساتھ گزارنے کا موقع ملا ہو۔

آپ نے ایک مقولہ سنا ہوگا کہ: خدا جب حسن دیتا ہے نزاکت آ ہی جاتی ہے'' اسی سے یہ بھی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ جب انسان علم وتحقیق کی ان بلندیوں کو چھولیتا ہے کہ جہاں ہر ایک کی رسائی ممکن نہ ہو تو اس میں خود اعتمادی کچھ ضرورت سے زیادہ پیدا ہوجاتی ہے جس کی بدولت اس میں تفردات پیدا ہونے شروع ہوجاتے ہیں۔ یہ تفرد و انفرادیت کسی عالم دین کے لیے انتہائی مہلک اور پرخطر ہے اس لیے کہ موجودہ دور میں اکثر فتنوں اور افتراق کی بنیاد یہی تفرد ہے' حضرت اوکاڑوی کو اللہ تعالیٰ نے باوجود علمی کمالات کے نہ صرف اس تفرد سے محفوظ رکھا بلکہ ان کے اندر اپنے اسلاف واکابر جیسی تواضع وانکساری بھی پیدا فرمائی چنانچہ ہر ایک کو وقت دینا اس کی بات پوری توجہ سے سننا اور حتی الامکان اس کی تسلی کرانا' عام طور پر سادہ کپڑے ولباس زیب تن کرنا' کوئی خاص ہیئت نہ اپنانا' اپنے تلامذہ اور چھوٹوں سے بے تکلف گفتگو کا انداز' ہر ایک سے اس طرح پیش آنا جیسے کہ سب سے زیادہ تعلق اسی سے ہے' عام طور پر سفر میں ریل گاڑی سے سفر کرنا عام ڈبے میں سفر کرنا' اپنی تعریف وتوصیف سے قلب کا متوحش ہونا امتیازی سلوک سے طبیعت پر گرانی ہونا' اور اس جیسی بعض دوسری خصوصیات اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ میں خصوصی طور پر صدیقیت کا وصف پیدا فرمایا تھا جو دراصل صدق نیت کی بھی نشاندہی کرتا ہے۔

یوں تو ہم سب اس بات کے عادی ہوگئے ہیں کہ دور حاضر میں جو بھی اکابر علماء وصالحین دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں ہم رسمی طور پر اپنی تقریروں وتحریروں میں ان کو خراج عقیدت پیش کر لیتے ہیں مگر ان کی سادہ زندگی بے غرضی وبے نفسی اخلاص وللّٰہیت سے کوئی سبق حاصل نہیں کرتے اور اپنے آپ کو اپنے اسلاف واکابر کا نمونہ بنانے کی کوشش نہیں کرتے' شہرت وناموری کے جذبات سے اپنے دل ودماغ کو فارغ نہیں کرتے' وقت سے پہلے بڑے بننے کا شوق ہمیں دامن گیر رہتا ہے' آج کل کے طلبہ علوم دینیہ واساتذہ وعلماء کے پاس اتنے وسائل ہیں کہ نئی کتابیں جو بیروت وحجاز اور ایران وغیرہ سے چھپ کر لاتعداد آرہی ہیں انہیں شوق سے خریدتے ہیں اور الماریوں اور بک شیلف کی زینت بناتے رہتے ہیں مطالعہ کرنے کا وقت ہمیں ملتا نہیں اپنی دلچسپیاں اور علائق ومصروفیات اتنی ہیں کہ انہی سے ہمیں فرصت نہیں جو کتاب ہاتھ میں لینے کا موقع ملے جب کہ ایک طالب علم اور خصوصاً عالم دین کے لیے مطالعہ لازمی ہے اس کے لیے اپنے آپ کو فارغ کرنا' اجتماع یعنی یکسوئی کو اختیار کرنا بالعموم اب یہ بات ہمارے ہاتھ سے نکلتی جارہی ہے۔ الا ماشاء اللہ' پھر مطالعے کی وسعت کے ساتھ یادداشت کا ساتھ دینا بھی ضروری ہے۔ یعنی جو کچھ مطالعہ کیا جائے اسے ہضم بھی کرلے اور موقع آنے پر اس سے صحیح کام بھی لے لے اور نفس مطالعہ کے علم سے جو زیغ وضلال اکثر پیدا ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے شر سے بھی محفوظ رکھے' اتنے وسیع مطالعہ کے باوجود اس میں اپنے اکابر واسلاف سے بداعتقادی نہ پیدا ہو' بلکہ اس تعمق اور دقت نظر کو بھی انہی اساتذہ اور بزرگوں کا فیض اور ان کی جوتیوں کا صدقہ سمجھے' روز بروز نئی تحقیقات کی روشنی میں فرق ضالہ اور دعاۃ ضلال کی تردید میں منہمک ہوکر کوئی نیا فرقہ نہ کھڑا کردے' ان تمام خطرات کا منڈلاتے رہنا اور ایسے تمام امراض کے جراثیم کا دل ودماغ میں موجود رہنا فی زمانہ کوئی انوکھی بات نہیں' لیکن حضرت اوکاڑوی پر قدرت کی جہاں اور گوناگوں مہربانیاں تھیں اس میں سے ایک یہ بھی تھی کہ اللہ رب العزت نے حضرت والا کو اس تشتت وافتراق سے کوسوں دور رکھا اور آخر دم تک آپ اپنے اکابر علمائے اہل سنت کے مسلک ومشرب پر قائم رہے۔ دور حاضر کے نوجوان علماء و مناظرین اس سے سبق سیکھیں اور اپنے اساتذہ وبزرگوں سے وابستگی کو کبھی ختم نہ ہونے دیں کہ اس کے علاوہ ہماری شناخت وتشخص کچھ بھی نہیں۔ بسا اوقات اکثر سوالات کے جوابات تفصیلی طور پر برجستہ تحریر فرمادیتے اور اس کی اشاعت ہوجاتی تھی جب کہ مضمون سے معلوم ہوتا تھا کہ آپ نے اس کے تحریر کرنے میں خاصا وقت اور قابلیت صرف کی ہوگی لیکن درحقیقت یہ قابلیت کی کارفرمائی نہ تھی بلکہ قبولیت نامہ اور اخلاص وتوجہ الی اللہ کا نتیجہ تھی یہ توفیق حق ہے جس کو ارزانی ہوجائے۔

داد او را قابلیت شرط نیست
بلکہ شرط قابلیت داد اوست

گزشتہ سال یعنی ۱۴۲۰ھ میں حضرت ہمارے جامعہ میں تشریف فرما ہوئے رات یہاں قیام فرمایا صبح سویرے کہیں اور کا پروگرام تھا میں نے عرض کیا کہ حضرت مدرسہ میں کنواں کھودا جارہا ہے تاکہ طلبہ کی ضروریات احسن طور پر پوری ہوں' لہٰذا مؤدبانہ التماس ہے کہ آپ اپنے دست مبارک سے اس کی ابتدا فرمائیں آپ نے بلاتکلف کدال لیکر کھودنا شروع کردیا اور میں سمجھتا ہوں کہ حضرت کی یہ کرامت تھی کہ الحمد للہ وافر مقدار میں میٹھا پانی نکل آیا اور اب تک ایسا ہی ہے' میں از راہ ظرافت عرض کیا کرتا کہ حضرت یہ پانی نہ صرف شیریں ہے اور عام پانیوں کی طرح میٹھا ہے بلکہ اس میں حنفیت اور تقلید کی چاشنی بھی پائی جاتی ہے۔

آخری ملاقات حضرتؒ سے ۱۴۲۱ھ میں شش ماہی امتحان کے موقع پر ہوئی' اس وقت بھی آپ نزلہ وبخار کی

تکلیف کے باوجود جامعہ میں تشریف لائے مسجد میں بعد نماز مغرب بیان بھی فرمایا بعد نماز عشاء درس بھی دیا اور والد بزرگوار حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ کی عیادت کے لیے مکان پر تشریف بھی لائے اور دعائے خیر فرمائی پھر اگلی صبح جامعہ احسن العلوم میں درس حدیث کی وجہ سے رات ہی کو تشریف لے گئے کہ صبح سویرے وہاں درس دینا تھا اور پھر مزید آگے کا پروگرام طے تھا' اسی سفر میں کراچی میں آپ نے ہومیو پیتھک علاج بھی شروع فرمایا جس سے غالباً معتد بہ فائدہ نہ ہوا' اکثر معالجین کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ جب تک آپ مکمل آرام نہ فرمائیں اس تکلیف سے آپ کو راحت نہیں مل سکے گی' لیکن واجبی طور پر نیند و آرام بھی حضرت کو بہت کم میسر آتا تھا چہ جائیکہ مکمل آرام کا موقع ملتا یہ تو جیسے ان کی فہرست میں داخل ہی نہیں تھا' مسلسل سفر' مطالعہ' تدریس تصنیف و تالیف اور ایک ایک دن میں تقریروں کے کئی کئی پروگرام یہ وہ عوامل واسباب تھے جو اچھے اچھے نوجوانوں کو بھی مضمحل کر کے رکھ دیتے ہیں جب کہ حضرتؒ پہلے ہی مریض تھے بلکہ انہی کے بقول کراچی چھوڑنے کا سبب یہی تھا کہ ان کی صحت یہاں بہت خراب رہنے لگی تھی لیکن مصروفیات اور معمولات میں کبھی تخلف نہیں دیکھا گیا۔ یہی ہمارے بزرگوں اور اکابر کی شان تھی کہ حوادث واعدار ان کے معمولات کو متاثر نہیں کرتے تھے بہر حال اس سلسلے میں حضرت موصوف علیہ الرحمۃ کا مذاق و مزاج یہ تھا کہ یہ عمر بہت تھوڑی سی ہے اس کو مکمل آرام و راحت کی نذر نہیں کرنا چاہیے بلکہ جتنا اپنے سے بن پڑے کوشش کرتے رہنا چاہیے' چنانچہ آخری ایام میں بھی وہی پانچ چھ گھنٹے طلباء کو پڑھانا' اسی رفتار سے مطالعہ کرنا اور "الخیر" وغیرہ رسائل کے لیے مضامین لکھنا' پھر طلبہ مدارس عربیہ کے علاوہ اساتذہ وعلماء سے ملاقاتیں کرنا' اور یونیورسٹی و کالج کے اساتذہ وطلبہ کو جو فرق باطلہ کے ڈسے ہوئے ہوتے دوائے راحت وسکون فراہم کرنا اور ان کے دلوں کو مسلک اہل حق پر مطمئن کر دینا یہ تمام ذمہ داریاں حضرت والا بیک وقت پوری فرماتے اسی طرح اپنے شب و روز دین حنیف کی حفاظت سنت مطہرہ کی آبیاری فقہ حنفی کا دفاع کرتے ہوئے ۳ شعبان المعظم ۱۴۲۱ھ کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ قاری محمد معاویہ سلمہ اللہ تعالیٰ نے عشاء کے بعد یہ روح فرسا خبر سنائی اور حیرت وافسوس کے جذبات سے دوچار کر دیا سب سے بڑھ کر یہ کہ کراچی میں ہوتے ہوئے فوری طور پر حضرت کے جنازہ و تدفین میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے کا کوئی بندوبست نہ ہو سکا۔ حق تعالیٰ جل ذکرہ حضرت ممدوحؒ کو جنت الفردوس کے اعلیٰ مراتب میں جگہ عطا فرمائے اور آپ کے مشن کو جاری رکھنے اور پایہ تکمیل تک پہنچانے کی جملہ تلامذہ و پسماندگان کو توفیق مزید نصیب فرمائے۔ آمین

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا
ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

میرے استاذ میرے محسن

جناب مولانا محمد اسماعیل محمدی ☆

جس شخص کا بھی تھوڑا بہت حضرت اوکاڑویؒ سے تعلق تھا وہ سمجھتا تھا کہ حضرتؒ کا سب سے زیادہ مجھ سے ہی تعلق اور پیار تھا واقعۃً معاملہ اس کے برعکس نہیں بلکہ عین مطابق ہے کہ حضرت اپنے احباب سے اس قدر شفقت فرماتے کہ ہر ایک یہی دعویٰ کرتا کہ استاد محترم مجھ سے زیادہ پیار اور محبت کرتے ہیں' میں نے بھی جب ۱۹۸۱ء میں سکول چھوڑا اور غیر مقلدین کے دھوکے میں آ کر جامعہ تعلیمات اسلامیہ فیصل آباد میں داخل ہوا تو ان دنوں حضرتؒ فیصل آباد میں تشریف لایا کرتے اور علماء کو غیر مقلدین کے خلاف تیاری کرواتے جن میں بعض علماء سنی' دیوبندی اور بعض مماتی تھے۔ ہم نے بھی طالب علموں سے سنا کہ مولوی امین صفدر آتے ہیں بڑے چالاک ہیں لیکن کبھی دیکھنے اور بیان سننے کی خواہش دل میں پیدا نہیں ہوئی۔

میں نے حضرت کا سب سے پہلا بیان لوسر شرفو واہ کینٹ میں سنا اس کے بعد نواں جنڈاں والہ ضلع بھکر میں حضرت کا جو درس فتنہ مماتیت کے خلاف تھا سنا' اس درس میں بعض اور طلبہ بھی میرے ساتھ تھے ہم مدرسہ اعزاز العلوم ڈھڈیانوالہ سے مولاناؒ کا درس سننے آئے تھے حضرتؒ بار بار درس میں فرما رہے تھے کہ مماتیو! احمد سعید چتروڑی کو لا دو وہ مجھے قرآن کی وہ آیت دکھائے جس کا معنی یہ ہو کہ یہ قبر نہیں ہے جس میں میت کو دفن کیا جاتا ہے۔ اس سے پہلے حضرت کا جو مناظرہ مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر چتروڑی سے ہوا تھا اس کے بارے میں بھی ہم نے سن رکھا تھا۔ بس مناظرے کی داستان ایک مماتی لڑکا جو ان کا شاگرد خاص تھا اور اب وہ غیر مقلد ہے اور چتروڑی کے ملاقاتی کا ہے نے اس طرح سنائی کہ جب علامہ صاحب مناظرہ کر کے کمرے میں جا بیٹھے تو علامہ صاحب کے ایک (جس کا نام عبدالوہاب تھا جس کو علامہ صاحب لمبے قد کی وجہ سے کابلی لکر کہتے تھے۔) نے علامہ صاحب سے کہا کہ علامہ صاحب عقیدہ جس طرح بھی ہے بہر حال مناظرہ اوکاڑویؒ ہی کر سکتا ہے۔ آپ کو مناظرہ کرنا نہیں آتا اس بات سے کافی آدمیوں میں علامہ صاحب کا چہرہ مزید بگڑ گیا۔ چتروڑی سے مناظرہ سے قبل ہم نے کئی مماتی

☆ خطیب مرکزی جامع مسجد کاموں کی ضلع گوجرانوالہ

مولویوں سے سنا کہ مولانا محمد امین صفدر بہت مطالعہ رکھتے ہیں' ان جیسا مناظر اور کوئی نہیں' لیکن جب مماتیوں کی کمر توڑی تو یہ لفظ بھی ہم نے سنے۔ یہ ماسٹر ہے اسے عربی نہیں آتی' عبارت نہیں آتی' نحو سے ناواقف ہے' صیغے نہیں آتے وغیرہ وغیرہ۔

ملتان کے قریب ایک مقام ہے مخدوم رشید وہاں ابوالخیر اسدی نے جب اعتدال سے اعتزال کی راہ اختیار کی اور علماء اہل سنت کی چند عبارتوں کو کج فہمی کی وجہ سے کفریہ کہا اور فتویٰ بازی شروع کی تو کراچی سے حضرتؒ تشریف لائے اور رات مخدوم رشید میں تقریر کی جس میں اسدی کی کتاب "نبوت کی عجمی تعبیر" سامنے رکھ کے فرمایا: اسدی نے لکھا ہے کہ میں اس کے بعد نبوت کی اسلامی تعبیر لکھوں گا حضرت نے فرمایا میرا چیلنج ہے اسدی نے جو نبوت کی اسلامی تعبیر لکھنے کا وعدہ کیا ہے قیامت تک نہیں لکھ سکتا دو آدمی اسدی کے پاس گئے ان سے پوچھا کہ آپ نبوت کی اسلامی تعبیر کیوں نہیں لکھتے۔ اس نے کہا میرے پاس ابھی پوری کتابیں نہیں ہیں پھر حضرتؒ کو جب خبر ملی اسدی صاحب کہتے ہیں کہ میرے پاس کتابیں نہیں ہیں جن سے میں نے کتاب موعود لکھنی ہے حضرت استاذ محترم نے جواباً فرمایا اس کا مطلب ہے اس کے کتب خانے میں ساری عجمی کتابیں ہیں۔ اسلامی کتاب ایک بھی نہیں ہے۔

دوسرے دن خیر المدارس ملتان کے سالانہ جلسے پر حضرت کا بیان تھا جس میں فرمایا کہ غیر مقلد جنازہ کی پہلی تکبیر کے بعد چھ چیزیں پڑھتے ہیں ثناء' تعوذ' بسملہ' فاتحہ' آمین اگلی سورت دوسری تکبیر کے بعد درود ابراہیمی پڑھتے ہیں تیسری تکبیر کے بعد دس پندرہ دعائیں پڑھتے ہیں اور جنازہ بلند آواز سے پڑھتے ہیں اس ترتیب سے غیر مقلد جنازہ پڑھنے کا طریقہ حدیث سے قیامت تک نہیں دکھا سکتے میں نے یہ سنا تو تعجب کی انتہا نہ رہی کہ یہ شخص کتنا محقق ہے۔ لہٰذا اسی ترتیب سے غیر مقلدین کو کئی مرتبہ ہم نے چیلنج کیا جواب میں سوائے گالیوں کے اور کچھ نہ سنا۔ اور حضرت اوکاڑویؒ کی عقیدت میں مزید اضافہ ہوا۔

میرے گاؤں حویلی بہادر شاہ ضلع جھنگ میں اسدی گروپ کے کچھ لوگ پیدا ہو گئے جو اکثر غیر مقلد اور مماتی تھے جنہوں نے حیات عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا اور چیلنج بازی کی ان کے لیے غیر مقلدین نے بھی جلسہ کروایا جس میں غیر مقلدین مولویوں نے حیات عیسیٰ علیہ السلام کا نام تک نہ لیا اس کے بعد اہل سنت و جماعت کی طرف سے حیاۃ عیسیٰ علیہ السلام کے عنوان سے کانفرنس کا انعقاد کیا گیا جس میں حضرت اوکاڑویؒ تشریف لائے اسدی کی کتاب کو کھول کر سامنے رکھ دیا اور جن کتابوں کا حوالہ اسدی نے اپنی کتاب میں دیا تھا وہ بھی ساتھ لائے اسدی کی کتاب کھول کے فرماتے یہ حوالہ جو اسدی نے دیا ہے وہ کتاب میرے ہاتھ میں ہے اس سے اسدی یا اس کا کوئی حواری حوالہ دکھائے تو لاکھ روپیہ انعام دوں گا حضرتؒ نے اسی طرح اسدی کی پوری کتاب کا ستیاناس کر دیا اس تقریر کے بعد قصبہ حویلی بہادر شاہ میں آگ ٹھنڈی ہو گئی۔ اسدی گروپ کے لوگ آپس میں انتشار کا شکار ہو گئے ان کا شیرازہ بکھر گیا۔ تبلیغ کمزور پڑ گئی ایک دن اسدی گروپ کا مرکزی لیڈر کہنے لگا کہ اگر امین اوکاڑوی نہ آتا تو میں ان غیر مقلدین کو کھا گیا تھا دیوبندیوں نے ہمارا کام خراب کر دیا ہے۔

اس کے بعد تحصیل شورکوٹ میں ایک بستی خاکی لکھی ہے جہاں میں جمعہ پڑھاتا تھا وہاں چند غیر مقلدین نے اپنے مسلک کا جھوٹا رعب جمانے کے لیے اپنے جلسہ میں چیلنج کیا میں نے اپنی مسجد کا سپیکر کھولا اور چیلنج قبول کر لیا میرا اعلان کرنا تھا کہ مسجد بھر گئی غیر مقلدین نے ہاتھ باندھ کے جان چھڑائی کچھ دنوں بعد پھر غیر مقلدین نے چیلنج کیا کہ ہمارے ساتھ رفع یدین اور حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مناظرہ کرو' میں نے پھر چیلنج قبول کر لیا اور عید الفطر کے دوسرے دن اوکاڑہ چلا گیا رات اوکاڑہ شہر کی ایک مسجد میں ٹھہرا صبح جب حضرتؒ کے گاؤں پہنچا تو حضرت لاہور جا چکے تھے' میں گاؤں کی مسجد میں ٹھہر گیا عصر کی نماز تک انتظار کیا اتنے میں حضرتؒ تشریف لائے مجھے بلایا ساری تھکاوٹ بھی حضرتؒ کو دیکھ کر اتر گئی۔ حضرتؒ نے پوچھا خیر سے آئے ہو میں نے سارا ماجرا سنایا حضرتؒ نے فرمایا کہ تم مناظرہ خود کرو' میں نے کہا آپ تیاری کرا دیں۔ حضرتؒ نے مجھے مغرب سے عشاء تک تیاری کروائی اور عشاء کے بعد کچھ کاغذات دیئے کہ رات ان کو دیکھ لینا۔ میں نے وہ کاغذات بھی دیکھے اور مغرب اور عشاء کے درمیان والی آپؒ کی باتیں چونکہ مجھے یاد تھیں میں مطمئن ہو گیا جب مناظرہ کی تاریخ آئی غیر مقلد بھاگ گئے کہ علاقہ میں فساد ہو جائے گا۔ کچھ علاقہ کے بااثر لوگوں کو ڈال کے مناظرہ ختم کر دیا حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ صاحب دامت برکاتہم موقعہ پر پہنچے مناظرہ ختم تھا حضرت مفتی صاحب واپس آ گئے۔ اس کے بعد میں نے ارادہ کیا کہ حضرت اوکاڑویؒ کے پاس جا کر اچھی طرح تیاری کرنی چاہیے۔ حضرتؒ نے جو حیات عیسیٰ علیہ السلام کانفرنس پر خطاب فرمایا تھا اب سنا ہے کہ اسدی گروپ کا بہت بڑا مبلغ اسدی گروپ کو چھوڑ کر تبلیغی جماعت میں وقت لگا کے آیا ہے۔

میرا حضرتؒ سے مستقل تلمذ

اس کے بعد میں نے مسجد والوں کو جواب دیا کہ خطیب کا انتظام کر لیں میں یہاں سے جانے والا ہوں مسجد والوں نے وجہ پوچھی میں نے بتایا کہ میں مناظرہ کی مکمل تیاری کے لیے حضرت مولانا محمد امین صفدر کے پاس جامعہ خیر المدارس ملتان جا رہا ہوں مسجد والوں نے کہا ملتان سے آ کر صرف جمعہ پڑھا دیا کریں اس پر میں نے کہا یہ مجھے منظور ہے بہر حال حضرتؒ کے ہاں پہنچا حضرتؒ سے شناسائی تو تھی' سلام دعا کے بعد پوچھا کہ کیسے آئے ہیں میں نے عرض کیا حضرتؒ آپ کے پاس پڑھنے کے لیے آیا ہوں۔ حضرت سن کر بہت خوش ہوئے اور مسکراتے ہوئے فرمایا کورس تو دو سال کا ہے آپ کتنا وقت لے کر آئے میں نے عرض کیا حضرت دو سال تو میں نہیں لگا سکتا فرمانے لگے جتنا جلدی کر سکو تمہاری مرضی ہے دو سال ضروری نہیں میں خوش ہو گیا صحاح ستہ کا سیٹ ساتھ لے گیا تھا حضرتؒ نے فن مناظرہ کی کتاب رشیدیہ شروع کی اور بخاری شریف کے خاص مقامات سمجھائے اور اس کے بعد طریقہ کار یہ فرمایا کہ بخاری شریف کا ایک صفحہ دیتے اور فرماتے اس کے راوی اسماء الرجال کی کتب سے تلاش کرو اور بتاؤ کہ راوی کے حالات کیسے ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا کہ ایک ہی نام کے بہت سارے راوی کتاب میں نظر آتے۔ پتہ نہ چل سکتا جو راوی ہمیں چاہیے وہ کون سا ہے پھر حضرتؒ نے ایک اصول بتایا کہ راوی کا امتیاز اس طرح کیا جاتا ہے' اس سے بہت آسانی ہو گئی۔ حضرت استاذ محترم جب دلائل شروع کر دیتے۔ ایسا لگتا تھا جیسے کوئی کمپیوٹر

چل رہا ہے۔حدیث شریف سے جب استدلال کرتے سننے والے علماء حیران ہو جاتے۔کہ یہ حدیث تو ہم نے کئی بار پڑھی ہے لیکن جو بات حضرتؒ نے اخذ کی ہے اس کی طرف ہمارا خیال تک نہیں گیا۔ہم لکھ لکھ کے تھک جاتے سن سن کے تھک جاتے لیکن حضرتؒ نے جس مسئلہ کو شروع کیا ہوتا جب تک پورا نہ فرما لیتے آرام نہ کرتے کبھی کوئی آدمی مسئلہ پوچھنے کے لیے آجاتا تو ہمیں حکم فرماتے تم سمجھاؤ میں سنتا ہوں ہم آپ کی موجودگی میں مسئلہ سمجھاتے حضرتؒ اصلاح فرماتے اور مسکرا کے فرمایا کرتے تھے مولوی اسماعیل محمدی ٹھوکریں کھا کر آیا ہے اس لیے محنت زیادہ کرتا ہے۔

ایک دن ایک شخص آیا اور بیٹھتے ہی سوال کیا کہ بخاری شریف اور طحاوی شریف میں کیا فرق ہے آپ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا اسماعیل محمدی بتائے گا میں نے عرض کیا امام بخاریؒ بخاری شریف میں پہلے اپنی بات لکھتے ہیں بعد میں حدیث لاتے ہیں لیکن امام طحاوی حنفیؒ طحاوی شریف میں پہلے حدیث لاتے ہیں بعد میں اپنی بات لکھتے ہیں۔بخاری اور طحاوی میں یہ فرق ہے۔میری زبان سے سن کر آپ بہت خوش ہوئے اور کئی ساتھیوں کو یہ واقعہ میرا نام لے کر سنایا' حضرتؒ کا یہ خاصہ تھا کہ جس ساتھی یا شاگرد سے بھی کوئی مسلک کی تائید میں محنت دیکھتے مطالعہ دیکھتے' سنتے' بہت خوش ہوتے اور حوصلہ افزائی فرماتے' تعریف کرتے' تعارف کرواتے' جب شاگرد کہتے استاذ محترم فلاں مسئلہ لکھوائیں استاذ محترم اپنی خصوصی کاپیاں عنایت فرماتے کہ ان کو دیکھ کر نوٹ کرلو آپ نے مسئلہ بتانے اور حوالہ بتانے میں کبھی نہ دیر کی' نہ بخل کیا' بڑی فراخدلی سے مسکرا بھی رہے ہیں گپ بھی ہو رہی ہے اور مسائل بھی حل ہو رہے ہیں۔

جب میں استاذ محترم کے ہاں خیر المدارس ملتان گیا ایک ماہ میں ہی اچھی تیاری ہوگئی حضرت استاذؒ نے آپس میں تربیتی مناظرے کروائے۔میں تقریباً چھ ماہ رہا بعض گھریلو مجبوریوں کی بناء پر اجازت لیکر واپس آ گیا۔یہ باتیں ۱۹۹۴ء کی ہیں۔اس کے بعد میں گوجرانوالہ آ گیا اتفاقاً آپ بھی مکی مسجد گوجرانوالہ تشریف لائے۔ملاقات ہوئی آپ کی تقریر سنی اس دن موضوع تھا ہم اہل سنت و جماعت حنفی دیوبندی کیوں ہیں۔دوسرے دن صبح حضرت کی سوال و جواب کی نشست مرکزی جامع مسجد شیرانوالہ میں تھی ہم صبح ہی پہنچے ابھی حضرت تشریف نہ لائے تھے ایک مولوی صاحب نے میرا بازو پکڑ کر فرمایا تقریر کرو میں نے مختصر تقریر کی اس کے بعد گوجرانوالہ کے علاقہ میں میرا علماء حضرات سے تعارف ہوا۔ ایک دفعہ ہم خیر المدارس ملتان پہنچے استاذ محترم سبق پڑھا رہے تھے جب مجھے دیکھا فرمایا کچھ پڑھاؤ مجھے جو آتا تھا میں نے پڑھایا حضرتؒ بہت خوش ہوئے دعا دی اور استاذ محترم ایک دفعہ میرے ہاں تشریف لائے ایک بات جو حدیث سے متعلق تھی پوچھنے کا ارادہ کرتا رہا لیکن نہ پوچھ سکا جب جانے لگے رکشہ میں جگہ نہ تھی میں پھنس کر استاذ محترم کے قدموں میں بیٹھ گیا۔کتاب ہاتھ میں ہے وہی بات پوچھی کتاب کی طرف دیکھے بغیر حضرت نے دو لفظوں میں بات سمجھائی میں حیران رہ گیا کہ وہ بات مجھے چھ ماہ سے سمجھ نہ آ رہی تھی استاذ محترم نے ایک منٹ میں سمجھادی۔

استاذ محترم کا ذوق مطالعہ

میں تقریباً چھ ماہ حضرت اوکاڑویؒ کے ہاں رہا ہوں میں نے حضرتؒ کو کبھی اس حالت میں نہیں دیکھا کہ جاگ رہے ہوں اور ہاتھ میں کتاب اور قلم نہ ہو۔ایک لمحہ بھی ضائع نہ فرماتے جو کتاب بھی نئی چھپتی جب تک مطالعہ نہ کر لیتے چین سے نہ بیٹھتے تھے جب تک جوابی نوٹ نہ لگا لیتے سکون نہ آتا حضرتؒ بہت سریع المطالعہ تھے اور جو کچھ پڑھتے وہ انہیں یاد ہوتا تھا پوچھنے پر فوراً بتا دیتے فلاں کتاب' فلاں جلد اکثر صفحہ بھی بتا دیتے تھے جب مطالعہ کے لیے بیٹھے ہوتے۔آگے دائیں بائیں کتب کا انبار ہوتا دیکھنے والا سمجھتا کہ نہ جانے یہ کونسی دھن ہے جس نے اس مرد قلندر کو دنیا سے بے پرواہ کر کے کتب بینی میں لگایا ہوا ہے۔

خواب میں زیارت نبویؐ

استاذ محترم اپنے اوائل کا واقعہ سنایا کرتے تھے فرماتے۔ابتداء ہی سے مطالعہ کا بڑا شوق تھا۔پیر طریقت حضرت مولانا بشیر احمد پسروری رحمہ اللہ سے کتابوں کی گٹھڑی لے آتا مطالعہ کر کے واپس کر آتا پھر جاتا اور لے آتا ایک دفعہ روح المعانی اور درمنثور کی اشد ضرورت پیش آئی لیکن کتاب نہ ملی کافی تلاش کے بعد بھی یہ تفسیریں مہیا نہ ہو سکیں استاذ محترم فرماتے ہیں میں اس غم میں رونے لگا اہلیہ نے وجہ پوچھی نہ بتایا والدہ صاحبہ نے رونے کی وجہ پوچھی انہیں بھی نہ بتایا۔باہر کھیتوں میں چلا گیا وہاں ایک کھیت کے کنارے روتے روتے نیند آ گئی نیند میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا پریشان نہ ہو روح المعانی بھی ملے گی اور درمنثور بھی ملے گی آقا علیہ السلام نے پیار بھی فرمایا اس کے بعد آنکھ کھل گئی بڑا خوش خوش گھر آیا آتے ہی ایک اخبار میں لاہور کے کسی مکتبہ کی طرف سے شائع شدہ اشتہار دیکھتا ہوں کہ روح المعانی چھپ چکی ہے جو خریدنا چاہے بیس روپے قسط سے خرید سکتا ہے۔پچاس روپے سکول سے تنخواہ تھی بیس روپے قسط ادا کرتا ایک جلد لاہور سے لے آتا سامنے رکھ کے پڑھتا بھی اور جھومتا بھی اس خوشی سے کہ یہ کتاب مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت سے ملی ہے۔

میری دانست میں آپ نے بخاری شریف کا مطالعہ بالاستیعاب ۳۳ دفعہ کیا ہے۔اور ابن ماجہ کا ۵۰ دفعہ مصنف عبد الرزاق کا ۵ مرتبہ مطالعہ فرمایا ہے اس کے علاوہ دوسری کتب کا میرے علم میں نہیں ہے۔جب سفر پر جاتے تو ہاتھ میں ایک کپڑے کا تھیلہ ہوتا اس میں بجائے کپڑوں کے جوڑے کے کتابیں ہوتی تھیں جہاں بھی ٹھہرتے مطالعہ فرماتے۔روزانہ تلاوت قرآن پاک آپ کا معمول تھا تلاوت کے بعد پھر اتنے حصے کی تفسیر بھی دیکھتے اور ضروری نوٹ لگاتے۔بڑی کاپیوں کے علاوہ حضرتؒ کے پاس ایک پاکٹ سائز کاپی ہوتی جس میں ضروری حوالہ جات درج ہوتے ہمہ وقت وہ جیب میں رہتی جس کتاب کا مطالعہ فرماتے اپنا حاصل مطالعہ کتاب کے اندرونی صفحہ پر لکھتے چلے جاتے حضرتؒ جس کتاب کو اٹھاتے اس وقت چھوڑتے جب ختم ہو جاتی۔ایک دن میں نے کچھ نوٹ حوالے اور صفحات عینک کے کور پر لکھے ہوئے دیکھے میں نے پوچھا استاذ جی یہاں حوالے کیوں لگائے فرمانے لگے کاغذ نہیں تھا میں نے یہاں لگا دیے تاکہ بعد میں کاغذ پر اتار لوں گا مطالعہ کی پیاس یہاں نہیں بجھتی تھی

دوسرے شہروں میں اپنے احباب کے کتب خانوں سے کتابیں حاصل کر کے پڑھتے تھے۔ فرماتے بنوری ٹاؤن کراچی کا کتب خانہ بہت اچھا ہے۔ اس میں ہر کتاب مل جاتی ہے۔

آہ! تری کس کس ادا کو یاد کروں

حضرت استاذ محترم عیسائیت کے خلاف انجیل کے حوالہ جات سنانا شروع کرتے تو ایسے لگتا جیسے حافظ انجیل ہوں۔ جب اسماء الرجال پر گفتگو فرماتے تو ایسا محسوس ہوتا جیسے اسماء الرجال کی کتب حضرتؒ نے خود لکھی ہیں۔ میں شرح صدر کے ساتھ کہتا ہوں کہ میرے حضرت اوکاڑویؒ جیسا ذی مطالعہ ذہین حاضر جواب مناظر کسی فرقے کے پاس بھی نہ تھا نہ ہے اور عیسائیت' مرزائیت' غیر مقلدیت' مماتیت' بریلویت کے خلاف اتنا بڑا مناظر دور تک نظر نہیں آتا۔ جب تقریر فرماتے تین چار گھنٹے معمولی بات تھی ہنسا بھی رہے ہیں مسائل بھی حل فرما رہے ہیں جب علماء کو پڑھانے بیٹھتے سات سات گھنٹے پڑھاتے رہتے خود بھی نہ تھکتے اور سامعین کو بھی نہ تھکنے دیتے۔ فرمایا کرتے تھے میں نے ڈیڑھ سو سے زائد مرزائیوں کو مسلمان کیا ہے۔ آپ کا علمی اثاثہ اور ترکہ بہت سے علماء کے پاس کاپیوں کی شکل میں موجود ہے میرے پاس بھی ایک کاپی موجود ہے اب ایک دوست نے بتایا کہ حضرتؒ جو سارا سال جامعہ خیر المدارس میں مفتیوں کو پڑھاتے تھے وہ میرے پاس مکمل موجود ہے بڑا دل خوش ہوا اور باقی جو دورہ حدیث کے طلبہ کو پندرہ دنوں کے بعد ایک دن سبق پڑھاتے وہ طلبہ کے ہاں بھی نوٹ ہے اور کیسٹوں میں بھی موجود ہے۔ حضرتؒ کا علمی ذخیرہ جو چھپ چکا ہے اس میں سرفہرست تین جلدوں میں "مجموعہ رسائل" ہے جس میں مختلف رسالے ہیں اور تین جلدوں میں "تجلیات صفدر" ہے جو ہر صاحب ذوق عالم کی لائبریری کی زینت بنی ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی عام مجلس میں جو باتیں ہوتیں وہ بھی اتنی کام کی ہوتیں نوٹ کیے بغیر چارہ نہ ہوتا لاہور کے ایک دوست نے آپ کی مجالس کی باتوں کو جمع فرما کے ایک کتاب چھاپ دی ہے جس کا نام بھی مجالس ہے۔ کتب کے علاوہ آپ کا علمی ذخیرہ کیسٹوں کی شکل میں اندرون و بیرون ملک کافی وافی تعداد میں موجود ہے۔

غیر مقلدین کے وساوس سے بچنے کا لطیفہ

گزشتہ سال یعنی ۲۰۰۰ء رمضان میں دورہ تفسیر کا آغاز کیا تو آپ میرے پاس تشریف لائے فرمانے لگے وقت نہیں ہے ورنہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں محمدی صاحب کا سبق سنتا۔ آپ نے بیس منٹ طلبہ کرام کو درس دیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ فرمایا: قرآن جب شروع کیا جاتا ہے تو شیطان سے پناہ مانگی جاتی ہے اور قرآن پاک کے آخر میں خناس سے پناہ مانگی جاتی ہے خناس اسے کہتے ہیں جو وسوسہ ڈالے پھر فرمایا خناس انسانوں سے بھی ہوتے ہیں اور جنوں سے بھی۔ انسانوں سے وسوسہ ڈالنے والے غیر مقلد ہیں کبھی کہتے ہیں نماز نہیں ہوتی کبھی کہتے ہیں جنازہ نہیں ہوا کبھی عید نہیں ہوئی کبھی تراویح نہیں ہوئی جب غیر مقلد کو دیکھو وسوسہ ڈال رہا ہے قرآن پاک کی آخری دو سورتیں پڑھ کر ان کی طرف پھونک دیا کرو۔ محفوظ رہو گے۔ میں نے جاتے ہوئے پوچھا حضرت مناظرے کا کیا فائدہ فرمانے لگے انسان خود بھی شکوک شبہات سے بچ جاتا ہے اور اپنے احباب کو بھی بچا لیتا ہے۔

استاذ محترم کے ساتھ آخری ملاقات

۱۹۹۹ء کو جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم کے سالانہ جلسہ میں حضرت مولانا قاری خبیب احمد عمر صاحب نے مجھے بھی دعوت دی استاذ محترم تو ہر سال تشریف لاتے تھے میں پہنچا آپ سے ملا میں نے عرض کیا کہ ابھی تک میں نے حضرت قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم کی زیارت نہیں کی استاذ محترم نے میرا بازو پکڑا اور حضرت قاضی صاحب کے پاس لے گئے میرا تعارف کروایا کافی دیر حضرت قاضی صاحب کے پاس بیٹھے رہے گزشتہ سال ۷ اکتوبر ۲۰۰۰ء جامعہ حنفیہ جہلم کے سالانہ جلسہ پر ظہر کی نماز کے بعد میرا بیان رکھا گیا جب میں نے بیان ختم کیا تو پتہ چلا استاذ تشریف لا چکے ہیں۔ ملاقات ہوئی کافی دیر بیٹھے رہے میں مسائل پوچھنے لگا اور نوٹ کرتا رہا اس کے بعد اجازت چاہی گھر آ گیا یہ میری آپ سے آخری ملاقات تھی۔

موت کی خبر

۳۱ اکتوبر منگل ۲۰۰۰ء ۳ شعبان ۱۴۲۱ تقریبا رات کے دس بجے تھے کہ لاہور سے مولانا جمیل الرحمٰن اختر کا فون آیا۔ انہوں نے فرمایا استاذ جی کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا نے فرمایا کل تین بجے اوکاڑہ میں استاذ جی کے آبائی گاؤں ۵۵ ٹو ایل میں جنازہ ہو گا۔ یہ خبر سن کر جو میرے اوپر گزری وہ بیان سے باہر ہے میرے لیے کیا یہ خبر تمام اہل حق کے لیے بجلی سے کم نہ تھی پورے ملک میں غم کی لہر دوڑ گئی دوسرا فون گجرات سے مولانا عبدالحق خان بشیر صاحب نے کیا پھر مولانا محمد ایوب صفدر صاحب نے پھر مولانا عبیداللہ عامر صاحب نے۔۔۔۔ پھر فون آتے رہے میں سنتا رہا' بیٹھے بیٹھے رات گزر گئی۔ صبح جنازہ پر پہنچا۔ جنازہ کیا تھا علماء کا ایک سمندر تھا سارے ایک دوسرے سے مل کر رو رہے تھے مولانا علی شیر حیدری روتے روتے گر گئے مولانا محمد طیب حنفی نے فرمایا امام ابوحنیفہؒ کی وفات بھی شعبان میں ہوئی تھی اور ابوحنیفہؒ کے روحانی فرزند بھی شعبان میں دنیا فانی چھوڑ کے جا رہے ہیں۔ مولانا علی شیر حیدری یہ فرما کر رو دیئے کہ مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ اب اگر کسی مسئلہ میں مجھے مشکل درپیش آئی تو کدھر جاؤں گا' مولانا!! زرولی خان نے فرمایا کہ: مولانا اوکاڑویؒ نے مناظرہ میں آج تک کسی مناظر کی ذات پر حملہ نہیں کیا اس کے عقیدے اور غلط مسلکے پر حملہ کیا اور کمر توڑ کے رکھ دی اور ایسی کمر توڑی کہ پھر وہ ساری زندگی اٹھ نہیں سکا!

اس کے بعد پیر طریقت رہبر شریعت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین مدظلہ کے صاحبزادے حضرت مولانا قاضی ظہور حسین اظہر نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اس کے بعد ۵۵ ٹو ایل کے قبرستان میں حضرت اوکاڑویؒ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ اللہ ان کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آمین بحرمت النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

باتوں میں ان کے گلوں کی خوشبو

جناب مفتی سید عبدالقدوس ترمذی ☆

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ کی عظیم شخصیت کسی بھی تعارف کی محتاج نہیں ہے عوام سے لیکر علماء کرام کے طبقہ تک ہر ایک فرد ان کی دینی، علمی خدمات کے پیش نظر ان سے متعارف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت سی صفات وخصوصیات سے متصف فرمایا تھا، مرحوم جہاں ایک زبردست مناظر اور فاضل تھے وہیں ایک کامیاب مدرس اور بہترین مبلغ ومقرر بھی تھے، پھر ساتھ ہی تواضع، عاجزی، اخلاص، للہیت، تقویٰ جیسے اوصاف نے ان کی شخصیت کو عبقری بنا دیا تھا۔ سرعت مطالعہ اور جودۃ فکر ونظر اور حافظہ وذہن ثابت کے مالک تھے پھر طرہ یہ کہ ہر باطل فرقہ کے نظریات سے نہ پورے طور پر واقف تھے بلکہ بڑی قوت اور دلائل سے ان کے بلیغ رد میں انہیں مہارت تامہ حاصل تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے مسلک حقہ اہل سنت و جماعت کی ترجمانی کا جتنا کام لیا ہے اور بطور خاص فقہ حنفی کی انہوں نے تقریر وتحریر اور مناظروں کے ذریعہ جو خدمت کی ہے وہ ان کی زندگی کا ایک سنہری باب ہے۔ احقاق حق اور ابطال باطل میں جس قدر علم کی گہرائی اور پختگی نیز اعتدال اور توازن کی ضرورت ہے عام طور پر مناظرانہ طبائع میں اس کا فقدان ہے مگر مولانا میں یہ اوصاف پورے طور پر موجود تھے ان کی تحریرات اور تقاریر ومناظرے پورے طور پر اسی رنگ کی آئینہ دار ہیں۔ جن سے طلبہ علماء اور عوام الناس ہمیشہ فائدہ اٹھاتے رہیں گے جو ان کیلئے صدقہ جاریہ اور باقیات صالحات ہے مسلک اہل سنت و جماعت کے علماء کرام، مشائخ فقہاء عظام اور اکابرین کو ان پر مکمل اعتماد تھا مسلک کی ترجمانی اور ابطال باطل کے سلسلہ میں مناظرہ کیلئے مولانا کا نام حرف آخر اور سند کا درجہ رکھتا تھا پھر یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ان پر خاص فضل تھا کہ وہ اتنی جامعیت اور شہرت ومقبولیت کے باوجود اکابر سے نہ صرف گہری عقیدت رکھتے تھے بلکہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ کو اپنی سعادت سمجھتے تھے وہ ہمیشہ نہایت ادب واحترام اور عقیدت کے ساتھ اپنے بزرگوں اور اکابر سے ملتے تھے۔

احقر نے ۱۹۸۱ء میں پہلی مرتبہ جامعہ خیر المدارس ملتان کے سالانہ جلسہ پر بعد ظہر ان کا بیان سنا تھا جس میں انہوں نے اپنے مخصوص طرز بیان سے فقہ حنفی کی اہمیت اور غیر مقلدیت کا رد فرمایا تھا انداز بیان اتنا سادہ اور عام فہم تھا کہ عام شرکاء جلسہ کو بھی بخوبی سمجھ آ رہا تھا، مولانا میں یہ ملکہ تو قدرت نے رکھا ہی تھا کہ وہ مشکل سے مشکل مضمون کو عام فہم انداز میں ہر ایک کو سمجھا دیتے تھے اس کے بعد بار بار ان کے بیانات سننے اور ان کی مجلس میں بیٹھنے کا موقع ملتا رہا۔ میرے والد ماجد فقیہ العصر یادگار اسلاف حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی نور اللہ مرقدہ سے انہیں بہت تعلق تھا۔ حضرتؒ بھی ان سے بڑی محبت فرماتے تھے۔ کئی مرتبہ دعوت اور بلا دعوت کے ساہی وال تشریف لائے۔ یہاں جامع مسجد حقانیہ اور جامعہ حقانیہ میں ان کے بڑے تفصیلی بیانات ہوتے تھے۔ جو عوام وخواص کے لیے بے حد مفید ثابت ہوئے اور لوگوں کو ان سے بڑا نفع ہوا۔ احقر کو خوب یاد ہے کہ مولانا اوکاڑویؒ جب پہلی مرتبہ ساہیوال تشریف لائے تو ہم ان کی سادگی کو دیکھ کر بہت ہی حیران ہوئے ان کے ظاہری لباس، انداز سے بالکل معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ یہ اتنے بڑے محقق، مناظر اور اپنے فن کے امام ہیں۔ اس دن یہ عجیب لطیفہ ہوا کہ مولانا اوکاڑویؒ حضرت والد صاحبؒ سے مل کر بیٹھے تو کچھ دیر بعد حضرت کے بارہ میں پوچھنے لگے کہ حضرت مفتی صاحب کہاں ملیں گے اس وقت حضرت اپنے کمرہ سے باہر تشریف لے جا چکے تھے اور اب تک ایک دوسرے سے باوجود غائبانہ تعلق وتعارف کے ملاقات نہیں ہوئی تھی جب ہم نے بتایا کہ آپ تو حضرت کو مل چکے ہیں تو اس پر انہیں بڑا تعجب ہوا، فرمانے لگے کہ یہ بزرگ جو باہر تشریف لے گئے ہیں یہی حضرت مفتی عبدالشکور صاحب ترمذیؒ ہیں۔ ہم نے اثبات میں جواب دیا اتنے میں حضرت بھی پہنچ گئے مولانا دوبارہ ملے اور معذرت فرمائی کہ مجھے علم نہ تھا میرے خیال میں تو یہ تھا کہ ان سے ملاقات اتنی آسانی سے نہیں ہوگی ظاہر ہے کہ اتنے بڑے عالم اور بزرگ ہیں وہ تو ضرور کسی محفوظ مقام پر ہوں گے اور مخصوص وقت میں ملتے ہونگے یہ اندازہ بالکل نہ تھا کہ اس طرح بلا کسی تردد کے ملاقات ہو جائے گی دونوں حضرات کی یہ پہلی ملاقات اور بالمشافہ پہلی گفتگو اور مجلس تھی جس سے شرکاء خوب مستفید ہوئے۔

حضرت اوکاڑویؒ ایک مرتبہ ساہی وال تشریف لائے اور حضرت والد صاحب قدس سرہ سے فرمایا کہ میں نے حیات النبی ﷺ کے موضوع پر منکرین حیات کے عمائدین سے مناظرے کیے ہیں اور مناظروں میں ان کو شکست فاش بھی دی ہے پھر اس موضوع سے متعلق کافی کتب وتحریرات کا بغور مطالعہ بھی کیا ہے لیکن مجھے اب تک منقح طور پر یہ واضح نہیں ہوا کہ ہمارے اور فریق مخالف کے مابین محل نزاع کیا ہے اس پر حضرتؒ نے ان کے سامنے ایک تقریر فرمائی جس سے محل نزاع کی قدرے تعیین ہوئی مگر مولانا اوکاڑویؒ فرماتے تھے کہ مجھے پورے طور پر اطمینان نہیں ہوا اور میں واپس چلا آیا پھر کچھ عرصہ بعد جامعہ حقانیہ ساہیوال میں پہونچا تو میں نے دیکھا کہ حضرتؒ دروازہ میں کھڑے ہیں مجھے دیکھتے ہی فرمانے لگے کہ میں تمہیں یاد کر رہا تھا اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھیج دیا، ہنس کے فرمایا کہ تم لوگ کرامتوں کے قائل نہیں ہو کیا یہ کرامت نہیں کہ تم اس وقت پہنچ گئے پھر فرمانے لگے کہ میں تمہیں اس لیے یاد کر رہا تھا کہ آپ نے جو سوال کیا تھا اس کا تفصیلی جواب مل گیا ہے میرا دل چاہ رہا تھا کہ کسی طرح وہ آپ تک پہنچا دوں پھر حضرت نے مجھے وہ مفصل تحریر پڑھ کر سنائی جو اس موضوع سے متعلق حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

☆ مہتمم جامعہ حقانیہ ساہیوال ضلع سرگودھا

نے تحریر فرمائی تھی اس میں واضح طور پر محل نزاع اور موضوع کی تعیین موجود تھی یہ تحریر حضرتؒ نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر سے حاصل فرمائی تھی اسے پڑھ کر پہلی مرتبہ واضح اور منقح طور پر موضوع اور محل نزاع کا علم ہوا جس پر بڑی خوشی ہوئی حضرت اوکاڑویؒ فرماتے تھے کہ اس کے بعد میں نے بہت سے حضرات کو یہ بات بتائی پھر جب والد صاحبؒ کی کتاب ''حیاۃ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام'' میں یہ تحریر مکمل طور پر طبع ہوئی تو مولانا مرحوم اس سلسلہ میں علماء کرام کو اکثر اس کتاب کا حوالہ دیتے تھے یہ تحریر پہلی مرتبہ اس کتاب میں طبع ہوئی اس سے قبل صرف قلمی صورت میں محفوظ تھی اس موضوع پر گفتگو اور مناظرہ کے لیے بلاشبہ یہ تحریر اتنی جامع مانع ہے کہ مزید کسی تحریر کی حاجت نہیں رہتی۔ فللّٰہ درہ۔ تقسیم ہند سے قبل غالباً ۱۹۴۵ء میں احناف اور غیر مقلدین کے مابین ہابڑی ضلع کرنال میں ایک مناظرہ ہوا یہ مناظرہ دو دن تک جاری رہا اس میں اہل سنت و جماعت احناف کی طرف سے مناظر حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ اور غیر مقلدین کی طرف سے غرباء اہل حدیث کے امیر مولانا عبدالستار دہلوی تھے دوسرے دن کا مناظرہ احقر کے جد امجد حضرت مفتی عبدالکریم گمتھلویؒ نے کیا۔ فریق مخالف کو شکست فاش ہوئی اور بڑی ذلت کا سامنا ہوا اس کے باوجود انہوں نے اپنی فتح کے اشتہار اور پمفلٹ شائع کر دیئے اس پر سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ:

چہ دلاور ست دزدے کہ بکف چراغ دارد

اس مناظرہ ہابڑی کے سلسلہ میں غیر مقلدین حضرات نے ایک رسالہ ''شمشیر محمدیہ بر عقائد حنفیہ'' کے نام سے شائع کیا جس میں حنفیوں پر اعتراضات تھے مولانا اوکاڑویؒ فرماتے تھے کہ جب میں غیر مقلد تھا۔ اس زمانہ میں یہ رسالہ ہر وقت میرے پاس رہتا تھا میں اسے پڑھ کر حنفیوں پر اعتراض کیا کرتا تھا اس کے بعد انہوں نے ایک مرتبہ تفصیل سے اپنے حنفی ہونے کا واقعہ بھی ذکر فرمایا جو نہایت دلچسپ اور عبرت انگیز ہے۔ اور ''تجلیات صفدر'' میں تفصیلاً طبع ہو چکا ہے جو غیر مقلدین حضرات کے لیے بطور خاص درس عبرت ہے۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ ایک مرتبہ حضرت اوکاڑویؒ جامعہ حقانیہ تشریف لائے تو حضرت والد صاحبؒ سے ابوالخیر اسدی صاحب کی کتاب ''حقیقت محمدیہ'' پر گفتگو فرمائی اور یہ سوال کیا کہ کیا اس مسئلہ کو متشابہات میں سے قرار دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ حضرتؒ نے فرمایا کہ انہوں نے مغالطہ دے رکھا ہے ''حقیقت محمدیہ'' کی حقیقت کو وہ نہیں سمجھے۔ پھر اس کی وضاحت فرمائی حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ نے اس پر جو کلام فرمایا ہے وہ بھی دکھا کر فرمایا کہ جب اس کی صحیح تفسیر و تشریح موجود ہے تو اسے متشابہات میں سے کیسے قرار دیا جا سکتا ہے مولانا اوکاڑویؒ بہت مطمئن اور خوش ہوئے۔

کافی عرصہ کی بات ہے کہ گرمی کا موسم اور عین دوپہر کا وقت تھا کہ حضرت مولانا ساہیوال تشریف لے آئے ظہر کے بعد احقر سے فرمایا کہ حضرت مفتی محمد شفیعؒ کی تفسیر احکام القرآن عربی نکالو اس میں عذاب قبر سے متعلق ایک عبارت کو میں نے حضرت سے حل کرانا ہے احقر نے کتاب دے دی مولانا نے کتاب سے متعلق مقام نکال کر مطالعہ

فرمایا کچھ دیر کے بعد فرمانے لگے کہ مسئلہ تو حل ہوگیا بات سمجھ میں آ گئی اب پوچھنے کی ضرورت نہیں احقر کو تعجب ہوا فرمانے لگے کہ بھائی مجھے کافی دنوں سے ایک مقام پر شبہ تھا حل نہیں ہو رہا تھا مگر یہ عجیب بات ہے کہ یہاں پہونچ کر کتاب دیکھتے ہی بغیر استفسار مقام حل ہوگیا۔ حضرت مفتی صاحب کو جب یہ بات مولانا نے بتائی تو ہنس کر فرمانے لگے کہ ''مقام اور جگہ'' کا بھی اثر ہوتا ہے اور واقعۃً حضرت کا یہ ارشاد ایک حقیقت تھا کیونکہ ہم نے بار بار دیکھا کہ کتاب سے کوئی مقام حل نہیں ہو رہا پوچھنے کے لیے حضرتؒ کے کمرہ میں پہونچے استفسار سے قبل ہی بات سمجھ میں آ جاتی تھی ونعم ما قال العارف۔

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل وقال

احکام القرآن کی جس عبارت پر اشکال تھا غالباً۔ وہ یہ تھی۔ الثامنۃ فی ان عذاب القبر یکون علی الروح والبدن جمیعاً ام علی الروح فقط او علی البدن فقط الخ۔ (ص۹۹ ج۱۴۳)

پوری عبارت پڑھ کر یہ تاثر ملتا ہے کہ روح مع الجسد پر عذاب کا قول قطعی نہیں ہے حالانکہ اہل سنت میں سے جمہور اسی کے قائل ہیں حضرت والد صاحبؒ نے ایک مرتبہ احقر کے استفسار پر یہی فرمایا تھا کہ جمہور کے قول کا اعتبار ہوگا نہ کہ بعض حضرات کے شذوذ کا تو اگر اہل سنت میں سے کسی نے فقط روح کی تعذیب کا قول کیا بھی ہے تو اسے اہل سنت کا مسلک قرار نہیں دیا جا سکتا اس قاعدہ کو سامنے رکھ کر کسی عبارت کی وجہ سے اشکال نہیں ہو سکتا۔ واللہ اعلم۔ علم غیب کے عقیدہ پر ایک دفعہ حضرت مفتی صاحبؒ سے آپ نے بات فرمائی اور سوال کیا کہ حضرت اس سلسلہ میں کوئی جامع مانع تعریف ہو تو وہ ارشاد فرمادیں حضرت مفتی صاحبؒ نے اس سلسلہ میں ''بوادر النوادر'' سے حضرت تھانوی قدس سرہ کی عبارت دکھلائی جس کو پڑھ کر مولانا فرمانے لگے کہ واقعۃً جامع مانع عبارت ہے اس سے جامع عبارت ممکن نہیں اس موقع پر مولانا کی بشاشت و خوشی دیدنی تھی انہوں نے بار بار اس پر انتہائی مسرت کا اظہار فرمایا۔ وہ اپنے اکابر سے بہت ہی محبت فرماتے تھے ہمارے ہاں قریب ہی ایک جگہ ہے غیر مقلدین حضرات نے وہاں بہت شور مچا رکھا تھا بعض حضرات نے مولانا کو دعوت دی آپ تشریف لائے اور حسب معمول نہایت مفصل اور عام فہم تقریر فرمائی بعد ازاں ساہیوال حضرت والد صاحبؒ سے ملنے کی خواہش ظاہر فرمائی میزبان نے کہا کہ ہمارا ان سے مسلک میں اختلاف ہے یہ لوگ دراصل مماتی تھے حضرت اوکاڑویؒ نے فرمایا کہ مجھے اگر پہلے پتہ ہوتا کہ آپ لوگوں کا حضرت سے اختلاف ہے تو میں تمہیں تاریخ ہی نہ دیتا چنانچہ پھر کبھی ان کے اسٹیج پر تشریف ہی نہ لے گئے۔

احقر اشرف العلوم ہرنولی کے جلسہ میں ''ہدایۃ الحیران'' جدید (جس میں ''ہدایۃ الحیران'' کے جواب ''اقامۃ البرہان'' مولفہ: مولانا سجاد بخاری کا اجمالی جائزہ ''توضیح البیان'' کے نام سے شائع ہے) مولانا کو پیش کی فرمانے لگے کہ اسناد کی بحث میں پڑنے سے یہی تجربہ ہوا سند چاہے کتنی عالی ہو فنی اعتبار سے اس پر اعتراض کا

ہ نہ کچھ موقع باقی رہتا ہے۔اس لیے اسناد کی بحث میں اس وقت پڑنا بالکل فضول ہے جب کسی مسئلہ میں تواتر یا اجماع ہو۔احقر یہ قاعدہ بارہا حضرت علامہ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کے حوالہ سے حضرت والد ماجد قدس سرہ سے سن چکا تھا مولانا سے سن کر اس لیے خوشی ہوئی کہ وہ فن مناظرہ کے آدمی تھے اور اس موضوع سے منسلک حضرات عام طور پر اعتدال کا دامن چھوڑ دیتے ہیں۔بحمد اللہ حضرت موصوف میں یہ بات نہیں تھی۔

گزشتہ سال خیر المدارس ملتان کی شوریٰ کے اجلاس، میں حضرت والد صاحب قدس سرہ تشریف لے گئے تو رات کو وہاں علماء کرام اور طلبہ سے خطاب بھی فرمایا اس خطاب میں دیگر علماء کرام کے علاوہ حضرت مولانا بھی شریک تھے۔صبح مہمان خانہ میں حضرتؒ سے ملنے تشریف لائے کافی دیر تک محو گفتگو رہے دوران کلام حضرت والد ماجدؒ نے فرمایا کہ ہم تو بے کار آدمی ہیں کوئی کام نہ کر سکے آپ حضرات کو دیکھ کر خوشی ہوتی ہے کہ خوب کام میں لگے ہوئے ہیں یہ بات سن کر مولانا نے حسب عادت ہنستے ہوئے فرمایا کہ حضرت آپ کام کے ہیں یا نہیں یہ بات آپ ان حضرات سے پوچھئے جن کے خلاف تقریری وتحریری کام آپ نے کیا ہے۔ان سے پتہ چلے گا کہ آپ کتنے باکار ہیں سب حضرات یہ بات سن کر بہت محظوظ ہوئے اور مجلس کشت زعفران بن گئی۔افسوس کہ حضرت مولانا مرحوم سے یہی ملاقات آخری بن گئی اس کے بعد ملاقات نہ ہو سکی۔وفات سے قبل سرگودھا پڑھانے تشریف لائے ساہیوال آنے کا ارادہ بھی ظاہر فرمایا تھا مگر اس کا موقع آنے سے پہلے ہی داعی اجل کو لبیک کہہ گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت مولانا موصوف کا خلا معمولی نہیں کہ وہ آسانی سے پر ہو سکے۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمادیں اور پسماندگان کو صبر واجر سے نوازیں اور امت کو ان کے فیوض وبرکات سے بہرہ ور ہونے کی سعادت عطا فرمائیں آمین۔

یہ بھی قدرت کے عجائب میں سے ہے کہ حضرت موصوف پر یہ تحریر حضرت والد ماجد قدس سرہ کی جانب سے لکھی جانی تھی مگر افسوس کہ حضرت کی حیات میں یہ مقدر نہ تھا ان کی وفات کے بعد احقر نے انہی کی طرف سے ترجمانی کی کوشش کی ہے حق تعالیٰ قبول فرمائیں اور ان حضرات کے رفع درجات کا اس کو سبب بنا دیں۔آمین۔

اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

مولانا قاری جمیل الرحمٰن اختر ☆

یوں تو کائنات میں ہزاروں اہل علم آئے اور آکر چل دیئے یہ سلسلہ حضرت آدمؑ سے تا قیامت جاری رہے گا لیکن کچھ آکر اس جہانِ فانی سے رخصت تو ہو گئے مگر اپنی یادوں کے انمٹ نقوش ایسے چھوڑ گئے کہ واقعی وہ انمٹ ہیں۔انہی مقدس ہستیوں میں حضرت مناظر اسلام مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ تھے جو نہ صرف بلند پایہ مصنف عظیم المرتبت عالم دین ہر دلعزیز مبلغ ماہر اور استاذ تھے بلکہ عمل کے میدان میں وقت کے اولیاء عظام میں ان کا شمار ہوتا تھا حضرت مولانا اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق زمانہ طالب علمی سے تھا اور یہ تعلق اس وقت زیادہ مضبوط ہو گیا جب ۱۹۸۷ء میں راقم نے حضرتؒ کو لاہور میں درس کا سلسلہ شروع کرنے کے لیے عرض کیا حضرتؒ نے بڑے فراخ دلانہ انداز سے میری عرض کو شرف قبولیت عطا کیا پھر تو ایسا ہو گیا جیسے جامع مسجد امن لاہور حضرت کا دوسرا گھر ہے حضرت اوکاڑوی کی پیدائش ۴ اپریل ۱۹۳۴ء کو بیکانیر ضلع گنگا نگر میں ہوئی۔حضرت اوکاڑویؒ نے کئی مرتبہ فرمایا کہ میری اور میرے دوسرے بھائیوں کی پیدائش اور زندگی ایک بزرگ جن کا نام حضرت سید شمس الحق صاحبؒ تھا دیوبند کے فاضل تھے کی دعا کا نتیجہ ہے فرماتے تھے کہ میرے والد صاحبؒ جن کا نام ولی محمد اور دادا کا نام پیر محمد تھا۔میرے والد فرماتے تھے کہ ہمارے ہاں اولاد ہوتی تھی لیکن چند دن یا چند ماہ زندہ رہ کر فوت ہو جاتی تھی حضرت سید شمس الحقؒ ایک روز تشریف لائے تو والدؒ صاحب نے ان سے عرض کیا کہ میری اولاد زندہ نہیں رہتی تین لڑکے اور ایک لڑکی فوت ہو گئی ہے۔حضرت سید شمس الحق صاحبؒ نے والد صاحب سے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں تم اللہ کے فضل وکرم سے سات بیٹوں کا منہ دھوؤ گے ہاں یہ نیت بھی رکھو کہ مجھے اللہ تعالیٰ بیٹا عطا فرمائے تو میں عالم بناؤں گا۔اس کے بعد میں پیدا ہوا اور میرا نام انہیں بزرگوں نے محمد امین رکھا۔میرے بعد چھ بھائی اور پیدا ہوئے والد صاحبؒ نے واقعی سات بیٹوں کا منہ دھویا۔پھر حضرت سید صاحبؒ صادق آباد تشریف لے گئے کچھ عرصہ کے بعد بیمار ہو گئے سید صاحبؒ کے بھائی سید نور الحق شاہ صاحب لاہور ٹکسالی دروازہ میں ایک مسجد میں خطیب تھے اور

☆ جامعہ حنفیہ قادریہ باغبان پورہ لاہور

بہترین طبیب بھی تھے حضرت سید صاحبؒ علاج کے لیے تشریف لائے تو میرے والد صاحبؒ کو پتہ چلا تو حضرت کو ملنے کے لیے والد صاحب مجھے ساتھ لے کر لاہور تشریف لائے حضرتؒ کی زیارت ہوئی اس وقت میری عمر ۱۲ یا ۱۳ سال تھی مجھے دیکھ کر سید صاحب نے فرمایا کہ یہ محمد امین ہے؟ والد صاحب نے کہا جی یہ محمد امین ہے۔ آپ دعا فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو عالم دین بنائے حضرت شاہ صاحبؒ چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے میں نے جھک کر سلام عرض کیا حضرتؒ نے بڑے پیار سے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ ولی محمد گھبراؤ نہیں یہ لڑکا مولوی اور مناظر بنے گا۔ راقم رقمطراز ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت کو صرف مولوی اور مناظر ہی نہیں بلکہ استاذ العلماء استاذ المناظرین بنا دیا آج حضرت اوکاڑویؒ کی محنت اور کوشش سے مولانا محمد اسماعیل محمدی اور برادر مکرم مولانا شاہد معاویہ اور مولانا شاہد مسعود جیسے مناظرین کی ایک جماعت نظر آتی ہے۔

حضرت کی تعلیم

حضرت اوکاڑویؒ نے ایک بار میرے سوال پر فرمایا کہ جس گاؤں میں ہم رہتے تھے وہاں غیر مقلدین کی ایک مسجد تھی جس میں حافظ محمد رمضان صاحب ہمیں پڑھاتے تھے سپارہ کا سبق تو میں چند منٹوں میں یاد کر لیتا تھا باقی وقت ہمارے استاد ہمیں تقلید کے خلاف، نماز میں رفع یدین، امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے اور نماز میں ٹانگیں خوب چوڑی کرنے کی تعلیم دیتے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ میں غیر مقلد ہو گیا۔ چونکہ اللہ نے مجھے دوسرے لڑکوں سے بہت زیادہ حافظہ کی قوت اور سمجھ بھی خوب عطا فرمائی تھی تو میں یہ مسائل دوسرے لڑکوں کو یاد کراتا میری یہ ڈیوٹی تھی۔ پھر کتابوں کی تعلیم کے لیے ایک غیر مقلد عالم مولانا عبدالجبار صاحب محدث کنڈیلوی کے پاس رہا وہاں میرے ذمہ جہاں دوسرے طلباء کی نگرانی کرنا تھی وہاں یہ بھی تھا کہ میں دو تین لڑکوں کو ساتھ لے کر حنفیوں کی مسجد میں جا کر نماز پڑھوں تا کہ حنفیوں کو عملی طور پر اپنا طریقہ دکھلاؤں۔ حنفیوں کی مسجد میں جا کر کسی نمازی کے قریب بیٹھ کر ہم آپس میں باتیں کرتے کہ او ہو۔۔۔۔ اس نے نماز بھی ضائع پڑھی وقت بھی ضائع کیا اس کو ثواب بھی نہ ملا کیونکہ اس نے خلاف سنت نماز پڑھی رفیع یدین نہیں کیا اس نماز کا کیا فائدہ جس میں امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھی جس نماز میں ایک مقتدی نے دوسرے مقتدی کے پاؤں کے ساتھ پاؤں نہیں ملائے حتیٰ کے نماز با جماعت میں ہم جس نمازی کے ساتھ کھڑے ہوتے اس کے ٹخنے کے ساتھ زور سے ٹخنہ مارتے وہ نماز کے بعد اگر ہم سے ناراضگی کا اظہار کرتا تو دوسرے روز ہم اس کے انتظار میں بیٹھے رہتے اگرچہ ہماری تین رکعتیں نکل جاتیں اس کی ہمیں کوئی پرواہ نہ ہوتی تھی ہم نے اپنے استاد سے سنا ہوا تھا کہ جس سنت پر عمل کرنے سے حنفی چڑتے ہیں اس پر عمل کرنے والے کو سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے۔

آمین کے متعلق غیر مقلدین کا عمل

مولانا اوکاڑویؒ نے ایک بار ارشاد فرمایا کہ جب میں غیر مقلدوں کے مدرسہ میں پڑھتا تھا تو اکثر حنفیوں کی مسجد میں جا کر نماز پڑھنے کا حکم ہوتا اور یہ بھی کہ آمین خوب زور سے کہنا کیونکہ جتنے حنفیوں کے کان تک آمین کی

آواز پہنچے گی اتنا زیادہ ثواب ملے گا کیونکہ آمین سے یہودی چڑتے ہیں۔ مولانا اوکاڑویؒ فرماتے تھے کہ ہم اس وقت حنفیوں کو یہودی سمجھتے تھے۔ فرمایا کہ ایک بار میں (۱۹۸۸ء) سیالکوٹ گیا تو ایک نوجوان میرے پاس آیا اور کہا کہ مولانا میں ایک دکان پر کام کرتا ہوں دکان کا مالک کہتا ہے کہ تو اگر کسی حنفی مسلک کی مسجد میں جا کر بلند آواز سے آمین کہہ آیا کرے تو تجھے پچاس روپے زیادہ تنخواہ ملے گی۔ اس نوجوان نے کہا کہ میں نے دکان کے مالک سے کہا کہ آپ اگر مجھے داڑھی والی سنت کے متعلق کہتے تو مجھے تیری اس بات میں خلوص نظر آتا لیکن اب ایسا نہیں اس آمین کے کہنے پر تو مجھے پتہ چلا کہ تو جس راستے پر چل رہا ہے وہ سبیل رسول نہیں سبیل یہود ہے۔ مولانا اوکاڑویؒ نے فرمایا ہمیں اساتذہ کی طرف سے کھلی اجازت ہوتی کہ اگر کوئی ہمارے طریقہ کے برعکس کوئی حوالہ حدیث کا پیش کرتا تو ہم فوراً کہہ دیں کہ یہ ضعیف ہے۔

غیر مقلدیت سے توبہ

انہیں ایام میں تحریک ختم نبوت (۱۹۵۳ء) چل پڑی مولانا فرماتے تھے کہ علماء اہلسنت حضور انور ﷺ کی عزت وناموس کی خاطر مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کے لیے سرگرم ہو گئے لیکن ہم نے اپنا کام حنفیوں کی مخالفت کرنا جاری رکھا شاید اللہ کو میری ہدایت منظور ہو چکی تھی کہ ہمارے اوکاڑہ کے حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب سیوہاروی تحریک ختم نبوت میں گرفتار ہو کر ساہیوال جیل چلے گئے وہاں حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب (جو بعد میں تعلیم القرآن راولپنڈی میں شیخ الحدیث رہے) اور مولانا عبدالحنان صاحب نور اللہ مرقدہ تاجک والے (حضرو) بھی تھے مولانا ضیاء الدین صاحب نے ان حضرات کو اس بات پر راضی کر لیا کہ رہائی کے بعد دونوں حضرات اوکاڑہ میں تدریس فرمائیں گے یہ دونوں حضرات حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد تھے۔ دونوں حضرات جب رہا ہو کر تشریف لائے تو احناف نے اوکاڑہ میں علم وعرفان کی بارش کے بہت سے اشتہار شائع کیے اور ان حضرات کا شاندار استقبال کیا مولانا اوکاڑویؒ فرماتے تھے کہ اس وقت میرے غیر مقلد استاذ مولانا عبدالجبار محدث کھنڈیلوی تھے آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ سنا ہے کہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد آئے ہیں ان سے مناظرہ کرنا ہے۔ میں نے کہا کہ حضرت وہ کیا مناظرہ کریں گے خود امام ابو حنیفہؒ بھی قبر سے اٹھ کر آ جائیں تو ہمارا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ ہمارے پاس حدیث ہے ان کے پاس قیاس۔ استاد صاحب اس پر بہت خوش ہوئے دعائیں دیں اور ایک اشتہار جس کا عنوان تھا دنیا بھر کے حنفیوں کو گیارہ ہزار روپے انعام کا کھلا چیلنج فرمایا کہ یہ اشتہار لے جاؤ فتح یقیناً تمہاری ہے۔ میں اشتہار لے کر عید گاہ مدرسہ میں چلا گیا میں نے دیکھا کہ زیادہ ہجوم مولانا عبدالحنانؒ فاضل دیوبند کے گرد ہے اور مولانا عبدالقدیر صاحب کے پاس کم لوگ ہیں۔ میں نے اپنے مشن کے لیے مولانا عبدالحنان صاحب کے پاس بیٹھنا مناسب سمجھا اور حضرت کی باتوں پر سر ہلانا شروع کر دیا حضرت نے دو تین مرتبہ میری طرف دیکھا اور خاموش رہے۔ چوتھی مرتبہ پوچھا کیا کام کرتے ہو میں بھی موقع کی تلاش میں تھا میں نے فوراً اشتہار نکال کر مولانا کے سامنے کر دیا اور کہا کہ حضرت اہل حدیث حضرات نے ہمیں بہت تنگ کیا ہوا ہے وہ فی

حدیث ایک ہزار روپے انعام بھی دیتے ہیں لیکن ہمارے علماء کے پاس کوئی حدیث نہیں ہے۔آپ میری راہنمائی فرمائیں حضرت نے مجھے مولانا عبدالقدیر صاحب فاضل دیوبند کے پاس بھیج دیا اور ساتھ ہی انکو آواز دی کہ مولانا لڑکا ذہین ہے آپ اس کو سمجھائیں۔حضرت نے مجھے قریب بلایا اور اشتہار لے کر پڑھنے لگے۔مولانا پڑھتے پڑھتے کبھی تھوڑا سا زیر لب مسکرا دیتے اور کبھی پیشانی پر ناراضگی کے شکن پڑ جاتے حضرت نے فرمایا کہ نیت درست کرلو کیونکہ اگر کوئی شخص اس نیت سے مسئلہ پوچھتا ہے کہ مسئلہ پوچھ کر سمجھ کر عمل کرنا ہے تو مسئلہ پوچھنے کا اجر الگ ملتا ہے اور عمل کرنے کا الگ اور اگر کسی کی نیت مسئلہ پوچھنے میں شرارت یا فتنہ کی ہو تو مسئلہ پوچھنے کا گناہ الگ ہوگا اور شرارت کا الگ۔فرمایا میں تو اسی نیت سے مسئلہ سمجھاؤں گا کہ خالص اللہ کی رضا مقصود ہو اور بس۔میں نے کہا کہ میں بھی اللہ ہی کی رضا کے لیے سمجھنا چاہتا ہوں۔

غیر مقلدین کے دھوکے

حضرت مولانا عبدالقدیر صاحبؒ نے فرمایا کہ اس اشتہار میں بہت سے دھوکے ہیں مگر مولویوں کے دھوکے مولوی ہی سمجھ سکتا ہے ہر شخص کے بس کی بات نہیں۔فرمایا اگرچہ اشتہار والے نے اپنے آپ کو اہل حدیث لکھا ہے مگر دراصل یہ منکر حدیث ہے کیونکہ مشہور حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے البینة علی المدعی دلیل مدعی کے ذمہ ہوتی ہے اور دنیا کی ہر عدالت ہمیشہ مدعی سے دلیل اور گواہ مانگتی ہے۔ان گیارہ کے گیارہ مسائل میں مدعی غیر مقلد ہیں دلیل ان کے ذمہ ہے۔مگر انہوں نے اپنی کمزوری پر پردہ ڈالنے کے لیے الٹے ہم سے سوال کر ڈالے ہیں پھر چند مثالیں دیں (جو قارئین انہیں دیکھنا چاہیں وہ حضرتؒ کے مجموعہ رسائل ۳ جلدیں اور تجلیات صفدر کا مطالعہ کریں) پھر فرمایا کہ دیکھو قرآن مجید کی سب سے پہلی سورت فاتحہ ہے۔اسی کا نام ام القرآن ہے اور اسی پر زیادہ جھگڑے ہیں کوئی فاتحہ علی الطعام پر لڑتا ہے اور کوئی فاتحہ خلف الامام پر۔جبکہ سورت فاتحہ میں بنیادی طور پر دو ہی مسئلے ہیں مسئلہ توحید اور مسئلہ تقلید فاتحہ علی الطعام والوں کو توحید اچھی نہیں لگتی فاتحہ خلف الامام والوں کو تقلید اچھی نہیں لگتی۔

مولانا اوکاڑویؒ فرماتے تھے کہ حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب نے میری برین واشنگ کی اور فرمایا کہ تم ہی بتاؤ کہ اگر تمہارا مناظرہ فاتحہ علی الطعام والوں سے ہو جائے وہ آپ سے سوال کریں گے کہ ایصال ثواب کی نیت سے کھانے پر فاتحہ پڑھنے کی حدیث لاؤ یا ان کو بھی سوال کا حق دیں گے کہ ساری دنیا کے غیر مقلدین مل کر صرف ایک حدیث صحیح صریح مرفوع، غیر مجروح ایسی پیش کریں کہ حضور ﷺ نے خاص ایصال ثواب کی نیت سے کھانا سامنے رکھ کر اس پر فاتحہ پڑھنے سے منع فرمایا ہو خاص منع کا لفظ دکھانے پر ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔فرمایا جاؤ ایسی حدیث لے آؤ۔میں نے کہا جو کھانے پر فاتحہ پڑھتے ہیں وہ دلیل بھی لائیں ہم سے منع کی دلیل کیوں مانگتے ہیں۔تو مولانا عبدالقدیر صاحب نے فرمایا کہ پھر امام کے پیچھے فاتحہ تم پڑھتے ہو یا ہم؟ میں نے کہا کہ ہم۔فرمایا کہ پھر ہم سے منع کی حدیث کیوں مانگتے ہو۔پھر حضرت نے دلیل خاص پر خوب بیان فرمایا۔

حنفیوں کی طرف سے

پچاس ہزار کا چیلنج مولانا اوکاڑویؒ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے کہا کہ حضرت آپ بھی کوئی سوال ایسا بنا سکتے ہیں کہ اس میں صرف حدیث کا مطالبہ ہو اور ساتھ انعام کا وعدہ ہو اور ہمارے استاد اس طرح کی حدیث پیش نہ کر سکیں بلکہ اس سوال کو دھوکا کہنے پر مجبور ہو جائیں' مولانا عبدالقدیرؒ نے فرمایا کہ دھوکا بھی کوئی اچھی چیز ہے کہ ہم بھی شروع کر دیں۔میں نے کہا کہ آپ مجھے سمجھانے کے واسطے ضرور کوئی سوال لکھ دیں تو حضرت نے اسی اشتہار کی دوسری جانب سوال لکھا کہ آپ اپنی ہی شرط کے موافق ایک ہی حدیث صحیح صریح مرفوع غیر مجروح ایسی پیش فرمائیں جس سے ثابت ہو کہ دلیل شرعی صرف حدیث صحیح صریح مرفوع غیر مجروح میں ہی منحصر ہے تو میں آپ کو پچاس ہزار روپے انعام دوں گا۔اور مولانا نے اس پر دستخط فرما دیئے' ان کے دستخط فرمانے سے میں سوچنے لگا کہ ہمارے استاد صاحب تو ہمیں روز تاکید کرتے ہیں کہ چیلنج پچاس ہزار روپے سے کم نہیں دینا مگر دستخط پانچ پیسے پر بھی نہیں کرنے اب جب میں واپس مدرسہ آیا تو استاد جی گیٹ پر کھڑے میرا انتظار کر رہے تھے۔کہنے لگے کہ کوئی ہمارے اشتہار کو ہاتھ لگاتا ہے؟ میں نے کہا کہ حضرت آج تو بڑی بری طرح ہاتھ لگا ہے۔اور انہوں نے بھی ایک حدیث کا مطالبہ کیا ہے۔اگر آپ لکھ دیں تو وہ پچاس ہزار روپے انعام دیں گے۔انہوں نے دستخط بھی کر دیئے ہیں۔آپ حدیث لکھ دیں میں انعام لے کر آؤں۔دسمبر کا سردی کا مہینہ تھا استاد جی نے سوال کی ایک سطر پڑھتے ہوئے تین مرتبہ پورے زور سے پسینہ صاف کیا۔استاد کی پیشانی پر پسینہ دیکھ کر سوال کی شدت کا اندازہ مجھے بھی ہو رہا تھا ادھر میری ہدایت کا وقت آن پہنچا تھا کہ سوال کا جملہ پڑھتے ہی ان کے زبان سے یہی جملہ نکلا کہ بیٹا یہ شرطیں تو دھوکے کے لیے لگائی جاتی ہیں میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی میں نے کہا کہ حضرت دھوکہ اور وہ بھی دین میں قرآن حدیث کے نام پر میں نے کہا کہ استاد جی یہ تو مجھے آج مولانا نے سمجھایا کہ تمہارا ایمان نبی پر نہیں تمہارا ایمان محض استاد کی شرطوں پر ہے۔

حضرت مولانا اوکاڑویؒ نے یہ بھی فرمایا کہ ہمارے استاد جی کی تپائی پر دو کاپیاں رکھی ہوئی تھیں جن پر لکھا تھا تقریر بخاری شریف از حضرت علامہ مولانا انور شاہ کشمیریؒ صدر مدرس دارالعلوم دیوبند اور دوسری پر لکھا تھا تقریر ترمذی شریف از حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ صدر مدرس دارالعلوم دیوبند ایک بار میں نے پوچھا کہ استاد جی آپ نے ان مشرکوں کی کاپیاں اپنے پاس کیوں رکھی ہیں تو استاد جی نے فرمایا کہ بیٹا ان کے ساتھ ہمارا چند مسائل میں اختلاف ہے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو علم سے خوب نوازا ہے ان کی کاپیاں پڑھے بغیر ہم نہ بخاری پڑھا سکتے ہیں نہ ترمذی۔وہ بات میرے ذہن میں ابھر آئی۔میں نے کہا کہ استاد جی آپ دھوکہ ان سے کرتے ہیں جن کی کاپیاں دیکھے بغیر نہ آپ بخاری پڑھا سکتے ہیں نہ ترمذی۔استاد جی نے کہا کہ دفع ہو جاؤ اب وہاں نہ جانا لیکن میری تو ہدایت کا ستارا چمک اٹھا تھا میں تو دو ایک مرتبہ پھر گیا۔مجھے پڑھنے کے لیے حضرت مولانا عبدالقدیر نے اعلاء السنن دی جب میں اس کتاب کو پڑھتا تھا تو مجھے اپنے آپ پر افسوس ہوتا تھا کہ ہم یوں ہی احناف کو قیاس پر عمل کرنے

والا ہونے کا طعنہ دیتے تو اس طرح میں غیر مقلدیت سے تائب ہو کر پکا سچی حنفی بن گیا۔

اللہ والوں کی نظر اور بیعت کی ترغیب

مولانا اوکاڑویؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ہمارے علاقہ میں حضرت مولانا مفتی بشیر احمد پسروریؒ خلیفہ مجاز امام الاولیاء شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہ تشریف لائے بیان بھی فرمایا اور بعد میں لوگ مصافحہ کر رہے تھے میری پہلے سے کوئی واقفیت نہیں تھی سب مصافحہ کر کے جا رہے تھے میں نے مصافحہ کیا تو میرا بازو پکڑ کر پاس بٹھا لیا اور فرمایا کہ تم کسی اللہ والے کی بیعت کر لو میں نے کہا کہ بیعت ضروری تو نہیں چونکہ میں غیر مقلدیت سے ادھر آیا تھا ابھی وہ ذہن کا فتور باقی تھا حضرت مفتی صاحب نے دلائل و براہین سے مجھے قائل کر لیا کہ بیعت حضرت لاہوریؒ کی کرنی ہے۔ میں نے بھی ہاں کر لی لیکن بات آئی گئی ہو گئی۔ ایک دن میں نے ہفت روزہ خدام الدین لاہور میں حضرت کا بیان پڑھا کہ ظاہری آنکھیں تو اللہ نے گھوڑوں کو بھی دی ہیں اللہ جن کو باطن کی آنکھیں دیتا ہے تو وہ حرام وحلال کو دیکھ لیتے ہیں۔ اتنے میں ایک ماسٹر صاحب جس کا نام رشید احمد تھا وہ کمرہ میں داخل ہوئے ان کے ہاتھ میں پانچ کا نوٹ تھا اور کہتے آرہے تھے کہ کسی نے حرام کا نوٹ لینا ہے یہ حرام ہے حرام۔ میں نے کہا مجھے دے دو وہ مجھ سے پوچھنے لگے تم نے کیا کرنا ہے میں نے حضرت کے بیان کی وہ عبارت ان کو سنائی اور کہا کہ لاہور چلتے ہیں اور پتہ لیتے ہیں کہ خود حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو حلال وحرام کی کتنی تمیز ہے اس پر چار پانچ ٹیچر اور تیار ہو گئے ہم سب نے ایک ایک روپیہ اپنے پاس سے ملایا ایک روپیہ کے سیب اپنے روپے کے۔ ایک روپے کے سیب حرام کے روپے کے۔ ایک روپے کے کنوں اپنے روپے سے۔ ایک اپنے روپے کے حرام کے روپے سے۔ ایک ایک روپے کے امرود وغیرہ لے لیے اور ہر ایک نے ایک ایک پھل کی کوئی نشانی اپنے ذہن میں رکھ لی۔ لاہور حضرت لاہوریؒ کی خدمت میں پہنچے۔ ساہیوال والوں کو آواز پڑی تو ہم بھی آگے بڑھے پھل حضرتؒ کے آگے کر دیے حضرتؒ نے ہماری طرف دیکھا اور فرمایا بھئی یہ کیا لائے ہو؟ میں نے عرض کیا حضرت زیارت کے لیے حاضر ہوئے تھے یہ کچھ ہدیہ ہے فرمایا ہدیہ لائے ہو یا میرا امتحان لینے آئے ہو اور سب پھل الگ الگ کر دیے۔ یہ حرام ہیں یہ حلال ہیں۔ اب ہم نے بیعت کی درخواست کی تو حضرت نے سختی سے فرمایا کہ چلے جاؤ۔ تم بیعت کے لیے تھوڑے آئے تھے۔ تم تو امتحان لینے آئے تھے ہمیں اٹھا دیا ہم واپس اسٹیشن پر آ گئے گاڑی آئی باقی چاروں ساتھی سوار ہو گئے مگر میرا دل سوار ہونے کو نہ چاہا میں ٹکٹ واپس کر کے شاہدرہ میں اپنے ہم زلف کے ہاں چلا گیا اور اگلے دن فجر کی نماز مسجد شیرانوالہ میں حضرتؒ کی اقتداء میں پڑھی نماز کے بعد حضرت نے درس قرآن دیا اور درس کے بعد چند ساتھی بیعت کے لیے بڑھے میں بھی آگے بڑھ گیا مجھے دیکھ کر مسکرا کر فرمایا اچھا اب آ گئے ہو بیعت کے لیے میں نے عرض کی کہ حضرت حاضر ہو گیا ہوں۔ حضرت نے بیعت فرمایا اور اسم ذات استغفار اور درود شریف کی تسبیحات کی تلقین فرمائی تقریباً چار سال حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا حضرتؒ نے نہایت شفقت سے انجیل برناباس کا مقدمہ تحریر کرنے کا حکم فرمایا تو میں نے مقدمہ لکھ کر پیش خدمت کیا تو حضرت بہت خوش ہوئے اور بہت

دعائیں دیں۔

اللہ والے کے ساتھ تعلق کی برکات

حضرتؒ کے تعلق کی برکات میں سے تھا کہ اگرچہ حضرت اوکاڑویؒ بعض حالات کی وجہ سے مجبوراً پرائمری سکول میں ٹیچر لگ گئے مگر یہ ان کا اصل مشغلہ نہیں تھا الحمد للہ سکول کے چند گھنٹوں کے علاوہ باقی وقت عربی دینی کتب کا مطالعہ اور تبلیغ دین میں ہی خرچ ہوتا۔ اپنے گاؤں میں دو دفعہ مکمل قرآن پاک کا درس دیا۔ حضرتؒ کی دعاؤں اور توجہات نے حضرت کو دین کا سپاہی بنا دیا۔ مرزائیوں، عیسائیوں، بریلویوں اور شیعہ کے علاوہ عموماً دور حاضر کے بدترین اہل بدعت جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہلاتے ہیں اور غیر مقلدین کے نام سے مشہور ہیں ان کے ساتھ کراچی سے پشاور تک ایک محتاط اندازے کے مطابق ایک سو مناظرے کیے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت اوکاڑویؒ کو ہر جگہ سرخرو کیا اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں لوگ اہل باطل کے دام فریب میں سے بچ نکلے۔

مولانا اوکاڑویؒ کی سادگی

مولانا اوکاڑویؒ کو جب سے دیکھا آخر تک سادگی کو انہوں نے نہیں چھوڑا تھا اتنے بڑے عالم اور مناظر ہونے کے باوجود تکبر بڑائی نام کی کوئی چیز ان میں نہیں دیکھی گئی۔ جب کوئی سوال کرتا تو پہلے مسکراتے پھر جواب دیتے۔ مولاناؒ جب بھی میرے ہاں مسجد امن میں تشریف لاتے میرے کتابوں والے حجرے میں قیام ہوتا جن حضرات نے میری جگہ دیکھی ہے وہ جانتے ہیں کہ بس مختصر جگہ ہے مولاناؒ سے عرض کرتا کہ حضرت دوسرے کمرہ میں کھلی جگہ ہے آرام فرمانے کے لیے وہاں تشریف لے چلیں تو فرماتے کہ اس جگہ سکون ملتا ہے۔ یاد رہے کہ یہ وہی جگہ ہے جہاں میرے والد مربی و شیخ حضرت مولانا محمد اسحاق قادری نور اللہ مرقدہ آرام فرماتے تھے شاید یہ نسبت حضرتؒ کو مجبور کرتی کہ یہاں ہی رہنا ہے حضرت کو میرے ساتھ اس قدر پیار ہو گیا تھا اور اعتماد بھی تھا کہ لاہور میں کہیں بھی پروگرام ہوتا فارغ ہو کر حضرت فرماتے کہ چلو قیام وہیں کرنا ہے اور حضرت اوکاڑویؒ کی نیند بہت کم تھی اکثر رات کو دیکھا گیا کہ مطالعہ کر رہے ہیں یا کوئی وظیفہ پڑھ رہے ہیں۔

میرا ایکسیڈنٹ اور حضرتؒ کی آمد پر محمد عثمان کی گرفتاری

۲۰ جولائی ۱۹۹۸ء کو میں مع اہل وعیال موٹروے پر راولپنڈی جاتے ہوئے گاڑی کے حادثہ میں زخمی ہو گیا چند دن پہلے حضرت اوکاڑویؒ مسجد امن میں خطبہ جمعہ ارشاد فرما کر گئے تھے لیکن جب ان کو معلوم ہوا تو چند دنوں بعد تشریف لائے اور فرمایا کہ دیر اس لیے ہو گئی کہ میرا بیٹا محمد عثمان گرفتار ہو گیا ہے میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہے لیکن دنیا اسباب کا نام ہے اس بارہ میں کوشش کرنی ہے راقم سے جہاں تک ممکن ہوا حضرت کے ساتھ چلتا رہا اور اس آزمائش میں حضرت اوکاڑویؒ کو جیسے کامیاب ہوتے دیکھا یہ انہیں کا حوصلہ تھا کہ بیٹے پر ۳۰۲ کا مقدمہ دہشت گردی عدالت میں چل رہا تھا اور حضرتؒ کے چہرے سے کوئی نہیں پہچان سکتا تھا کہ اتنی بڑی

پریشانی میں مبتلا ہیں ان ایام میں مسلسل کئی روز حضرت میرے پاس رہے مجھے خدمت کا موقع ملا وہ ایام میرے لیے سرمایہ ہیں حضرت اوکاڑویؒ نے قیام لاہور کے بعد واپس پہنچ کر میرے نام ایک خط لکھا جس کو پڑھ کر میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔

حضرت اوکاڑویؒ پر درس کے دوران حملہ

مسجد امن میں ۱۹۹۸ء کے آخر میں درس کا پروگرام تھا موسم بہت خراب تھا بارش جاری تھی۔ درس میں شرکت کے لیے اکثر علماء کو دعوت دی جاتی تھی لیکن یہ وہ زمانہ تھا کہ علماء سمجھتے تھے کہ ایک ماسٹر وہ بھی پرائمری کا اس کا درس سننے ہم جائیں؟ ہم تو مدارس عربیہ کے فاضل ہیں وہ تو کسی مدرسہ کے فاضل نہیں ہیں۔ وہ حضرت کے درس میں کم آتے تھے۔ لیکن جوں ہی غیر مقلدین نے ان کو ستانا شروع کیا تو مولاناؒ کی ضرورت محسوس ہوئی پھر تو خوب علما بھی اور عوام بھی درس میں آئے۔ تو اس درس میں حاضری بہت کم تھی پندرہ بیس غیر مقلد مسلح ہو کر مسجد میں داخل ہو گئے پہلے درس سنتے رہے پھر انہوں نے بولنا شروع کر دیا بات ہاتھا پائی تک پہنچی ایک غیر مقلد مولوی نے جس کو راقم جانتا تھا نے مولاناؒ کو قلم کی نوک ماردی جو مولاناؒ کو ہاتھ کی انگلی پر لگی اور وہ زخمی ہو گئی پھر محلہ میں موجود لوگوں نے مسجد میں یہ شور سنا تو وہ آئے اور ان کو مسجد سے باہر نکالا چونکہ راقم ان لوگوں میں سے اکثر کو جانتا تھا۔ اس لیے ہم مسلک نوجوانوں نے ایک مرتبہ پروگرام بنایا کہ اس سے بدلہ لینا ہے مولانا کو علم ہوا تو فرمایا کہ نہیں بدلہ نہیں لینا آئندہ احتیاط کرو تا کہ پھر ایسا واقعہ نہ ہو۔

حضرت اوکاڑویؒ کا خلوص وللھیت

حضرت اوکاڑویؒ پر اپنے مرشد شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی تربیت کا رنگ خوب چڑھا ہوا تھا۔ اس کا اندازہ اس واقعہ سے خوب لگایا جا سکتا ہے کہ ایک بار کراچی بنوری ٹاؤن میں افریقہ سے آئے کچھ طلباء جن کا وہاں وسیع کاروبار تھا وہ حضرت کے شاگرد تھے۔ حضرتؒ کے بیٹے محمد عمر نے کہا کہ اباجی ان کو کہیں کہ یہ مجھے بھی ساتھ لے جائیں میں وہاں کوئی کام کرلوں گا یہاں تو گزارہ مشکل ہوتا ہے حضرتؒ نے فرمایا کہ بیٹا اللہ نے جو تیرے مقدر میں لکھا ہے وہ تجھے مل جائے گا یہ دین سیکھنے آئے ہیں میں ان کو دین پڑھا کر دنیا کا مطالبہ کیوں کروں۔ حضرتؒ کو اکثر پروگرام والے واجبی سا کرایہ دیتے تھے جس پر کبھی حضرتؒ نے ان سے مطالبہ نہیں کیا تھا۔

حضرت اوکاڑویؒ جس گاؤں میں رہتے تھے یہ مرزائیوں کا گاؤں ہے۔ اس لیے ان سے بھی مناظرے ہوئے پھر عیسائیوں کے ساتھ بھی بہت مناظرے ہوئے۔ آخر میں تو زیادہ مناظرے اہل بدعت غیر مقلدین سے ہوئے۔ حضرت لاہوریؒ کے بعد حضرت اوکاڑوی صاحبؒ نے اپنا روحانی تعلق حضرت مدنی رحمۃ اللہ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے قائم فرمالیا تھا۔ حضرت اوکاڑوی ایک بار کراچی تشریف لے گئے تو حضرت مولانا مفتی احمدؒ الرحمٰن نور اللہ مرقدہ نے حکماً فرمایا کہ سکول سے استعفیٰ دو اور یہاں بنوری ٹاؤن میں بیٹھ کر کام کرو حضرت مفتی احمدؒ الرحمٰن صاحب کی زندگی تک یہیں کام کیا پھر طبیعت ٹھیک نہ رہی اور واپس

اوکاڑہ تشریف لائے اوکاڑہ والوں کا خیال تھا کہ یہاں کام کریں۔ مولانا قاسم صاحب فقیروالی والے کہتے تھے کہ یہاں آجائیں مولانا قاری عبدالرشید صاحب بن حضرت مفتی عبدالحمید صاحب (جامعہ مدنیہ لاہور) والوں کا خیال تھا کہ حضرت کو لاہور لایا جائے لیکن انہی ایام میں حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ کے نبیرہ حضرت مولانا قاری محمد حنیف صاحب جالندھری نے حضرت کو اصرار کر کے خیر المدارس میں کام کرنے کے لیے تیار کرلیا۔ وہاں التخصص فی الدعوۃ والارشاد کا شعبہ حضرت کے سپرد کر دیا گیا۔ شعبان رمضان میں حضرت ہر سال کراچی تشریف لے جاتے۔ اس بار بھی ختم بخاری شریف کے بعد خیر المدارس سے فارغ ہو کر اپنے پروگراموں میں شرکت کے لیے سفر شروع کر دیا لاہور میرے ہاں بھی تشریف لائے پہلے سے کوئی پروگرام نہ تھا راستے میں بس وغیرہ کی خرابی اور ٹریفک کے مسئلہ کی وجہ سے جمعہ کو بروقت نہ پہنچ سکے عربی خطبہ میں پہنچ گئے بعد میں ملاقات ہوئی تو مجموعہ رسائل جن کو حضرت اوکاڑویؒ نے تصحیح فرمانے کے بعد شائع کرنے کا حکم فرمایا اس کے لیے اجازت نامہ بھی تحریر کر دیا تاکہ اس کو کتاب کے اندر شائع کیا جا سکے الحمدللہ اب خوبصورت انداز میں مجموعہ رسائل تین جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔

اکتوبر ۲۰۰۰ء کا آخری ہفتہ سرگودھا والوں کو دیا ہوا تھا حسب وعدہ حضرت سرگودھا پہنچ گئے اس سے قبل فقیر والی قاسم العلوم کے سالانہ جلسہ میں شرکت فرمائی فیصل آباد ہوتے ہوئے پھر سرگودھا پہنچے۔ وہاں بلڈ پریشر کی تکلیف ہوگئی۔ حضرتؒ نے کلمہ پڑھنا شروع کر دیا ساتھیوں نے ہسپتال لے جانا چاہا پہلے تو حضرت انکار کرتے رہے پھر مجبوراً خاموش ہو گئے تو حضرات نے ہسپتال سے جا کر دوائی وغیرہ لی اور ٹیکہ لگوایا جب افاقہ ہوا تو وصیت بھی فرمائی کہ حافظ محمد عثمان کو کہہ دینا کہ میں نے کسی کو دینا کچھ نہیں فرمایا کہ لگتا ہے آخری وقت آن پہنچا ہے جو ہر ایک پر آنا ہے۔ پھر حضرت کو گھر پہنچایا گیا دو دن گھر میں رہے علاج معالجہ ہوتا رہا بالآخر ۳۱ اکتوبر کو رات نو بجے کلمہ پڑھتے ہوئے اللہ کو پیارے ہو گئے۔ میں ۲۸ اکتوبر بروز ہفتہ شکر گڑھ میں مدرسہ رشیدیہ کے سالانہ جلسہ میں شرکت کے لیے گیا تو وہاں سے واپسی پر مدرسہ عربیہ ضیاء القرآن جہاں میرا بیٹا محمد زبیر جمیل قرآن مجید حفظ کرتا ہے اس کے ساتھ حضرت اوکاڑویؒ کو خاص انس اور محبت تھی پیار سے اس کو پیر جی کہتے تھے۔ دیکھتے دیکھتے مولانا عبدالکریم ندیم نے بھی اس کو پیر جی کہنا شروع کر دیا۔ اس سے بھی پوچھتے تو وہ بھی کہتا کہ میرے چار مرید ہیں۔ حضرت اوکاڑویؒ مولانا عبدالکریم۔ راقم الحروف جمیل الرحمٰن اخترؔ حافظ ذکاء الرحمٰن جلسہ سے فارغ ہو کر جب اس مدرسہ میں آئے جہاں عزیزم محمد زبیر حفظ کرتا ہے تو بات چلی کہ آئندہ سال سالانہ جلسہ پر کس کس کو یہاں آنے کی دعوت دینی ہے تو عزیزم حافظ ذکاء الرحمٰن صاحب نے کہا کہ چونکہ انشاء اللہ آئندہ سال پیر جی کی بھی دستار بندی ہے اس لیے پیر جی کے سب مریدوں کو ہی بلائیں گے۔ لیکن کیا معلوم تھا کہ اس کو پیر جی بنانے والے خود ہم سے رخصت ہونے والے ہیں شکر گڑھ سے واپس آئے تو ذہن میں یہی پروگرام تھا لیکن تیسرے روز یعنی منگل ۳۱ اکتوبر ۲۰۰۰ء ساڑھے نو بجے فون کی بیل بجی رسیور اٹھایا تو دوسری طرف سے بھائی محمد عمر جو حضرت کا دوسرے نمبر کا بیٹا بول رہا تھا گھبرائی ہوئی آواز میں مجھے اس نے یہ اطلاع دی کہ اباجی فوت ہو گئے ہیں میرے تو پاؤں تلے سے

زمین نکل گئی بس زبان پر یہی الفاظ تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بار بار یہی پڑھتا رہا فون بند ہو گیا دل میں آیا کہ یا اللہ اگر یہ بات غلط ہو سکتی ہے تو تو قادر ہے اس کو غلط کر دے کچھ موقع اور مل جائے لیکن ابھی ایسے خیالات آ ہی رہے تھے کہ فون کی گھنٹی پھر بجی خیال آیا کہ ہو سکتا ہے کہ خبر کی نفی کا فون آیا ہو فوراً جو رسیور اٹھایا تو مولانا اوکاڑویؒ کا درمیانہ بیٹا محمد عثمان بول رہا تھا کہ قاری صاحب ابا جی اللہ کو پیارے ہو گئے تفصیل تو اس وقت نہ پوچھ سکا۔ فوراً احباب کو دور دراز بھی اور قریب ترین بھی اطلاع دی تا کہ اللہ کے اس ولی کے جنازے میں جو پہنچ سکتا ہے وہ رہ نہ جائے۔

یکم نومبر بروز بدھ مولانا عبدالرؤف فاروقی مولانا نعیم الدین صاحب اور عزیزم حافظ ذکا الرحمٰن کے ہمراہ اوکاڑہ کے لیے روانہ ہو گیا تقریباً سوا دس بجے چک نمبر ۵۵/۱۲ ایل اوکاڑہ پہنچ گئے حضرت کو غسل دینے کی تیاری تھی حضرت کی زیارت کی جس طرح حضرت بیان کے دوران مسکراتے تھے ویسے ہی مسکرا رہے تھے تین بجے نماز جنازہ کا وقت طے تھا۔ لیکن حضرتؒ کے متعلقین و شاگرد جو ابھی حضرت کی زیارت کرنا چاہتے تھے وہ بہت زیادہ تھے اس کے باوجود صرف پندرہ منٹ کی تاخیر سے جنازہ گھر سے اٹھا لیا گیا اور سکول کی گراؤنڈ میں جا کر رکھا گیا وہاں ملک کے دور دراز علاقوں سے آئے ہوئے ہزاروں علماء و مشائخ اور عوام جمع تھے جن میں سے مشہور مشائخ و علماء چند ایک یہ تھے۔ حضرت مولانا نذیر احمد صاحب فیصل آباد۔ حضرت مولانا علی شیر حیدری سرپرست سپاہ صحابہ' حضرت مولانا قاضی ظہور حسین صاحب اظہر چکوال۔ حضرت مولانا عبدالقدوس قارن صاحب گوجرانوالہ مولانا عبدالحق خان بشیر گجرات۔ مولانا مفتی فقیر اللہ صاحب' مولانا محمد اسماعیل محمدی' مولانا عبیداللہ عامر' مولانا محمد ایوب صفدر۔ مولانا قاری محمد طیب حنفی بورے والہ' مولانا محمد قاسم فقیر والی۔ مولانا زرولی خان کراچی۔ محمد عبداللہ ریحان۔ مولانا امیر حسین گیلانی اوکاڑہ' مفتی محمد انور صاحب برادر مولانا اوکاڑوی' پروفیسر محمد افضل صاحب برادر مولانا اوکاڑوی' مولانا منیر احمد صاحب کہروڑ پکا' مولانا محمد شاہد مسعود' مولانا محمد شاہد معاویہ فیصل آباد' مولانا سید محبوب شاہ ہاشمی لاہور' مولانا عبدالرؤف فاروقی لاہور' مولانا نعیم الدین لاہور' مولانا ذکاء الرحمٰن لاہور حافظ حبیب الرحمٰن لاہور' جنازہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین مدظلہ کے صاحبزادہ مولانا قاضی ظہور حسین صاحب اظہر نے پڑھایا بعد ازاں ان کے آبائی قبرستان میں ان کے والدؒ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہ بانی کرے

اللہ تعالیٰ حضرتؒ کی قبر پر ستاروں سے زیادہ رحمت کی بارش فرمائے آمین۔

پسماندگان

حضرتؒ نے اپنے پیچھے ایک بیوہ' ۸ بیٹیاں' ۵ بیٹے' حافظ محمد صدیق' محمد عمر' حافظ محمد عثمان' محمد علی' حافظ محمد معاویہ چھوڑے ہیں ۶ بیٹیاں شادی شدہ ہیں جبکہ بیٹوں میں صرف حافظ محمد صدیق کی شادی ہوئی ہے۔

بجھا چراغ' اٹھی بزم۔۔۔

جناب پروفیسر مولانا ظفر اللہ شفیق ☆

علماء و صلحا کے تذکروں میں ہم اپنے اسلاف کی اجلی اجلی اور نکھری نکھری شخصیتوں کو دیکھتے' ان کے تقویٰ و طہارت اور دیانت و امانت کے واقعات پڑھتے۔ ان کی سادگی' خلوص' علمی شغف اور مقصد سے لگن کے حالات سنتے تو مادہ پرستی اور نفسا نفسی کے اس دور میں حیرانی ہوتی' لیکن مولانا محمد امین صفدرؒ کو دیکھا' تو یہ حیرانی جاتی رہی' تذکرے مشاہدے بن گئے اور گزشتہ واقعات آنکھوں سے دکھائی دینے لگے۔ مولانا محمد امین صفدرؒ درحقیقت روایات سلف کے امین تھے اور نوجوان علما کے لیے روشنی کا مینار! قحط الرجال کے اس دور میں "اسماء الرجال" کے ماہر و ناقد کی وفات یقیناً ایک عظیم صدمہ ہے:

ضرورت روشنی کی جیسے جیسے بڑھتی جاتی ہے
اندھیرا اور گہرا اور گہرا ہوتا جاتا ہے

مولانا موت کا پل عبور کر کے زمرۂ سلف میں شامل ہو گئے۔ جو لوگ معاصر ہونے کے باوجود ان کی زیارت سے محروم رہے' ان سے اب یہی کہا جا سکتا ہے۔

افسوس تم کو میر سے صحبت نہیں رہی

مولانا کے انتقال کے بعد ان سے وابستہ یادیں امڈی چلی آ رہی ہیں' یادوں کی ان کرنوں کو زینت قرطاس بنا رہا ہوں کہ ان میں تعزیت و تسلیت بھی ہے اور نصیحت و عبرت بھی۔

پہلی زیارت

فقیر اس وقت جامعہ قاسم العلوم فقیر والی میں زیر تعلیم تھا۔ حضرت مولانا فضل محمدؒ کا دور اہتمام تھا' ان کی کشادہ ظرفی کی وجہ سے جامعہ کے دروازے اپنوں' پرایوں سب کے لیے کشادہ رہتے تھے اور اس کا شہر کی فضا پر بھی

☆ استاد ایچی سن کالج و خطیب خالد مسجد کیولری گراؤنڈ لاہور

خوشگوار اثر تھا۔ کچھ لوگوں کے جی میں نجانے کیا آیا۔ انہوں نے جامعہ کے پڑوس میں زمین خرید کی اور اہل حدیث مدرسے کی بنیاد رکھ دی۔ مدرسے کی بنیاد کیا رکھی کہ فتنے کی بنیاد رکھ دی۔ مدرسہ کم تھا، مناظرہ زیادہ تھا۔ آئے دن رفع یدین، فاتحہ خلف الامام اور آمین بالجہر جیسے چھوٹے چھوٹے مسائل پر بڑے بڑے چیلنج دیئے جانے لگے۔ جامعہ پر بھی اس کا اثر پڑا۔ مولانا فضل محمدؒ نے بادل نخواستہ اور ان کے فرزند ارجمند مولانا محمد قاسم قاسمی (موجودہ مہتمم) نے اپنی افتادِ طبع کے عین مطابق جواب دینے کا فیصلہ کیا۔

۱۹۷۷ء یا ۱۹۷۸ء کا قصہ ہے۔ (سنہ اچھی طرح یاد نہیں، سنین کے بارے میں میری یادداشت کمزور واقع ہوئی ہے) جامعہ کے سالانہ جلسے میں ظہر کے بعد کی نشست مسئلہ فاتحہ خلف الامام کے لیے مخصوص کی گئی۔ تقریر کے لیے مولانا محمد امین صفدرؒ کا نام پکارا گیا، دبلا پتلا جسم (مولانا قدرے بھاری بعد میں ہوئے) شکل وصورت اور قطع بالکل سادہ، تقریر شروع ہوئی تو لب ولہجہ، تکلف، تصنع سے بالکل مبرا، لیکن تقریر جوں جوں آگے بڑھتی گئی سامعین کی دلچسپی نمایاں ہونے لگی، الجھنیں کھلیں تو وجد آنے لگا۔ ایک گھنٹے کے بعد مولانا کا خطاب ختم ہوا تو فضا مولانا محمد امین صفدر زندہ باد کے نعروں سے گونج رہی تھی۔ آخر تک مولانا کا یہی انداز رہا۔ مولانا اپنے انداز واطوار میں حضرت مولانا محمد علیؒ جالندھری کا عکس جمیل تھے۔ عوام کی ذہنی سطح پر اتر کر عوامی لہجے میں گفتگو کرنا، سادہ مثالوں سے مسئلہ کی وضاحت کرنا، داد و بے داد سے بے نیاز رہتے ہوئے اپنے مشن کی تکمیل کے لیے کمربستہ رہنا مولانا کے نمایاں اوصاف تھے۔

ارتباط میں اضافہ

اب مولانا کی فقیروالی آمد کثرت سے ہونے لگی، مولانا اپنی اکثر چھٹیاں فقیروالی گزارتے تھے، بلکہ چھٹی کر کے اکثر فقیروالی آجاتے اور جامعہ کی مشہور زمانہ لائبریری سے بھرپور استفادہ کرتے۔ مجھے بچپن سے کتابوں سے شغف رہا اور یہ شغف مجھے والد ماجد مولانا عبداللہ مسعودؒ سے وراثت میں ملا۔ حضرت مہتمم صاحبؒ نے خاص مصلحت سے لائبریرین وہ رکھا تھا، جسے کتابوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی، پورا کتب خانے کا نقشہ حضرت صاحبؒ کے ذہن میں ہوتا تھا یا طلبہ میں یہ سعادت مجھے حاصل تھی۔ چنانچہ مولانا تشریف لاتے تو معاون خصوصی ہونے کا اعزاز مجھے حاصل ہوتا۔ اختلافی مسائل پر مولانا کے خصوصی لیکچر ہوتے، جس میں طلبہ اساتذہ سب شریک ہوتے۔ مضافات اور دوسرے شہروں میں مولانا کے بیانات رکھے جاتے، اس ساری تگ ودو میں روح رواں مولانا محمد قاسم قاسمی ہوتے۔ حقیقت یہ ہے کہ علمی حلقوں اور عوامی مجلسوں میں مولانا کو متعارف کرانے کا سہرا جامعہ قاسم العلوم کے سر ہے۔ مجھے ان دنوں مولانا کے ساتھ شب وروز رہنے کا موقعہ ملا، رفاقت کا اثر ہونا لازم تھا، مجھے مناظرے کا چسکا پڑ گیا۔

مولانا کی زیرنگرانی تربیتی مناظرے کا اہتمام ہوا۔ مناظرہ سنی اور بریلوی مسلک کے درمیان اختلافی مسائل پر تھا، مجھے بریلوی مناظر بنایا گیا۔ میں درجہ خامسہ میں پڑھتا تھا، جب کہ میرا مدمقابل دورہ حدیث شریف کا طالب علم تھا۔ مناظرہ ختم ہوا تو مولانا نے فیصلہ میرے حق میں دیا۔ دوسرے دن مجھے سنی مناظر بنایا گیا، اختتام پر مولانا نے میرے حق میں رائے دی۔ بعد ازاں نجی نشست میں میرے مدمقابل کو میرے بارے میں ایک بات کہی جس سے مجھے علم ہوا کہ مناظرے میں کیا کیا داؤ پیچ کام آتے ہیں۔ اب مولانا کی نظر شفقت مجھ پر بڑھ گئی، چھوٹے موٹے مناظروں کے لیے مجھے بھیج دیتے تھے۔ ایک مرتبہ اسی سلسلے میں یزمان ضلع بہاولپور سفر کیا، اڈے سے نکل کر پیدل ایک گاؤں میں گئے، کافی مسافت تھی، چودہویں کے چاند میں صحرا کا حسن اس رات دیکھا، یوں محسوس ہوتا تھا کہ سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔

ایک مرتبہ مولانا کو غیرمقلدین سے مناظرے کے لیے جانا تھا۔ غلطی سے اسی تاریخ میں بریلویوں سے مناظرہ طے پا گیا۔ بریلویوں کے محاذ پر مولانا نے مجھے بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ کتابوں کا ایک بھاری بکس اور بکس سے بھاری بھرکم حافظ محمد جمیل مرحوم میرے ساتھ روانہ ہوئے۔ بس لیٹ ہوگئی، احباب انتظار کر کے چلے گئے، رات اندھیرے میں منچن آباد اتر کر ایک قریبی گاؤں میں پہنچے تو کتوں نے بھرپور استقبال کیا۔ گارڈ آف آنر کے حملے سے بچتے بچاتے داعی کے مکان پر پہنچے، پتہ چلا کہ فریق مقابل کے مناظر نے آنے سے انکار کر دیا ہے، یہ مولانا کا علمی رعب تھا نماز فجر کے بعد اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام اور نماز جنازہ کے بعد دعا کے مسائل پر تقریریں ہوئیں، انہی مسائل پر مناظرہ تھا، الحمدللہ لوگ مطمئن ہوئے۔ واپسی میں گاؤں والے منچن آباد تک چھوڑنے آئے، انہوں نے ہمارا اعزاز کیا کہ ہمیں اونٹ پر سوار کیا اور خود پیدل چلے۔ میں نے کبھی اونٹ پر سفر نہیں کیا تھا۔ یہ پہلا اتفاق تھا۔ اونٹ پر بیٹھ تو گیا، لیکن جب اونٹ نے پچھلے پاؤں کھڑے کیے تو میں آگے گرتے گرتے بچا، اور جب اگلی ٹانگیں سیدھی کیں تو پیچھے الٹنے لگا، اونٹ چلنے لگا تو میں دائیں بائیں آگے پیچھے ڈولنے لگا، بزرگوں کا کہا آنکھوں سے دیکھ لیا کہ اونٹ کی کوئی کل سیدھی نہیں، ذرا تیز ہوا تو میں خوف سے چیخا، خدا کے لیے یہ اعزاز واپس لے لو، میں پیدل چلوں گا، لیکن جب پیدل چلنے لگا تو احساس ہوا کہ پیدل چلنا بھی دشوار ہو چکا ہے۔ بہرکیف واپس پہنچے تو مولانا مناظرہ جیت چکے تھے، ہماری رپورٹ سنی تو ڈھیروں دعائیں دیں اور حوصلہ افزائی کی۔

انہی ایام کا قصہ ہے فقیروالی کے ایک مشہور غیرمقلد مناظر نے شہر میں اودھم مچایا ہوا تھا۔ نماز صرف میری ہے، باقی کی نماز نہیں۔ ایک ہنگامہ تھا، رمضان مبارک کا مہینہ تھا لیکن لگتا تھا کہ موصوف کے لیے رمضان اور غیر رمضان برابر ہیں۔ مولانا محمد قاسم قاسمی نے ان کے جواب کے لیے مجھے بھیجنے کا فیصلہ کیا، میں نے اس شب تراویح میں معمول سے نصف تلاوت کی اور حافظ محمد جمیل کی معیت میں روانہ ہوا۔ حافظ صاحب تراویح میں میرے سامع بھی تھے۔ غیرمقلد مناظر آٹھ رکعات پڑھ کر ہم سے پہلے پہنچ چکے تھے اور بڑے طمطراق سے براجمان تھے، مکان بھی انہی کے حلقے کے ایک صاحب کا تھا، گرمی شدید تھی، اس لیے مکان کی چھت پر نشست ہوئی، فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ موضوع مناظرہ تھا، بحث شروع ہوئی، بہت دیر تک گرماگرمی رہی، پھر غیرمقلد مناظر آہستہ آہستہ ٹھنڈا ہونے لگا اور بوقت سحر بالکل لاجواب ہو کر کھسیانی بلی کھمبا نوچے کا منظر دکھلانے لگا، لوگ ہنستے تھے اور ہنستے ہنستے واپس پہنچے

تو مولانا محمد قاسم قاسمی نے اپنی عقیق جڑی انگشتری انعام میں مجھے پہنائی' مولانا محمد امین صفدرؒ نے بہت تبریک و تحسین فرمائی۔ جب بحث کا آغاز ہوا تھا تو غیر مقلدین نے ٹیپ ریکارڈ آن کیا۔ لیکن ہمارے احباب نے میری نوعمری اور ناتجربہ کاری کے پیش نظر ریکارڈ کرنے کی اجازت نہ دی' اب ہمارے ہاں ریکارڈ نہ ہونے پر افسوس ہو رہا تھا اور دوسری طرف خوشی منائی جا رہی تھی۔

پہلا دورہ بہاول پور

بہاول پور کے ماحول میں ابتدا ہی سے دینی روایات کا چرچا رہا ہے' دوسرے مذاہب اور مسالک کے لوگ بھی ہیں' لیکن اہل سنت کی اکثریت ہے۔ دوسرے حلقوں سے کبھی کبھار ماحول میں تکدر بھی پیدا ہوتا لیکن اہل سنت نے اپنی روایات کے مطابق رواداری اور بردباری سے کام لیا۔

میرے بچپن میں بہاول پور کے آسمان علم و ہدایت پر حضرت علامہ شمس الحق افغانیؒ اور علامہ عبدالرشید نعمانی آفتاب و ماہتاب بن کر چمک رہے تھے۔ اہل حدیث مکتب فکر کی نمایاں شخصیت پروفیسر حافظ محمد عبداللہ مرحوم تھے۔ پروفیسر صاحب ماڈل ٹاؤن سی میں ہمارے پڑوسی تھے' میرا اسکول ان کے گھر کے قریب واقع تھا اور میرے ایک دوست کے گھر کی دیوار ان کی دیوار سے ملتی تھی' اس لیے مرحوم کو بہت قریب سے دیکھا۔ پروفیسر صاحب دلچسپ آدمی تھے۔ مزاج تلخ اور لہجہ کرخت تھا۔ مباحثے' مناظرے پر ہر وقت آمادہ رہتے تھے۔ گھر کے ساتھ ہی ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر کر رکھی تھی' کالج سے واپس آکر عموماً دھوتی' بنیان میں ملبوس رہتے اور اسی لباس میں نماز پڑھاتے' ٹوپی اکثر نہیں اوڑھتے تھے' اگر کبھی سر پر ہوتی بھی تو نماز شروع کرنے سے پہلے بڑے زور سے زمین پر دے مارتے۔ صبح صبح لاؤڈ اسپیکر پر بڑے زور و شور سے درس دیا کرتے۔ دوسرے گھروں کی طرح ہمارا گھر بھی ان کے درس کی زد میں ہوتا تھا' ایک دن جی میں آیا کہ ان کے سامنے بیٹھ کر درس سنوں' بڑے شوق سے گھر سے نکلا' مسجد پہنچا تو دیکھا کہ مسجد بالکل خالی صاحب درس نہ حلقہ درس لیکن درس ہو رہا ہے' پریشان ہوا' دوستوں سے پوچھ گچھ کی تو معلوم ہوا کہ پروفیسر صاحب نے لاؤڈ اسپیکر کا سیٹ اپنے گھر میں رکھا ہوا ہے اور روزانہ صبح سویرے اسے کھول کر خود ہی درس دیتے ہیں اور خود ہی سنتے ہیں اور یوں "تبلیغ" کا شوق پورا فرماتے ہیں۔

قبرستان لعل شاہ بخاری کے قریب نئی اہل حدیث مسجد کی تعمیر شروع ہوئی تو پروفیسر صاحب وہاں جانے لگے' راستہ ہمارے گھر اور دکان کے سامنے سے گزرتا تھا' اور دیکھے بغیر ہمیں پتہ چل جاتا تھا کہ پروفیسر صاحب آ رہے ہیں اور جا رہے ہیں۔ ہوتا یوں تھا کہ گھر سے نکل کر کوئی آدمی موصوف کے ہتھے چڑھ جاتا تھا تو موصوف سائیکل ہاتھ میں پکڑ لیتے اور پیدل چلتے ہوئے ہمراہی پر جوش و خروش سے طبع آزمائی کرتے جاتے۔

مرحوم کا اپنے بارے میں یہ خیال تھا کہ بہاول پور میں توحید و سنت کے جھنڈے میں نے گاڑے ہیں' اپنے ہم مسلک لوگوں کے علاوہ وہ سب کو مشرک اور بدعتی کہا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ پروفیسر ابوبکر غزنویؒ جب اسلامیہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر بنے اور انہوں نے وہاں ذکر و فکر کا حلقہ قائم کیا تو مرحوم نے ان پر بھی شرک و بدعت کا

فتویٰ جڑ دیا۔ اب جو شخص غزنویؒ کو نہ چھوڑے وہ افغانیؒ اور نعمانیؒ کو کب معاف کر سکتا تھا۔ چنانچہ ان حضرات کے ساتھ وہ کسی نہ کسی طرح چھیڑ چھاڑ کرتے رہتے تھے اور مزاج چونکہ ایسا تھا کہ کسی کی سنتے نہیں تھے' صرف اپنی ہانکتے تھے' اس لیے کبھی بات منطقی انجام تک نہیں پہنچتی تھی۔ حضرت افغانیؒ اور علامہ نعمانیؒ اہل علم تھے۔ وہ اس سطح پر نہیں اتر سکتے تھے۔ پروفیسر صاحب اسے اپنی کامیابی تصور کرتے تھے۔ حضرت افغانیؒ جمعہ اور اتوار کو بعد از نماز فجر مدرسہ فاروقیہ میں درس قرآن دیتے تھے۔ لوگ دور دور سے کشاں کشاں آیا کرتے تھے' عجب پر انوار محفل ہوتی تھی' فقیر اپنے والد ماجدؒ کے ساتھ التزام سے ان دروس میں شریک ہوتا تھا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ ایک مرتبہ دوران درس انہی کے بھیجے ہوئے ایک صاحب نے بڑے بھونڈے انداز سے سوال شروع کر دیے۔ حضرت افغانیؒ نے مختصر جواب دیا۔ جب وہ باز نہ آیا تو فرمایا "لکم دینکم ولی دین" اور درس میں مشغول ہو گئے۔ اب کہا جانے لگا کہ افغانیؒ اور نعمانیؒ جو احناف کے جبال العلم ہیں' ہم نے انہیں لاجواب کر دیا!

تقریباً ہر عید کے موقع پر وہ اہل سنت سے الگ رہتے تھے' ہمارے ہاں روزہ ہوتا تو وہاں عید' ہم عید کی نماز پڑھ کر آتے اور سویاں دینے جاتے تو وہاں روزہ ہوتا۔ ہم قربانیوں سے فارغ ہو جاتے تو چوتھے دن بر سر راہ قربانی کا جانور ذبح کر کے "سنت زندہ" کی جاتی۔ بس مرحوم کا یہ رویہ تھا' جس سے لوگ تنگ تو تھے لیکن ان کی تندیٔ طبع کی وجہ سے الجھتے نہیں تھے۔ بہاول پور سے احباب کی شکایات جب کثرت سے فقیر والی پہنچنے لگیں تو مولانا محمد قاسم قاسمی نے مولانا محمد امین صفدر کے دورہ بہاول پور کا فیصلہ کیا اور مجھے انتظامات کے لیے بھیجا۔ میں بہاول پور کے مدارس اور اہل علم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اکثر علماء پروفیسر صاحب کے بھونڈے انداز کی وجہ سے ان کے ساتھ بحث مباحثہ سے گریزاں تھے' جامعہ مدنیہ کے مولانا عطاء الرحمٰن نے میری حوصلہ افزائی کی اور ساتھ چلے۔ ون یونٹ کالونی کے مولانا محمد حنیف اور خانقاہ شریف کے مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی نے بھی تعاون کیا' چنانچہ مولاناؒ تشریف لائے' رات ہمارے ہاں قیام فرمایا۔ اگلے روز سے بیانات کا سلسلہ شروع ہوا' مولاناؒ کی للکار اور یلغار سے دوسرے حلقے میں کھلبلی مچ گئی' انہیں اس انداز میں آج تک کسی نے جواب نہیں دیا تھا۔ میں تو ایک دو روز کے بعد اپنی تعلیمی مصروفیت کی وجہ سے فقیر والی واپس چلا گیا۔ مولاناؒ کا قیام کئی روز رہا۔ اس کے بعد مولاناؒ نے پے در پے بہاول پور کے دورے کیے۔ پروفیسر صاحب سے بھی مناظرہ ہوا' میں خود تو اس میں شریک نہیں ہو سکا۔ لیکن شرکاء نے بتلایا کہ پروفیسر صاحب کا علمی پندار بری طرح سے خاک میں مل گیا اور علمائے اہل سنت کے لیے کام کرنے کی راہیں کشادہ ہوئیں۔

ڈبر شکر گنج کا یادگار مناظرہ

ضلع بہاولنگر کی تحصیل منچن آباد کے مضافات میں ایک گاؤں ہے ڈبر شکر گنج' وہاں سے کچھ لوگ فقیر والی آئے کہ ہمارے گاؤں کے اہل حدیث نے ناک میں دم کر رکھا ہے' فاتحہ خلف الامام کے مسئلے کو ایمان اور کفر کا مسئلہ بنا لیا ہے اور مناظرے کا چیلنج دے رہے ہیں اور مناظرے کے لیے بلانا چاہتے ہیں۔ مولانا عبدالقادر روپڑی کو' جو

اپنے زمانے کے بڑے اہل حدیث مناظر تھے اور کج بحثی میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ مولانا محمد قاسم قاسمی نے چیلنج قبول کرلیا۔ تاریخ مناظرہ طے ہوگئی' مولانا محمد امین صفدر دو دن پہلے تشریف لے آئے۔ مناظرے کے میدان میں روپڑی صاحب کی اتنی دھاک بیٹھی ہوئی تھی کہ میرے استاذ محترم حضرت مفتی عبدالطیف نے فرمایا: دیکھیے! اگر آپ مقابلے کی سکت اپنے اندر پاتے ہیں تو چلیں' وگرنہ یہیں معذرت کرلیں۔ اس پر مولانا محمد امین صفدرؒ نے اعتماد سے جواب دیا: اللہ مدد فرمائے گا! تاریخ مقررہ پر بڑے اہتمام وانتظام سے ہمارا قافلہ ڈبر شکر گنج کے لیے روانہ ہوا۔ کتابوں کے کئی صندوق ساتھ تھے۔ سال اچھی طرح یاد نہیں۔ ۱۹۷۹ء تھا یا ۱۹۸۰ء تھا۔ البتہ مہینہ دسمبر کا تھا اور بدھ کا روز' جب ہم وہاں پہنچے۔ سردی اتنی شدید کہ پانی پر برف جم رہی تھی۔ رات کو پتہ چلا کہ روپڑی صاحب بھی آگئے ہیں۔ جمعرات کا سورج طلوع ہوا' حسب دستور شرائط مناظرہ طے پائیں۔ اس میں بھی روپڑی صاحبؒ کی کوشش تھی کہ بات الجھادی جائے یہ بھی ایک مناظرانہ داؤ ہے۔ لیکن مولاناؒ نے مناظرہ شروع کرنے پر مجبور کردیا۔ مقام مناظرہ مسجد قرار پایا۔ صحن مسجد میں ایک طرف ہمارا اسٹیج تھا اور دوسری طرف روپڑی صاحب کا مولاناؒ کے معاون حضرت مولانا بشیر احمد قادریؒ تھے' فقیر بھی خدمت میں شریک تھا۔

مناظرہ شروع ہوا' روپڑی صاحب نے بڑے دبدبے اور طنطنے سے تقریر کی' مولاناؒ نے بھی اسی رنگ میں جواب دیا' بات بڑھتی رہی' ایک ڈیڑھ گھنٹے کے بعد روپڑی صاحب کی کیفیت یہ تھی کہ پسینے سے شرابور تھے۔ چہرے پر ایک رنگ آتا تھا' ایک جاتا تھا' ہونٹ خشک ہورہے تھے اور گلاس پر گلاس پانی پیٹ میں انڈیل رہے تھے۔ ایک سادہ لوح دیہاتی بھی سمجھ رہا تھا کہ معاملہ کیا ہے؟ اس موقع پر ایک لطیفہ ہوا؟ مولاناؒ اپنی ہر تقریر میں مطالبہ کرتے تھے کہ قرآن مجید سے دلیل پیش کرو۔ آخر زچ ہوکر روپڑی صاحب نے قرآن مجید کھول لیا اور سورۃ فاتحہ پڑھ کر زور زور سے سورۃ بقرہ کی تلاوت شروع کردی' بار بار الٹا ہاتھ قرآن مجید پر مارتے تھے اور کہتے تھے تم ایک آیت کہتے ہو' میں کتنی آیات پڑھ رہا ہوں' مولاناؒ کہتے! کوئی متعلقہ آیت پیش کرو تو کہتے: دیکھو لوگو! میں قرآن سنا رہا ہوں' یہ حنفی قرآن نہیں سنتے' اس طرح انہوں نے تقریباً ڈیڑھ پاؤ پارہ پڑھ ڈالا' اتنے میں ظہر کی اذان ہوگئی' نماز کے بعد گاؤں کے چودھری سے خدا جانے کیا کہا کہ ظہر کے بعد نشست نہ ہوسکی' پھر پیغامات کا سلسلہ شروع ہوا' کہا گیا کہ کل جمعے کو فجر کے بعد بات ہوگی۔ صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ روپڑی صاحب رات چپکے سے چلے گئے اور اتنی افراتفری میں کہ پل ذرا دور پڑتا تھا تو پائنچے چڑھا کر یخ بستہ نالے سے گزر کر بس شاپ تک پہنچے۔ روپڑی صاحب نے اپنے حلقے میں اپنی اچانک روانگی کا عذر یہ بیان کیا کہ مجھے میرے چچا مرحوم نے وصیت کی تھی کہ مسجد القدس (چوک دال گراں' لاہور) میں کبھی جمعے کا ناغہ نہ کرنا۔ اس لیے میری واپسی ضروری ہے۔ ان کے احباب نے بہت روکا' لیکن بے سود' دلچسپ بات یہ ہے کہ فقیر والی ہی میں روپڑی صاحب سے تقریر میں یہ سنا تھا کہ میرے چچا مرحوم نے وصیت کی تھی کہ جتنا فائدہ مناظرے سے ہوتا ہے' اتنا سو تقریروں سے بھی نہیں ہوتا' اس لیے سب کچھ

چھوڑ دینا لیکن مناظرہ نہ چھوڑنا! روپڑی صاحب کے یوں راہ فرار اختیار کرنے کے بعد علمائے اہل سنت نے خوب تقریریں کیں اور پرجوش نظمیں پڑھیں گئیں اور ہم احساس فتح مندی کے ساتھ فقیر والی لوٹے۔ ہمارے سامنے یہ مولاناؒ کی پہلی بڑی کامیابی تھی' اس کے بعد مولاناؒ کے لیے فتوحات کے دروازے کھلتے چلے گئے۔ بعد میں میری تعلیمی مصروفیت بڑھ چکی تھیں اور دورہ حدیث شریف نے تو میرا مزاج ہی بدل ڈالا۔ میں فقیر والی سے لاہور منتقل ہوگیا اور مولانا محمد امین صفدرؒ کا حلقہ احباب بھی ملک گیر ہوچکا تھا' چنانچہ ملاقات میں کمی ہوتے ہوتے ختم ہی ہوگئی اور کئی برس یونہی گزرے۔ مناظرے کے حوالے سے ہم میں مولاناؒ کا احسان مند ہوں کہ جو مرحلہ دورہ حدیث شریف کے بعد مجھ پر آتا' مولاناؒ نے مجھے اس سے پہلے گزار دیا اور اس کے حسن وقبح سے مجھے عملی آگاہی بخشی۔

مولاناؒ کا اصل میدان

مولاناؒ کا اصل موضوع رد عیسائیت تھا۔ حضرت لاہوریؒ کے انتقال کے بعد آپ نے حضرت مفتی بشیر احمد پسروریؒ سے تجدید بیعت (۱) کی۔ مفتی صاحب کا مزاج بھی مناظرانہ تھا' اس طرح آپ کو مفتی صاحبؒ سے طبعی مناسبت تھی۔ اسی طبعی مناسبت کی وجہ سے آپ نے مفتی صاحبؒ کے انتقال کے بعد حضرت قاضی مظہر حسین صاحب سے بیعت کی۔ مفتی صاحبؒ نے آپ کو تردید عیسائیت کے کام پر لگایا اور آپ نے عیسائیوں سے کامیاب مناظرے کیے۔ انجیل برنباس کا وقیع مقدمہ بھی تحریر کیا' جو انجیل مذکورہ کے ساتھ دستیاب ہے۔ بعد میں ایک خاص واقع کے نتیجے میں ۔۔۔ جس کی تفصیل دوسرے اہل قلم نے لکھی ہے ۔۔۔ آپ نے اپنی تمام مساعی غیر مقلدیت کی تردید کے لیے وقف کردیں' اور عیسائیت کا موضوع چھوڑ ہی دیا۔ کاش آپ تردید عیسائیت کا موضوع ترک نہ کرتے کہ آج کل مسیحی سرگرمیاں خطرناک صورت اختیار کرچکی ہیں۔ (۲)

آپ حضرت مفتی بشیر احمد پسروریؒ کے شوق مطالعہ کی بہت تعریف کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ کئی دفعہ میں انہیں سائیکل پر لے کر کہیں جاتا۔ (کہ ابھی کار کا دور نہیں آیا تھا) تو مفتی صاحبؒ پیچھے بیٹھے ہوئے مطالعہ کرتے رہتے تھے (اور اب ہم کار میں بیٹھ کر بھی بے کار ہوتے جارہے ہیں)

۱۔ مفتی صاحبؒ سے مولانا مرحوم کا تعلق تو روز روشن کی طرح واضح ہے۔ لیکن ان سے بیعت کا تذکرہ نہ تو مولانا مرحوم سے کبھی سنا اور نہ کسی اور باوثوق ذریعہ سے اس کا ثبوت مل سکا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (بشیر)

۲۔ یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ مولانا مرحوم کی عیسائیت کے خلاف سرگرمیاں جاری رہیں۔ جہاں عیسائیت کے خلاف ضرورت پیش آئی وہ وہاں پہنچے' چونکہ عیسائیت کی طرف سے چیلنج بازیوں کا سلسلہ ایک طویل عرصہ سے بند تھا۔ اس لیے مولانا کی عیسائیت کے خلاف سرگرمیاں بھی پس پردہ چلی گئیں۔ وہ عیسائیت کے بارہ میں یورپ کی تحقیقی دنیا سے ٹکرانے کا پورا عزم و پروگرام رکھتے تھے۔ اسی لیے وہ عبرانی زبان سمیت انجیل کے متعدد نسخے بھی حاصل کرچکے تھے۔ اور ان پر ان کی تیاری بھی تقریباً مکمل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ خیر المدارس میں اپنے تلامذہ کو بھی باقاعدہ انجیل کی تیاری کراتے تھے۔ لیکن تقدیر کے فیصلے اپنے ہوتے ہیں۔ (بشیر)

مولاناؒ کی لاہور آمد و رفت

گزشتہ ربع صدی میں غیر مقلدین نے دین کے نام پر پورے ملک میں اودھم مچا رکھا تھا اور جہاں غیر مقلدین وہاں مولاناؒ! لاہور میں بھی یہی حال رہا' مولاناؒ وقتاً فوقتاً تشریف لاتے رہتے تھے۔ مولاناؒ کی آمد غیر مقلدین کو پریشان کر دیتی تھی' اور وہ بھی مولاناؒ کے خطاب واستدلال کو نظر انداز نہیں کر سکتے تھے۔ ۱۹۸۳ء یا ۱۹۸۴ء میں رسول پارک کے ایک مدرسے میں مولاناؒ کا خطاب تھا۔ میں اس زمانے میں اچھرہ میں قیام پذیر تھا' ایک صاحب کی معیت میں میں بھی حاضر ہوا' دیکھا کہ احسان الٰہی ظہیر مرحوم بھی کچھ فاصلے پر باجماعت کھڑے ہیں اور مولاناؒ کا خطاب سن رہے ہیں۔ کچھ عرصہ بعد برادر محترم مولانا جمیل الرحمٰن اختر نے مولاناؒ کو اپنے مدرسے میں مرکز اور مستقر بنانے کی دعوت دی۔ مولانا جمیل الرحمٰن اختر کے والد ماجد اور میرے سسر حضرت مولانا محمد اسحاق قادریؒ حضرت لاہوریؒ کے تلمیذ خاص اور حضرت مفتی بشیر احمد پسروریؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔ مولاناؒ نے اس نسبت کے پیش نظر دعوت قبول کی اور اب آپ کی باغبان پورہ کثرت سے آمد ہونے لگی۔ مجھے بھی تجدید تعلق کا موقعہ ملا اور ملاقاتیں ہونے لگیں۔

چونکہ خود مولاناؒ پر غیر مقلدیت کا ایک دور گزرا ہے' اس لیے آپ غیر مقلدین کی نفسیات اور اسلوب سے آشنا تھے اور انہی کے لب ولہجہ میں تلاوت اور خطاب کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ غیر مقلدین کو مولاناؒ کی باتیں جلد سمجھ آ جاتی تھیں! اخلاص فراواں تھا' ان تھک تھے' بے لوث تھے' تکلفات سے کوسوں دور اور سادہ مزاج تھے' ان خوبیوں نے مولاناؒ کی شخصیت میں دلکشی پیدا کر دی تھی' چنانچہ غیر مقلدین کے ستائے ہوئے علماء اور نوجوان مولاناؒ کے گرد جمع ہوتے گئے اور قافلہ بنتا گیا۔ مولاناؒ نے اپنی فکر کی ایک ٹیم تیار کر دی ہے۔ متعدد رسائل لکھے جو کئی بار چھپ چکے ہیں' مناظروں کا ریکارڈ بھی مرتب ہو رہا ہے۔ تقاریر بھی چھپ رہی ہیں۔ یہاں اس حقیقت کی طرف توجہ دلانا مناسب ہوگا کہ تقاریر میں بعض باتیں وقتی ہوتی ہیں۔ نسیان اور اختلاط بھی ہو جاتا ہے' آج کل تجارتی نقطۂ نظر سے خطبات کی وبا پھیلی ہوئی ہے اور تجار بڑی بے دردی سے مولاناؒ کے خطبات بھی چھاپ رہے ہیں۔ ضروری ہے کہ تقاریر کی اشاعت سے پہلے چھان پھٹک کی جائے۔ یہاں اس حقیقت کا اعتراف کیے بغیر چارہ نہیں کہ غیر مقلدین نے غیر ملکی امداد کے بل بوتے اور دعوت وارشاد کے نام پر جو طوفان بدتمیزی برپا کیا تھا' اس کے سامنے بند مولاناؒ نے باندھا' لوگوں میں ایک شعور پیدا کیا' مولاناؒ کی خدمات اگرچہ ردعمل ہیں لیکن قابل قدر ہیں۔ "ولولا دفع الله الناس بعضهم ببعض لفسدت الأرض ولكن الله ذو فضل على العالمين."

محاسن و مناقب

مولاناؒ طبعاً نیک اور نرم دل تھے' ہمدرد تھے' اذکار واوراد کی پابندی کرتے تھے' حافظہ غضب کا تھا' مضامین اور مباحث مستحضر رہتے تھے۔ حاضر جواب تھے' مطالعے کے رسیا تھے اور مطالعے کی رفتار بھی تیز تھی۔ ضخیم کتاب ایک

نشست میں پڑھ ڈالتے تھے۔ ایک دفعہ اوکاڑہ سے فقیروالی آئے تو بتلایا کہ حدیث کی یہ کتاب (جو خاصی ضخیم تھی) دوران سفر پڑھی ہے۔ اور نشانات بھی لگائے ہیں۔

بریلوی مکتب فکر کی مشہور کتاب "زلزلہ" نے میرے اندر زلزلہ برپا کر دیا' میں فقیروالی میں طالب علم تھا' علمائے اہل سنت کی طرف سے اس کتاب کے لکھے گئے ایک دو جواب پڑھے لیکن تشفی نہ ہوئی' مولاناؒ سے عرض کیا تو انہوں نے ایک جملہ ارشاد فرمایا: "کرامت میں عموم ہے نہ دوام' اختیار ہے نہ استقرار' کرامت کو قاعدہ کلیہ نہیں بنایا جا سکتا"۔۔۔ اس جملے کی روشنی میں کتاب کا مطالعہ کیا تو الجھنیں حل ہوتی گئیں۔ "سیر الاولیاء" ص: ۱۲۷ پر حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کا ملفوظ پڑھا: "ایک مدت تک میں نے خانہ کعبہ کا طواف کیا لیکن اب خانہ کعبہ میرا طواف کرتا ہے۔" کچھ سمجھ نہ آیا' پریشانی عرض کی تو فرمایا: خانہ کعبہ مرکز رحمت ہے' جب کہ بیت المقدس مرکز عدل ہے' اسی لیے قیامت کی عدالت بیت المقدس کے مقام پر قائم ہوگی۔ تو خانہ کعبہ صوفیاء کی زبان میں رحمت خداوندی سے کنایہ ہوتا ہے۔ الحمد للہ الجھن حل ہوگئی۔ عمرے کے لیے گئے تو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کے سفر کے دوران میں ایک غیر مقلد نے لوگوں پر مشق سخن شروع کر دی۔۔ جیسا کہ ان لوگوں کی عادت ہے۔۔۔ کہنے لگا کہ مسجد نبوی کی حاضری کی نیت سے سفر کریں' قبر (مبارک) کی زیارت کی نیت سے سفر شرک ہے۔ مولاناؒ سے نہ رہا گیا' فرمایا: یہ تو تم لوگوں کو خسارے کی تبلیغ کر رہے ہو! وہ حیران ہوا' پوچھا: کیسے؟ فرمایا! مسجد حرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ کے برابر اور مسجد نبوی میں پچاس ہزار کے برابر اور تمہارے عقیدے میں صرف ایک ہزار کے برابر' تو لوگوں کو لاکھ سے گرا کر ہزار پر لانا چاہتے ہو! وہ ٹپٹا گیا' کہنے لگا تو پھر کیا نیت کی جائے؟ فرمایا: ایسی ذات بابرکات کی زیارت کی نیت کی جائے' جن کا وجود باوجود جملہ موجودات سے افضل ہے' جن کے جسد اطہر کی آغوش خاکی عرش معلیٰ سے بھی اعلیٰ ہے' جن کی صورت وسیرت رحمۃ للعالمین ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس پر رفقاء سفر نے مولاناؒ کی تحسین کی اور باقی سفر میں وہ صاحب خاموش بیٹھے رہے۔

اسی سفر میں ایک صاحب نے کہا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے دعا شرک ہے' عمل کے توسل سے دعا کرنی چاہیے آپ نے پوچھا: عمل کا وسیلہ کیوں درست ہے؟ کہا: عمل اللہ کو محبوب ہوتا ہے۔ فرمایا: تیری دو رکعتیں کیا اللہ کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب ہیں۔ عمل محبوب ہو لیکن عامل محبوب نہ ہو' عبادت محبوب ہو' عابد محبوب نہ ہو' یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ جب کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جیسے کچھ اعمال کو محبوب بتلایا ہے اسی طرح کچھ اشخاص کو بھی محبوب قرار دیا ہے۔ "یحبهم ویحبونه" رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا "انا حبیب الله" لہٰذا جیسے اعمال کا توسل درست ہے' اسی طرح ذوات کا توسل بھی صحیح ہے۔

علمی شہرت اور بے لوث خدمت کے باوجود آپ نے اپنا کوئی مدرسہ نہیں بنایا' میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ

آپ کی شخصیت کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کر رہے ہیں اور بعض مدارس میں آپ سے ناروا سلوک ہوا ہے۔ میں نے بارہا عرض کیا کہ آپ اصلاح و تربیت کے لیے اپنا ادارہ بنا لیجئے' ہر دفعہ یہی فرماتے ادارہ تو بنالوں لیکن چندہ کیسے مانگوں گا؟ یہ آپ کا تقویٰ اور ورع تھا۔ راقم فراغتؒ کے بعد فکر معاش کے لیے ایک کالج سے وابستہ ہو گیا اور علمی و دینی خدمت کے لیے خطابت اور تصنیف و تالیف کی لائن اختیار کی۔ ایک دفعہ مجھ پر یہ کیفیت طاری ہوئی کہ خطابت اور دوسری خدمات سب کچھ چھوڑ کر خلوت گزیں ہو جاؤں۔ میں نے اپنا یہ حال مولانا سے عرض کیا تو فرمایا: اگر سبھی لوگ خلوت نشیں ہو جائیں تو دین کی خدمت کون کرے گا؟ الحمد للہ وہ کیفیت جاتی رہی' بعد میں ابن جوزیؒ کی بھی اس سے ملتی جلتی نصیحت نظر سے گزری۔ ایک مرتبہ فقیر خانہ پر تشریف لائے روانہ ہوتے وقت فرمایا: میں نے سنا ہے تم نے مولانا فضل محمد (بانی و تاحیات مہتمم مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی) کی سوانح حیات لکھی ہے؟ میں نے فوراً "ماہ فضل و کمال" پیش کی۔ دوسری مرتبہ تشریف لائے تو فرمایا "میں نے ایک ہی نشست میں پوری کتاب پڑھ لی تھی' ایسے انوکھے اسلوب کی سوانح حیات میری نظر سے نہیں گزری' تم تو اچھا لکھ لیتے ہو' اس صلاحیت کو کام میں لاؤ۔" مولاناؒ کی یہ باتیں اب یاد آتی ہیں تو اک ہوک سی دل سے اٹھتی ہے' سوچتا ہوں کہ اب یہ باتیں کون کہے گا اور کون سنے گا۔

اٹھتے جاتے ہیں اب اس بزم سے ارباب نظر
گھٹتے جاتے ہیں مرے دل کو بڑھانے والے

سادہ مزاجی

علمی مسائل میں ذہانت و جودت طبع کے باوجود دنیوی معاملات میں آپ بالکل سادہ طبیعت تھے۔ بچوں کا سا بھولپن آپ کے چہرے سے ٹپکتا تھا۔ ردغیر مقلدیت آپ کے ذہن پر چھایا ہوا تھا' آپ ہر برائی کی جڑیں غیر مقلدیت میں دیکھتے تھے۔

آخری ملاقات

فقیر کو دوسری مرتبہ درس قرآن مجید مکمل کرنے کی سعادت نصیب ہوئی تو میں نے سوچا کہ رسمی جلسے کی بجائے کسی بزرگ کو دعا کے لیے دعوت دی جائے۔ چنانچہ حضرت مفتی بشیر احمد پسروریؒ کے خلف الرشید حضرت مفتی رشید احمد قادری سے درخواست کی اور ان الفاظ میں درخواست کی کہ آپ اپنی مصروفیت اور سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے جب بھی تشریف لائیں گے۔ میرے لیے باعث سعادت ہوگا۔

میں ایک جمعے کو عصر کی نماز سے ذرا پہلے لاہور سے باہر جانے کے لیے تیار ہو رہا تھا کہ حضرت مفتی صاحب

تشریف لے آئے۔ بہت خوشی ہوئی عصر کے بعد حضرت کے درس قرآن مجید اور دعا کا اعلان ہو گیا' اللہ کی رحمت سے سامعین بھی کافی اکٹھے ہو گئے۔ اور دعا کی پر بہار اور سراپا انوار محفل ختم ہوئی تو دیکھا مولانا محمد امین صفدر ہنستے ہوئے مفتی صاحب کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ یہ اچانک آمد میرے لیے نعمت غیر مترقبہ تھی' میری خوشی دوبالا ہو گئی' معلوم ہوا کہ مولاناؒ نے آج جمعہ باغبان پورہ میں پڑھایا' عصر کے بعد کہیں روانہ ہو رہے تھے کہ مفتی صاحب کے درس کی اطلاع ملی' شیخ زادے اتنا قریب موجود ہوں اور ملے بغیر چلے جائیں' طبیعت نے گوارا نہیں کیا۔ آئے اور نہایت خاموشی سے پچھلی صف میں بیٹھ گئے۔ پھر ہمیں اسی وقت پتہ چلا جب وہ مفتی صاحب کی طرف بڑھ رہے تھے۔ حسن ادب' احترام و محبت کی ایسی مثالیں اب کم دکھائی دیتی ہیں۔

مصروفیت کے باوجود ذرا نوازی کرتے ہوئے گھر قدم رنجہ فرمایا' ماحضر بھی رغبت اور مسرت سے تناول کیا' دونوں بزرگ کچھ دیر خوش طبعی سے باتیں کرتے رہے اور ہم خورد ان سے محظوظ ہوتے رہے۔ مغرب سے ذرا پہلے اجازت لے کر ہم سے رخصت ہوئے' بوقت رخصت آپ کا ہنستا' مسکراتا' کھلکھلاتا' چہرہ آج بھی آنکھوں میں سمایا ہوا ہے۔ کیا معلوم تھا کہ یہ آخری ملاقات ہوگی' لیکن نہیں! یہ آخری ملاقات نہیں تھی! اس ملاقات سے کوئی بیس اکیس روز بعد میں کالج سے خلاف معمول کافی لیٹ تھکا ہارا لوٹا' مغرب کی نماز پڑھ کر کچھ دیر کے لیے سو گیا' کیا دیکھتا ہوں کہ کچھ علماء و مشائخ ایک حلقے کی صورت میں بیٹھے ہیں اور مولاناؒ بھی ان میں تشریف فرما ہیں۔ عشاء کے لیے بیدار ہوا' نماز ادا کی' پھر سویا تو دیکھا عالم ارواح میں وہی روحانی محفل ابھی تک جاری ہے' اس دلربا منظر میں کھویا ہوا تھا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی' ریسیور اٹھایا تو مولانا جمیل الرحمٰن اختر کہہ رہے تھے کہ مولانا محمد امین صفدرؒ کا انتقال ہو گیا ہے' تب اس روحانی محفل کی حقیقت کھلی' غالباً یہی وقت تھا جب مولانا عالم اجسام سے عالم ارواح میں داخل ہو رہے تھے۔ مولانا! آپ کا شکریہ کہ آپ نے بوقت رخصت یاد کیا۔ مولاناؒ سے یہ میری آخری ملاقات تھی۔

اب دیکھیے کب ملاقات ہوتی ہے! انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بجھا چراغ اٹھی بزم' کھل کے رو اے دل
وہ سب چل بسے جنہیں عادت تھی مسکرانے کی
سنے کون ہائے صدائے دل' ملے کس سے آہ شفائے دل
جو بیچتے تھے دوائے دل' وہ دکان اپنی بڑھا گئے

سادگی اور تواضع میں بھی اکابر کا نمونہ

کھ جناب مولانا محمد ابوبکر غازی پوری ☆

مجلہ ''انور مدینہ'' لاہور پاکستان کے ذریعہ معلوم ہوا کہ حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی ۳۱/اکتوبر ۲۰۰۰ء کو بعارضہ قلب اللہ کے حضور پہنچ گئے' یہ خبر ہندوستان میں کم از میرے لیے صاعقہ آسمانی سے کم نہیں تھی' بہت دیر تک ہوش و حواس گم کیئے ہوئے بیٹھا رہا اور مولانا کے لیے مغفرت کی دعا کرتا رہا۔ ہندوستان میں کم ہی اہل علم حضرت مولانا مرحوم سے واقف ہوں گے اور شخصی تعارف تو بہت کم لوگوں کو حاصل رہا ہوگا۔ چند سال قبل میں مدینہ منورہ میں تھا' میری قیام گاہ حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی صاحب بلند شہری مدظلہ کی قیام گاہ کی جگہ تھی۔ مفتی صاحب موصوف کی مجلس میں حضرت مولانا مرحوم کا تذکرہ بڑی عقیدت سے کیا جاتا تھا۔ مفتی صاحب موصوف نے کہا کہ احناف اور مسلک دیوبند کا دفاع تمہارا بھی موضوع ہے اور یہ موضوع مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی صاحب کا بھی ہے۔ وہ پاکستان کے جلیل القدر عالم اور مناظر ہیں' ان کی کتابوں کو بھی تمہیں مطالعہ میں رکھنا چاہیے اور پھر خود ہی ان کے رسائل کا ایک مجموعہ دیا' میں نے اس کا مطالعہ کیا تو مولانا کا اسلوب تفہیم بہت پسند آیا' اور ان کی ذہانت و حافظہ کا قائل ہونا پڑا' مولانا اپنی کتابوں اور تقریروں میں مذہب حنفی کا دفاع بڑے پراعتماد انداز میں کرتے ہیں' مطالعہ بھی ان کا بہت وسیع تھا اور حافظہ تو پرانوں کی یاد تازہ کرتا تھا۔ ردغیر مقلدیت میں جب میری کتابیں شائع ہو کر پاکستان پہنچیں تو مولانا انہیں پڑھ کر بہت خوش اور متاثر ہوئے' اور میری کتابوں پر بڑا وقیع تبصرہ لکھ کر زمزم کے لیے بھیجا' ان کا تبصرہ میں نے شائع نہیں کیا' اس میں انہوں نے میرے لیے میری حیثیت سے بلند کلمات کا استعمال کیا تھا' مجھے وہ تبصرہ ''زمزم'' میں شائع کرتے ہوئے حجاب محسوس ہوا۔ مجلہ ''زمزم'' کی طرف پاکستان میں وہ لوگوں کو متوجہ کرتے تھے' ان کی توجہ سے کئی لوگ پاکستان کے مختلف علاقوں میں زمزم کے خریدار بنے۔

تین چار سال قبل کچھ شر پسند حاسدوں کی حرکت کی وجہ سے مولانا کے بڑے لڑکے کو پولیس نے پاکستان کی ایک مذہبی تنظیم کے ساتھ ربط و تعلق کا الزام لگا کر پکڑ لیا تھا اور بے انتہا اذیت و تکلیف دے کر جیل میں ڈال دیا تھا' لڑکا بے قصور تھا مگر ہزار کوششوں کے باوجود اس کی ضمانت نہیں ہو رہی تھی' مولانا مرحوم اس کی وجہ سے دو تین سال

☆ مدیر دو ماہی ''زمزم'' مکتبہ اثریہ قاسمی منزل' سید واڑہ' غازی پور' یو پی۔ انڈیا

بہت پریشان رہے ملتان سے لاہور کا چکر لگاتے رہے' ہر طرح کی کوشش کر کے تھک گئے مگر نواز شریف کی پولیس کے پنجہ سے وہ بچہ نکل نہیں سکا۔ گزشتہ دنوں جب نواز شریف کا تختہ الٹ گیا تو پچھلے سال معلوم ہوا کہ لڑکا ضمانت پر جیل سے رہا ہوا ہے۔ مولانا کی اس پریشانی کی وجہ سے ان سے خط و کتابت زیادہ نہیں رہی مگر ایک دوسرے کے حالات سے آگاہی ہوتی رہی۔ جب میں ۱۹۹۸ء میں پاکستان گیا تو مولانا کو میرے سفر کی اطلاع پہلے سے لاہور کے مخلصین نے کر دی تھی۔ از راہ کرم مولانا ملتان سے خود ہی لاہور مجھ سے ملنے تشریف لائے اور دو روز ان کا ساتھ رہا' جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور (جہاں میرا قیام تھا) کی مسجد میں ایک روز ہم دونوں کا مشترکہ خطاب بھی ہوا۔ مولانا اوکاڑوی سے مل کر مجھے اندازہ ہوا کہ یہ شخصیت اس سے کہیں بلند ہے جس کا تصور ان کے رسائل پڑھ کر مجھے ہوا تھا' وہ نہ صرف ردغیر مقلدیت بلکہ تمام باطل مذہبوں اور فرقوں عیسائی' قادیانی' پرویزی' بریلوی' وغیرہ کے رد میں ہر طرح تیار ہیں' اور ان کا مطالعہ بڑا وسیع اور ہمہ گیر ہے' ان کا حافظہ بے پناہ ہے' کتابوں کے صفحے تک کے حوالے دیتے ہیں۔

پاکستان جا کر معلوم ہوا کہ مولانا کی چوٹی کا مناظر اس وقت پورے پاکستان میں دوسرا نہیں ہے' جو تمام باطل فرقوں کے مقابلہ میں تن تنہا ڈٹ جائے اور ہر ایک سے مناظرہ کے لیے ہر وقت تیار رہے' عیسائی' پرویزی' قادیانی' بریلوی اور غیر مقلدین سب ان کے نام سے تھراتے ہیں اور جب کبھی ان فرقوں سے مناظرہ کی ٹھن جاتی ہے تو اس کے لیے پہلے مرحلہ میں مولانا صفدر ہی کو یاد کیا جاتا ہے۔۔۔ مولانا کی ذات بے حد متواضع اور سادہ تھی' پاکستانی علماء میں جو لوگ ذرا شہرت کے حامل ہو جاتے ہیں ان کی زندگی شاہانہ ہو جاتی ہے' اور ان کا رنگ ڈھنگ بدل جاتا ہے' میں نے یہ بات آج سے بہت پہلے اپنے پہلے سفر میں محسوس کی تھی اور بعد میں جب ان حضرات سے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں ہر سال ملاقات ہونے لگی تو اس کا احساس اور بڑھا۔ مگر مولانا امین صفدر صاحب مرحوم کی ذات بالکل نرالی تھی' مجھے ملنے آئے تو بدن پر ایک معمولی کرتہ اور ایک معمولی لنگی اور ایک دو پلیا معمولی سی ٹوپی اور ایک بہت کم قیمت کا سر پر لگانے والا رومال تھا۔ شہنشاہ مناظرہ کی یہ سادگی اور تواضع دیکھ کر مجھے اپنے اکابر یاد آ گئے۔۔۔ اگر اہل علم بھی دنیا دار بن جائیں تو ان کی نگاہ میں بھی اہل ہنر کی قدر نہیں رہتی مجھے محسوس ہوا کہ مولانا محمد امین صفدر کی پاکستان میں وہ قدر نہ ہو سکی جس کے وہ مستحق تھے۔ بہت سی باتیں کہنے کی نہیں ہوتی ہیں۔ اس لیے میں اس اجمال کی تفصیل نہیں کر سکتا' مگر میرا احساس آج بھی ہے کہ مولانا جتنے اونچے تھے پاکستان کے علماء میں ان کو وہ مقام نہیں مل سکا' بلکہ ان کو نظر انداز کرنے کا مسلسل عمل جاری تھا۔ مولانا کو بڑا اشتیاق ہندوستان آنے دار العلوم دیو بند دیکھنے اور یہاں کے اہل علم سے ملنے کا تھا ہم لوگوں نے ان کے آنے کا انتظام بھی کیا تھا مگر پاکستانی حکومت نے ان کو ویزا نہیں دیا اور مولانا کی ہندوستان آنے کی حسرت دل ہی میں رہ گئی۔ بہر حال پاکستان میں اہل حق اہل سنت و جماعت دیو بند کے علمی حلقوں کے لیے مولانا کی وفات بڑا زبردست حادثہ ہے' اللہ سے دعا ہے کہ مولانا کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے اس کے پر ہونے کا انتظام فرما دے اور مولانا مرحوم کی بال بال مغفرت فرما کر ان کے درجات کو بلند فرمائے' اور ان کے اہل خاندان کو صبر و سکون عطا فرمائے۔

بہ شکریہ: دو ماہی ''زمزم'' غازی پور (انڈیا)

میرے چچا۔۔۔۔۔۔میرے مربی

جناب محمود عالم صفدر☆

(واقعات کی صحت کی ذمہ داری مضمون نگار پر ہوگی۔بشیر)

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

سلطان المناظرین حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نور اللہ مرقدہ ہمہ صفت موصوف انسان تھے' اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا وہ اہل حق کے ترجمان تھے۔اہل حق کو ان کی جہاں بھی اور جس وقت بھی ضرورت پڑی انہوں نے باطل کا جا کر مقابلہ کیا اور حق کا پرچم بلند کیا۔اللہ تعالیٰ نے انہیں باطل سے ٹکرانے کے لیے ہی پیدا کیا تھا۔اور اس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان میں عجیب وغریب خوبیاں پیدا کردی تھیں۔جب وہ قوت دلائل سے قصر باطل پر حملہ آور ہوتے تو یوں لگتا جیسے روح ابوحنیفہؒ اس میں سرایت کر گئی ہو۔پوری زندگی باطل کو لکارتے رہے لیکن جو ایک مرتبہ شکست کھا کر گیا دوبارہ مقابلے میں آنے کی جرات نہ کر سکا۔ایسے لوگ بھی سامنے آئے جنہوں نے اکابر علمائے اہل سنت کو گستاخانہ لہجے میں للکارا لیکن دلائل صفدر کی ضرب کی تاب نہ لا سکے۔اس لیے کہ ادھر علم تھا ادھر ضد تھی ادھر اتباع تھا ادھر الحاد تھا ادھر سنت کی روشنی تھی اور ادھر بدعت کی ظلمت تھی۔

حضرت اوکاڑویؒ نے اپنی پوری زندگی میں جس ہمت واستقلال جرات وشجاعت کے ساتھ مسلک اہل سنت کی ترجمانی کی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت کے جانے کے بعد پوری سنیت یوں محسوس کر رہی ہے جیسے ان کے سر سے سائبان اٹھ گیا ہو اور علماء وطلباء سب اپنے آپ کو یتیم محسوس کر رہے ہیں۔چونکہ حضرتؒ کا قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین دامت برکاتہم سے گہرا تعلق تھا اور حضرت اوکاڑویؒ کی مجاہدانہ دینی خدمات کے پیچھے حضرت قاضی صاحب مدظلہم کی دعائیں اور توجہات کارفرما تھیں۔حضرت اوکاڑویؒ کی جدائی کا غم حضرت قاضی صاحب دامت برکاتہم کو کس قدر ہے اس کا اندازہ اہل دل ہی لگا سکتے ہیں۔حضرت اوکاڑویؒ کی حیات

☆۔ مولانا محمد امین صفدرؒ کے بھتیجے

وخدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے "حق چار یارؓ" کے خاص نمبر کی اشاعت کا حکم فرمانا حضرت کے قلبی تعلق کی عکاسی کرتا ہے۔مجھے حضرت اوکاڑویؒ کی خدمت میں چھ سال تک رہنے کی سعادت نصیب ہوئی۔اس عرصہ میں کبھی یہ محسوس نہیں ہوا کہ ہم چچا اور بھتیجا رہے ہیں یا دو دوست حضرت مجھے ان چھ سالوں میں ہنساتے رہے اور اب روتا ہوا چھوڑ کے ہمیشہ کے لیے مجھ سے جدا ہوگئے۔انما اشکوبثی وحزنی الی اللہ۔اس عرصہ میں کچھ واقعات جو حضرت کے سنائے ہوئے ذہن میں محفوظ ہیں یا میرے مشاہدہ میں آئے انہیں وہ درج کر رہا ہوں۔

(۱) حضرتؒ کے بیٹے محمد عمر نے بتایا کہ آج سے قریباً بارہ سال قبل اوکاڑہ کے جی ٹی روڈ پر ایک مولوی صاحب میرا پتہ پوچھتے میری دوکان پر پہنچے۔میں نے ان کو بٹھا کر آنے کی غرض دریافت کی۔انہوں نے کہا کہ مولانا محمد امین صاحب سے ملنا ہے میں ان کو لیکر گھر آیا راستہ میں انہوں نے بتایا میں حیدر آباد سے آیا ہوں۔لندن میں میرا قریبی رشتہ دار رہتا ہے۔ جہاں اس کے ساتھ کچھ اور مسلمان بھی رہتے ہیں۔مرزا طاہر نے ان مسلمانوں کو لاوارث سمجھ کر ان کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کی اور وہاں اپنی تقریریں شروع کر دیں ہیں۔جن سے وہاں کے مسلمان سخت اضطراب میں ہیں۔چنانچہ میرا رشتہ دار بھی ان لوگوں میں شامل ہے۔وہ اگرچہ عالم تو نہیں لیکن دین کا جذبہ ضرور رکھتا ہے۔اس نے مجھے مرزا طاہر کی تقریباً بارہ کیسٹیں بھیجی ہیں۔کہ پاکستان سے اس کا جواب ریکارڈ کروا کے بھیجو۔میں کیسٹیں لے کر کراچی گیا۔وہاں کے علماء نے بتایا کہ اگر اس کا جواب ریکارڈ کروانا ہے تو مولانا محمد امین صاحب کے پاس اوکاڑہ جانا پڑے گا۔چنانچہ اب میں طویل سفر طے کر کے یہاں پہنچا ہوں۔ میں نے والد صاحب کو بتایا کہ ایک مولوی صاحب اس مقصد کے لیے حیدر آباد سے تشریف لائے ہیں۔والد صاحب نے مولوی صاحب کو بٹھایا اور کھانا وغیرہ کھلایا اور خود تقریباً دن بارہ بجے کیسٹیں سننے کے لیے بیٹھ گئے اور ساتھ ساتھ چارپائی کے اردگرد کتابوں کے ڈھیر بھی لگانا شروع ہوگئے۔جب میں شام کو گھر واپس آیا تو تقریباً آٹھ کیسٹیں سن چکے تھے جب رات گئے بارہ کیسٹیں سن کر فارغ ہوئے تو بجائے آرام کرنے کے خالی کیسٹوں پر جواب ریکارڈ کرنا شروع کر دیا۔ساری رات اور دوسرے دن دوپہر تک جواب ریکارڈ کرتے رہے اور تقریباً بارہ بجے دوپہر تک جواب مکمل ہوگیا۔مسلسل چوبیس گھنٹے کی دماغی محنت اور ساری رات نیند نہ کرنے کی وجہ سے آنکھیں سرخ اور نزلہ اور بخار ہوگیا تھا۔جب دوپہر کو میں کھانا کھانے کے لیے آیا تو میں نے پوچھا کہ مولوی صاحب کہاں گئے تو والد صاحبؒ نے بتایا کہ بازار کا کہہ کر گئے ہیں۔تھوڑی دیر بعد وہ مٹھائی کا ڈبہ لے کر آئے۔دروازہ کھٹکھٹایا اور والد صاحب کو ڈبہ دے کر شکریہ ادا کر کے واپس روانہ ہوگئے۔تقریباً بیس منٹ بعد والد صاحب ان کو واپس کر کے رخصت ہوئے تو آ کر چارپائی پر بیٹھ گئے۔میں نے عرض کیا کہ آپ ساری رات بے آرام رہے۔مسلسل محنت کی وجہ سے نزلہ اور بخار بھی ہوگیا اور آپ صرف مٹھائی کا ڈبہ لے کر خوش ہو رہے ہیں (کیونکہ ابا جی مولوی صاحب کو رخصت کر کے ہنستے ہوئے تشریف لائے تھے) والد صاحب نے سمجھانے کے انداز میں فرمایا۔بیٹا آپ کے پاس کس چیز کی کمی ہے۔؟اللہ کا دیا ہوا سب کچھ ہے رہی بات اس مشقت کی جو میں نے کی ہے تو میری کیسٹ سن کر

اگر ایک آدمی بھی راہ راست پر آ گیا تو اس کا جو اجر مجھے قیامت کے دن ملے گا۔ اس کا اندازہ ہم نہیں لگا سکتے۔

(۲) حضرتؒ کے چک میں اکثر مرزائی ہیں۔ ایک مرتبہ مرزائیوں نے وہاں قبرستان بنانے کی کوشش کی کچھ بے ضمیر قسم کے مسلمان بھی ان کے ساتھ ہو گئے۔ حضرت تمام تر توانائیاں اس بات پر صرف کر رہے تھے کہ یہاں قبرستان نہیں بننے دینا۔ جب لوگ پنچائت میں اکٹھے ہوئے تو منافق قسم کے مسلمان بھی مرزائیوں کے ساتھ ملے ہوئے تھے۔ مرزائیوں نے قانون گو کو پیسے بھی دے رکھے تھے لیکن ادھر حضرت مرحوم اپنے چند مخلص احباب کے ساتھ مل کر ڈٹے ہوئے تھے کہ یہاں مرتدین کا قبرستان نہیں بننے دینا۔ پنچایئت میں قانون گو نے حضرتؒ کو کہا کہ سارے لوگ قبرستان بنانے پر راضی ہیں۔ مولوی صاحب آپ خوامخواہ ٹانگ اڑا رہے ہیں۔ آپ کو پتہ نہیں کہ آپ سرکاری ملازم ہیں۔ آپ کی نوکری ختم ہو سکتی ہے۔ حضرت نے فرمایا آپ بھی سرکار کے نوکر ہیں۔ اور مرزائیوں سے رشوت لے کر ان کو قبرستان کی جگہ دینا چاہتے ہیں میں تمہارے خلاف درخواست دے کر تمہاری نوکری ختم کرواتا ہوں۔ چنانچہ حضرتؒ کی اس دھمکی کا اس پر یہ اثر ہوا کہ وہ قبرستان کے لیے جگہ دینے کی جرات نہ کر سکا۔ اور مرزائی بغلیں جھانکنے پر مجبور ہو گئے۔ اس کے بعد مرزائیوں نے آپ سے انتقام لینے کی ٹھان لی۔ ہوا یوں کہ ایک مسلمان نے رمضان المبارک میں کسی عورت سے منہ کالا کیا' حضرت نے صبح درس میں بغیر اس کا نام لیے وعظ ونصیحت فرمائی کہ رمضان المبارک میں ایسی حرکت کرنا اور زیادہ باعث عذاب ہے۔ اب مرزائیوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر اس آدمی کو حضرتؒ کے خلاف ابھارنا شروع کر دیا۔ چنانچہ اس آدمی کے رشتہ داروں اور مرزائیوں نے مل کر حضرتؒ کا درس قرآن جو کہ بیس سال سے جاری تھا۔ بند کروا دیا۔ حضرتؒ نے فرمایا ایک دروازہ بند ہوا ہے تو سو کھلیں گے۔ چنانچہ پھر پورے شہر میں بیانات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جو بڑھتا بڑھتا پورے ملک میں پھیل گیا اور یوں حضرتؒ کا فیض پوری دنیا میں پھیلا۔ اور انشاء اللہ قیامت تک پھیلتا رہے گا۔

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیوں بجھے جسے روشن خدا کرے

جب بھٹو کے خلاف تحریک چلی تو مرزائیوں نے کوشش کر کے حضرت کو گرفتار کروا دیا۔ آپ جب جیل میں گئے۔ تو وہاں درس قرآن وحدیث شروع فرمایا۔ گھر کی مالی حالت کافی پریشان کن تھی۔ اب پولیس افسر چاہتے تھے کہ حضرت ضمانت کروالیں۔ حضرت ضمانت نہیں کرواتے تھے کیونکہ مجرم ہی نہیں تھے ایک رات خواب میں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے سامنے قرآن رکھا تو صفحہ کی ایک طرف لکھا ہوا تھا۔ چنانچہ آپ اس خواب کے بعد مزید پختہ ہو گئے ایک ہفتہ بعد آپ کو بغیر ضمانت کے رہائی مل گئی۔

(۳) موجودہ زمانہ کے فتنوں میں سے خطرناک ترین فتنہ منکرین حیات انبیاءؑ کا ہے جو منکرین حدیث کی طرح قرآن کا نام لے کر حیات انبیاءؑ جیسے اجماعی عقیدہ کا انکار کرتے ہیں اور یہ فتنہ بڑی چالاکی کے ساتھ پھیلتا جا رہا ہے۔ جب یہ فتنہ دوبارہ شروع ہوا تو حضرت مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ محدث اعظم حضرت مولانا محمد سرفراز

خاں صاحب صفدر دامت برکاتہم قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین دامت برکاتہم جیسے اکابر علماء نے ان لوگوں کا تعاقب کرنے کے لیے حضرت ہی کا اسم گرامی چنا پھر حضرت نے اس ذمہ داری کو خوب نبھایا اور ان کو پے در پے شکستیں دے کر علماء اہل سنت کا سر فخر سے بلند کر دیا۔ حضرت خود فرماتے تھے کہ ابتداً جب یہ فتنہ اٹھا تو مجھے نقطہ اختلاف کا کوئی پتا نہیں تھا کیونکہ ہمارے اوکاڑہ میں یہ فتنہ شروع ہی نہیں ہوا تھا جب عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی نے جامعہ خیر المدارس ملتان کے سالانہ جلسے پر اس عقیدے کا اظہار کیا تو اوکاڑہ میں مولانا ضیاء الدین سیوہارویؒ (غالب گمان یہی ہے یہ بھی ہو سکتا ہے حضرتؒ نے کسی اور کا نام لیا ہو) نے علماء کی میٹنگ بلوائی اور فرمایا اب تک ہم عنایت اللہ شاہ کو بلواتے رہے اب چونکہ اس کا عقیدہ واضح ہو گیا ہے اب اگر کسی نے اس کو بلوایا تو اس کا بائیکاٹ کر دیا جائیگا۔ چنانچہ اس کا یہ اثر ہوا کہ ہمارے علاقے میں یہ فتنہ آیا ہی نہیں۔

حضرت نے فرمایا کہ جب میں سب سے پہلے تقریر کے لیے گکڑ ہٹہ گیا تو دارالعلوم کبیر والا سے مفتی محمد انور صاحب مہتمم دارالعلوم کبیر والہ مفتی عبدالقادر صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم کبیر والا حضرت علامہ عبدالستار تونسوی صاحب کے بھائی مولانا احسان الحق صاحب یہ سارے حضرات میرے ساتھ تھے۔ میں نے رات وہاں تقریر کی اب وہاں اشاعۃ التوحید والسنۃ کا مقامی صدر کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا آپ نے واپس نہیں جانا کل مناظرہ ہوگا میں نے کہا ٹھیک ہے مفتی انور صاحب واپس آ کر کتابیں لے گئے۔ میں رات وہیں رہا صبح پھر میں نے درس دیا تو ان کے پانچ سات آدمی وہاں آ کر بیٹھ گئے اور درس سننے لگے جب درس ختم ہوا تو وہی حق نواز جس نے مناظرے کا چیلنج دیا تھا کھڑا ہوا اور کہا رات میں نے مناظرے کا چیلنج دیا تھا۔ لیکن مولوی سعید صاحب موجود نہیں ہیں لہٰذا اب آپ کو سعید کے استاد مولوی اللہ بخش سے مناظرہ کرنا ہوگا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے کوئی بھی آئے میں تیار ہوں۔ اب ہم حق نواز کی حویلی میں چلے گئے وہاں جتنے لوگ بیٹھے تھے سب ان پڑھ تھے۔ میں نے کہا بات یہ ہے کہ آپ میں عربی کون کون پڑھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا کوئی بھی نہیں میں نے کہا پھر آپ ہماری گفتگو کا کیا فیصلہ کریں گے مناظرے کا فائدہ کچھ بھی نہیں ہوگا۔ تین قسم کے لوگ آپ میں ہونگے ایک میرے ساتھی وہ مجھے ہی زندہ باد کہیں گے وہ دوسرے ان کے ساتھی وہ انہیں ہی زندہ باد کہیں گے تو درمیان والے بیچارے پریشان ہوتے رہیں گے۔ کہ پتا نہیں یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ پھر میں نے کہا یہ دین کی بات ہے علماء اہل سنت دیوبند کی اردو تفاسیر موجود ہیں اور احادیث کی کتابوں کے اردو تراجم بھی موجود ہیں تو میرا خیال ہے کہ بحث اس طریقے سے ہو کہ میرا کام آیت یا حدیث نکال کر دینا ہو اور یہ حق نواز جو اردو پڑھا ہوا ہے یہ پڑھ کر سنا دے آپ سب اس کو اچھی طرح دیکھ لیں اور مولوی اللہ بخش کا کام بھی اتنا ہی ہو کہ یہ آیت یا حدیث نکال کر دے اور یہ ہمارا آدمی سب کو پڑھ کر سنا دے گا اور حوالہ سب کو دکھا دے گا ایک دو آیتیں اور حدیثیں ہو جائیں تو مسئلہ حل ہو جائے گا کیونکہ جب آپ سب لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے تو آپ کو یقین ہو جائیگا کہ واقعی دلائل موجود ہیں۔ لوگ کہنے لگے یہ تو بہت اچھا طریقہ ہے۔ اب میں نے تفسیر معارف القرآن (مفتی محمد شفیعؒ) اور ترجمان السنۃ (مولانا بدر عالم میرٹھیؒ) رکھ لی میں نے

معارف القرآن سے آیت شھداء نکال کر دے دی حق نواز نے پڑھی ساری تشریح بھی پڑھی میں نے اس سے کہا کہ آپ بھی کوئی آیت نکال کر دیں۔ اس نے نکالی اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا. اب اس نے آیت پڑھی اور کہا جو مسئلہ ہم سمجھنے آئے ہیں وہ تو اس میں نہیں ہے۔ کیونکہ آیت شھداء کے تحت شھداء کی حیات کا لفظ ہے یہاں تو کسی کا ذکر ہی نہیں۔ پھر میں نے ترجمان السنۃ سے حدیث نکال کر دکھائی الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون میں نے کہا اعراب لگے ہوئے ہیں خود ہی عبارت پڑھو اور ترجمہ کرو قرآن کی آیت میں یہ بحث نہیں تھی کہ یہ صحیح ہے یا ضعیف یہاں یہ بحث بھی ہوگی کہ یہ صحیح ہے یا ضعیف۔ محدثین کے اقوال مذکور ہیں' جب یہ حدیث میں نے پڑھی سب نے دیکھی تو حق نواز نے مولوی اللہ بخش سے کہا آپ اس کا جواب دیں۔ اس نے کہا یہ قائل ہیں۔ دنیوی زندگی کے اس میں دنیوی کا لفظ نہیں آیا۔ میں نے کہا کوئی اور لفظ برزخی وغیرہ آیا ہے اس نے کہا نہیں۔ میں نے کہا پھر حدیث تو بے فائدہ ہوئی نہ تیرے کام کی نہ میرے کام کی۔ تیرے نزدیک اللہ کے پیغمبر نے ایسی بات فرمائی جو کسی کے کام کی نہیں۔ میں نے کہا کیا تیرا یہ عقیدہ ہے کہ حدیث بے فائدہ ہوتی ہے۔ یہ حدیث کے الفاظ ہیں اور یہ متواتر حدیث ہے اس میں حضور پاکؐ کی قبر مبارک کا ذکر ہے اور مسلمان تو مسلمان کافر بھی یہ مانتے ہیں کہ حضور پاکؐ کی قبر مبارک مدینے میں ہے اگر کسی کو انکار ہے تو بتا دو۔ سب کہنے لگے کہ مدینے میں ہی قبر ہے۔ میں نے کہا مسلمان تو مسلمان کافر بھی یہ مانتے ہیں۔ مدینے والی قبر میں جو جسد اطہر ہے وہ دنیا والا ہے۔ جب کہتے ہیں کہ اسی قبر میں حیٰوۃ ہے تو دنیا والا جسم ہی فائز الحیٰوۃ ہوا ہم جو اس حیات کو دنیوی کہتے ہیں تو اس کا مطلب فقط اتنا ہی ہے کہ یہ دنیا والا جسم فائز الحیوۃ ہے۔ جیسے جب ہم کہتے ہیں معراج جسمانی تو اس کا مطلب یہی ہے کہ یہ جسم معراج پر گیا۔ میں نے کہا کہ پتا چل گیا کہ تینوں باتیں یقینی ہیں' (۱) حدیث متواترات میں سے ہے (۲) حضرت کی قبر مبارک بھی مدینے میں ہے (۳) اس قبر مبارک میں جو جسد اطہر ہے وہ بھی دنیا والا ہے خواب وخیال والا نہیں۔ جب میں نے یہ بات کہی تو مولوی اللہ بخش کھڑا ہو گیا اور کہا اگر امین سے مناظرہ کروانا تھا تو مجھے پہلے بتاتے میں تیاری کر کے نہیں آیا۔ چنانچہ اس طرح مولوی احمد سعید کے استاد کو شکست ہوئی اور مناظرہ کروانے والا حق نواز جوان کا صدر تھا حیات الانبیاء کا قائل ہو گیا۔

(۴) ایک مناظرہ میں احمد سعید نے کہا کہ ایک آیت پیش کر دو۔ میں اپنی ناک کٹوا دوں گا۔ اب حضرت نے آیات پڑھنی شروع کیں۔ ایک آیت پڑھتے اور پوچھتے اب تیری ناک کتنی رہ گئی ہے تاکہ میں دوسری آیت اس حساب سے پڑھوں۔ حضرتؒ کو اللہ تعالیٰ نے افہام وتفہیم کا ملکہ بہت زیادہ عطا فرمایا تھا مشکل سے مشکل مسائل مثالیں دے کر ایسے آسان انداز سے حل فرما دیتے کہ عام آدمی بھی سمجھ جاتا۔

(۵) ایک مرتبہ ایک شخص نے پوچھا قرآن میں کہیں لکھا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ حضرت نے فرمایا قرآن میں صراحتاً لکھا ہے۔ ماقتلوہ وما صلبوہ۔ پھر اس نے کہا اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور آئیں گے تو پھر حضورؐ آخری نبی تو نہ ہوئے۔ حضرت نے پوچھا آپ کے کتنے بیٹے ہیں۔ اس نے کہا چار حضرت

نے فرمایا آخری کونسا ہے اس نے کہا جو آخر میں پیدا ہوا۔ حضرت نے فرمایا اب آپ کے چاروں لڑکے مجھے ملنے آئیں سب سے چھوٹا سب سے پہلے کمرے میں داخل ہوا بڑے لڑکے بعد میں اب آپ کے بیٹوں میں آخری کون اس نے کہا وہی جو آخر میں پیدا ہوا۔ حضرت نے فرمایا اسی طرح اگرچہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بعد میں دوبارہ تشریف لائیں تو حضورؐ کے آخری نبی ہونے میں کچھ فرق نہیں پڑے گا کیونکہ آخر میں ہمارے نبی ہی پیدا ہوئے تو آخری یہی ہوئے اس پر وہ شخص بہت خوش ہوئے کہ آپ نے بہت جلد مجھے یہ مسئلہ سمجھا دیا۔

(۶) ایک مرتبہ حضرت نے یہ واقعہ سنایا کہ جب میں بنوری ٹاؤن میں تھا تو ایک مرتبہ سات آدمی میرے کمرے میں آ کر بیٹھ گئے کچھ ان میں وکیل تھے کچھ ڈاکٹر اور کچھ پروفیسر وہ آ کر اس طرح بیٹھے کہ ایک کا منہ ایک طرف تو دوسرے کا دوسری طرف میں دیکھتے ہی سمجھ گیا کہ یہ غیر مقلد ہیں۔ اور وہ بیٹھتے ہی یہی شور کیے جا رہے تھے جی ہم بہت پریشان ہیں میں نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بڑوں کو چھوڑ رکھا ہے۔ اس لیے پریشان ہیں جو بھی بڑوں کو چھوڑتا ہے ساری عمر ہی پریشان رہتا ہے۔ مرزا قادیانی اسی پریشانی کی پیداوار تھا وہ کہنے لگے کیا کریں جی چار دین ہو گئے میں نے کہا کہاں چار ہو گئے۔ وہ جو بھینگا ہوتا ہے اس کو بھی ایک کے دو نظر آتے ہیں۔ یہ عجیب بھینگے ہیں جن کو ایک کے چار نظر آ رہے ہیں۔ یہاں تو صرف حنفیوں کے مدرسے ہیں۔ نہ شافعیوں کے ہیں نہ مالکیوں اور حنبلیوں کے پھر تمہیں چار کیسے نظر آ گئے۔ جی کہیں ہونگے ناں۔ میں نے کہا جہاں ہونگے ان کو فکر کرنی چاہیے تمہیں فکر کرنے کی کیا ضرورت پڑی ہے۔ وہ کہنے لگے جب امام چار ہیں تو ایک کی تقلید کرنے سے چوتھائی دین پر عمل کا ثواب ملے گا۔ میں نے کہا قرآن کے قاری سات ہیں آپ ساری عمر قاری عاصم کوفی کی قرات اور قاری حفص کی روایت پر قرآن پڑھتے رہے تو کیا آپ کو پورے قرآن کا ثواب ملتا ہے یا ساتویں حصے کا وہ کہنے لگے پورے کا میں نے کہا جس طرح ایک قاری کی قرات پر قرآن پڑھنے سے پورے قرآن کا ثواب ملتا ہے۔ اس طرح اگر ایک امام کی تقلید میں دین پر عمل کیا جائے تو پورے دین پر عمل کا ثواب ملے گا۔ پھر کہنے لگے جب نبی ایک ہے تو امام چار کیوں ہوئے۔ میں نے کہا تم نے قرآن پڑھا ہی نہیں۔ قرآن میں ہے وجعلنا منھم ائمۃ بنی اسرائیل میں کئی امام بنائے گئے نیز اگر نبی بھی ایک ہو اور امام بھی ایک تو شبہ ہوگا کہ شاید امام نبی کے برابر ہے تو اس لیے نبی ایک ہوتا ہے اور امام کئی۔ تاکہ یہ شبہ پیدا نہ ہو۔ اب وہ کہنے لگے جب امام چار ہیں تو کس کی تقلید کریں مکہ مدینہ والے امام کی یا کوفہ کے امام کی۔ میں نے کہا آپ کی کیا رائے ہے کہنے لگے۔ مکہ مدینہ والے امام کی تقلید کرنی چاہیے۔ میں نے کہا جھوٹ بولنے میں پتا نہیں آپ کو کیا مزا آتا ہے۔ قرآن پاک کے سات قاریوں میں مکی قاری بھی ہے مدنی بھی آپ مکی قاری اور مدنی کو چھوڑ کر ساری عمر قاری عاصم کوفی کی قرات پر قرآن پڑھتے رہے یہاں آپ کو مکی اور مدنی قاری نظر نہیں آئے۔ وہ کہنے لگے کیا کریں یہاں قاری عاصم کوفی کی قرات پر ہی قرآن پڑھا جاتا ہے۔ اس لیے ہم بھی پڑھتے ہیں۔ میں نے کہا جب قرآن جس قرات پر یہاں پڑھا جاتا ہے اسی کو پڑھتے ہو اسی طرح یہاں اسلام پر عمل مذہب حنفی کے طریقے پر ہوتا ہے لہٰذا اسی پر عمل کرو۔ میں نے کہا کوفہ کا قرآن کیوں پڑھتے ہو۔ کہنے لگے صحابہ

جب کوفہ آئے تھے۔ تو قرآن مکہ مدینہ سے ساتھ لے کر آئے تھے میں نے کہا کہ صحابہؓ جب کوفہ آئے تھے تو صرف قرآن ساتھ لائے تھے اور نماز وغیرہ احکام و مسائل مدینہ میں ہی چھوڑ آئے تھے کہ کوفہ جا کر نئے بنا لیں گے۔ جو صحابہؓ قرآن مدینہ سے لے کر آئے وہ احکام و مسائل بھی تو مدینہ سے لے کر آئے۔

(۷) ایک مناظرے کا واقعہ حضرت نے مجھے خود سنایا۔ علاقے کا نام تو مجھے یاد نہیں رہا حضرت نے فرمایا اس علاقے میں بریلوی حضرت کے ساتھ مناظرہ طے ہو گیا اہل سنت کی طرف سے مناظر تو کوئی اور تھا میں صدر مناظر تھا۔ میں نے اپنے مناظر سے پوچھا کہ تو مماتی تو نہیں ہے کیونکہ مجھے پتا تھا کہ یہ لوگ بعد میں دوران مناظرہ گڑبڑ کر جاتے ہیں اس لیے میں نے احتیاطاً پوچھ لیا۔ اس نے کہا نہیں میں مطمئن ہو گیا۔ جب مناظرہ شروع ہوا تو بریلوی مناظر نے کہا تمہارے مولوی اشرف علی تھانوی نے تھانہ بھون میں بیٹھ کر الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ پڑھا ہے۔ اب یا تم بھی پڑھو ورنہ اپنے بڑے اشرف علی تھانویؒ کو مشرک کہو۔ اب ہمارا مناظر جو کہ چھپا ہوا مماتی تھا کھڑا ہوا اور کہا اگر واقعی اشرف علی تھانویؒ نے صلوٰۃ وسلام پڑھا ہے تو کافر ہے۔ اب اس پر بریلویوں نے شور مچا دیا کہ لکھ کر دو کہ اشرف علی تھانوی کافر ہے۔ اب میں پریشان ہو گیا کہ یہ تو سارا معاملہ ہی گڑبڑ ہو گیا ہے اگر پہلے پتا چل جاتا کہ یہ مولوی مماتی ہے تو میں اسے مناظرہ ہی نہ کرنے دیتا خیر میں کھڑا ہوا اور کہا کہ میں چونکہ صدر مناظر ہوں اس لیے مجھے حق پہنچتا ہے کہ اس بات کی وضاحت کروں۔ اور میں نے بریلوی مولوی صاحب سے کہا کہ آپ صرف اتنا واقعہ ہی نہ پڑھیں بلکہ پورا واقعہ پڑھیں۔ اب میں بار بار کہوں کہ پورا واقعہ پڑھ وہ نہ پڑھے۔ جو آدمی مناظرہ کروا رہا تھا وہ متعصب نہیں تھا وہ کہنے لگا آپ ہی پورا واقعہ پڑھ دیں۔ میں نے بریلوی مناظر سے کتاب اپنے ہاتھ میں لی اور پڑھنی شروع کر دی۔ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ حج یا عمرہ پر جانے لگے تو حضرت تھانویؒ نے فرمایا جب روضہ پاک پر حاضری ہو تو میری طرف سے بھی سلام عرض کر دینا۔ مولانا جب وہاں پہنچے تو روضہ پاک پر حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھا لیکن حضرت تھانویؒ کا سلام کہنا بھول گئے جب فارغ ہوئے تو وہیں بیٹھے بیٹھے اونگھ آ گئی تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا آپ نے اشرف علیؒ کا سلام کیوں نہیں پہنچایا۔ مولانا نے عرض کیا حضرت میں بھول گیا اس پر حضرت پاکؐ نے فرمایا اشرف علیؒ کو میرا سلام کہنا اور کہنا تو جو شرک و بدعت کے خلاف کام کر رہا ہے میں اس سے بہت خوش ہوں۔ جب مولانا واپس تشریف لائے تو حضرت تھانویؒ نے پوچھا کیا میرا سلام بھی پہنچایا تھا اس پر مولانا نے پورا واقعہ حضرت کو سنایا۔ جب حضرت تھانویؒ نے یہ واقعہ سنا تو رونے لگے اور بار بار فرماتے پھر کہو حضرت پاکؐ نے کیا فرمایا تھا حضرت تھانویؒ رو بھی رہے تھے اور صلوٰۃ وسلام بھی پڑھ رہے تھے اور مریدین کو فرمایا آج مجلس ذکر میں ذکر کی بجائے الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ پڑھیں گے اور تصور یہ کریں گے کہ ہم روضہ پاک پر کھڑے ہیں۔ اب جب میں نے یہ واقعہ پڑھا تو وہ آدمی جو مناظرہ کروا رہا تھا۔ بریلوی مناظر سے پوچھتا ہے کیا واقعہ ایسے ہی ہے جیسے انہوں نے پڑھا ہے؟ بریلوی مناظر بولا واقعہ تو ایسے ہی ہے۔ اس پر وہ آدمی کھڑا ہوا اور کہا بس مناظرہ ہو گیا ہے۔ مسلک کے اشرف علی

تھانویؒ ایسے ہیں کہ رسول پاکؐ سلام بھیج رہے ہیں ان کے بڑے کیسے ہونگے میں اعلان کرتا ہوں کہ آئندہ میرے علاقے میں کسی مولوی کو اجازت نہیں کہ سنی دیوبندی علماء کے خلاف کچھ کہے۔

(۸) اوکاڑہ کے قریب ایک گاؤں ہے وہاں ایک مولوی صاحب تھے بہت مخلص بلا معاوضہ دین کی خدمت کرتے۔ ایک دن مولانا کے پاس تشریف لائے اور کہا ہمارے علاقہ میں شیعہ سنی مسئلہ پیدا ہو گیا ہے آپ آ کر رافضیت کے خلاف تقریر کر جائیں اور یہ بھی سن لیں کہ بس پر جتنا کرایہ لگتا ہے آٹھ آنے وہی دونگا اور بس سے اتر کر کچھ کلومیٹر پیدل سفر بھی ہے۔ مولانا نے تاریخ دیدی۔ مقررہ تاریخ کو سائیکل بس پر رکھا اور وہاں پہنچے بقیہ سفر سائیکل پر طے کیا جا کر تقریر کی اور واپس آ گئے کچھ دنوں کے بعد وہ مولوی صاحب پھر تشریف لائے اور فرمایا کہ آپ کی تقریر کے بعد شیعہ نمبردار نے بہت بڑی مجلس کروائی ہے آپ نے تقریر کے لیے چلنا ہے لیکن شرط وہی آٹھ آنے کرایہ اور سائیکل کا سفر چنانچہ مقررہ تاریخ کو سائیکل بس پر رکھی۔ سٹاپ پر اتر کر سائیکل پر سوار ہوئے اور چک کی طرف چل پڑے۔ جب چک کے قریب پہنچے تو چک کا نمبردار جو کہ رافضی تھا راستہ میں کھڑا تھا۔ مولانا کے سائیکل کے سامنے آ کر ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا تم ہم سے جو لکھواتے ہو لکھوا لو ہم تمہیں تنگ نہیں کریں گے۔ لیکن مہربانی فرما کر تقریر نہ کرو کیونکہ آپ نے پہلے جو تقریر کی تھی پتہ نہیں مولوی صاحب نے آپ کو کرایہ بھی دیا تھا یا نہیں لیکن تمہاری تقریر کے جواب میں میں نے جو مجلس کروائی ہے میرا اس پر چالیس ہزار روپے خرچ آ گیا ہے۔ تمہارے ایک سوال کا جواب بھی کسی کو نہیں آیا۔ اب اگر تو نے تقریر کر دی تو میرا چالیس ہزار اور خرچ ہو جائے گا لہٰذا مہربانی کر کے میری حالت پر رحم کریں۔ مولانا نے کہا کہ مولوی صاحب جن کی دعوت پر میں آیا ہوں ان کو منا لو چنانچہ اس علاقہ کے بڑے روافض نے مولوی صاحب سے معافی مانگی تب جا کر ان کی جان چھوٹی۔

(۹) کیپٹن عثمانی کا فتنہ شروع ہوا تو حضرت نے اس کا مقابلہ کرنے میں بھی کسی قسم کی کمی نہیں چھوڑی ماہنامہ "الخیر" ملتان میں ان کے رد میں مضامین بھی لکھے اور خود کیپٹن عثمانی سے جب حضرت کی بات ہوئی تو حضرت نے پوچھا تو کسے مانتا ہے اس نے کہا صرف قرآن مانتا ہوں حضرت نے فرمایا اپنی بات پر پکا رہنا پھر فرمایا قرآن میں ہے **انی لکم رسول امین** اور امین سے مراد میں ہوں لہٰذا اگر تو قرآن کو مانتا ہے تو مجھے رسول مان اس پر کیپٹن عثمانی لاجواب ہو گیا۔

(۱۰) ایک مرتبہ حضرت نے واقعہ سنایا کہ میں ایک مولوی صاحب کو ملنے کے لیے گیا تو وہ باہر دروازے پر کھڑے ہنس رہے تھے مجھے دیکھ کر فرمانے لگے مجھے آپ کی آمد کی اطلاع مل چکی تھی۔ میں نے کہا وہ کیسے تو وہ مجھے کمرے میں لے گئے سامنے ایک آدمی پر چادر ڈالی ہوئی تھی۔ مجھے مولوی صاحب کہنے لگے جن کو حاضر کیا ہوا تھا تو باتوں باتوں میں مجھے کہنے لگا جلدی کر مجھے دس روپے ادھار دے میرے استاد مولانا امین صاحب تیرے پاس آ رہے ہیں۔ میں نے ان کے لیے بوتل لانی ہے چنانچہ میں نے اسے دس روپے دیئے اور خود دروازے پر آپ کے انتظار میں کھڑا ہو گیا۔ ابھی مولوی صاحب نے بات ختم کی ہی تھی کہ چادر سے پیپسی کی بوتل باہر نکل آئی حضرت

نے فرمایا میں نے تو نہیں پی کیا پتا تو چوری کر کے لایا ہو اس پر وہ جن کہنے لگا استاذ جی آپ کو تو میں حرام نہیں پلا سکتا آپ مولوی صاحب سے پوچھ لیں میں ان سے دس روپے ادھار لے کر گیا ہوں اس پر میں نے وہ بوتل پی لی اور اس کو کہا آئندہ اس آدمی کو تنگ نہیں کرنا چنانچہ جن وعدہ کر کے چلا گیا کہ آئندہ تنگ نہیں کروں گا۔

(۱۱) حضرت کے سب سے چھوٹے بیٹے محمد معاویہ صفدرؔ نے مجھے بتایا کہ ایک مرتبہ میں کراچی میں کچھ دوستوں کے ہاں چلا گیا بدقسمتی سے صبح کی نماز ہم سب سے قضا ہوگئی جب میں واپس آیا تو اباجی سخت غصے میں تھے اور فرمایا صبح کی نماز کیوں نہیں پڑھی میرے تو پاؤں تلے سے زمین نکل گئی کہ والد صاحب کو کیسے پتا چل گیا پھر میں نے ان ساتھیوں سے پوچھا کہ آپ میں سے تو کسی نے نہیں بتایا انہوں نے کہا ہم نے بتا کر خود پھنسنا تھا۔ اب ہم سب بہت حیران ہوئے کہ والد صاحب کو کس نے بتایا آخر ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ خدا تعالیٰ نے ہی بتایا ہے۔

(۱۲) مجھے حضرتؒ وفات کے کچھ دنوں بعد خواب میں ملے حضرت مسجد سے نکل کر جوتا پہن رہے ہیں میں سامنے کھڑا ہوں مجھے دیکھ کر خوب ہنستے ہیں میں پوچھتا ہوں کیا آپ کو میرا تحفہ مل گیا تھا۔ حضرت فرماتے ہیں وہ بھی مل گیا تھا اور ستر ہزار اور بھی مل گیا ہے جب میں صبح بیدار ہوا تو سوچنے لگا کہ یہ ستر ہزار کیا ہے اور کس نے بھیجا ہے کافی سوچ و بچار کے بعد ذہن میں آیا کہ حضرت کے گھر والوں نے کلمہ طیبہ نہ پڑھا ہو جب میں اوکاڑہ گیا تو معلوم ہوا کہ واقعی گھر والوں نے ستر ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھا ہے۔

(۱۳) جب حضرت کا بیٹا محمد عثمان گرفتار ہوا تو حضرت پریشان تو تھے ہی لیکن عثمان کی ملاقات کے لیے نہیں گئے چوہدری شکر اللہ صاحب جو کہ حضرت کے چک ۲/۵۵ ایل کے نمبردار بھی ہیں اور انہوں نے حضرت کے بھائیوں سے بھی بڑھ کر خدمت کی ہے وہ حضرت کے مزاج سے واقف تھے انہوں نے سوچا کہ یوں کام نہیں بنے گا۔ خود حضرت کی ملاقات عثمان کے ساتھ کروائی جائے تاکہ بیٹے کو سلاخوں کے پیچھے بند دیکھ کر محبت پدری جوش میں آئے گی تو پھر حضرت کی دعا اثر دکھائے گی۔ چنانچہ یہ سوچ کر وہ فرماتے ہیں میں نے حضرت کو عرض کیا کہ عثمان کی ملاقات کے لیے جانا ہے آپ بھی ساتھ چلیں جواب میں حضرت نے فرمایا گھٹنوں میں درد ہے میں نے عرض کیا گاڑی پر جائیں گے واپس بھی اسی پر آجائیں گے۔ چنانچہ ہم گئے اب حضرت عثمان کو مل کر ایک طرف کھڑے ہو گئے اور میں بظاہر باتوں میں مشغول ہو گیا اور چوری چوری حضرت کی طرف دیکھ رہا تھا کہ کیا کرتے ہیں۔ حضرت کے چہرے پر آنسو رواں تھے اور کچھ پڑھ رہے تھے۔ میں نے دل ہی دل میں کہا اب عثمان رہا ہو جائیگا۔ جب واپس ہوئے تو راستے میں مجھے فرمایا شکر اللہ صاحب عثمان نے رہا ہونا ہے لیکن پہلے دو آدمی اندر جائیں گے۔ میں سمجھا شاید ان دو آدمیوں کے بارے میں فرما رہے ہیں جنہوں نے جھوٹا مقدمہ کروایا ہے لیکن بعد میں پتا چلا کہ ان دو آدمیوں سے حضرت کی مراد سابقہ دو وزیر تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت کی اس بات کو حرف بحرف پورا کر دکھایا۔

(۱۴) حضرتؒ باوجود اس قدر علمی شخصیت ہونے کے انتہائی خوش طبع تھے بڑے تو بڑے چھوٹوں سے بھی

اس قدر شفقت کا معاملہ فرماتے کہ وہ حضرتؒ کی زیارت کے بعد کئی کئی دن تک اس کی حلاوت محسوس کرتے ایک مرتبہ ایک طالب علم طاہر اللہ حضرت کے پاس آیا اور عرض کیا حضرت مجھے بریلویوں کے خلاف تیاری کروادیں۔ حضرت نے ہنس کے فرمایا بریلوی تو میرے سسرالی ہیں میں ان کے خلاف تجھے کیسے تیاری کرواؤں میں قریب ہی بیٹھا تھا حضرت کی شفقتوں کی وجہ سے میں مذاق وغیرہ کر لیتا تھا میں نے جلدی سے عرض کیا کہ غیر مقلدین بے وقوف ہیں وہ بھی آپ کو رشتہ دے دیتے تو ان کی بھی جان چھوٹ جاتی کہ وہ بھی آپ کے سسرالی بن جاتے۔ اس کے بعد جب بھی طاہر اللہ کمرے میں حضرت کے پاس آتا تو فرماتے میں تجھ سے ڈرتا ہوں کیونکہ تو میرے سسرال کے خلاف ہے۔

(۱۵) میں حضرت کے پاس کوارٹر میں رہتا تھا حضرت کہیں تقریر کے لیے تشریف لے گئے میں باہر کا دروازہ لگا کر سو گیا حضرت نے آکر کافی کھٹکھٹایا گہری نیند کی وجہ سے لیکن میں ٹس سے مس نہ ہوا۔ ساتھ مولانا اسلم شاہ صاحب کا گھر تھا وہ باہر نکل آئے سیڑھی لگائی دیوار پھاند کر دروازہ کھولا گیا یہ شکر ہے کہ کمرے کا دروازہ کھلا تھا حضرت آکر کتابیں رکھ رہے تھے کہ ایک کتاب کے گرنے کی آواز پر میں اٹھ بیٹھا اب حضرت بجائے ناراض ہونے کے مسکرا دیئے اور فرمایا جب تو نے نہیں اٹھنا تھا تو اتنے زور سے دروازہ کھٹکنے پر بھی نہ اٹھا اور جب اٹھنا تھا تو ایک کتاب کے گرنے سے اٹھ بیٹھا۔

(۱۶) ایک دفعہ حضرتؒ کے گھٹنوں میں شدید درد شروع ہو گیا کہیں پروگرام کے لیے تشریف نہیں لے گئے۔ میں نے سوچا کہ آج حضرت کو پائے پکا کر کھلاتا ہوں چنانچہ اجازت لے کر دوپہر کو پائے لے آیا اور عصر کے بعد خانسامہ بن کے پائے پکانے شروع کر دیئے کبھی پکائے تھے نہیں۔ وہ پکنے کا نام ہی نہ لیں حضرت کبھی کبھی پوچھ لیں بھئی صبح تک پک جائیں گے یا نہیں خیر رات تقریباً نو دس بجے کے قریب سالن تیار ہوا حضرت نے کھایا اور کھا کر فرمانے لگے صبح کو تمہارے گھر خط بھی لکھنا ہے میں نے عرض کیا خیر کا! فرمانے لگے لکھنا ہے کہ محمود کھانا پکا لیتا ہے اس کی شادی کرنے کی ضرورت نہیں۔ اب یہ حضرت کی طرف سے مذاق تھا میں نے دل ہی دل میں سوچا کسی مناسب موقع پر جواب دونگا کافی ماہ گزر گئے ایک مرتبہ فرمایا محمود اب کبھی سری پائے نہیں پکائے میں نے عرض کیا کہ مجھے نقصان ہوا ہے حضرت کے ذہن میں نہیں تھا کہ یہ کس اسٹیشن سے بول رہا ہے۔ پریشان ہو کر پوچھا کیا نقصان ہوا ہے۔ میں نے عرض کیا سالن میں آپ کو کھلاتا ہوں اور مخالف بھی آپ میرے ہو گئے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تمہارے گھر خط لکھنا ہے کہ محمود کی شادی نہ کرو یہ کھانا پکا لیتا ہے جب میں نے یہ کہا تو حضرت خوب ہنسے اور فرمایا اگر یہ بات ہے تو میں تجھے لکھ کر دیتا ہوں کہ تیری دو شادیاں کراؤں گا۔ میں نے عرض کیا آپ کا یہ وعدہ بھی مجھے مہنگا پڑے گا۔

(۱۶) ایک مرتبہ حضرت فیصل آباد جامعہ مدینۃ العلم تقریر کے لیے تشریف لے گئے جمعرات رات وہاں تقریر فرمائی تھی اور جمعہ دار المبلغین کوٹ ادو میں حضرت مولانا محمد عمر قریشی صاحب کے ہاں اجتماع پر خطاب

تھا۔اب میں نے حضرت کو بتا رکھا تھا کہ میں نے گھر جانا ہے حضرت فیصل آباد چلے گئے رات عشاء کے وقت مجھے اطلاع ملی کہ کوٹ ادو میں حالات خراب ہو گئے ہیں۔اجتماع کا پروگرام منسوخ ہو گیا ہے۔حضرت تشریف نہ لائیں میں نے فوراً مدینہ فون کر دیا کہ حضرت سے عرض کر دیں کوٹ ادو نہ جائیں کیونکہ وہاں حالات خراب ہو گئے ہیں۔اب حضرت کو میری پریشانی لگ گئی کہ محمود نے لیہ جانا ہے کہیں کوٹ ادو میں اسے گرفتار نہ کر لیں ساری رات حضرت یہی سوچتے رہے فکر کی وجہ سے نیند بھی نہ آئی۔ جب رات کو میں تکرار سے فارغ ہو کر کمرے میں آیا تو حضرت واپس تشریف لا چکے تھے۔مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور پوچھا خیریت سے پہنچ گیا تھا میں نے عرض کیا مجھے تو چھٹی نہیں ملی اس لیے میں نہیں جا سکا۔اس پر حضرت نے مجھے بتایا کہ میں تو اس قدر پریشان رہا کہ تجھے پکڑ نہ لیں کیونکہ ایسے موقعوں پر پکڑ دھکڑ عام ہوتی ہے۔

(۱۷) فرمایا ایک مرتبہ بچپن میں مجھے کہیں سے چار آنے مل گئے میں نے ایک پان خریدا ایک سگریٹ' پان گھر سے دور سڑک پر جا کر منہ میں رکھا اور سگریٹ پینا شروع کی ایک کش لگاتا اور آسمان کی طرف منہ کر کے دھواں نکالتا اور خوش ہوتا' ابھی دو تین کش لگائے تھے کہ پیچھے سے ابا جی کا ایسا تھپڑ لگا کہ میں دور جا کر گرا ابھی اٹھنے بھی نہ پایا تھا کہ جوتوں کی بارش شروع ہو گئی۔سگریٹ اور پان تو تھپڑ لگتے ہی دور جا گرے پھر ابا جی نے خوب جوتوں سے مرمت کی کہ آج تک دوبارہ سگریٹ کو منہ نہیں لگایا۔

(۱۸) ایک مرتبہ کہیں ختم مشکوٰۃ کے لیے جانا تھا تو فرمانے لگے قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ جاہل سے ختم مشکوٰۃ کروایا جا رہا ہے۔جس قدر تواضع حضرت میں تھی اس قدر میں نے کسی میں نہیں دیکھی من تواضع لله رفعه الله شاید حضرت کی تواضع کی وجہ سے ہی اللہ تعالیٰ نے اس قدر بلند مقام تک پہنچایا تھا۔حضرت کبھی کسی عالم کی غیبت نہ فرماتے اگر کوئی دوسرا شخص کسی کی غیبت کرتا تو حضرت اس کی خوبیاں بیان کرنی شروع کر دیتے۔ اپنے برادر صغیر حضرت مفتی محمد انور صاحب کو بڑے مولانا کے لقب سے یاد فرماتے اور اکثر فرماتے مولوی انور صاحب کا علم مجھ سے بہت زیادہ ہے لیکن وہ مجھ سے پوچھتے رہتے ہیں مجھے کچھ بتاتے نہیں حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی اس طرح عزت کرتے جیسے پیر و مرشد کا حق ہوتا ہے۔بڑے بڑے امور بھی حضرت قاضی صاحب کی اجازت کے بغیر نہ کرتے ایک مرتبہ کسی آدمی نے حضرت کے سامنے یہ بات کر دی کہ حضرت قاضی صاحب بہت سختی کرتے ہیں۔حضرتؒ نے جواب میں فرمایا اگر اس قدر سختی کا معاملہ نہ فرماتے تو آدھی دیوبندیت مماتی اور بقیہ آدھی خارجیت کا شکار ہو جاتی ایک سبق میں فرمایا قیامت کے دن جب اہل بیت کو شفاعت کی اجازت ملے گی تو وہ قاضی صاحب کو آوازیں دے دے کر بلائیں گے کہ قاضی آ جاؤ تم نے گالیاں سن سن کر بھی ہمارا دفاع کیا آج ہماری سنی جا رہی ہے ہم تمہاری شفاعت کرتے ہیں آ جاؤ۔

(۳۰) حضرت نے جمعہ فیصل آباد پڑھایا واپسی پر چوہدری شکر اللہ صاحب جو حضرت کو اپنی گاڑی پر لے کر گئے تھے سے فرمایا پروگرام تو سعودیہ اور برطانیہ کا بھی ہے لیکن مجھے نظر آ رہا ہے کہ اس سے پہلے میں نے اس دنیا سے چلے جانا ہے یہ بات حضرت نے جمعہ کو فرمائی ہفتہ کے دن سرگودھا پڑھانے کے لیے تشریف لے گئے۔سوموار کے دن طبیعت خراب ہو گئی تو ہسپتال لے گئے حضرت نے فرمایا اب بچنا مشکل ہے مجھے گھر پہنچا دو وصیت وغیرہ دہیں فرما دی تھی گھر پہنچے تو طبیعت کچھ خراب ہی تھی منگل کے دن بھی طبیعت ناساز رہی بھائی محمد عثمان صاحب کہتے ہیں کہ میں سرہانے بیٹھا پہلے جب بھی سر وغیرہ دباتا تو ابا جی باتیں وغیرہ شروع فرما دیتے۔لیکن اس دن ذکر یا استغفار ہی کرتے رہے گھر والوں میں سے کوئی پاس جاتا تو نظریں چرا لیتے اور بات کا جواب ہاں یا ناں میں فقط دیتے حضرت کے داماد نے عرض کیا آپ کی طبیعت خراب ہے۔اب ایک دو ماہ تک سفر نہیں کرنا۔تو حضرت نے فرمایا میرا تو دل چاہتا ہے کہ ابھی اگر ٹھیک ہو جاؤں تو پڑھنا شروع کر دوں۔کچھ قے بھی آتی رہی بقول حکیم صاحب کے یہ زہر کی قے تھی۔عشاء کی نماز مسجد میں جا کر جماعت سے پڑھی تقریباً ساڑھے آٹھ بجے رات تائی صاحبہ کو فرمایا مجھے کندھوں میں کھچاؤ محسوس ہو رہا ہے۔یہ سن کر وہ دودھ گرم کرنے گئیں حضرت اس وقت بھی ذکر کر رہے تھے۔اتنی دیر میں سب گھر والوں پر اونگھ کی سی کیفیت طاری ہو گئی ایک حضرت کا بیٹا حافظ محمد علی کہتا ہے کہ میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا چار آدمی سفید لباس میں کمرے میں داخل ہوئے ابا جی کو چارپائی سمیت باہر نکالا اور چارپائی کے نیچے بادل ہے اور چارپائی اوپر اٹھنی شروع ہو گئی ابا جی آسمان کی طرف دیکھ کر مسکرا رہے ہیں میں نے جب یہ دیکھا تو کمرے کی طرف بھاگا کمرے کے اوپر ٹینکی تک والد صاحب کو جاتے دیکھا پھر نظر نہیں آئے ادھر میں بھاگا کمرے میں پہنچا تو ابا جی لیٹے ہوئے تھے بایاں ہاتھ دل پر تھا میں نے گھر والوں کو آوازیں دیں والدہ پہنچی بہن بھائی پہنچے ادھر ساتھ تایا محمد سلیم صاحب جو کہ حکیم ہیں ان کو بلایا انہوں نے دیکھ کر فرمایا بھائی صاحب تو جہاں پہنچنے تھے پہنچ چکے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون پھر یہ خبر پورے ملک میں پہنچ گئی۔ اے انسانوں کو عدم سے وجود میں لانے والے۔ان تمام کاموں کے لیے ایک اور اوکاڑویؒ پیدا کر جو تمام ملحدین کو حضرت اوکاڑویؒ کے لہجے میں للکارے اور ہمارے شیخ کو خلد بریں کے وسط میں جگہ عطا فرما۔آمین

حضرت اوکاڑویؒ ۔ چند یادیں

جناب مولانا نور محمد آصف ☆

پاسبان مسلک اہل سنت حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ کے واقعات وارشادات عرض کرتا ہوں۔ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت اوکاڑویؒ سے شاگردی کا شرف بخشا ہے۔ جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم میں اکثر تشریف لاتے تھے ایک دفعہ تو گیارہ دن جامعہ میں قیام فرمایا اور رد فرق باطلہ خصوصاً غیر مقلدین اور منکرین حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف طلباء کو تیاری کروائی۔ ہر روز مسلسل چار گھنٹے کا درس ہوتا تھا۔ طلبہ کو لکھواتے تھے جب سمجھتے کہ ان کو تھکاوٹ ہو رہی ہے تو کوئی لطیفہ سناتے یا اپنے مناظروں کے عجیب وغریب واقعات سنا دیتے۔ جن سے طلباء کی تھکاوٹ بھی دور ہوتی اور علمی فائدہ بھی ہوتا۔ طلبہ جو سوال کرتے بڑی شفقت سے جواب دیتے۔ جب تک حضرت اوکاڑویؒ کا تعارف نہ تھا۔ ہم سمجھتے تھے کہ بریلوی تو جاہل ہیں لیکن غیر مقلدین اور مماتی ٹولہ علم والے ہیں ان سے بحث کرنے کے لیے اچھی بھلی تیاری کی ضرورت ہے لیکن جب حضرتؒ کی تقاریر اور درس سنے تو یہ سمجھ آئی کہ غیر مقلدین بریلویوں سے بھی زیادہ جاہل ہیں اور اسی طرح مماتی ٹولے کے پاس بھی قرآن کا فہم بالکل نہیں۔ یہ لوگ قرآن کا نام لے کر عوام کو دھوکا دے رہے ہیں۔ حضرتؒ نے ایک دفعہ عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر جامعہ حنفیہ جہلم میں چھ گھنٹے مسلسل درس دیا اور پھر دوپہر کا کھانا کھا کر سفر شروع کیا گوجرانوالہ میں نماز ظہر کے بعد عصر تک بیان فرمایا اور پھر وہاں سے لاہور کا سفر فرمایا اور لاہور میں بھی نماز عشاء کے بعد دو تین گھنٹے بیان فرمایا۔

ایک مرتبہ جامعہ حنفیہ جہلم کے سالانہ جلسہ پر تشریف لائے۔ میں ان کی خدمت پر مامور تھا میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ سکول بھی پڑھاتے ہیں اور تبلیغی جلسوں پر بھی تشریف لے جاتے ہیں۔ دونوں کام کیسے سرانجام دیتے ہیں۔ تو حضرت نے فرمایا کہ میں چھٹیوں کے علاوہ اس جگہ کے لیے تاریخ دیتا ہوں کہ رات کو بیان کر کے صبح سکول پہنچ جاؤں۔ دن کا کھانا بالعموم چھوڑ دیا ہے کہ راستے میں کہیں قضائے حاجت کی ضرورت نہ پڑے تا کہ گاڑی سے لیٹ نہ ہو جاؤں اور پہنچنے میں تاخیر نہ ہو جائے۔ ایک دفعہ ہمارے ہاں مدرسہ اہل سنت ٹمن میں تشریف لائے نماز جمعہ سے قبل حضرت کا بیان تھا۔ حضرت کو بخار تھا میں پریشان ہوا کہ حضرت کیسے بیان فرمائیں گے تو میری کیفیت پہچان گئے اور فرمایا فکر نہ کریں میں تقریر پوری کرونگا۔ پھر گھنٹہ سے زیادہ بیان فرمایا۔ مدرسہ کا نام سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا مدرسہ بڑا ضروری ہے۔ یہ کام بنیادی اور پائیدار ہے۔ جمعہ کے بعد حضرت کا رات کو تلہ گنگ شہر میں مولانا قاری عبدالحمید فاروقی مرحوم نے ایک جگہ پروگرام رکھا ہوا تھا۔ لیکن بوجہ خرابی صحت ان سے معذرت فرمائی اور فرمایا کہ ہفتہ کو سالانہ سنی کانفرنس بمقام بھیں میں بھی ضروری بیان کرنا ہے۔

مجاہد ملت حضرت مولانا عبداللطیف جہلمی نور اللہ مرقدہ' اور اپنے شیخ مجاہد اہل سنت وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین دامت برکاتہم کے ساتھ بڑی عقیدت اور محبت رکھتے تھے۔ اور ان بزرگوں کا بہت زیادہ ادب فرماتے تھے۔ اور فرماتے تھے کتابوں میں جو بزرگوں کے ایک دوسرے کے ادب کے واقعات پڑھے تھے وہ عملی شکل میں ان بزرگوں میں دیکھے ہیں۔ فرمایا کہ میں جہلم مدرسہ میں حاضر ہوا حضرت اقدس قاضی صاحب دامت برکاتہم کا فون آیا تو حضرت جہلمی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے باادب اور دو زانو بیٹھ کر سنا تو میں حیران ہوا کہ کتنا ادب فرماتے ہیں۔ فرماتے تھے ان بزرگوں کے پاس آ کر قول وفعل میں موافقت دیکھی ہے ورنہ اکثر قول وفعل میں تضاد نظر آتا ہے۔ اسی عقیدت کی بنیاد پر حضرتؒ نے حضرت قاضی صاحب دامت برکاتہم کے ہاتھ پر بیعت کی۔

حضرت اوکاڑویؒ چونکہ ہر باطل کے خلاف اہل سنت کی تلوار تھے اور مسلک حقہ کے پاسبان اور مناظر تھے۔ فرماتے تھے اتنا تجربہ ہو گیا ہے کہ ہر باطل کے ساتھ جو بھی شرائط ہوں میں مناظرے کے لیے تیار ہو جاتا ہوں۔ اتنے بڑے علامہ اور مناظر ہونے کے باوجود سادگی اور تواضع بہت زیادہ تھی۔ مال وجاہ کی ہوس بالکل نہ تھی۔ ایک خدام اہل سنت وجماعت کے بزرگوں سے اس لیے بھی عقیدت زیادہ تھی کہ وہ مسلک حق کی حفاظت کی خاطر اپنے پرائے کا لحاظ اور فرق نہیں کرتے۔ اکابر علمائے اہل سنت کے مسلک کی پاسبانی کو ہر حال میں مقدم رکھتے ہیں۔ عیسائیت' قادیانیت' پرویزیت' شیعیت' خارجیت' یزیدیت' غیر مقلدیت' مودودیت' مماتیت وغیرہ ہر باطل کا بڑی جرأت واستقامت سے مقابلہ فرمایا۔ اور اللہ جل شانہٗ کا شکر ہے کہ حضرتؒ نے صرف زبانی نہیں بلکہ عملاً بھی یہ کام سرانجام دیا۔ اور علماء حق کے لیے بڑی آسانی فرمادی۔ ان کے رسائل اور کتابیں عظیم سرمایہ ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت اوکاڑویؒ طریقت میں بھی بڑا مقام رکھتے تھے۔ حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کی طرح ولایت کو ظرافت میں چھپا رکھا تھا۔ حضرت کی ایک کرامت تو وصال کے بعد آپ کے چہرۂ مبارک پر مسکراہٹ تھی' یوں محسوس ہو رہا تھا کہ صرف آواز نہیں آ رہی ورنہ یقیناً ہنس رہے ہیں۔ جیسا کہ مسلم شریف کے ...ہاں میں سے حضرت ربعیؒ یا ربیعؒ کا واقعہ ہے کہ جب ان کو غسل دینے لگے تو وہ مسکرانے لگ گئے۔

☆ مہتمم مدرسہ اہل سنت ٹمن تحصیل تلہ گنگ ضلع چکوال

ایک بار حضرت اوکاڑویؒ نے فرمایا: گجرات میں کچھ لوگ مجھ پر حملہ کرنے کے ارادہ سے باقاعدہ پروگرام بنا کر آئے۔ وہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی حیات مبارکہ اور سماع عندالقبر کے منکر تھے۔ میں نے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت اماں عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جب تک میرے حجرے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے ابا جان حضرت صدیق اکبرؓ کی مبارک قبریں تھیں تو میں پردے کے بغیر بھی چلی جاتی تھی لیکن جب حضرت فاروق اعظمؓ کی قبر مبارک بنی تو پورے پردے کے ساتھ جاتی تھی کیونکہ وہ میرے لیے غیر محرم تھے۔ یہ سن کر وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ بات عقل کے خلاف ہے۔ اگر صحیح حدیث ہے تب بھی عقل کے خلاف ہے۔ میں نے ان کو دو مثالوں سے سمجھایا کہ یہ بات حضرت عائشہؓ کا فرمان عقل کے خلاف نہیں ہے۔ ایک مثال تو یہ دی ہے کہ لوہے کا ستون کتنا بڑا ہوتا ہے لیکن اس میں کرنٹ پہنچ جاتا ہے۔ لیکن کاغذ جتنا ربڑ رکاوٹ بن جاتا ہے۔ اس سے بجلی پار نہیں ہوتی۔ بعض چیزیں موصل ہوتی ہیں اور بعض غیر موصل' اس لیے قبر سے مٹی کے اندر سے نگاہ باہر آ جاتی ہے لیکن کپڑے سے پار نہیں ہو سکتی۔ دوسری مثال یہ دی کہ ایک آدمی جاگ رہا ہو اور کہے کہ مجھے بیت اللہ شریف نظر آ رہا ہے تو لوگ نہیں مانتے اگرچہ اس کا رخ بیت اللہ شریف کی طرف ہو لیکن ایک آدمی سو رہا ہو بیدار ہو کر کہے کہ میں خواب میں بیت اللہ شریف کا طواف کر رہا تھا تو ہم سب مان لیتے ہیں۔ اب اگر اس سے پوچھا جائے کہ اور کون کون طواف کر رہا تھا تو وہ کہے گا کہ فلاں فلاں آدمی تھے۔ پھر اس سے سوال ہو کہ وہ آدمی آپ کو ننگے نظر آ رہے تھے یا کپڑوں میں تو وہ کہے گا کہ کپڑوں میں اب یہ کوئی نہیں کہے گا کہ جو نگاہ اتنی دور نیند کی حالت میں پہنچ گئی وہ ان کپڑوں سے کیوں پار نہیں ہوئی۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ یہ سن کر وہ آدمی مجھے کہنے لگے کہ ہم آپ پر حملہ کرنے کے لیے آئے تھے۔ لیکن جس طرح آپ نے ہمیں مسئلہ سمجھایا ہے پہلے کسی نے نہیں سمجھایا ورنہ ہم انکار نہ کرتے۔ پھر وہ کہنے لگے کہ حضرت آپ مولانا عنایت اللہ شاہ بخاری سے مناظرہ کر لیں تاکہ ہمیں ان کی جماعت چھوڑنا آسان ہو جائے کیونکہ ہم ان کی جماعت کے اہم رکن ہیں۔ مولانا اوکاڑویؒ نے فرمایا کہ میں نے سکول جانا ہے تین گھنٹے مزید ٹھہر سکتا ہوں۔ آپ لوگ ان سے بات کر لیں ورنہ پھر کسی وقت طے کر لیں جب وہ لوگ شاہ صاحب کے پاس گئے تو انہوں نے کہا کہ امین جاہل ہے اس سے مناظرہ نہیں کرتا۔ ان آدمیوں نے کہا کہ ہمیں تو انہوں نے مسئلہ سمجھا دیا ہے۔ اب ہم ان کے ساتھ ہیں اور وہ انکار حیات سے توبہ کر گئے۔

ایک دفعہ میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کی صحت اور عمر کا تقاضہ یہ ہے کہ گاڑی ہونی چاہیے جلسہ والوں سے مطالبہ کرنا چاہیے۔ فرمایا ان لوگوں پر بوجھ بننا مناسب نہیں میں عام گاڑیوں میں ہی سفر کرونگا۔ اپنے مرشد امام اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین دامت برکاتہم کے ساتھ عقیدت کا یہ حال تھا کہ ایک دفعہ کسی حادثہ کی وجہ سے حضرتؒ کچھ زخمی تھے لیکن اس حال میں بھی ۱۲ ربیع الاول کو رحمۃ للعالمین ﷺ کانفرنس چکوال میں تشریف لائے اور مفصل بیان فرمایا۔

فرمایا کہ ایک دفعہ میں ایک مدرسہ کے جلسہ میں حاضر ہوا' غیر مقلدین کے خلاف بیان تھا وہاں پتہ چلا کہ سید عنایت اللہ شاہ بخاری بھی آئے ہوئے ہیں تو میں نے منتظمین جلسہ سے کہا شاہ صاحب کی تقریر بعد میں کرانا میری تقریر پہلے ہو جائے۔ کیونکہ اگر ان کی تقریر پہلے ہوئی تو وہ مسئلہ حیات النبیؐ کے خلاف حسب عادت بولیں گے تو مجھے ان کا رد کرنا پڑیگا۔ اس سے غیر مقلدین خوش ہونگے۔ لیکن شاہ صاحب نے منتظمین سے اصرار کیا کہ میں ان سے پہلے تقریر کرونگا اور مسئلہ حیات النبیؐ پر یعنی اس کا رد ہی کرونگا۔ جب ان کی تقریر شروع ہوئی اور حسب معمول انہوں نے انکار حیات کا بیان شروع کیا تو میں نے چند احباب جو میرے پاس موجود تھے ان سے کہا کہ شاہ صاحب جو بیان کر رہے ہیں ان سے قبل اہل سنت والجماعت میں سے کسی عالم کا یہ عقیدہ نہیں۔ ان لوگوں نے اپنی طرف سے چٹ لکھ کر شاہ صاحب کو دے دی کہ مولانا محمد امین صاحب یہ فرماتے ہیں تو انہوں نے میرا نام لے کر کہا کہ ان کے مطالعے کی کمی ہے ورنہ الصارم المنکی والے کا یہی عقیدہ ہے۔ اس پر حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے خود چٹ لکھ کر بھیج دی کہ الصارم المنکی کتاب دیکھ لیتے ہیں۔ اگر اس کا عقیدہ آپ کے ساتھ ہے تو میں بھی آپ کے ساتھ ہو جاتا ہوں اور اگر اس کا عقیدہ میرے ساتھ ہے تو آپ ضد چھوڑ دیں۔ جب شاہ صاحب نے یہ چٹ پڑھی تو کہنے لگے کہ مناظرہ کرنا تو علماء کا کام ہے میں تو طالب علم ہوں۔ اصل وجہ یہ تھی کہ الصارم المنکی کے مصنف حیات النبی ﷺ اور عندالقبر صلوٰۃ وسلام کے سماع کے قائل ہیں۔

غیر مقلدیت کی بیماری کے لیے تو حضرت "سپیشلسٹ" تھے۔ ان کے ساتھ ساتھ مولوی آپؒ کے مقابلہ میں عاجز آ جاتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ ایک مناظرہ میں غیر مقلدین کتابوں کا ٹرک بھر کر لائے اور میرے پاس ایک آدھ رسالہ تھا۔ انہی کی لائی ہوئی کتابوں سے ان کو لاجواب کر دیا۔ حضرتؒ اکثر بیان فرماتے تھے کہ شاہ صاحب گجراتی سے پہلے علماء' فقہاء' محدثین' محققین' متکلمین تو کجا کسی عام سنی نے بھی' نبی کریم ﷺ کی حیات فی القبر اور سماع صلوٰۃ وسلام عندالقبر اور آپ کے جسم مبارک سے روح کے تعلق کا انکار نہیں کیا۔ ایک دفعہ جامع مسجد گنبد والی جہلم میں حضرت نے تین گھنٹے بیان فرمایا۔ اڑھائی گھنٹے چٹوں کا جواب دیتے رہے اور فرمایا کوئی سوال ہے تو لاؤ۔ غیر مقلد مناظر مولوی شمشاد سلفی آیا ہوا تھا۔ اس نے آدمی بھیجے جن کے ہاتھوں میں مناظرہ کے چیلنج کا اشتہار تھا۔ حضرتؒ نے چیلنج قبول فرما لیا اور اعلان فرمایا کہ پوری نماز پر مناظرہ ہوگا لیکن آخر کار غیر مقلدین کے نمائندے خود آ کر مناظرہ سے معذرت کر گئے اور وعدہ کیا کہ آئندہ ہمارے علماء فقہ حنفی کے خلاف نہیں بولیں گے۔

ایک دفعہ حضرتؒ نے خود واقعہ سنایا کہ اوکاڑہ کے علاقہ میں ایک مرزائی مناظر نے شور مچایا لوگ مجھے لے گئے۔ میں نے اس سے کہا تو اپنا دعویٰ بیان کر اس نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد تشریعی نبی نہیں آ سکتا غیر تشریعی آ سکتا ہے میں نے کہا سادہ لفظوں میں مطلب یہ ہوا کہ تیرے نزدیک نبی آ سکتا ہے رسول نہیں آ سکتا' اس نے کہا یہی مطلب ہے۔ میں نے کہا اپنے دعویٰ پر دلیل بیان کر' اس نے آیت پڑھی "ما کان محمد ابا احد من

رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النبین" میں نے کہا کہ یہ تو ہماری دلیل ہے کہ ہمارے پیغمبر علیہ السلام خاتم النبیین ہیں۔آپ علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا' رسول کیسے آ سکتا ہے۔تو ایسی آیت پیش کر جس میں یہ ہو کہ اب نبی آ سکتا ہے رسول نہیں آ سکتا۔اس پر وہ لا جواب ہو کر کہنے لگا کہ آپ نے مجھے ایسا چکر دے دیا ہے کہ مجھے سمجھ ہی نہیں آ رہا کہ کیا بیان کروں۔

ایک جگہ کا حضرتؒ نے واقعہ سنایا کہ ہمارے اہل سنت دوستوں سے شیعہ نے کہا کہ تم کہتے ہو ہمارے ہاں حافظ نہیں ہم حافظ پیش کرتے ہیں۔وہ لوگ میرے پاس آئے میں نے وہاں جا کر شیعوں سے جو اپنے آپ کو حافظ ظاہر کر رہے تھے کہا کہ تمہارے ماتھے پر تو یہ نہیں لکھا ہوا کہ تم شیعہ ہو۔پہلے تم یہ تحریر دو وضاحت کرو کہ یہ موجودہ قرآن محرف ہے کیونکہ شیعہ اثنا عشریہ ہونے کے لیے تحریف قرآن کا قائل ہونا ضروری ہے۔اس پر بالکل لا جواب ہو گئے کیونکہ ان کا مقصد تو لوگوں کو یہ دھوکا دینا تھا کہ ہم اس قرآن کو مانتے ہیں لیکن اب ان کا عقیدہ تحریف سامنے آیا تو اور زیادہ پریشان ہو گئے۔تحریف قرآن کا شیعی عقیدہ کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کی کتاب "تنبیہ الحائرین"۔

اہل بدعت کے بارے میں فرماتے تھے کہ یہ لوگ جو بدعات کرتے ہیں ان سے یہ سوال کرو کہ فقہ حنفی میں اس کا حکم کیا ہے اور وہ حکم فقہ حنفی کی معتبر کتاب سے نکال کر دکھا دو۔اپنے سکول کا ایک واقعہ سنایا کہ وہاں ایک مولوی صاحب نے اذان سے قبل صلوۃ وسلام کی بحث ماسٹر صاحبان میں چھیڑ دی۔میں نے جا کر اس سے پوچھا کہ اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا حکم کیا ہے۔اس نے کہا کہ مباح ہے۔میں نے کہا مباح کی تعریف کر۔اس نے کہا آپ ہی بیان کر دیں تو میں نے کہا کہ مباح کی تعریف تو یہ ہے کہ جس کے کرنے میں ثواب نہ ہو اور نہ کرنے میں گناہ نہ ہو۔اس نے کہا یہی تعریف ہے تو میں نے کہا کہ یہ عجیب بات ہے کہ ویسے تو درود شریف ایک دفعہ پڑھو تو دس نیکیاں ملتی ہیں۔دس گناہ معاف ہوتے ہیں دس درجے بلند ہوتے ہیں دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔تو اذان سے پہلے پڑھنے سے آپ کے کہنے کے مطابق کوئی ثواب ہی نہیں۔یہ سن کر وہ سکول سے ایسا بھاگا کہ پھر کبھی آتا ہی نہیں تھا۔ایک دفعہ خود سنایا کہ ماہنامہ الخیر کے لیے صرف دو گھنٹوں میں شہید کربلا حضرت امام حسینؓ کی شہادت اور فسق یزید سے متعلق مضمون لکھ دیا۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو عجیب علم اور ذہانت سے نوازا تھا۔

اس ناکارہ نے حضرتؒ کے چند واقعات وارشادات جس طرح ذہن میں آئے عرض کر دیے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلائے' ان جیسا جذبہ' اخلاص اور استقامت عطا فرمائے اور ان کے علوم سے مستفیض فرمائے اور ان کی قبر کو جنت کا باغ بنائے ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے ان کی دینی خدمات کو قبول فرمائے۔آمین بجاہ النبی الکریم صلی الله علیه وسلم

اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

حضرت مولانا محمد زر ولی خان☆

(نوٹ) زیر نظر خصوصی نمبر کے فائنل پروف حاصل کیے جا رہے تھے کہ حضرت اقدس مدظلہ کی وساطت سے یہ مضمون موصول ہوا۔شکریہ بشیر

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی
ایک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

دین اسلام کا محافظ حق تعالیٰ شانہ' خود ہے انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون مگر اس حفاظت کے اولاً "اساس اور منبع ہیں۔ کیف تکفرون وانتم تتلی علیکم ایات الله وفیکم رسوله (آل عمران) امام مالکؒ نے موطاء میں مرسلاً روایت کیا ہے ترکتم فیکم امرین لم تضلوا ماتمسکتم بهما کتاب الله وسنت رسوله. چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حق تعالیٰ شانہ' نے صحابہ کرامؓ کی مقتدر جماعت کو جس ایثار اور جذبہ کے ساتھ حفاظت دین کے لیے قبول فرمایا ہے۔وہ عظمت اسلام کا خود ایک عظیم معجزہ ہے عالم ناسوت میں دور دراز ممالک اور بلدان کے اندر جہاں بظاہر آثار رسد اور ذرائع تبلیغ مفقود تھے' لیکن صحابہ کرامؓ کے قدوم میمون وہاں بھی اس سرزمین کو منور اور معطر کر چکے ہیں۔تفصیلات کے لیے امام بلاذری کی کتاب فتوح البلدان اور ہندوستان کے سب سے بڑے مورخ محمد قاسم فرشتہ کی تاریخ فرشتہ قابل دید ہیں' صحابہ کرامؓ کی بعد تابعین اور اتباع تابعین کی جلیل القدر خدمات بھی اظہر من الشمس ہیں الیوم اکملت لکم دینکم' کا بھرپور نظارہ حضرات مجتہدین اور فقہاء راسخین کے وہ استخراجات اور استنباطات ہیں جس کے بعد قیامت تک کے لیے ایمان وعمل اور حلت وحرمت کے مواطن وعلل کے سلسلے میں امت ہر طرح مسلح ہو چکی ہے۔یہ وحی کے معانی اور مطالب کے وہ مظاہر ہیں کہ مذاہب سے ادنیٰ ممارست رکھنے والے اس کا انکار نہیں کر سکتے ہیں۔

تیرا جی نہ چاہے تو بہانے ہزار ہیں
اس میں بھلا قصور کیا ہے آفتاب کا

حضرات محدثین اور ان کے محیر العقول حفظ واتقان جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم راسخ اور صداقت

☆ مہتمم جامعہ عربیہ احسن العلوم گلشن اقبال کراچی

نبوت کے آئینہ دار ہیں۔ ہر دور اور ہر زمانہ ایسے قابل افتخار افراد سے سرشار رہا ہے۔ جس پر بقول بلاد عرب کے انور شاہ ہمارے شیخ الشیخ زاہد الکوثریؒ کے ولاتزال ھذہ الامۃ تفتخر علی مفاخر الرجال (مقالات وغیرہ) چنانچہ تیسری صدی میں امام ابوجعفر طحاویؒ امام ابوبکر جصاص رازیؒ امام ابن جریر طبریؒ وہ حضرات ہیں جو سرمایہ اسلام سمجھے جاتے ہیں۔ چوتھی صدی ہجری میں شمس الائمہ سرخسیؒ اور ۵۰۵ھ میں امام غزالیؒ اور ۶۰۶ھ میں امام فخر الدین الرازیؒ وہ افراد اور مفاخر رجال ہوئے ہیں جن کی برکات علوم سے بعد میں آنے والے مستفید و متمتع رہے ہیں۔

۷۰۰ھ میں حافظ ابن تیمیہؒ اور ان کے تلامیذ شمس الدین ذہبیؒ ' حافظ ابن قیمؒ' حافظ ابن کثیرؒ وغیرہ' وہ نابغہ ہستیاں ہوئی ہیں جن کے مستحکم علوم موافق اور مخالف کے ہاں مسلمہ ہیں آٹھویں صدی میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ حافظ بدر الدین عینیؒ وغیرہ شارحین حدیث اور محقق بن ہمامؒ جیسے حافظ اور بلند پایہ فقیہہ اور نویں صدی ہجری میں علامہ ابن نجیمؒ اور ان کے بھائی عمرؒ بن نجیم صاحبان البحر والنحر ' ۱۰۰۰ھ کے سرے پر ہندوستان کا وہ غیور مرد مومن جسے دنیا نے مجدد الف ثانی تسلیم کیا ہے اور جس نے اکبر بادشاہ کا بنایا ہوا دین الٰہی اور جہانگیر کی جہانگیری اپنے راسخ علم اور حسین عمل سے ہلا کر رکھ دی تھی' اور بقول شاعر بھرے دربار میں کہا۔

مجھ سے بجز خدا کے کسی کے حضور میں
اپنا سر نیاز جھکایا نہ جائے گا

مجدد صاحب ہی کے تجدیدی کارناموں کو محدث الہند شاہ ولی اللہؒ اور ان کے لائق فرزند امام الہند شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اور ان کے خاندان نے علم حدیث کو فروزاں جدوجہد کے ذریعے ہندوستان کے چپہ چپہ میں پہنچایا دارالعلوم دیوبند در حقیقت مجددؒ کی سعی جمیل اور شاہ ولی اللہ کے خاندان کی حدیثی کاوشوں کا معدن اور مرکز ہے اللہ تعالیٰ کے تکوینی احسانات سے وجود میں آیا ہے۔ والحمدللہ علی ذلک. دارالعلوم دیوبند کے اساسی تعلیم اور تربیت میں وہ تمام مقامات موجود ہیں جو قرن اول سے دارالعلوم کی تاسیس تک مختلف ادوار میں علماء اور اولیاء کے ذریعے خلق خدا تک پہنچتے رہے۔ اردو دانشکدہ لاہور کے دائرۃ المعارف میں یہ بات حق کی ترجمانی کے طور پر کہی گئی کہ چونکہ دیوبند کے مؤسس اور بانی حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ اعلیٰ درجہ کے متقی اور راسخ عالم تھے اس لیے دیوبند کی سرشت میں ہر دیوبندی کے لیے یہ دونوں باتیں ضروری سمجھی گئیں۔ اور حق تعالیٰ شانہ نے ان کو نصیب فرمایا۔ دارالعلوم دیوبند جو دین اسلام کا ترجمان اور سچا اہل السنت والجماعت اور طائفہ منصورہ کا مصداق ہے۔ اس کے ہر سپوت اور فاضل پر جب علم و عمل کے تناظر میں نظر انصاف ڈالی جائے تو وہ رہتی دنیا کی ہدایت کے لیے رشد اور رہنمائی کا پورا امام اور ترجمان سمجھا جائے گا۔ امام العصر حضرت مولانا سید انور شاہ صاحبؒ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کائنات رشد و علم کے روشن

آفتاب و ماہتاب ہیں۔ ان کے بعد ان کا رسوخ علم اور حسن عمل اور پختگی کردار ان کے ترجمانوں سے ملتا رہا جیسے محدث العالم حضرت الاستاذ مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوری اور فقیہہ الملۃ محمود الملت والدین حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ ان کے علوم و اعمال کے بے شمار مظاہر ہیں انہی میں سے ہمارے مخدوم بزرگ میدان مناظرہ کے شہسوار اور امام اعظم ابوحنیفہؒ کے اظہر کرامات حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑہؒ تھے۔

جن کا حال ہی میں سانحہ ارتحال پیش آیا ہے۔ مولاناؒ عجیب و غریب کیفیات کے حامل اور مقتدر صلاحیتوں کے مالک اور بغیر شک شبہ میدان مناظرہ کے امام اور مجتہد تھے' یہ بات بھی اعجاز دین کا مظہر ہے کہ مولانا مرحوم نے دستور علم کے مطابق باقاعدہ کسب علم نہیں فرمایا تھا' مگر انہوں نے علم اور مناظرہ کے میدان میں اس مقام تک پہنچ کر مخالف اور موافق کو علم اور تحقیق کی جلالت کا لوہا منوایا جس کا شاید ہی دور حاضر میں موافق تو چھوڑیئے کوئی مخالف بھی منکر ہو اور "مشک آں است کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید" مولانا نے پرائمری ماسٹر کی حیثیت سے علم کے میدان میں قدم رکھا تو اوکاڑہ میں امام العصر مولانا انور شاہ صاحبؒ کے باغ سربد کے دو چمکتے دمکتے عظیم آستانے مشغول تدریس تھے۔ ایک استاذ الاساتذہ حضرت مولانا عبدالحنان صاحبؒ تاجک اور دوسرے استاذ المحققین حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر صاحبؒ یہ دونوں بزرگ اپنے وجود میں علم و عمل کے دو دارالعلوم تھے بقول ہمارے حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ فقیہہ الہند اور ولی الہند حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ اور بانی مبانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ دونوں نے مل کر شیخ العالم شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ کو تیار فرمایا' جس نے آگے ایک کارخانے اور فیکٹری کی طرح راسخین اور نقادین علماء تیار فرمائے بالکل اسی طرح حضرت مولانا عبدالحنان صاحبؒ اور حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر صاحبؒ (دونوں ضلع اٹک چھچھ کے رہنے والے بزرگ تھے) نے مل کر حضرت مولانا محمد امین صاحب مرحوم کو تیار فرمایا۔ اور اس وقت کی بات ہے کہ حضرت مولانا عبدالقدیر صاحبؒ کو فرماتے ہوئے حضرت مولانا عبدالحنان صاحبؒ نے فرمایا کہ ماسٹر امین ایسا مولوی ہوگا جس سے مولویوں کو فیض ہوگا۔

قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید

حق تعالیٰ شانہ نے حضرت مولانا محمد امین صفدر مرحوم کو ویسے تو اسلام کا ایک معجزہ ظاہر فرمایا تھا مولانا جملہ میادین میں احقاق حق اور ابطال باطل کا فرض منصبی بڑی متانت اور سنجیدگی کے ساتھ ادا فرماتے تھے مگر فتنہ آخر زمان غیر مقلدیت کے خلاف اللہ احکم الحاکمین نے ان کو جو قوت گویائی شوکت برھان اور جلالت وہیبت شان نصیب فرمائی تھی' وہ جہاں حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے کرامات کے مظہر تھے۔ وہاں اسلام کی عزت رفتہ کے احیاء اور نشاۃ ثانیہ کے سربکف مجاہد مناظر تھے' ان کے مناظرے عجیب و غریب تھے رجال اور اسانید پر کلام کرتے ہوئے امام احمد بن حنبلؒ اور علی ابن مدینیؒ کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ تتبع طرق اور اپنے موقف پر دلائل و براہین کا جو انبار لگاتے تھے۔ امام ابویوسفؒ کا تفقہ اور امام بخاری کی وسعت نظر کی جھلک نظر آتی تھی۔ مولانا کو مناظرہ جیتنا ایسا آسان

فرمایا تھا۔ جیسے حق تعالیٰ شانہ نے اپنے ایک نبی حضرت داؤدؑ کے لیے لوہا نرم فرمایا تھا۔ والنالہ الحدید۔ غیر مقلدوں کے بڑے بڑے سرغنے جوان کے ہاں حافظ الحدیث اور امام الحدیث سے کم نہیں سمجھے جاتے تھے۔ جیسے پیر بدیع الدین پیر جھنڈا پنجاب کے عبدالقادر روپڑی وغیرہ۔ مولانا کے سامنے مناظرہ میں آنے کے بعد ان کی آنکھیں روشن ہوگئیں اور انہوں نے اعتراف کیا کہ آپ کے مناظرے سے ہمیں دو فائدے ہوئے ہیں' ایک یہ کہ آئندہ یہ نہیں کہیں گے کہ حنفی استدلال بناء بر حدیث صحیح نہیں ہے۔ اور دوسرا یہ کہ ہم اپنے بارے میں یہ نہیں کہیں گے کہ ہمارا ہر عقیدہ اور عمل حدیث صحیح کے مطابق ہے۔ غور کرلیا جائے تو مناظرے سے انہیں ہدایت کا سامان مہیا ہوا یہ اور بات ہے کہ وہ اس سے صحیح فائدہ نہ اٹھا سکے اور ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوۃ ولھم عذاب عظیم۔

مولانا سے میرا تعارف بہت دیرینہ تھا ان کا ذکر خیر تو اس وقت سنا جب میں طالب علمی کے زمانہ میں حضرت الاستاذ مولانا مفتی ولی حسن صاحبؒ کے ارشاد کی تعمیل میں شیخو پورہ ایک علاج کے سلسلہ میں ٹھہرا تھا۔ وہاں نارنگ منڈی میں غیر مقلدوں سے حضرت مولانا مرحوم کا مناظرہ رکھا گیا تھا۔ بعد میں شاید غیر مقلدوں کی بھرپور کوشش سے وہ مناظرہ نہ ہوسکا کیونکہ انہیں مولانا مرحوم کے سامنے آنا بہت گراں گزرتا تھا۔ یہ سن کر میری بھی حیرت کی انتہائی نہ رہی کہ ایک پرائمری ماسٹر کی حیثیت سے اللہ رب العالمین نے اس قدر موہوبہ ملکات نصیب فرمائے ہیں۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشآء۔ بعد میں جب حضرت کی کراچی تشریف آوری ہونے لگی اور ملک کا مقتدر ادارہ جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن میں وہ مناظرہ کے دورے پڑھانے لگے اور انتہائی شفقت اور محبت سے اس عاجز اور فقیر کی دعوت پر احسن العلوم سینکڑوں نہیں ہزاروں بار تشریف لائے اور مولانا کے متعدد مناظرے اور بڑے بڑے مغرور اور متکبر لوگوں سے ان کی گفتگو اور اس کے قابل قدر نتائج دیکھے اور ہمیشہ ان پر علمی اعتماد بڑھتا گیا۔ مولانا اس موضوع میں آیت من آیات اللہ تھے بلکہ اپنے دور کے میدان مناظرہ کے ایک خاص طرز کے مجتہد تھے۔ جس کا اعتراف اس میدان کے شناوروں نے بارہا کیا ہے بلکہ بہت سارے مخالفین جنہیں علم وانصاف سے ادنیٰ درجہ کی مناسبت رہی وہ بھی مولانا کے جوہر صلاحیت کے معترف رہے۔ والفضل ماشھدت بہ الاعدآء۔ صرف دو مثالیں اس سلسلے میں بطور نمونہ پیش کی جاسکتی ہیں۔ نیوسعید آباد سندھ میں چند پروفیسر زفتنہ غیر مقلدیت کی سازش سے متاثر ہوگئے وہاں کے مخلصین علماء نے اصلاح حال کی کوشش کی نتیجتاً مناظرہ کی کیفیت بن گئی ان کا خیال تھا کہ چونکہ پیر بدیع الدین پیر جھنڈا بہت بڑے عالم اور غیر مقلدوں کا ہر مسئلہ صحیح حدیث سے ثابت کرسکتے ہیں۔ اس لیے مناظرہ میں ان کی فتح مبین ہوگی۔ اللہ کی قدرت کا کرشمہ تھا کہ حضرت مولانا امین صاحب مرحوم کو مناظرے کے لیے دعوت دی گئی۔ مولانا تشریف لائے۔ اپنے لوگوں کو مولانا کی ظاہری انکساری اور متواضعانہ شان متاثر نہ کرسکی۔ بلکہ یہ کہنے لگے کہ پیر صاحب حدیثوں کا بہت بڑا ماہر ہے۔ مولانا نے جواباً فرمایا کہ جو احادیث

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ارشاد فرمودہ ہیں اور محدثین نے کتابوں میں جمع فرمائی ہیں۔ ان کے اندر ان شاء اللہ تعالیٰ پیر صاحب کو کچھ نہیں ملے گا۔ اور اگر پیر صاحب نے احادیث گھڑنے کی کوئی فیکٹری لگائی ہے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کو بھی چیک کرلیں گے۔

اس پر مقامی حضرات نے فرمایا کہ پیر صاحب کو احادیث زیادہ یاد ہیں اور ان سے حرمین شریفین کے علماء ڈرتے ہیں۔ (جب کہ پیر صاحب حرمین میں بلیک لسٹ تھے) مولانا نے فرمایا کہ حرمین والے ویسے ڈرتے ہوں گے آپ دعا فرمائیں ہم ڈرنے والے نہیں ہیں۔ چنانچہ مولانا کی غیرت بھری گفتگو جو حقیقت میں مناظرے کی پہلی تمہید تھی سن کر ان لوگوں میں جان پڑگئی۔ اور آپس میں کہنے لگے کہ واقعی مناظرہ جانتے ہیں۔ مولانا جب مناظرے میں تشریف لے گئے تو پیر صاحب اپنے مکان پر اپنے خاص پلنگ پر نیم دراز تھے اور چند افراد مصروف خدمت تھے' مولانا نے سلام علیکم کہا پیر صاحب نے جواب نہیں دیا۔ اور بڑے کرخت انداز سے کہا کہ تم مناظرہ کروگے۔ مولانا نے فرمایا جی حضرت میں مناظرے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔" پیر صاحب نے پندرہ سولہ صفحات پر مشتمل ایک بنڈل کاغذوں کا مولانا کی طرف پھینکا کہ یہ میری شرائط ہیں۔ آپ اپنی شرائط لکھیں۔ پیر صاحب کا خیال تھا کہ دس پندرہ دن لگا کر میں نے شرائط کا یہ معجون تیار کیا ہے۔ مولانا بھی چند گھنٹے اس کے پڑھنے میں اور پھر جوابی شرائط لکھنے میں خاصہ وقت لیں گے مگر مولانا مرحوم نے پیر صاحب کے تحریر کردہ شرائط پر دستخط کر کے پیر صاحب کی خدمت میں واپس کیے اور فرمایا مجھے آپ کی شرائط منظور ہیں آپ کھڑے ہو جائیں اور مناظرہ شروع فرمائیں۔ پہلا مسئلہ مناظرہ کا شرائط پر ہوگا۔ آپ اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں اور آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ کا ہر قول اہل حدیث پر مبنی ہے۔ لہٰذا ان شرائط کو احادیث کی روشنی میں چیک کریں گے۔ پیر صاحب کا رنگ متغیر ہوا اور مولانا کے اس پُرجلال غیرت بھرے انداز سے وہ جھنجھلا گئے۔ اس کے بعد تقریباً تمام اہم مسائل پر گفتگو رہی اور ہر مسئلہ پر مولانا کے مقابلے پر پیر صاحب کے جھنڈے صرف ہلے نہیں بلکہ بنیادوں سے اکھڑ گئے۔ میرے پاس یہ مناظرہ چار تین ہلی کیسٹ میں موجود ہے اور میرا دعویٰ ہے کہ مولانا کے تمام مناظروں میں یہ مناظرہ فتح مبین کی شان رکھتا ہے اور اس قابل ہے کہ فتنے کے متاثرین کو سنایا اور سمجھایا جائے۔ مناظرہ کا یہ حصہ بھی بڑا دلچسپ رہا ہے کہ جب مناظرہ تقلید کے جواز اور عدم جواز پر شروع ہوا اور پیر صاحب اصول حدیث' اصول حدیث کہتے ہوئے اپنی بات دہراتے تھے مولانا نے پوچھا کہ اصول حدیث سے آپ کی کیا مراد ہے؟ پیر صاحبؒ نے کہا کہ تقریب نووی اور تدریب سیوطیؒ اور نخبۃ الفکر للحافظ ابن حجرؒ مولانا نے دریافت فرمایا کہ یہ حضرات خود مقلد تھے یا غیر مقلد؟ پیر صاحب نے بہت جلدی فرمایا کہ یہ شافعی مقلد ہیں مولانا نے فرمایا آپ کا مناظرہ تقلید کے عدم جواز پر ہے اور اصول حدیث کے لیے حوالہ ان کتابوں کا دیتے ہیں۔ جن کے مصنفین خود معروف قسم کے مقلدین تھے۔ پیر صاحب نے فرمایا کہ میں کیا کروں اہل حدیث نے کوئی کتاب ہی نہیں لکھی اصول حدیث میں اس پر مولانا نے فرمایا کہ اصول حدیث تو

چھوڑیئے نماز کی کوئی کتاب جس میں شرائط وغیرہ موجود ہوں اگر چودہ سو سال کی تاریخ میں کسی غیر مقلد نے لکھی ہو تو اس کا نام بتا دیں؟ فبهت الذی کفر والله لایهدی القوم الظالمین. لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم۔

پنجاب کے سعید چتروڑ گڑھی سے حیات الانبیاء پر مناظرہ ہوا۔ مولانا کے کمال فراست اور من جانب اللہ موہوبہ ہیبت مناظرہ کا ایسا ظہور ہوا کہ مولانا کی موجودگی میں سعید چتروڑ گڑھی اخیر تک اپنا دعویٰ نہ لکھ سکے۔ مولانا ان سے پوچھتے رہے کہ آپ تقریروں میں کہتے ہیں کہ آپ کے پاس ستر آیات اور دو ہزار صحیح احادیث ہیں تو آخر یہ دلائل کس دعویٰ کے ہیں؟ مگر مولانا کے تابڑ توڑ حملوں سے اور بالخصوص موطا امام مالک کی طرف منسوب ایک راوی کے مطالبہ کرنے پر مولوی سعید چتروڑ گڑی اپنی پوری جماعت کے سامنے میدان مناظرہ میں جیسے لاجواب ہوئے ہیں وہ کیسٹ کے سینہ میں محفوظ ہے۔ مولوی اسد فیصل آبادی مشہور زمانہ بدعتی کے ساتھ عبارات اکابر علماء دیوبند" پر مناظرہ ہوا مگر اس مناظرہ میں مولانا نے عبارات کی جو دلکش اور صداقت وتحقیق سے لبریز توجیہات فرمائیں وہ مستقل علم تحقیق کا ایک باب ہے۔ بلاشبہ ہمارے اکابر مولانا منظور احمد صاحب نعمانی" اور امام اہل سنت ترجمان مسلک دیوبند محقق العصر محدث کبیر مفسر عظیم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر بارک الله فی حیاتهم القیمہ۔ اپنی کتب اور بالخصوص "عبارات اکابر" کے عناوین کے ساتھ جلیل القدر تصنیفات فرما چکے ہیں اگر مبتدعین کے لیے عنداللہ ہدایت مقدر ہوتی تو وہ سنور سکتے تھے۔ لیکن مولانا امین صاحب مرحوم کے مناظروں کے پرہجوم ماحول نے ان کی آنکھیں روشن کرائیں۔ ہمارے بزرگ اور مخدوم جو اس وقت اللہ تعالیٰ کی زمین پر علم راسخ کا ایک بحر بیکراں ہیں حضرت العلامہ خالد محمود سلمہ المعبود نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ مبتدعین کے ساتھ مولانا مرحوم کا غالباً ڈیرہ اسماعیل خان میں مناظرہ تھا۔ مناظر حضرت مولانا مرحوم تھے اور حضرت العلامہ بھی تشریف فرما تھے۔ حضرت مولانا امین صاحب نے تقریر مناظرہ میں "بدعت خبیثہ" فرمایا' جس پر بدعتی مناظر نے اور ان کے حواریوں نے بہت شور کیا کہ بدعت حسنہ یا سیئہ تو ہے لیکن "خبیثہ" کا لفظ آپ کی جعل سازی ہے۔ حضرت علامہ نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے یہ سمجھا کہ حضرت مولانا امین صاحب سے سبقت لسانی ہوگئی! مگر بدعتیوں کے شدید مطالبے کے نتیجہ میں جب حضرت مولانا مرحوم امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی" کے مکتوبات کی جلد پکڑ کر اور ہر دوسرے تیسرے صفحے پر مجدد" کے الفاظ میں بدعت خبیثہ دکھانے لگے۔ تو ایک کرامت کی فضاء اور اہل حق کی نصرت من اللہ کا سماں بندھ گیا۔ حضرت علامہ خالد محمود جیسے بحر بیکراں کا حضرت مولانا کی اس فی البدیہہ قوت برہان اور حاضر حوالوں سے متاثر ہونا اہل علم کے ہاں ایک سند کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی طرح ایک کیفیت کوہاٹ میں غیر مقلدوں کے ساتھ پیش آئی کہ غیر مقلد مناظر نے تقلید اور مجتہدین کے وجود کا شروح حدیث میں ہونے کا انکار کیا۔ مولانا نے بالفعل بخاری جلد اول کتاب الجنائز حاشیہ نمبر ۱۰ پڑھ کر دونوں لفظ نقد دکھائے۔ اور یوں پورا ماحول اہلیان حق کی فتح اور نصرت الٰہی کے ظہور کا نظارہ بنا۔ حق تعالیٰ شانہٗ کے عطا کردہ اس عظیم علم اور پھر استعمال علم کی بلند و بالا صلاحیتوں کے باوجود

مولانا اپنے بڑے اور چھوٹوں سے جس نیاز مندی اور تواضع اور انکساری سے ملتے تھے۔ اس میں حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کی بیعت اور صحبت اور حضرت محقق العصر مولانا محمد سرفراز خان صاحب کی تربیت اور امام اہل سنت ترجمان اہل حق حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کی صداقت اور شان دفاع عن الاسلام کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اس عاجز اور فقیر کی توجہ دلانے پر ہمارے استاذ اپنے زمانے کے عالمگیر بادشاہ حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا مرحوم کو اپنے ہاں جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن میں بڑی شان و شوکت سے طلب فرمایا اور مولانا کی تشریف آوری پر حضرت مفتی صاحبؒ کی بصیرت اور فراست کے کمالات نے ان کے لیے میدان آراستہ کیا۔ مگر قدرت کو یہ منظور تھا کہ حضرت مفتی صاحبؒ کے انتقال کے بعد نئی انتظامیہ حضرت مولانا مرحوم کی کما حقہ قدر شناسی نہ فرما سکی۔

مرا در درویش اندر دل اگر گویم زباں سوزد
وگر دردم کشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

بہرحال حضرت مولانا جامعہ خیر المدارس ملتان منتقل ہوئے اور خیر المدارس کے مرکز اور معدن علم ہونے کے ساتھ مولانا مرحوم کا انسلاک بہت برمحل رہا۔ رفیق محترم مولانا قاری محمد حنیف صاحب مہتمم خیر المدارس اور ان کی قابل قدر انتظامیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق صاحب اور فقیہہ وقت حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب دامت برکاتہم نے کما حقہ پذیرائی فرمائی فجزاهم الله عنا وعن هذا الدین احسن الجزاء۔ مولانا مرحوم پنجاب میں بالخصوص خیر المدارس میں اہم اور مہم کتب حدیث و رجال کے فقدان کا شکوہ فرماتے تھے۔ چونکہ اس کا ذکر میں حضرت مولانا محمد حنیف صاحب مدظلہ کو بالمشافہ کر چکا ہوں اس لیے صدر ورق پر لانا مناسب ہے۔ مولانا مرحوم کے احوال پر یہ چند صفحات اور یہ معدودے اوراق قابل کفایت نہیں۔ یہ عاجز وفقیر اس موضوع پر ایک مفصل جلد ترتیب دے سکتا ہے۔ وما ذلک علی الله بعزیز.

در بمیریم عذر ما بپذیر
اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

چونکہ ملک بھر کے مجلات اور ارباب قلم نے اور دینی مدارس کے منتظمین نے اس عاجز سے حضرت مولانا کی سوانح حیات جس قدر مجھے معلوم ہے طلب فرمائی ہے اس لیے سردست اس مختصر عجالہ پر اکتفا کیا جاتا ہے' حق تعالیٰ شانہٗ اس کو حضرت مولانا مرحوم کے لیے ذخیرہ آخرت اور ہم عاجزوں کے لیے کار ثواب اور پڑھنے والوں کے لیے عقیدے اور عمل کی تصحیح اور تحسین کا باعث بنائے۔ (آمین)

وصلی الله تعالیٰ علی خیر خلقه محمد وآله واصحابه اجمعین یارب العالمین.

مولانا اوکاڑویؒ کا طرز مناظرہ

✍ جناب مولانا حافظ مہر محمد میانوالوی ☆

یوں تو یہ جہان فانی ہے اور اس میں رہنے والا ہر فرد امیر ہو یا غریب نیک ہو یا بد طویل العمر بوڑھا ہو یا جوان و بچہ۔ ہر کسی نے مقررہ وقت پر چلے جانا ہے' دوام و بقا صرف رب ذوالجلال والاکرام ہی کو ہے مگر کچھ حضرات جب جاتے ہیں تو بقایات صالحات ایسی چھوڑ جاتے ہیں جو انہیں نئی زندگی کی جلا بخشتے ہیں۔

وہ نہیں مرتے کبھی جیتی ہیں جن کی نیکیاں

ہمارے برادر بزرگ اور ممدوح محسن مناظر اسلام مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ ایسے ہی بے مثال اور یگانہ روزگار عظیم انسان تھے۔ ہمیں ان کو تحریک خدام اہل سنت کے سٹیج پر بار ہا سننے کا اتفاق ہوا ہم ان کے علمی دلائل سے محظوظ ہوتے اور ان کے مناظرہ کی منصفانہ ابحاث سے شاد کام ہوتے تھے۔ آپ کے فن مناظرہ کے متعلق ہمارے تاثرات یہ ہیں کہ:

ا۔ مناظرہ اگر چہ ایک شرعی ضرورت ہے حکمت اور موعظت کے تحت جب فریضہ دعوت و تبلیغ ادا کر دیا جائے اور مخالف کٹ حجتیوں کے ساتھ "میں نہ مانوں" پر اصرار کرے تو قرآن کریم نے تیسرا موقع جادلھم بالتی ہی احسن کا دیا ہے۔ کہ بہت اچھے طریقے سے جدال و مناظرہ کرو (اپنے دلائل اور ان کے شبہات دور کرو۔) اگر چہ گمراہیوں اور ہدایت پانے والوں کو خدا ہی خوب جانتا ہے (نحل پ ۱۴ آخری رکوع) مگر آجکل یہ فن بے اعتدالی زبان درازی فحش گوئی اور بدکلامی کی آماجگاہ بن گیا ہے۔ اس لیے اس کا موقعہ کم ملتا ہے اور کامیابی شاذ و نادر ہوتی ہے۔ حضرت مولانا اوکاڑویؒ مرحوم کا کمال یہ ہے کہ ۱۰۰ سے زائد مناظرے کیے دوستانہ ماحول برقرار رکھا کبھی تیخ پا نہ ہوئے۔ مخالف کو کھلی شکست ہوئی سینکڑوں کو ہدایت ملی اتباع سنت کا خدائی حکم غالب رہا و کلمۃ اللہ ہی العلیا کا نظارہ ہر جگہ ایک عالم نے دیکھا۔ اسے ہم آپ کی للہیت خلوص بلکہ کرامت سے تعبیر کریں تو مبالغہ نہیں ہے۔

۲۔ مخالف کے دلائل کو غور سے سننا اس کا نقص کرنا کمزور پہلو کو واضح کرنا دلیل اور دعویٰ میں عدم مطابقت اور

☆ مہتمم جامعہ قرآن و سنت بن حافظ ضلع میانوالی

بے ربطی جتلا نا مدعا کو دلائل واقعیہ سے مبرا اور محروم ثابت کرنا۔ مناظرہ کی اصل روح رواں ہے۔ اس کے ذریعے مولانا نس مکھ لہجہ میں مقابل پر ایسے چھا جاتے کہ وہ مبہوت ہو کر راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔

۳۔ جیسے مولانا کا انداز بیان انتہائی سادہ گھن گرج سے پاک تعلّی اور تفاخر سے مبرا۔ الحاصل تمثیلات اور استعارات سے خالی شوخی اور چرب زبانی سے دور ہوتا تھا کہ دلآویز باتوں اور پر حقیقت دلیلوں سے مخالف کو گھائل کر دیتے۔ اسی طرح ظاہری سفید رنگ معمولی لباس سادہ وضع قطع پر متانت چہرہ نورانی جبین دمکتے گال سرگیں نگاہ اور پر ہیبت جلال و جمال سے بیگانوں کو اپنا بنا لیتے تھے۔ اور انتہائی ظرافت اور خوش خلقی سے ہر کسی کے ساتھ پیش آتے تھے۔

۴۔ محض تبلیغ دین اعلاء حق اور مسلک اہل سنت کے تحفظ و ترقی کی خاطر طویل اسفار کرتے ریل میں سیکنڈ کلاس یا بس اور کوچ سے بغیر رفیق اور دوست کے چل پڑتے اور داعیان جلسہ کو اپنی آمد اور تقریر سے محروم نہ کرتے۔ میرے مدرسہ جامعہ قرآن و سنت بن حافظ جی ضلع میانوالی میں ابھی جمعہ کا انتظام نہیں ہے۔ برائے جمعہ ایک دوسری جگہ موسیٰ خیل کے لیے میں نے بذریعہ خط تاریخ لی۔ مولانا کا خیر المدارس ملتان سے جواب آیا کہ میں نے جمعہ کی رات مسجد نور مسلم بازار میانوالی میں خطاب کرنا ہے ان سے بھی مل لیں میں چند دن پہلے وہاں گیا۔ مولانا کا پروگرام بتلایا۔ جو ان کی دعوت سے تھا۔ اور یہ بھی کہ جمعہ موسیٰ خیل پڑھانا ہے۔ انہوں نے صاف انکار کیا کہ ہمارے یہاں کوئی پروگرام نہیں ہے اور مولانا اوکاڑویؒ نہیں آئیں گے۔ میں مایوس ہوا اور پھر میانوالی آپ کو لینے نہیں گیا۔۔۔ چند دن بعد میں چکوال بھیں کانفرنس میں مولانا سے ملا اور اپنی محرومی کی وجہ پوچھی۔۔ تو مولانا نے ناراضگی سے فرمایا کہ تم میانوالی والے عجیب ہو مجھے بھی خراب کیا میں تو مقررہ تاریخ میں مسجد نور میانوالی پہنچ گیا۔ انہوں نے نہ جلسہ کرایا نہ درس دلایا تم بھی نہ تھے۔ میں سیدھا چکوال آ گیا۔ یہ سن کر مجھے اپنی محرومی پر بہت ندامت ہوئی۔ اللہ ہمیں معاف فرمائے اور آپ کو درجات عالیہ سے نوازے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

مولانا اوکاڑویؒ کا تقویٰ

مناظرین بالعموم نجی مجالس میں اپنے کارنامے شوخی سے بتلاتے ہیں زبان درازی اور ردو قدح کی عادت بن جاتی ہے۔ غیبت سے بچاؤ تو بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ ہم نے آپ کو نجی محفل میں خاموش ہی پایا گویا تسبیح ہاتھ میں لے کر اللہ اللہ کر رہے ہیں۔ کسی نے مسئلہ پوچھا تو مختصر جواب دے دیا۔ قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم سے تو خاص عقیدت تھی۔ ان کی دعوت پر یا خدام اہل سنت کے ہر جلسہ میں شرکت فرماتے اور تائید احناف اور غیر مقلدین کے مایہ ناز مسائل پر خوب سیر حاصل بحث کرتے ہر سامع بہت دلچسپی سے استفادہ کرتا اور مطمئن ہوتا کیا مجال کہ گلہ طعن' بدگوئی یا گھٹیا بازاری لہجہ میں کوئی بات منہ سے نکلے۔ نماز باجماعت کی پابندی قابل دید تھی۔ اگر چہ عمر بحث مکالمہ میں گزاری مگر تحقیق و انشاء پردازی میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔ اللہ آپ کی لحد پر نور افشانی کرے۔ آمین

حادثۂ کبریٰ

✍ جناب مولانا قاضی عبدالکریم ☆

اللہ کی اس عظیم نعمت جسے ملک مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی کے نام سے پہچانتا تھا ہم سے چھن گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.

بنے تھے یوں تو ہم روز ازل سے غم اٹھانے کو
نہ تھی پر یہ خبر ہونگے الگ بھی تیرے داماں سے

فی زمانہ آپ نے دینی فتنوں بالخصوص تقلید اسلام کے دائرہ سے سر نکالنے والوں کا جو مکمل اور مدلل تعاقب فرمایا اور ان کے حرکات شنیعہ کا ایک بڑا ذخیرہ جو آپ کے پاس محفوظ تھا۔ سینہ سے سفینۃ الخیر کے ذریعہ ملک و بیرون ملک سواد اعظم کے لاکھوں افراد تک پہنچایا۔ وہ دین قیم کی اس خدمت میں حق یہ ہے کہ منفرد تھے۔ فجزاہ اللہ احسن ماجزیٰ احداً من العلماء الحنفیان العاملین الکاملین فی امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم.
اس کا شدید صدمہ الخیر اور اس کے باشعور قارئین کو ہی ہوسکتا ہے آپ اور آپ جیسی خالص علمی شخصیتوں کے سر شہادتوں کی حکمتیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اس سری شہادت میں ایک حکمت الٰہیہ یہ بھی مضمر ہوسکتی ہے کہ اسے اعداء اسلام فرقہ واریت کا نام دیکر اسلام اور علماء اسلام کے خلاف استعمال نہ کرسکیں اور ساتھ ہی خود ہم جیسے غفلاء بروزن علماء کاش کہ یہ سمجھ سکیں کہ شہید حنفیت حضرت امین جیسی خالص علمی شخصیت کو خود رب کریم کیوں امت سے چھین رہے ہیں۔ بالخصوص ان سیاسی محاذوں پر جو اسلام کے نام سے کام کررہے ہیں۔ انتہائی باعث غیرت ہے جو کہ بار بار متعدد اور مختلف اتحادوں کے نام سے اکٹھے ہوکر ہر قسم کے مطالبات پر بار بار آواز اٹھا سکتے ہیں لیکن نظام حکومت کی تین بنیادی کفریات (۱) آخری فیصلہ اسمبلیوں کی اکثریت کا (۲) دستور ساز اسمبلیوں میں غیر مسلموں کی باعزت شرکت اور (۳) بالغ رائے دہی کے ذریعہ انتخاب افسوس صد افسوس کہ اس امریکی تثلیث کے خلاف

☆ مہتمم جامعہ نجم المدارس کلاچی ضلع ڈیرہ اسماعیل خاں

بھرپور آواز اٹھانے کی جرات سے محروم ہیں۔ فتنوں کی یلغار میں مولانا محمد امین اور مولانا محمد موسیٰ خاں کی وفات بھی کیا امریکہ کی سازش ہے اور جب دشمنان اسلام کی سازش نہیں ہے۔ تو پھر اسلام کے نام لیواؤں سے اب رحیم و کریم کی ناراضگی کی کھلی علامت ہے جس کے متعلق پیغمبر اسلام علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ الف الف صلوٰۃ وسلام نے چودہ سو سال پہلے واضح الفاظ میں تنبیہ فرمادی ہے کہ:

ان اللہ لاینتزع العلم انتزاعاً ولکن یقبض العلم بقبض العلماء حتی اذالم یبق عالما اتخذالناس رؤسا جہالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا.

اس لیے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ اگر دین کے نام لیوا حضرات کو خداوند قدوس کی ناراضگی سے اپنے آپ کو اور ملک کے عوام بالخصوص دینی مدارس مساجد اور خانقاہوں اور مراکز تبلیغیہ کو بچانا ہے تو مختلف شاخوں کو چھانٹنے کے بجائے کفر کی ان بنیادوں کے خلاف بھرپور آواز اٹھانی ہوگی۔۔۔ ورنہ ہر سعی ناتمام اور ہر آواز بے ہنگام ثابت ہوگی۔۔۔ طبقہ علماء کا یہ ادنیٰ خادم عرصہ۔ آٹھ سال سے یہ آواز ایک ایک جماعت ہر اتحاد اور ہر جریدہ اسلامیہ تک اپنے ضعف ونقاہت اور بے اثری و بے رسوخی کے باوجود پہنچا رہا ہے۔ مگر یہ صدا صدا بصحرا ثابت ہورہی ہے۔ صاحب اختیار حکمرانوں کو تو اس کے بغیر کیا کہا جاسکتا ہے کہ فما اصبرھم علی النار

نالہ دیگر نہیں آہ میں تاثیر نہیں
اب تو ملنے کی مگر آپ سے تدبیر نہیں

اور بھاری بھرکم اثر و رسوخ رکھنے والے زعما جو بزعم خود اسلامی نظام کے نام سے کام کررہے ہیں ان کو یہ کہے بغیر نہیں رہا جاتا۔

خرد نے ان کو عطا کی ہے خواجگی کہ جنہیں
خبر نہیں روش بندہ پروری کیا ہے

رفتید ولے نہ از دل ما

جناب مولانا محمد ازہر☆

شعبان المعظم ۱۴۲۱ھ کا سب سے بڑا علمی اور تعلیمی حادثہ ترجمان احناف' وکیل اہل سنت' مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر (رحمۃ اللہ علیہ) کی المناک رحلت ہے۔ ۳ شعبان المعظم کو رات ساڑھے دس بجے جامعہ خیر المدارس کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد انجم الحق صاحب سلمہ' نے فون پر اس سانحہ فاجعہ کی اطلاع دی تو کچھ لمحوں کے لیے یقین نہ آیا کہ خوش مزاج وخوش روئے بے تکلف و بے نفس' وقت کے عظیم مناظر' جامعہ خیر المدارس کے شعبہ التخصص فی الدعوۃ والارشاد کے رئیس' فقہ حنفی کے مایہ ناز ترجمان' نکتہ رس ونکتہ آفریں' ہمارے مولانا محمد امین صاحب ہم سے رخصت ہو گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بڑے شوق سے سن رہا تھا زمانہ
ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

حضرت مولانا محمد امین صفدر ہمارے دور کی ان چند ممتاز ویگانہ ہستیوں میں شمار ہوتے تھے جنہوں نے اسلام کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کا مقابلہ نہایت جوانمردی اور استقامت سے کیا اور بحث ومناظرہ کے میدان میں انہیں ہمیشہ شکست فاش دی۔ قادیانیت' عیسائیت اور رافضیت کے علاوہ لامذہبیت اور بدعت کے فتنوں کا بھی آپ نے بھرپور تعاقب فرمایا۔ مناظرہ کے میدان میں حق تعالیٰ شانہ' نے آپ کو غیر معمولی ذہانت وذکاوت کے ساتھ نکتہ رسی' نکتہ آفرینی' وسعت نظر اور استحضار علم کی نعمتوں سے مالا مال فرمایا تھا۔ صرف اہل حدیث حضرات (باصطلاح جدید) کے ساتھ آپ کے مناظروں کی تعداد ایک سو سے زائد ہے' جن میں سے ہر مناظرہ میں مولانا صفدرؒ سرخرو اور کامیاب قرار پائے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے سینکڑوں بلکہ ہزاروں افراد کو اسلاف امت پر اعتماد ویقین کی دولت عطا فرمائی۔

آپ کا وجود حق تعالیٰ کی شان عطاء جود وسخا کا عظیم نشان تھا۔ جس طرح ہمارے ہی دور کے عظیم مناظر حضرت مولانا لال حسین اختر رحمہ اللہ قادیانیت سے تائب ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے اور پھر علمی دنیا میں قادیانیت

☆ مدیر ماہنامہ "الخیر" جامعہ خیر المدارس ملتان

کے خلاف ایسے دلائل وبراہین قائم کیے اور قادیانی مبلغین کا تعاقب کر کے انہیں پے درپے اتنی شکستیں دیں کہ قادیانی مولاناؒ کے نام ہی سے گھبرانے لگے۔ اسی طرح مولانا محمد صفدرؒ بھی ابتداء میں غیر مقلدین کے پاس پڑھتے رہے اور ذہنی طور پر انہی کے ہمنوا رہے' مگر غیر مقلدین کی غلط بیانیوں اور مغالطہ آمیزیوں نے آپ کی حق پسند وحق جو طبیعت کو بہت جلد ان سے متنفر کر دیا اور آپؒ کو یہ یقین ہو گیا کہ اعتماد علی السلف کے بغیر دین کا محفوظ رہنا ناممکن ہے۔ لامذہبیت سے حنفیت کی طرف رجوع کی روئیداد کو آپؒ نے اپنے ایک مقالے "میں حنفی کیسے بنا؟" میں بہت دلچسپ پیرائے میں بیان کیا ہے۔

مولانا مرحوم کو حق تعالیٰ شانہ' نے تبلیغ وتفہیم اور تعلیم وتدریس کا خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔ مشکل علمی مضامین کو آپ عام مجامع میں ایسے سہل انداز میں بیان فرماتے کہ عوام وخواص سب ہی جھوم اٹھتے۔ آپؒ کے تمام خطبات پرکشش' پرتاثیر اور مدلل ہوا کرتے تھے۔ فن رجال پر آپ کی بہت گہری نظر تھی اور بلامبالغہ ہزاروں رواۃ حدیث کے اسماء وکنی اور حالات آپ کو ازبر تھے۔ اس فن کی بناء پر اہل حدیث حضرات کو مولاناؒ کے مقابلے میں اس وقت بہت خفت اٹھانا پڑتی جب وہ احناف کے استدلال کو کمزور کرنے کے لیے کسی راوی کا مجروح ہونا ثابت کرتے تو مولاناؒ اسی راوی کی متعدد ایسی روایتیں ان کے سامنے بیان فرما دیتے جن کو وہ نہ صرف صحیح سمجھتے ہیں بلکہ ان پر عمل بھی کرتے ہیں۔ لینے اور دینے کا یہ دہرا معیار حدیث تو کیا قرآن کے بھی خلاف ہے۔

مولانا مرحوم اس دور میں بلاشبہ اسلاف کے اخلاص وایثار اور تقویٰ وللہیت کا نمونہ تھے۔ وعظ وتبلیغ اور مناظروں کے لیے آپؒ نے سینکڑوں سفر فرمائے ہوں گے' لیکن عام واعظین کی طرح آپؒ کرایہ کے عنوان سے کبھی کوئی رقم طے نہیں فرماتے تھے۔ اور سفر کے لیے بھی عام بس یا ریل میں اکانومی کلاس یا سیکنڈ کلاس اختیار فرماتے تھے۔ بہت سے ایسے حضرات سے میں ذاتی طور پر واقف ہوں جو مولاناؒ کو تقریر کے لیے لے گئے اور تقریر کے بعد واپس پہنچا گئے۔ نہ ان کی طرف سے کوئی پیشکش نہ مولانا کی طرف سے کوئی مطالبہ۔ غالباً آپ اس مسئلہ میں اپنے مرشد اول' شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ کے مسلک پر حتی الامکان عمل کرتے تھے' جو وعظ وتبلیغ کا کسی قسم کا معاوضہ قبول نہیں فرماتے تھے۔ حضرت مولاناؒ کو اپنے شیخ حضرت لاہوریؒ سے انتہائی عقیدت ہی نہیں' والہانہ محبت تھی۔ ان کی مجاہدانہ زندگی' بے لوث دینی خدمات' اتباع سنت اور مشتبہ مال سے اجتناب کے واقعات آپ سے متعدد بار سننے کا اتفاق ہوا۔

مولانا مرحوم علمی تبحر' وسعت مطالعہ اور غیر معمولی ذہانت وذکاوت کے باوجود مجسمہ انکسار تھے۔ اس تواضع وبے نفسی کا اندازہ ان کی سادگی' بے تکلفی' محبت بھری گفتگو اور خوش مذاقی سے بآسانی ہو جاتا تھا۔ احقر نے ایک مرتبہ "الخیر" کے ناظم مولوی فیاض احمد صاحب سلمہ' کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ "میں حاضر خدمت ہونا چاہتا ہوں"۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ دیکھ کر حیرت کی انتہاء نہ رہی کہ حضرت مولاناؒ بنفس نفیس دفتر "الخیر" میں چلے آ رہے ہیں۔

مجھے انتہائی ندامت و شرمندگی ہوئی اور یہ احساس ہوا کہ پیغام بھیجنے سے بہتر حاضر ہو جانا ہی تھا' تا کہ حضرت مولانا کو یہ تکلیف نہ ہوتی۔ احقر کی حیثیت مولانا کے شاگردوں سے بھی کم تر ہے۔ یہ ان کی محبت و شرافت' مروت واخلاق اور تواضع و بے نفسی کا کمال تھا کہ وہ چھوٹوں کو بھی بڑا بنادیتے تھے۔

حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ کی جہاں تقاریر قوت استدلال' نکتہ شناسی اور نکتہ آفرینی کا بہترین نمونہ ہوتی تھیں وہاں آپ کی تحریر بھی علمی و فقہی نکات اور حقائق و معارف کا شاہکار ہوتی تھی۔ آپ "۱۴۱۴ھ میں جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا محمد حنیف صاحب جالندھری زید مجدہم کی دعوت پر جامعہ خیر المدارس میں تشریف لائے اور تخصص فی الدعوۃ والارشاد کی صدر نشینی کو عزت بخشی۔ ۱۴۱۴ھ سے حضرت مولانا نے "الخیر" میں باقاعدہ لکھنے کا آغاز فرمایا جو آپ کے سانحہ وفات تک کسی تعطل کے بغیر باقاعدگی سے جاری رہا۔

آپ حیرت انگیز حد تک سریع القلم تھے۔ آپ کا مسودہ ہی مبیضہ ہوتا۔ ابتداء میں جب آپ نے "الخیر" کے لیے مضامین لکھنے شروع کیے تو میں کافی عرصہ تک یہی سمجھتا رہا کہ مولانا کے پاس مختلف عنوانات پر تحریر شدہ مضامین موجود ہیں۔ انہی میں سے مولانا ہر ماہ مضمون اٹھا کر دے دیتے ہیں۔ یہ غلط فہمی یا بدگمانی اس وقت رفع ہوئی جب کئی مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ مغرب کے وقت کسی خاص عنوان کے تحت مولانا سے مضمون کی درخواست کی گئی اور اسی رات کی صبح کو مولانا نے ۱۶ سے ۲۰ صفحات تک کا مضمون عنایت فرما دیا۔ میرے استفسار پر ایک مرتبہ مولانا نے فرمایا کہ میں اپنے لکھے ہوئے مضمون پر نظر ثانی نہیں کرسکتا۔ اس لیے کہ جب میں نظر ثانی کرنے لگتا ہوں تو قدرے نئے نکات ذہن میں آتے ہیں کہ اگر انہیں شامل کیا جائے تو ایک اور مستقل مضمون تیار ہو جائے۔ اس لیے میں جو قلم برداشتہ لکھتا ہوں وہ "الخیر" کے سپرد کر دیتا ہوں۔

مولانا مرحوم غیر معمولی ذہانت و ذکاوت میں اسلاف کی یادگار ہونے کے علاوہ فنا فی العلم ہونے میں بھی اکابر کا نمونہ تھے۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے انہیں ذہن رسا عطا فرمایا تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ "بحمد اللہ میں مطالعہ سے کبھی نہیں تھکتا۔" مولانا کامل توجہ اور انہماک سے مطالعہ کرتے تھے اور مطالعہ کے ساتھ ہی اہم علمی نکات اور لطائف و ظرائف کی نشاندہی کتاب کے شروع میں خالی صفحات پر کرتے جاتے۔ اس طرح ایک نئی فہرست وجود میں آجاتی جو اصل فہرست سے کہیں زیادہ نافع اور عمیق ہوتی۔ مولانا کے زیر مطالعہ تمام کتب اس طرح کی الیبلی فہرستوں سے مزین ہیں۔ قرآن کریم کی آیات' صحاح ستہ کی احادیث اور تاریخ و سیر کے واقعات عام لوگ بھی پڑھتے پڑھاتے ہیں' لیکن مولانا انہی آیات واحادیث اور تاریخی واقعات سے ایسے ایسے نکات و لطائف اور حقائق و معارف اخذ فرماتے کہ سامعین و قارئین ان کی نکتہ آفرینی و بلند خیالی پر عش عش کر اٹھتے۔ مولانا کی کوئی ملاقات اور مجلس علمی نکات و معارف اور عالمانہ خوش طبعی سے خالی نہ ہوتی۔ ہم جیسے طلباء کو ان کی مجالس میں بہت سی ایسی قیمتی معلومات لمحوں میں حاصل ہو جاتیں جن کے لیے مہینوں مطالعہ درکار ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مولانا مرحوم کا شمار ان ہستیوں

میں ہوتا ہے جن کی رحلت کسی فرد' ادارہ یا انجمن کا غم نہیں پوری ملت ان کی جدائی کے صدمہ سے دل برداشتہ ہے اور ان کے اٹھ جانے سے صرف نسبی پسماندگان کے لیے نہیں بلکہ تمام علمی حلقوں کے لیے ایسا مہیب خلا پیدا ہو گیا ہے جس کے پر ہونے کے دور دور تک کوئی آثار نظر نہیں آتے۔

مولانا مرحوم نے قادیانیت' عیسائیت اور رافضیت کے خلاف ٹھوس علمی کام کے علاوہ برصغیر میں لامذہبیت اور غیر مقلدیت کے اثرات کو ختم کرنے کے لیے غیر معمولی ہمت اور قوت ایمانی کا مظاہرہ کیا۔ انہیں اس بات پر شرح صدر ہو چکا تھا کہ فتنوں کے اس دور میں اسلاف پر اعتماد کے بغیر ایمان کی حفاظت ممکن نہیں اور ایمان واعمال کی حفاظت کے لیے تقلید بہت بڑا اور مضبوط حصار ہے۔ اگر یہ حصار ٹوٹ جائے تو انسان قادیانیت' رافضیت یا انکار حدیث جیسے فتنوں میں کسی وقت بھی مبتلا ہو سکتا ہے۔ یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ اس وقت فتنہ ترک تقلید پر جس قدر ٹھوس علمی مطالعہ مولانا مرحوم کا تھا کسی اور عالم کا نہیں ہے۔ اہل حدیث علماء (باصطلاح جدید) مولانا کے علم و فضل' قوت استدلال اور مناظرانہ مہارت کے پیش نظر ان سے مباحثہ و مناظرہ سے کتراتے تھے۔ سنا ہے کہ ایک مرتبہ مشہور اہل حدیث عالم علامہ احسان الٰہی ظہیر مرحوم نے مولانا سے مناظرہ کا ارادہ ظاہر کیا۔ لیکن مناظرہ سے قبل مولانا کی تقریر سن کر مناظرہ کا خیال ترک کر دیا۔ برصغیر میں فقہ حنفی کے فروغ اور دفاع کی تاریخ مرتب کرتے وقت مؤرخ حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیے بغیر نہیں گزر سکتا۔

یاد رکھیں جب لکھیں تاریخ گلشن کی
ہم نے بھی لٹایا ہے چمن میں آشیاں اپنا

مولانا کی زندگی نوجوان طلباء اور علماء کے لیے قابل قدر نمونہ ہے۔ آپ نے زندگی کا کوئی لمحہ کسی بے کار اور لایعنی مشغلہ میں نہیں گزارا۔ جامعہ خیر المدارس میں وہ اپنی درسگاہ میں نماز فجر سے لے کر رات بارہ بجے تک درس و تدریس اور مطالعہ میں منہمک نظر آتے اور ان کی تمام تر مشقتوں اور کاوشوں کا محور اسلام کی صحیح تعبیر اور اسلاف پر اعتماد کی دعوت تھی۔ عالم آخرت میں وہ یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ:

حاصل عمر نثار راہ یارے کردہ ام
شادم از زندگی خویش کہ کارے کردہ ام

جامعہ خیر المدارس کے اساتذہ کرام' طلباء عزیز اور کارکنان ہی نہیں تمام درسگاہیں اور در و دیوار بھی مولانا کی جدائی پر غمگین و اداس نظر آتے ہیں۔ خیر المدارس میں مولانا کا زمانہ تدریس بزرگ اساتذہ کے مقابلہ میں بہت کم ہے' لیکن یوں محسوس ہوتا ہے کہ مولانا کی رحلت سے خیر المدارس اپنی ایک خاص شان' امتیاز' رونق اور بہار سے محروم ہو گیا ہے۔

ہر اک مکاں کو ہے مکیں سے شرف اسد
مجنوں جو مر گیا ہے تو جنگل اداس ہے

حق تعالیٰ شانہ مولاناؒ کی بال بال مغفرت فرمائیں انہیں درجات عالیہ نصیب فرمائیں اور پوری ملت کے اس عظیم صدمہ پر مولانا کے روحانی ونسبی پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔ بالخصوص ان کے برادران پروفیسر میاں محمد افضل اور حضرت مولانا محمد انور صاحب اور تمام بھائیوں اور صاحبزادگان کو اس سانحہ پر اجر عظیم سے نوازیں۔ اور ان کے تلامذہ کو ان کا مشن جاری رکھنے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔ (بشکریہ ماہنامہ "الخیر" ملتان)

قائد اہل سنت نے فرمایا

علماء اہل السنّت والجماعت سے عموماً اور سنی دیوبندی علمائے اسلام سے خصوصاً گزارش ہے کہ وہ مودودی جماعت سے کسی قسم کا اشتراک وتعاون اختیار نہ کریں۔ اور اس اشتراک کو اھون البلیتین کے پیش نظر بھی قبول نہ کریں کیونکہ مودودی جماعت اھون نہیں بلکہ اشد البلیتین ہے۔ اس پرفتن دور میں جب کہ اسلام کے نام پر باطل قوتیں اہل حق کو للکار رہی ہیں عوام اہل السنّت والجماعت یہ پوچھتے ہیں کہ وہ علماء حق کہاں ہیں جو ہر محاذ پر باطل قوتوں کا مقابلہ کر کے امت مسلمہ کا تحفظ کیا کرتے تھے۔ (خارجی فتنہ جلد ۲ ص ۶۷۴)

دفاع اسلام کی علامت

جناب مولانا اللہ وسایا☆

۲ شعبان ۱۴۲۱ھ مطابق ۳۱ اکتوبر ۲۰۰۰ء حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ دل [illegible] کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ ارائیں برادری [illegible] بننے کے بعد اوکاڑہ کے قریب چک میں رہائش اختیار کی۔ حدیث کی تعلیم [illegible] مولانا عبدالقدیر صاحبؒ سے حاصل کی۔ اوکاڑہ کے سکول میں ملازمت اختیار کی۔ [illegible] فرقوں کی تردید میں فی سبیل اللہ تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو [illegible] سے وافر حصہ دیا تھا۔ انتہائی سادہ طبیعت کے مالک تھے۔ مزاج میں انکساری تھی۔ طبیعت میں بے حد اعتدال تھا۔ غصہ نام کی کوئی چیز قریب تک سے نہ گزری تھی۔ محبت واخلاص کا پیکر تھے۔ آپ کی ہر دلعزیز شخصیت کے باعث جو آپ سے ملتا پہلی ہی ملاقات میں آپ کا گرویدہ ہو جاتا۔ عرصہ تک سکول میں پڑھایا۔ اور گرد ونواح کے چکوک و دیہات میں جمعہ اور دیگر مواقع پر بیانات کا سلسلہ جاری رکھا۔ قادیانیوں سے کئی معرکے ہوئے۔ معاملہ پنچایت سے تھانہ اور تھانہ سے عدالت تک پہنچا۔ مگر اس بندہ خدا نے کسی جگہ قادیانیوں کو ٹکنے نہیں دیا۔ سکول کی ملازمت کے دوران آپ نے عیسائیت قادیانیت رفض وبدعت کے خلاف بھرپور تیاری کی۔ ان کی تمام کتب مہیا کیں۔ اور یوں علاقہ بھر میں آپ نے مبلغ اور مناظر اسلام کے حوالہ سے شہرت پائی۔ طبیعت میں اخلاص تھا۔ ہر وقت اس خیال سے متفکر رہنے لگے۔ کہ کہیں سرکاری ملازمت سے جان چھوٹ جائے۔ تو کسی دینی ادارہ میں بیٹھ کر دعوت و اصلاح اور تعلیم وتعلم کا کام کرنا چاہیے۔

ہمارے ملک کے اہل حدیث حضرات شب وروز سب سے بڑا کام حنفیت کی تردید کو سمجھ کر منظم طریقہ پر لگے ہوئے ہیں۔ یہ صورت حال مولانا کے لیے ناقابل برداشت تھی۔ آپ نے احادیث نبویہ کے حوالہ سے شب و روز ایک کر کے فقہ حنفی کے تمام مسائل کا ماخذ جمع کیا۔ پھر غیر مقلدین حضرات کے وہ تمام مسائل جو حدیث سے

☆ مدیر ماہنامہ "لولاک" مجلس تحفظ ختم نبوۃ حضوری باغ روڈ ملتان

خلاف ہیں۔ جمع کر کے ملک بھر میں غیر مقلدین حضرات کے سر ہو گئے۔ جہاں تشریف لے گئے ایک فضا قائم کر دی۔ غیر مقلدین حضرات کو اپنے مسائل احادیث سے ثابت کرنے دشوار ہو گئے۔ تو وہ چکرا گئے۔ کراچی سے خیبر تک آپ نے مدارس کا دورہ کیا۔ اہل علم نے آپ کے علم کی بہاروں سے رونق حاصل کی۔ سب سے پہلے حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ نے جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی میں آپ کو تخصص کرانے کے لیے پیشکش کی۔ کراچی کی گہما گہمی میں مدارس دینیہ کے طلبہ کی معتد بہ تعداد نے آپ کے کراچی قیام سے فائدہ اٹھایا۔ آپ نے بیسیوں علماء کی جماعت تیار کی۔ جو فرق باطلہ کے خلاف حق کی تلوار ثابت ہوئے۔

کراچی کا موسم آپ کی طبیعت کے موافق نہ آیا۔ آپ ملتان تشریف لائے۔ خیر المدارس نے آپ کے لیے دیدہ و دل فرش راہ کئے۔ یہاں آپ نے متواتر کئی سال دعوت و ارشاد کی مسند کو رونق بخشی اور بلا شبہ بہت بڑی تعداد میں علماء کرام کی جماعت تیار کر دی۔ جو مناظرہ کے فن میں اپنی مثال آپ ہیں۔ اس دوران میں ملک بھر کے تمام مدارس کے دینی اجتماعات اور دیگر جلسوں میں آپ کے وعظ و تبلیغ کا سلسلہ جاری رہا یہ قدرت کے کرم کے فیصلے ہیں۔ کہ ایک مختصر مدت میں کراچی سے خیبر، منوڑہ سے اکوڑہ اور قلات سے سوات تک آپ کا نام گونجنے لگا۔ کسی بھی موضوع پر آپ مسلسل گھنٹوں گفتگو کرتے اور بے تکان کرتے۔ اس دور میں آپ نے مناظرہ کی دنیا میں وہ کامیابیاں حاصل کیں۔ جو تاریخ کا حصہ ہیں۔ لیکن ان کی یہ خوبی تھی کہ طبیعت میں اعتدال تھا۔ کہیں کسی بھی مسئلہ میں افراط و تفریط کا شکار نہیں ہوئے۔ خود رائی سے مجتنب رہے۔ ہمیشہ اسلاف کے نظریات کی ترویج و اشاعت میں مصروف رہے۔ اکابر کے دامن کو نہیں چھوڑا۔ مناظرہ میں کبھی کسی بھی فریق کی زیادتی و تلخ نوائی سے غصہ نہیں ہوئے بلکہ خندہ پیشانی سے اپنے موقف کو فریق مخالف سے منوایا۔ یا اسے راہ فرار اور پسپائی پر مجبور کر دیا۔ غرض آپ کے وجود سے اللہ رب العزت نے وہ کام لیا جو ایک مستقل ادارہ کے کرنے کا تھا اور پھر قدرت کی کرم فرمائی دیکھئے کہ بیک وقت تمام بے دین و بد دین فتنوں کے خلاف آپ کی تیاری تھی عثمانی، جماعت المسلمین، مماتی، اسدی، پتہ نہیں کون کون سے فتنہ کو آپ نے کہاں کہاں نکیل ڈالی۔ آپ کا وجود پاکستان میں دفاع اسلام کی علامت بن گیا تھا۔ کفر و بدعت آپ کے نام کی ہیبت سے لرزہ براندام تھے۔ آپ نے افریقہ و عرب تک کلمہ حق بلند کیا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے آپ کو پیار تھا۔ دل کی گہرائیوں سے اکابرین مجلس کا احترام کرتے تھے۔ مجلس کے ہم عصر ساتھیوں کے لیے دیدہ و دل ہوتے تھے۔ محبتوں سے نوازتے تھے۔ کام کی تحسین کرتے تھے۔ مشوروں سے نوازتے تھے مجلس کی تمام مطبوعات پر نظر رکھتے تھے۔ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں پابندی سے شرکت فرماتے تھے۔ ملک بھر سے آئے ہوئے مندوبین آپ کے بیان کو دل کی گہرائیوں سے سنتے تھے آپ کے علمی جواہر پاروں سے اپنی جھولیاں بھر کر لیجاتے تھے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام چناب نگر میں سالانہ رد قادیانیت کورس میں شرکت فرماتے۔ شرکاء کو اپنے علمی بیانات سے بہرہ ور کرتے۔ اس سال بھی شرکت کا وعدہ تھا۔ لیکن قدرت کی شان بے نیازی دیکھئے کہ

جامعہ خیر المدارس میں چھٹیاں ہوئیں۔ سرگودھا تشریف لائے۔ طبیعت ناساز ہوئی۔ گھر تشریف لے گئے۔ وقت اجل آن پہنچا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے مسکراتے چہرہ سے کامیابی و کامرانی کی ڈھیروں دولت ساتھ لیے رحمت حق کے جوار جا بسے۔ جانے والے آپ کو مدتوں یاد رکھا جائے گا۔

آپ کے جانے سے علم و فضل کی مسندیں بے رونق ہو گئیں۔ آپ تو رب کے حضور کامیاب و سرخرو ہو کر گئے۔ لیکن آپ کے جانے سے جو ہمیں محرومی ہوئی اس پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی قبر پر اپنی رحمتوں کی بارش نازل فرمائے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل سے سرفراز فرمائے۔ رحمت حق آپ پر سایہ فگن ہو حضرت محمد عربی ﷺ کی شفاعت آپ کو نصیب ہو۔ ہم سب گواہی دیتے ہیں کہ آپ مخلص عالم دین تھے۔ حق و صداقت کی علامت و نشانی تھے۔ علم و فضل کے پہاڑ تھے۔ مناظرہ میں احقاق حق و ابطال باطل کے علمبردار تھے۔ کفر آپ سے لرزاں و ترساں تھا۔ آپ نے تبلیغ اسلام کے لیے جو گراں قدر خدمات سرانجام دیں وہ آپ کے لیے ذخیرہ آخرت ہیں۔ آپ گئے ہم آ رہے ہیں۔

(اداریہ: ماہنامہ لولاک ملتان)

ایک علم دوست انسان

جناب مولانا محمد زاہد☆

شعبان کے پہلے ہفتے میں حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ بھی انتقال کر گئے۔ مولانا اوکاڑویؒ کی زندگی کا بیشتر حصہ اگرچہ سرکاری سکول کی ملازمت میں گزرا لیکن علم اور مطالعے سے آپ کا تعلق شاید کسی دور میں منقطع نہیں ہوا' آپ نے ابتدائی دینی تعلیم غیر مقلدین کے ہاں حاصل کی اور اسی دوران حنفیت کے خلاف ذہن کو مسموم کر کے آپ کو مناظرہ بازی کے مشغلے پر لگا دیا گیا' لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی توفیق شامل حال فرمائی تو دوبارہ راہ اعتدال پر گامزن ہو گئے۔ مولانا کا بظاہر بنیادی میدان اگرچہ مناظرہ تھا اور ہمارے بیشتر بزرگوں نے تجربات کی بنیاد پر مناظروں کو چنداں پسند نہیں فرمایا' اس لیے کہ موجودہ حالات میں عموماً اس سے خاص فوائد حاصل نہیں ہوتے بلکہ ضدا ضدی کے ماحول میں اضافہ ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے لوگوں کے حق بات کو سمجھنے کے امکانات مزید کم ہو جاتے ہیں۔ لیکن بعض ناگزیر حالات میں بدرجہ مجبوری یہ کام بھی کرنا پڑتا ہے اور ہمارے بعض بزرگوں نے بھی بعض مخصوص حالات میں ناگزیر ضرورت کی وجہ سے مناظرے کئے ہیں۔

دوسری طرف امت مسلمہ بحیثیت مجموعی آج کل جن حالات و مسائل سے دوچار ہے ان میں اس بات کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ ہے کہ مسلمانوں کے آپس کے اختلافات بالخصوص فروعی اختلافات کو مخصوص حلقوں اور دائروں تک محدود رکھا جائے' بالخصوص وہ اجتہادی اختلافات جن کی بنیادی اور مرکزی حکمت ہی امت کے لیے سہولت اور وسعت پیدا کرنا ہے اور جسے امت کے لیے رحمت کہا جاتا ہے انہیں حق و باطل کی جنگ اور معرکہ کارزار بنانا حد درجے کا غلو ہے' اس لیے کہ یہ اختلافات تو عہد صحابہؓ سے چلے آ رہے ہیں اور صحابہؓ سارے کے سارے نجوم ہدایت ہیں۔ یہی وجہ ہے ہمارے اکابر نے ان مباحث کو علمی و تحقیقی اور درسی حلقوں تک ہی محدود رکھا اور انہیں

☆ استاذ الحدیث جامعہ امدادیہ "گلشن امداد" ستیانہ روڈ فیصل آباد

عوامی تبلیغ کا موضوع نہیں بنایا انہوں نے کبھی بھی خطرناک کینسر کو نظر انداز کر کے سارا زور دوسرے علاج کی فکر پر صرف کرنے کی حکمت عملی اختیار نہیں کی' جو لوگ بعض مسائل میں ایک طرف کی احادیث کے ظاہر پر عمل کر کے خود کو اہل حدیث قرار دیتے ہیں لیکن سلف امت اور ائمہ مجتہدینؒ کے بارے میں بدگمانی اور بدزبانی سے گریز کرتے ہیں انہیں بھی ہمارے اکابر نے نہ صرف یہ کہ برداشت کیا بلکہ اس طرح کے بہت سے حضرات ہمارے بزرگوں سے بیعت بھی ہوتے رہے ہیں۔

لیکن عہد صحابہؓ سے موجود اجتہادی اختلافات ہی کو کچھ لوگوں نے امت میں تفریق پیدا کرنے کا ذریعہ بنالیا اور مخصوص طریقہ عمل میں عمل بالحدیث کو منحصر قرار دے کر باقی سب کو یکسر غلط قرار دے دیا' وہ فقہی مسالک جن پر امت میں توارث و تعامل چلا آ رہا ہے' جنہیں ہمیشہ کتاب و سنت ہی کی تعبیر و تشریح کی مختلف کوششیں سمجھا گیا' اور جنہیں امت میں تلقی بالقبول حاصل رہی ہو یعنی امت کے اجتماعی ضمیر نے انہیں تسلیم کیا ہو ان میں سے فقہی طر[illegible] کو اگر بالکل باطل اور کتاب و سنت کے خلاف محاذ قرار دے کر طعن و تشنیع کا دروازہ کھول لیا جائے تو ظاہر ہے [illegible] مسئلہ محض فروعی اختلافات کا نہیں رہتا بلکہ اس سے اساسات ملت پر زد پڑتی ہے' بدقسمتی سے ہمارے [illegible] یہاں یہی کچھ ہو رہا ہے' کچھ لوگوں نے اجماعی و قطعی مسائل اور کتاب و سنت کی پامالی کو تو [illegible] کیا ہوا ہے اور ساری توانائیاں پانچ چھ اجتہادی مسائل پر صرف کر رکھی ہیں' ایک محترم اور [illegible] انہیں پشت پناہی حاصل ہو رہی ہے' اور پیسہ خرچ کرنے والوں کی مرضی کے بغیر یہ دولت ایسے وقت میں امت میں انتشار کی دراڑیں زیادہ کرنے پر خرچ ہو رہی ہے جب کہ امت اتحاد و اتفاق کی پہلے سے کہیں زیادہ محتاج ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے لوگوں سے نمٹنا اور ان کے پھیلائے ہوئے زہر کا علاج کرنا بھی وقت کی ایک ضرورت ہے' مولانا محمد امین صفدر بھی یہی فرض کفایہ باحسن طریقہ ادا کر رہے تھے' ایک پرائمری سکول کے استاد کے اس کام کی طرف متوجہ ہونے کی وجہ سے وقت کے اکابر علماء کو اپنی پوری توجہ اپنے اصل تعمیری کام کی طرف کرنے کا موقع مل گیا۔

اس ناچیز کو مولانا کے بیانات سننے کا بھی موقعہ ملا' اس سے زیادہ موقع ان سے ملاقات اور پاس بیٹھنے کا ملتا رہا' ان پر اگرچہ ایک مناظر ہونے کا لیبل لگا ہوا تھا لیکن ان کی حقیقی اور عملی زندگی اس سے کافی بلند تھی وہ بنیادی طور پر ذوق مطالعہ رکھنے والے علم دوست انسان تھے' ان کے پاس بیٹھنے سے عموماً کوئی نئی علمی بات مل جایا کرتی تھی وہ آخر وقت تک کبھی اپنی اصلاح کی فکر سے غافل نہیں ہوئے' اس مقصد کے لیے انہوں نے کسی نہ کسی بزرگ کا دامن تھامے رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ میری معلومات کی حد تک وہ ان بہت سی بیماریوں میں مبتلا نہیں ہوئے جو عموماً مناظرہ بازی کے جانبی اثرات کے طور پر پیدا ہو جاتی ہیں۔

احقر نے ان کے جو عوامی بیانات سنے ہیں ان میں فروعی مسائل کی بجائے زیادہ تر اصول کی تنقیح پر بحث

ہوتی تھی۔ اور اس معاملے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں تفہیم و تمثیل کا خاص سلیقہ عطا فرمایا تھا' مناظروں کی لائن میں آ کر عموماً آدمی اس بات کو بھول جاتا ہے کہ میری کس بات کی وجہ سے دینی اعتبار سے کیا اثرات مرتب ہوں گے' لیکن مولانا بظاہر اس حوالے سے اپنے طرز عمل کا جائزہ لیتے رہتے تھے خود ایک مرتبہ بتایا کہ کسی جگہ مناظرے میں دونوں طرف سے حدیث کے رواۃ پر جرح کی گئی' جس سے منکرین حدیث نے خوب فائدہ اٹھایا اور لوگوں سے یہ کہا کہ دیکھو دونوں طرف کے راوی جھوٹے ہیں' مولانا نے بتایا کہ اس کے بعد میں نے اپنا انداز تبدیل کر لیا اور رجال پر گفتگو کی بجائے زیادہ زور اصولی گفتگو پر دینے لگا۔

غیر مقلدین سے جن مسائل پر ہمارا اختلاف ہے وہ خالص علمی مسائل ہیں جو عوام کی سمجھ سے عموماً بالاتر ہوتے ہیں عوام کو ان مسائل کی علمی تفصیلات میں الجھانے کی بجائے مولانا نے حقیقت واضح کرنے کے لیے بڑے آسان اور مفید گر ایجاد کر رکھے تھے' اور فرماتے تھے کہ یہ گر میں نے بنیادی طور پر حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے بعض خلفاء سے حاصل کیے ہیں اور انہوں نے خود حضرت تھانویؒ سے مولانا کے اس طرز عمل کا خلاصہ یہ تھا کہ غیر معتدل غیر مقلدین عموماً جس انداز سے ظواہر حدیث پر عمل کا دعویٰ اور چیلنج بازی کیا کرتے ہیں اس کا جائزہ لیا جائے کہ خود ان کا اس پر کس حد تک عمل ہے' اس کے لیے وہ بحث کو چند مخصوص مسائل سے نکالنے کی کوشش کرتے اور یہ فرماتے تھے کہ زندگی میں روزمرہ بکثرت پیش آنے والے مسائل اس طرح کے مولویوں سے پوچھے جائیں اور اسی طرح کی صریح حدیث کا مطالبہ کیا جائے جس پر عمل کا وہ عموماً دعویٰ کر کے رائے اور قیاس کو ابلیسی کام قرار دیا کرتے ہیں' حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ بات سمجھ میں آ جائے کہ دین چند مسائل کا نام ہے اور دین پر عمل کا اصول ایسا ہونا چاہیے کہ زندگی کے تمام مسائل کا حکم شرعی معلوم ہو سکے تو مسئلہ خود بخود حل ہو جاتا اور فقہاء کی ضرورت واضح ہو جاتی ہے۔

عام طور پر کسی خاص فریق کے بارے میں کام کرنے کے نتیجے میں طبیعت میں غلو اور بعض انفرادی آراء قائم کرنے کا رجحان پیدا ہو جاتا ہے' لیکن جہاں تک احقر کو علم ہے۔ مولانا نے تفرد اور خود رائی سے ہمیشہ گریز کیا اور سلف کی راہ اعتدال کو مضبوطی سے تھامے رکھنے ہی کو کلید سعادت سمجھا۔ جب مولانا کا انتقال ہوا اس وقت دینی مدارس میں وفاق المدارس کے امتحانات ہو رہے تھے' انتقال کی اطلاع ایسے وقت ملی جب کہ احقر وفاق کے کام کے سلسلے میں سفر میں تھا' انتقال کی خبر سنتے ہی دھچکا سا لگا' اس سے پہلے اندازہ نہیں تھا کہ احقر کو مولانا سے اس قدر تعلق خاطر ہے' جنازے میں حاضری کی دل میں شدید خواہش تھی' لیکن وفاق کے کام سے فارغ ہو کر واپس گھر اس وقت پہنچا کہ اوکاڑہ پہنچنے کا وقت نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی کروٹ کروٹ مغفرت فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

(اداریہ ماہنامہ "البینات" [illegible])

مولانا اوکاڑویؒ کا سلف پر اعتماد

جناب مولانا قاری ظفر اقبال ☆

آہ! مناظر اسلام قاطع غیر مقلدیت و شرک و بدعت مولانا محمد امین صفدرؒ ہم سے جدا ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون. اللہ تعالیٰ کا وہ اٹل فیصلہ جس سے کسی کو مفر نہیں بالآخر آپ کے لیے آ پہنچا' اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے آمین۔ راقم الحروف اور برادر مکرم مولانا عبدالودود صاحب اور عزیزم مولوی عزیز احمد دار العلوم فاروقیہ دھمیال کیمپ راولپنڈی امتحان کی ڈیوٹی کے سلسلہ میں گئے ہوئے تھے۔ صبح کی نماز کے وقت آپ کی وفات کی اطلاع ملی صدمہ کی کوئی انتہا نہ رہی مگر صبر کے بغیر کوئی چارہ کار نہ تھا۔ اسی مصروفیت کی وجہ سے جنازہ میں بھی شرکت نہ ہو سکی۔ فیا اسفا۔

راقم الحروف کو بھی حضرت سے بہت کچھ استفادہ کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ حضرتؒ کی اکثر جہلم آمد ہوتی سالانہ جلسہ کے موقع پر اور دوران سال "سنی درس" کے عنوان سے درسوں کا سلسلہ ہوا کرتا تھا جامعہ کی طرف سے اس میں متعدد بار آپ تشریف لائے اور آپ سے استفادہ کا موقع ملا۔ موصوف بحمدہ تعالیٰ تمام فرق باطلہ کے بارے میں کثیر معلومات رکھتے تھے ان کے لٹریچر کو براہ راست دیکھا ہوا تھا اس لیے ہر سوال کا جواب تسلی بخش اور پورے اعتماد سے دیا کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مناظرہ کا زبردست ملکہ عطا فرمایا تھا موجودہ تقریباً تمام فرقوں کے مناظرین کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو سرخرو فرمایا۔ آپ کے مناظرے لوگوں کے لیے صرف علمی دلچسپی کا ذریعہ ہی نہ تھے بلکہ بہت سے لوگوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ بھی بنے۔ مخالفین بعض دفعہ اخلاق سے گری ہوئی حرکتیں بھی کرتے مگر آپ نے اسے ہمیشہ ظرافت کے انداز میں لیا' متانت اور سنجیدگی کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔

حضرت نے فرق باطلہ کے لٹریچر کا بغور مطالعہ فرمایا تھا اور ان تمام کا یہ نچوڑ نکالا تھا کہ یہ تمام گمراہیاں اعتماد علی السلف کے چھوڑنے سے پیدا ہو رہی ہیں۔ اگر آج بھی امت اعتماد علی السلف کی دولت کو بحال کر لے تو ان تمام ضلالتوں سے نجات پا سکتی ہے۔ اسی دولت کے فقدان سے تمام قدیم فتنے اعتزال' خارجیت' رافضیت اور دور جدید

☆ شیخ الحدیث جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام مدنی محلہ جہلم

کے فتنے قادیانیت' مودودیت' نیچریت' پرویزیت' غیر مقلدیت پیدا ہوئے۔ اسی کے نتیجہ میں انکار حیات النبی کا فتنہ پیدا ہوا' حالانکہ تمام امت اس پر متفق ہے اور علمائے اہل سنت اس عقیدہ کے زبردست مؤید تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس مرض کی تشخیص میں ایسی بصیرت عطا فرمائی تھی کہ آپ کا کوئی بیان اور کوئی تحریر اعتماد علی السلف کی اہمیت سے خالی نہ تھی۔ اور ہر بیان خودرائی اور ترک تقلید کی مذمت پر مشتمل ہوتا تھا۔ مولانا اوکاڑویؒ اس فتنہ غیر مقلدیت کو پورے طور پر جانتے تھے۔ اس لیے پوری زندگی اس کے خلاف برسرپیکار رہے اور یہ حقیقت ہے جس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ اس دور میں اس فتنہ کی سرکوبی کا تمام تر سہرا آپ کے سر ہے۔ زندگی میں اس کے خلاف سرگرم عمل رہے اور اپنے بعد لٹریچر اور تلامذہ کی کثیر جماعت بطور صدقہ جاریہ کے چھوڑ گئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مولانا مرحوم کے مشن کو جاری ساری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور حضرتؒ کی خدمات کو قبول فرما کر انہیں کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

قائد اہل سنت نے فرمایا

چونکہ انسان اپنے حواس' اپنی عقل' اور اپنے تجربہ کے ذریعہ نفع ونقصان' خیر وشر اور ان کے عواقب ونتائج کا پوری طرح ادراک نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی وہ اپنے خالق ومالک کی رضا اور عدم رضا کو معلوم کر سکتا ہے اسی لیے رب العالمین نے انسان کی تعلیم وتربیت اور اصلاح وہدایت کے لیے انبیائے کرام علیہم السلام کے واسطہ سے اپنا دین عطا فرمایا جس کا نام اسلام ہے۔ (سنی مؤقف ص ۱۰)

باطل کے لیے صاعقہ محرقہ

✍ جناب مولانا نور اشرف ہزاروی ☆

مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ کی شخصیت اور خدمات سے اپنے پرائے سب واقف ہیں' اور ان کی یہ شہرت کسی دنیوی عہدہ کی وجہ سے نہیں بلکہ خلوص کے ساتھ دین حق کی خدمت کی وجہ سے ہوئی' اہل حق عوام وخواص ان کو عزت وقدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے بظاہر وہ سکول ماسٹر تھے لیکن حقیقت میں وہ مخزن علم تھے' اور باطل فرقوں کے لیے صاعقہ محرقہ کی مانند تھے' جنہوں نے خداداد ذہانت اور صلاحیت سے باطل فرقوں کو ناکوں چنے چبوائے۔ مناظرہ میں آپ کی گرفت کا عجیب انداز ہوتا تھا کہ آپ مخالف پر تمام راستے بند کر کے اس کو مبہوت کر دیتے تھے' حاضر جوابی کا بہترین ملکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا تھا۔ تقریر کا انداز ایسا شگفتہ اور آسان ہوتا کہ ہر قسم کے سامعین بآسانی سمجھ لیتے تھے۔ مناظروں کے بعض واقعات ولطائف موقع بموقع ذکر کرنے سے تقریر بہت ہی دلچسپ ہو جاتی تھی۔

حضرت اوکاڑویؒ اگرچہ بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔ ان میں سے مذہب اہل السنت والجماعت پر پختگی' خلوص' شجاعت' اپنے کام میں محنت' خوش اخلاقی اور تواضع خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ انہوں نے تحریک خدام اہل سنت وجماعت کے مقدس مشن پر گامزن رہتے ہوئے دلائل اور سنجیدگی کے ساتھ فتنوں اور باطل فرقوں کا تعاقب کر کے ان پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تھا۔ ایک دفعہ فرمانے لگے کہ میں غیر مقلدین کے ایک کتب خانے میں گیا اور اس کے انچارج سے پوچھا کہ کونسی کتاب اس کتب خانے میں آپ کے ہاں قابل اعتماد ہے میں اس کا حوالہ دے کر کچھ پوچھنا چاہتا ہوں' چونکہ ان لوگوں (غیر مقلدوں) کا طریقہ یہ ہے کہ جب یہ اپنی کسی کتاب میں پھنس جاتے ہیں تو کہتے ہیں۔ "ہم اس کو نہیں مانتے" انچارج نے کہا کہ ان میں سے کوئی بھی کتاب قابل اعتماد نہیں۔ میں نے

☆ استاذ الحدیث جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام۔ مدنی محلہ' جہلم

لائبریری کے لیے رقم فراہم کرنے والے آدم کو کہا "دیکھو انہوں نے تمہاری رقم ایسی کتابوں پر خرچ کی ہے جن میں سے ایک بھی ان کے ہاں قابل اعتماد نہیں۔ اس شخص نے انچارج کو خوب ڈانٹ پلائی کہ تم نے میرے ساتھ دھوکہ کیا ہے اور میری رقم ضائع کی۔۔۔

دشمنوں نے آپؒ کو راستے سے ہٹانے کے لیے آپؒ پر حملے بھی کیے اور آپؒ کو زہر بھی دیا گیا۔ لیکن جب تک اللہ تعالیٰ نے دین کی خدمت آپ کے لیے مقدر کی تھی اللہ تعالیٰ نے آپؒ کی حفاظت فرمائی۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

قائد اہل سنت نے فرمایا

اہل زیغ وضلال افراد اور گروہ کتب تاریخ کی بے سند اور وضعی روایات کی بناء پر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دینی اور شرعی عظمتوں کو مجروح کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ حضرات صرف تاریخی نہیں بلکہ قرآنی شخصیتیں ہیں۔ جن کے ساتھ ہمارے ایمان واسلام کا تعلق ہے۔ (صحابہؓ اور مودودی ص ۴۷)

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

✍ جناب مولانا عبدالودود ہزاروی ☆

حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ ایک بلند پایہ عالم دین اور کامیاب مناظر تھے۔ جرأت اور بے باکی کے ساتھ ان کے تاریخ ساز مناظروں نے انہیں علماء وعوام میں بہت شہرت اور پذیرائی بخشی تھی۔ ہر مناظرہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کو کامیابی سے ہمکنار فرمایا اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیر معمولی ذہانت اور ذکاوت کے ساتھ نکتہ رسی کا ملکہ عطا فرمایا تھا' اور وسعت مطالعہ آپ کی ان تھک محنت اور شوق مطالعہ کی غمازی کرتی تھی۔ آپ کا وجود اللہ تعالیٰ کی طرف سے عظیم نعمت تھا' جس طرح کسی دور میں مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر قادیانیت سے تائب ہو کر مشرف باسلام ہوئے تو علمی دنیا میں قادیانیت کا ناطقہ بند کر دیا۔ مولانا محمد امین صفدرؒ بھی پہلے غیر مقلدین کے پاس پڑھتے تھے' ذہنی رجحان آپ کا انہی کی طرف تھا مگر غیر مقلدین کی غلط بیانیوں نے آپ کی حق پسند طبیعت کو بہت جلد ان سے متنفر کر دیا۔ مولانا کو اللہ تعالیٰ نے سمجھانے کا خاص ملکہ عطا فرمایا تھا مشکل مسئلہ کو بھی بڑی آسانی کے ساتھ خواص وعوام کے ذہنوں میں اتار دیتے تھے۔

مولانا مرحوم اس دور میں اسلاف کے اخلاص وللّٰہیت کا نمونہ تھے تبلیغ اور مناظروں کے لیے آپ نے بے شمار سفر کیے اور عام گاڑیوں پر ہی سفر فرماتے اور اکثر تنہا ہی ہوتے۔ مجھے بھی آپ کے ساتھ ایک دو سفر پیش آئے ایک دفعہ ہم نے اپنے علاقہ نیو دربند ضلع مانسہرہ کے لیے آپ سے تاریخ لی اس وقت آپ بنوریؒ ٹاؤن کراچی میں تھے جہاں سے آپ بذریعہ ریل لاہور تشریف لائے اور لاہور سے آپ میرے ساتھ عام بس میں ساری رات سفر کر کے صبح دس بجے دربند پہنچے آپ نے جمعہ پڑھایا اور کئی مساجد میں بیان فرمایا اور دلائل کے ساتھ غیر مقلدین کی مغالطہ آمیزیوں کا رد کر کے لوگوں کے دلوں سے شکوک وشبہات کا ازالہ کیا' واپسی پر میرے ساتھی مولوی نور اشرف صاحب جب آپ کو سفری اخراجات دینے لگے تو بڑی مشکل سے آپ صرف دوطرفہ کرایہ لینے پر رضامند ہوئے' یہ خلوص کے پیکر جنہوں نے ہمارے سامنے بے لوث خدمت کا نمونہ پیش کر کے اسلاف کی یاد تازہ کی' آپ کا

☆ استاذ الحدیث جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام' مدنی محلہ' جہلم

بیعت کا تعلق پہلے حضرت لاہوریؒ کے ساتھ تھا ان کے انتقال پر ملال کے بعد آپ چکوال جا کر قائد اہلسنت وکیل صحابہؓ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور آخر دم تک وفاداری میں کوئی فرق نہ آنے دیا' جہلم اور چکوال کے سالانہ جلسوں میں ضرور تشریف لاتے تھے' اور عام لوگوں' طلبہ' علماء کے ساتھ گھل مل جاتے' بڑی فراخدلی کے ساتھ سوالات کے جواب دیتے' اپنے بحث مباحثہ کے دلچسپ واقعات سناتے تو سامعین خاص طور پر محظوظ ہوتے اور آپ کی ذہانت اور حاضر جوابی پر تعجب کرتے' آپ کی مجلس میں ایسی قیمتی معلومات حاصل ہو جاتیں کہ جن کو تلاش کرنے کے لیے کئی کتابوں کی ورق گردانی کر کے بھی شاید کامیابی نہ ہو ---- مولانا مرحوم کی رحلت کا صدمہ بہت بڑا صدمہ اور نقصان ہے ایسی شخصیتیں کہیں مدتوں بعد پیدا ہوتی ہیں'

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضرت اوکاڑویؒ اور جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم

✍ جناب حافظ محمد ابوبکر صدیق ☆

یوں تو ہر جانے والی شخصیت اپنے بعد بہت سی یادیں چھوڑ جاتی ہے لیکن کچھ شخصیات ایسی ہوتی ہیں کہ ان کو بھلانا چاہیں بھی تو نہیں بھلا سکتے اور ان کی خدمات اور ان کے اوصاف و کمالات کو احاطہ تحریر میں لانا بھی ممکن نہیں ہوتا انہی شخصیات میں سے مولانا اوکاڑویؒ مرحوم بھی ہیں جن کے علمی اور تحقیقی مقام کا اپنے پرائے سب ہی اعتراف کرتے ہیں۔ مولانا اوکاڑویؒ کا جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام اور اس کے بانی حضرت مولانا عبداللطیف جہلمیؒ کے ساتھ جو تعلق تھا اس کے بارے میں مختصراً عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مولانا اوکاڑویؒ کو تحریک خدام اہل سنت کے اسٹیج پر لانے میں جامعہ کے بانی حضرت جہلمیؒ کا بھی بہت کردار تھا اور ان دونوں حضرات کا آپس میں انتہائی گہرا دینی تعلق تھا۔ مولانا اوکاڑویؒ جماعت کے دیگر پروگراموں کی طرح ہر سال جامعہ کے سالانہ جلسے میں بھی تشریف لایا کرتے تھے ہر آنکھ ان کی منتظر ہوتی تھی اور ہر شخص استفسار کرتا تھا کہ مولانا اوکاڑویؒ تشریف لا چکے ہیں؟ ان کا بیان کتنے بجے شروع ہوگا؟ اور لوگ نہایت توجہ سے مولانا کے بیانات سنا کرتے تھے۔ وہ جامعہ کے پروگرام کا کبھی ناغہ نہ کرتے۔ بلکہ اس میں شرکت کے لیے بسا اوقات دوسرے پروگرام ترک کر دیتے۔ سالانہ جلسہ کے علاوہ بھی ہر سال جامعہ میں علماء اور طلباء کے لیے تربیتی کورس کے سلسلے میں مولانا اوکاڑویؒ کے درس ہوا کرتے تھے۔ چار پانچ سال قبل مولانا اوکاڑویؒ سنی درس کے سلسلہ میں جب جہلم تشریف لائے تو جامعہ کے شعبہ طالبات میں بھی آپ کا درس ہوا جس میں آپ نے طالبات کو علم کے موضوع پر اپنے قیمتی ارشادات سے نوازا۔

مولانا اوکاڑویؒ کو حضرت جہلمیؒ سے جو عقیدت تھی اس کا اظہار آپؒ کے انتقال پر ملال پر والد محترم مولانا قاری خبیب احمد عمر کے نام لکھے گئے مکتوب گرامی سے بھی ہوتا ہے۔ جسے ذیل میں من وعن درج کیا جا رہا ہے۔

عزیزم قاری خبیب احمد عمر سلمہ اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

☆ ابن مولانا قاری خبیب احمد عمر مہتمم جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام مدنی محلہ جہلم۔

احوال آنکہ جہلم سے واپس پہنچا سفر کی تھکاوٹ سے بخار ہو گیا۔ اس حالت میں تقریباً چھ بجے شام مجھے اطلاع ملی کہ قاری محمد لطیف دہلوی انتقال فرما گئے ہیں اور صبح ۹ بجے نماز جنازہ ہے۔ میں حیران کہ قاری محمد لطیف صاحب دہلوی کون بزرگ ہیں اور ان کے وصال کا فون مجھے کیسے؟ حضرت اقدس کے بارہ میں تو یہ خیال بھی نہ تھا کیونکہ تقریر کے بعد حضرت اقدس سے دفتر میں ملاقات ہوئی۔ اس وقت نہ یہ معلوم ہوا کہ حضرت بیمار ہیں۔ اٹھ کر ملے اور احقر کو الوداع فرمایا۔ پھر میں نے پتہ کروایا کہ قاری صاحب کا وصال کہاں ہوا ہے تو اطلاع آئی کہ جہلم میں۔ یہ سنتے ہیں آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا۔ کہ او ہو یہ تو مولانا انتقال فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! آہ موت العالم موت العالم۔ آپ سلطان العارفین شیخ التفسیر حضرت لاہوری قدس اللہ سرہٗ کی آخری نشانی تھے۔ حضرت کی زیارت سے حضرت شیخ التفسیرؒ کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ اس بڑھاپے میں عزم جواں رکھنے والے یہ بزرگ رات دن دین کے لیے انتھک محنت و کوشش میں مصروف رہتے۔ آپ کی موت نے صرف اپنی جسمانی اولاد کو ہی نہیں بلکہ اہل اسلام کو یتیم کر دیا۔ حضرت کا شماران خواص میں تھا جن کے بارہ میں کہا جاتا تھا۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اکابر کے ادب واحترام کے واقعات جب کتابوں میں پڑھے تو دل میں یہی آتا تھا کہ یہ اب کاغذ پر لکھنے پڑھنے کی باتیں ہیں۔ قرب قیامت ہے اب یہ صرف کہنے سننے کو ہی ہیں۔ لیکن جب حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوتا تو کاغذات پر اکابر کے ادب واحترام کے نقوش وہاں مجسم نظر آتے۔ نہ صرف پاکستان بلکہ کئی ممالک آپ کے فیض سے محروم ہو گئے۔ آپ امام اہل سنت حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ کے دست و بازو تھے۔ تحریک خدام اہل سنت کے روح رواں تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل کی توفیق عطا فرمائیں۔

قاری صاحب! اب صبر کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو صبر کی توفیق ارزانی فرمائیں۔ اور حضرت کے مشن کو زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ حضرت جہلمیؒ کی انتھک محنت کا تو اب تصور بھی نہیں لیکن خداوند قدوس کی رحمت سے بعید بھی نہیں کہ آپ حضرات سے اللہ تعالیٰ وہی کام لے لیں۔

ارادہ ہے کہ بھیں کی سنی کانفرنس کے لیے سفر براستہ جہلم ہو۔ جمعہ کے دن ان شاء اللہ العزیز جہلم

میں رہوں گا اور ہفتہ کو ظہر کے بعد "بھیں" میں بیان ہو گا۔ حضرت صاحبزادہ (قاضی ظہور حسین اظہر) صاحب دام فیضہم کا گرامی نامہ موصول ہوا تھا۔ سب کو تسلیمات اور تلقین صبر' قاری صہیب صاحب کو بہت بہت سلام کہیے۔ حضرت کے ایصال ثواب کے لیے جامعہ خیر المدارس میں قرآن خوانی بھی ہوئی اور حضرت کے لیے دعائے مغفرت بھی۔ پسماندگان کے لیے دعائے صبر واستعانت بھی۔ جس میں حضرت مہتمم صاحب (مولانا قاری محمد حنیف جالندھری) سمیت تمام اساتذہ اور طلباء شریک ہوئے۔ والسلام۔ از محمد امین صفدر

مولانا اوکاڑویؒ کی طبیعت میں سادگی اور انکساری تھی ایک دفعہ ایک مناظرے پر تشریف لے جا رہے تھے تو راستے میں جہلم میں قیام کیا اور اپنی کتابیں ایک رومال میں باندھی ہوئی تھیں جو کہ خاصی وزنی بھی تھیں تو حضرت والد صاحب نے گھر سے بیگ لا کر دیا مولانا ان چیزوں کی پرواہ نہیں کیا کرتے تھے۔

جامعہ کے مہتمم مولانا قاری خبیب احمد عمر صاحب جو کہ ان دنوں بیرون ملک سفر پر ہیں وہ اپنے تاثرات قلمبند نہیں کر سکے۔ ہم سب کی یہ دعا ہے کہ رب تعالیٰ مولانا اوکاڑویؒ کی فقید المثال علمی اور تحقیقی کاوشوں کو شرف قبولیت سے نوازیں اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔ آمین

دین متین کے حقیقی امین

جناب مولانا نعیم احمد☆

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ سے میرا شاگردی کا تعلق سات سال کے عرصے پر محیط ہے۔ جامعہ خیرالمدارس ملتان میں میرا ایک گھنٹہ فارغ تھا۔ میں اس فرصت کو غنیمت جانتے ہوئے حضرت کی خدمت میں باقاعدہ حاضر ہوتا رہا۔ حتیٰ کہ بہت سے اسرار و رموز حضرت سے سیکھے بعض اوقات حضرت جامعہ میں فرضی مناظروں کے لیے مجھے ثالث تجویز فرماتے اور مناظرہ کے دن سے قبل مجھے متعلقہ موضوع پر خوب تیاری کراتے یہ سب کچھ حضرت کی شفقت کی بناپر تھا۔ میں اس تعلق کی بناء پر ان چند سطور میں حضرت استاذ کو خراج تحسین پیش کر رہا ہوں۔

تو نظیری زفلک آمدہ بودی چوں مسیح
بازپس رفتی و کس قدر تو نہ شناخت دریغ

حضرت مولانا کی وفات کا کس کو غم نہیں۔ ہر دردمند دل ان کی جدائی پر تڑپ رہا ہے مولانا سینکڑوں نہیں ہزاروں کو رلا گئے ہیں۔ مگر ہر اشکبار آنکھ کو یہ قرآنی فیصلہ بھی مدنظر رکھنا چاہیے کہ کل من علیها فان ۔۔۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول اس تلخ حقیقت کا ترجمان ہے کہ "اگر کسی کو اس دنیا میں ہمیشہ رہنے کی گنجائش ملتی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس میں ہمیشہ زندہ رہتے۔" "لیکن موت آپؐ پر بھی آئی ہے" اس جہان رنگ و بو میں دین متعین کی ترویج و اشاعت اور نفاذ اسلام کے لیے ایک سے بڑھ کر ایک ہستی آتی رہی اور قاعدہ الٰہی کے تحت اپنے وقت پر رخصت ہوتی رہی۔ اللہ رب العزت نے ہر دور میں اپنے مقبول بندوں سے کام لیا۔ سنت اللہ بھی یہی ہے کہ نبوت والے کام کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے علماء ربانیین کے حصے میں رکھا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ حضرت شاہ ولی اللہؒ۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ۔ حضرت سید احمد شہیدؒ۔ حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ۔ حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ۔ حضرت مولانا محمد الیاس

☆ مدرس جامعہ خیرالمدارس اورنگ زیب روڈ ملتان

دہلویؒ۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ اور حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اس ربانی قافلے کے شہسواروں میں سے ہیں۔ ان ہستیوں نے اپنے اپنے عہد میں ایک ماحول بنایا۔ ذہن سازی کی۔ دلوں کو روشن کیا۔ سوئے ہوؤں کو جگایا۔ الغرض یہ قافلہ زمانہ ساز تھا۔ انہی زمانہ ساز ہستیوں کے قافلے میں حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ بھی شامل ہو گئے۔

دین کی ترویج و اشاعت' بیداری امت' مسائل دینیہ میں حقیقی شعور پیدا کرنے کے سلسلے میں مولانا اوکاڑویؒ کا مجاہدانہ کردار کبھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ آخر حضرتؒ کی ذات میں کچھ تھا۔ کہ علماء نے ان کے تبحر علمی کا اعتراف کیا ہے

آپ کے بحر علم کے توسط سے بے شمار پیاسی طبیعتیں سیراب ہوئیں اور آپ نے اپنے فیاضانہ مزاج کے مطابق اپنے علمی سمندر کی موجوں کو خوب بکھیرا اس سلسلے میں کسی قسم کے بخل سے کام نہ لیا اور امانت دین کو علماء' عوام تک پہنچانے میں اسم بامسمیٰ ہوئے۔ آپ اس دور کے "دریکتا" تھے۔ آپ کا حافظہ ضرب المثل ہے۔ جو کتاب ایک دفعہ پڑھ لیتے وہ ذہن میں ہمیشہ کے لیے کندہ ہو جاتی' علمی تبحر' طہارت و تقویٰ' عبادت و ریاضت' حاضر جوابی' جامعیت اور فقید المثال مناظر ہونا' عوام الناس کے اذہان کی تختیوں پر سالہا سال تک ثبت رہے گا۔

علم و عمل' بذل و بحث' حکمت' کلام و اتقا
دشت قضا نے آہ سب کو بے سروپا کر دیا

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے علماء کے لیے اخلاص' اختصاص اور استقامت کو ضروری قرار دیا ہے۔ اور یہ خوبیاں مولانا میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ آپ کا وجود فانی اخلاص کا بحر بیکراں تھا۔ اخلاص بھی ایسا کہ دین کی خاطر ہر تقاضے پر لبیک کہنا۔ اور کسی سے کسی صلے کی توقع نہ رکھنا' آپ کا مذہب تھا۔ آپ دراصل من لا یسئلکم اجرا وهم مهتدون کی عملی تفسیر تھے۔ آج کل کے نام نہاد خطیبوں کی طرح آپ نے کبھی عمدہ سواری' عمدہ خوراک اور صلہ کا قطعاً مطالبہ نہیں کیا بلکہ از خود اپنے ہی کرائے سے عام تانگہ سواری اور بس پر سوار ہو کر منزل مقصود پر پہنچے بلکہ بعض اوقات سخت گردوں کی تکلیف یا شدید بخار کے باوجود آپ کو دینی تڑپ اور جذبہ للّٰہیت نے تبلیغی سفر پر مجبور کر دیا۔

فروتنی است دلیل رسیدگان کمال
کہ چوں سوار بہ منزل رسد پیادہ شود

آپ نے سنیت و حنفیت کے دفاع کے لیے جو کچھ کیا ہے' وہ سب کے سامنے ہے۔۔۔ اسی لیے تو کسی نے کہا کہ حضرت اوکاڑویؒ آج کے دور میں امام طحاویؒ تھے۔ یعنی جس طرح امام طحاویؒ (سابقہ شافعی) نے فقہ حنفی کے دفاع میں کارہائے نمایاں انجام دیے۔ اسی طرح اوکاڑویؒ (سابقہ غیر مقلد) نے بھی حنفیت کے دفاع میں کارہائے نمایاں انجام دے۔ آپ اس نظریے کے حامل تھے۔ کہ اگر کسی علاقہ میں کوئی ایک فقہ نافذ العمل ہے۔

اور معمول بھا ہے۔ (خواہ وہ فقہ شافعی ہو یا مالکی یا حنبلی) اس علاقہ میں دوسری فقہ کی ترویج و اشاعت فساد کا باعث ہوگی۔ اور اس نظریہ میں اخلاص اس وقت ظاہر ہوا جب آٹھ نو سری لنکن شافعیوں نے آپ سے جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں عرض کیا کہ ہم فقہ حنفی کو راجح سمجھتے ہوئے حنفی بننا چاہتے ہیں لیکن حضرت نے فرمایا کہ آپ کا حنفی بننا سری لنکا میں فساد کا باعث ہوگا۔ کیونکہ وہاں فقہ شافعی نافذ العمل اور معمول بھا ہے۔ اسی لیے تو آپ فرمایا کرتے تھے کہ پاکستان میں غیر مقلدیت کا مسئلہ صرف رفع یدین یا قرأت فاتحہ خلف الامام یا امین بالجہر کا مسئلہ نہیں۔ بلکہ یہ پاکستان میں رائج نافذ العمل اور متداول فقہ حنفیؒ سے بغاوت ہے۔ جو فساد کا باعث ہے اور عوام الناس کو سنت کے بارے میں شکوک و شبہات میں مبتلا کرنا ہے۔

آپ تو مسند علم کے اس زینے پر تھے کہ راہ چلتے نور و بشر جیسے مسائل کو حل کر دیتے۔۔۔ آپ جس فکر کو لیکر گلی گلی چراغ جلا رہے تھے۔ انہی چراغوں نے تو عام لوگوں کے دلوں کی تاریک راہوں کو روشن کیا ہے۔

سمجھیں مرے کلام کو جو ہوش مند ہیں
مستی میری بادہ انگور کی نہیں

سچے اور مخلص مسلمانوں کی استقامت اور ثابت قدمی کی یہی کیفیت ہونی چاہیے۔ جیسے حضرت اوکاڑویؒ کی تھی۔ آپ استقامت کا پہاڑ تھے۔ ہمیشہ حق گو رہے۔ کبھی مصلحت پسندی کا شکار نہ ہوئے۔ اسی لیے تو کسی نے آپ کی وفات غم آیات پر کہا کہ اب حق گو اٹھتے جا رہے ہیں اور ہم مصلحت پسندوں کے حصار میں گھرے جا رہے ہیں۔ صبر و برداشت تو آپ کی گھٹی میں پڑا ہوا تھا۔ تلخیوں اور زیادتیوں کو اللہ کی عدالت میں ڈال کر اپنی علمی اور تحقیقی کاوشوں میں لگ جانے والے لوگوں میں سے تھے۔ کام۔ کام۔ اور بس کام۔ اس قدر رشیدا تھے کہ چاروں طرف نظر دوڑائیں تو اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں سے بیس بیس گھنٹے کام کیا کرتے تھے۔ ایک دن میں سینکڑوں صفحات کا مطالعہ کر لینا آپ کی عادت مبارکہ تھی۔ محنت کے شیدائی ہی ایسا کر سکتے ہیں کہ "رد عیسائیت" پر دو درجن کے قریب جلدیں مرتب کیں۔ اپنے خیر خواہ کو مطالعے کے لیے دیں اور آج ان کا کچھ پتا نہیں کہ کہاں ہیں۔ انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ۔ کو سامنے رکھ کر چپ ہو رہے۔ کسی سے کچھ نہ کہا۔ آخری ایام میں اپنے مضمون "درد بھری داستان" میں انکشافات کیے۔ آج ہر کوئی اپنے مفاد کے تحت سوچ رہا ہے کہ حضرت کو "شیر باد" دیں یا نہ دیں۔۔۔

اہل جہاں میں ریت چلی آ رہی ہے پر
حق بات جو کہے وہی خانہ بدوش ہے

یہ بات مسلم ہے کہ آپ اپنے اسلاف کا ناموس تھے۔ بعضوں کو ناپسند اور بعضوں کو حد درجہ محبوب تھے۔ آپ کو جو۔ ترجمان احناف، وکیل اہل السنت والجماعت۔ اور مناظر اسلام کے القاب دیے گئے ہیں۔ یہ آپ کی اعلیٰ خدمات کا ادنیٰ مظہر ہیں۔ آپ حقیقتاً ان سے بھی اچھے خطابات کے حقدار ہیں۔ ان سب باتوں کے باوجود آپ

اس فانی دنیا کا ایک حصہ تھے۔ موت کا بلاوا آیا۔ آپ نے لبیک کہا۔ اور اپنے رب کے دربار میں حاضر ہو گئے۔ اور۔ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔ کا حقیقی مصداق بن گئے۔

فنا کی آندھی میں کیا کیا نہ رزق خاک ہوا
میں سوچتا ہوں یہی دیکھ کر دفینوں کو

ایک دفعہ آپ نے خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر حضرت ابو بکر صدیق" کے ہاتھ میں دیدیا ہے اور یہ بھی دیکھا کہ تین سوراخوں میں سے بدبو پھیل رہی ہے۔ آپؒ جب بیدار ہوئے تو خاصے پریشان کہ حضورؐ نے میرا ہاتھ حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ میں کیوں دیا۔ اپنے ہاتھوں میں کیوں نہ رکھا۔ اور یہ تین سوراخ جن سے بدبو آ رہی ہے۔ کیا ہیں، جب یہ خواب حضرت لاہوریؒ کی خدمت میں سنایا تو حضرت نے آپ کو خوشخبری دی اور فرمایا کہ تو وہ کام کرے گا جو حضرت ابو بکرؓ نے کیا یعنی منکرین ختم نبوت مرزائیوں کی سرکوبی کرے گا۔ اور یہ تین سوراخ فتنے ہیں جن کے خلاف تو کام کرے گا۔ اور پھر یہ خواب صبح روشن کی طرح سچا ہوا کہ آپ کے سکول میں تین مرزائی اپنے غلط مذہب کی تبلیغ کرتے تھے۔ آخر کار آپ کی محنت سے وہ مسلمان ہو گئے۔ اس طرح آپ نے اپنے علاقہ میں مرزائیت کے خلاف خوب کام کیا جس سے درجنوں مرزائی مرد و عورت مسلمان ہو گئے۔

آپؒ نے فرمایا کہ جب میں نے سیرت عائشہؓ پر چھ سو صفحات کی ضخیم کتاب لکھی تو ان دنوں میں امی جان (یعنی حضرت عائشہ صدیقہؓ) کی بار ہا زیارت ہوئی۔ لیکن افسوس کہ یہ کتاب ایک لاہور کے دکاندار نے ضائع کر دی۔ اس کے علاوہ بیشمار شواہد ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے آپ کو اپنے خزانہ غیب سے علم عطا فرمایا تھا۔ کثیر تعداد میں علماء اور شیخ الحدیث حضرات یہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت وہ اسرار و رموز بیان کرتے کہ عقلیں دنگ رہ جاتیں۔ اور یہ یقین ہو جاتا کہ آپ کے پاس وہبی علم ہے۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور نعم البدل یعنی کوئی اور دین کا امین پیدا کر دے۔ کیونکہ ھو علی کل شی قدیر۔

حافظ محمد عبد اللہ اوکاڑوی کے لیے مولانا اوکاڑوی مرحوم کا آٹوگراف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
ہم سب اللہ کے بندے ہیں۔ بندے کو بندگی کرنا
ہی زیبا ہے۔ اسلئے مسائل فقہاء سے سیکھنے چاہییں
[illegible]
[illegible]
[illegible]
محمد امین صفدر اوکاڑوی
۲۸ رمضان المبارک ۱۴۱۸

حضرت لاہوری رحمہ اللہ کا فیضان نظر

جناب مولانا عبدالرشید انصاری ☆

فاضل و محقق' ماہر تعلیم' مصنف' متکلم' مناظر' مدرس اور مبلغ اسلام مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی اوائل شعبان میں اس دنیا فانی سے رحلت فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون.

اس دنیائے فانی میں آنے والا ہر فرد عالم جاودانی کی جانب بلاقید پیر و جواں چلا جا رہا ہے۔ جانا سب نے ہے کوئی ہم سے پہلے کوئی ہمارے بعد۔ لیکن دنیا عمل گاہ ہے جو موت کے دروازے میں داخل ہوتا ہے وہ اپنے پیچھے ایک خلا چھوڑ جاتا ہے اور اس کے عمل و کردار کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔ پھر اپنے لیے وہ خود کچھ نہیں کر سکتا۔ اس کی کتاب اعمال بند کر دی جاتی ہے۔ کراماً کاتبین فرشتے اس کے اعمال نامے میں اعمال لکھنا ختم کر دیتے ہیں۔ جب کہ کسی عالم ربانی مبلغ اسلام اور مدرس قرآن و سنت کی رحلت سے یہ بھی ہوتا ہے کہ اس کے علوم سے فیضیاب ہونے والا ایک جہان درماندہ و بے سہارا ہو کر رہ جاتا ہے۔

مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی خدائے رحمٰن و رحیم نے علم و عمل' جذبہ و کردار' تعلق مع الحق و اہل حق اور دعوت حق و اعلاء کلمۃ الحق کے لیے جہد مسلسل کی حرارت ایمانی عطا فرمائی تھی۔ وہ اپنی ذات میں ایک ادارہ اور جماعت تھے۔ یقیناً وہ عصر حاضر میں علماء حق کا گرانقدر سرمایہ تھے۔ گذشتہ ماہ فیصل آباد میں جامعہ مدینۃ العلم کے سالانہ جلسہ دستار بندی و ختم بخاری کے موقعہ پر ان سے برسوں بعد بڑی پرتپاک ملاقات ہوئی۔ نہایت خوش و خرم اور مستعد تھے مگر اب اخبارات میں ان کے انتقال کی خبر دفعتاً سامنے آئی تو روح بے قرار اور دل اداس ہو گیا۔ ان دنوں وہ ملتان میں قدیم علمی درسگاہ جامعہ خیر المدارس میں تشنگان علوم دینیہ کو سیراب کرنے کے لیے مسند تدریس پر رونق افروز تھے۔ علم و فضل کے اعتبار سے ان کے بڑے ہونے کا ایک ثبوت یہ ہے کہ ملک بھر میں جہاں ان کے تلامذہ و مداحین ہر علاقے میں پائے جاتے ہیں وہاں ان سے علمی اور نظری اختلافات رکھنے والوں کی بہت

☆ رئیس التحریر ماہنامہ "نور علی نور" کراچی۔ خطیب جامع مسجد عائشہ صدیقہؓ سیکٹر B-11 نارتھ کراچی

بڑی تعداد موجود ہے۔ وہ اپنی بات کہنے اور اپنا موقف بیان کرنے میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ دلائل و براہین کو ایسے مؤثر پیرائے میں مرتب کرتے کہ مدمقابل اور سننے والا ان کے موقف کو تسلیم کر لیتا اور مشکل سے مشکل بات کو سمجھ لیا کرتا تھا۔ مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی ایک عرصہ تک جامعہ علوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں تخصص فی الفقہ اور مذاہب کے تقابل مطالعہ کے اعلیٰ ترین مدرس رہے۔ اسی دوران ایک مرتبہ ملاقات کے لیے راقم السطور حاضر ہوا تو بہت خوش ہوئے۔ فرمانے لگے بہت اچھا ہوا آپ آ گئے' میں خود آپ سے ملنا چاہتا تھا۔ کیونکہ میں اھدا اہل الحق کا اپنا ذاتی واقعہ آپ کے علم میں لانا چاہتا ہوں۔ اس واقعہ نے مجھے اہل حق سے وابستہ کر دیا اور ہدایت کے نور نے میری زندگی کی راہیں منور کر دیں۔ جیسے یہ ذاتی واقعہ مجھے سنانا وہ اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوں' اس لیے مولانا کے سانحہ ارتحال پر ان کے لیے تعزیتی سطور میں اس واقعہ کو نقل کر کے راقم بھی اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو رہا ہے۔

مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی مرحوم نے بیان کیا کہ میں اوکاڑہ میں اسکول میں ماسٹر تھا' میرے والد صاحب بہت نیک سیرت' عابد و زاہد انسان تھے۔ میں نے کئی بار دیکھا کہ وہ تہجد کی نماز پڑھ کر رو رو کر میرے لیے دعا مانگا کرتے کہ یا اللہ! میرے بیٹے امین کو دین کا عالم اور مبلغ بنا دے۔ میں حیران ہوتا کہ میں تو اسکول میں ٹیچر لگ چکا ہوں' میں عملاً زندگی کی ایک راہ پر گامزن ہو چکا ہوں' اب یہ کیسے ممکن ہے' یہ میرے والد صاحب کیسی دعائیں مانگتے ہیں۔ لیکن مولانا! آپ جانتے ہیں کہ والدین کے حق میں اولاد کی اور اولاد کے حق میں والدین کی بھلی دعائیں اللہ تعالیٰ قبول کر ہی لیتے ہیں۔ بس لگتا ہے والد صاحب کی دعا قبول ہو گئی اور اسے لباس قبولیت اللہ تعالیٰ نے بڑا عجیب پہنایا۔ انصاری صاحب! چونکہ آپ سالہا سال تک حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے ادارہ میں رہے ہیں اور آپ کا قلم حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے جانشین حضرت مولانا عبید اللہ انور رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمان ہے اس لیے میں یہ اپنا ذاتی واقعہ اور مشاہدہ آپ کو سنا دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ یہ سن کر میں نے بھی قلم کاغذ سنبھال لیا اور مولانا مرحوم اپنی تمام یادداشتوں کو جمع کر کے پینتیس سال پرانے واقعہ کو یوں بیان کر رہے تھے جیسے کل کی بات ہو۔ طلباء اسباق پڑھ کر جا چکے تھے' شعبہ تحقیق و تصنیف کے وسیع ہال میں مولانا اوکاڑوی گفتگو کر رہے تھے اور میں اکیلا ہی سن رہا تھا۔ کہنے لگے کہ ایک دن اسکول میں ہمارا ساتھی ٹیچر پانچ روپے کا نوٹ ہاتھ میں لیے کہہ رہا تھا "جس نے حرام کا مال لینا ہو مجھ سے یہ نوٹ لے لے" میں نے کہا مجھے دے دو۔ اس نے کہا آپ تو نیک آدمی ہیں' آپ کے والد صاحب نیک بزرگ ہیں تم حرام مال اپنے گھر لے جاؤ گے؟ میں نے کہا نہیں' میں اسے لاہور لے جاؤں گا وہاں ایک بزرگ عالم دین ہیں' مولانا احمد علی لاہوری' ان کا رسالہ ہمارے گھر آتا ہے' اپنے وعظ میں وہ کہتے ہیں کہ باطن کی آنکھیں کھلی ہوں تو حلال اور حرام میں انسان فرق کر سکتا ہے۔ حرام کھانا' حرام لباس میرے سامنے آ جائے تو مجھے نظر آ جاتا ہے کہ وہ حرام ہے۔ لہٰذا ان پانچ روپوں کے ذریعہ میں معلوم کروں گا کہ کیا واقعی ان کو حلال اور حرام

نظر آ جاتا ہے۔ مجھ سے یہ بات سن کر میرے دو ساتھی ٹیچرز نے کہا ہم بھی تمہارے ساتھ چلیں گے۔ ہم لاہور اندرون شیرانوالہ دروازہ مسجد پہنچے' عام لوگوں کی حضرت سے ملاقات کا وقت آیا تو مختلف شہروں سے آئے ہوئے لوگوں کو ایک ایک شہر کے نام سے یکے بعد دیگرے بلایا جانے لگا۔ اوکاڑہ کا نام آیا تو ہم تینوں کے علاوہ ایک دیہاتی بوڑھا بھی تھا مسجد کے محرابی سائڈ پر دائیں جانب تالاب کے سامنے حجرہ ملاقات کی جگہ تھی۔ حجرے میں سادگی اور خاموشی مولانا لاہوریؒ کا بارعب نورانی چہرہ روح وقلب کو پہلی مرتبہ ایسی ادب گاہ سکون زا اور کیف آور ماحول نصیب ہوا۔ بوڑھے دیہاتی سے حضرت نے خیریت دریافت کی۔ اس نے بتایا کہ فلاں چوہدری صاحب نے سلام عرض کیا ہے اور دعا کی درخواست کی ہے۔ حضرت نے علیہ وعلیکم السلام کہا اور فرمایا دعاء بھی کریں گے۔ اس کے پاس دس بارہ کلو کی تھیلی تھی جس میں غالباً چاول یا چینی وغیرہ کوئی چیز تھی جو اس نے پیش کی اور کہا کہ چوہدری صاحب نے یہ تحفہ آپ کے لیے بھیجا ہے۔ حضرت نے ایک نگاہ ڈالی اور فرمایا اس میں جو کچھ ہے یہ میرے کام کا نہیں' واپس لے جاؤ۔ اس نے کہا جی! چوہدری صاحب نے کہا تھا آپ کو دے کر آنا ہے۔ دو تین مرتبہ اس نے ضد کی تو فرمایا کیا باہر سے کسی کو بلاؤں تمہیں اٹھانے کے لیے' دوسروں کا وقت ضائع کیوں کر رہے ہو۔ اس کے جانے پر ہم آگے بڑھے اور مصافحہ کیا۔ کنوں اور امرود وغیرہ کی گٹھڑی حضرت کے قریب سامنے رکھ دی' اس میں دس روپے کے فروٹ تھے' پانچ روپے حرام اور پانچ حلال خرچ کیے تھے۔ ہم نے حرام پانچ روپے کے جو پھل خریدے تھے ان پر نشان لگا کر انہیں دوسروں میں ملا دیا تھا۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کیسے تشریف آوری ہوئی؟ زیارت وملاقات کا شرف پانے کے لیے' ہم نے کہا۔ گٹھڑی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یہ کیا ہے؟ ''ہدیہ'' ہم نے عرض کیا۔ فرمایا ہدیہ ہے یا میرا امتحان؟ زہد وتقویٰ اور سادگی وللّٰہیت کے اس ماحول میں ہم پہلے ہی اس قدر متاثر ہو چکے تھے کہ کہنے کے لیے کچھ بھی اپنے پاس نہ رہا تھا۔ ایک اللہ والے کا امتحان لینے کی ہم نے جسارت کی۔ افسوس ہم پر۔۔۔ اور۔۔۔ ہماری عقل پر۔۔۔ خاموشی اور شرمندگی ہم پر چھا گئی۔ حضرت نے خود گٹھڑی کو کھولا اور ایک ایک امرود اور کنوں الگ الگ رکھ کر دو ڈھیریاں لگا دیں۔ اور فرمایا دیکھ لو کہیں غلطی تو نہیں ہوئی اور کیا حکم ہے میرے لائق؟ ہم نے عرض کیا ہمیں بیعت کر لیں۔ فرمایا نہیں' اس وقت آپ بیعت ہونے کے لیے نہیں آئے' جس کام کے لیے آئے ہو وہ ہو گیا' جب بیعت ہونے آؤ گے تو بیعت بھی کر لوں گا۔ اجازت لے کر سلام عرض کیا اور حجرے سے باہر آ گئے۔

ہم سوچ رہے تھے اور اپنی عقلوں کو کوس رہے تھے کہ جس مقصد کے لیے آنا چاہیے تھا اس کا دھیان بھی نہیں کیا اور ایک مرد حق آگاہ کے متعلق یہ دیکھنے کہ جو وہ کہتے ہیں صحیح بھی ہے یا نہیں ہم نے سفر کیا۔ اب معلوم نہیں دوبارہ کب آنا نصیب ہو۔ سوچتے سوچتے اور اپنے آپ کو کوستے ہوئے اسٹیشن پہنچے' گاڑی کا وقت ہوا واپسی کے لیے ٹکٹیں لے لیں مگر اپنی بد قسمتی پر دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔ آخر گاڑی آ گئی' ہم گاڑی میں بیٹھ گئے' مگر جب گاڑی چلنے لگی تو میں اتر آیا' میرے ساتھی اوکاڑہ چلے گئے اور میں واپس شیرانوالہ مسجد آ گیا۔ رات مسجد میں رہا' نماز فجر کے دس پندرہ منٹ بعد حضرت کا درس قرآن شروع ہوا تو دوسری مساجد سے بھی نماز پڑھ کر بلکہ دوران درس دور کی آبادیوں سے بھی بہت سے لوگ آ گئے۔ اختتام درس پر سب لوگ حضرت سے مصافحہ کر رہے تھے' میں ایک طرف بیٹھا رہا' میرا کیا بنے گا؟ سوچتا رہا' میرا دل میرے بس میں نہیں تھا' حضرت نے مجھے دیکھا تو نہایت شفقت اور پیار سے فرمایا' ہاں اب آ جاؤ۔ میں نے اپنے ہاتھ ان کے ہاتھوں میں دے دیئے' قلب وروح کے سامنے ایک دروازہ کھل گیا۔ اس سے علم وآگہی اور معرفت حق کی ایسی ہوائیں آئیں جو میں بیان نہیں کر سکتا۔

مولانا انصاری صاحب! بس اتنا کہہ سکتا ہوں کہ میں تو ایک اسکول ماسٹر تھا آج مستند علماء میرے سامنے زانوئے تلمذ طے کرتے ہیں' میں تو کچھ بھی نہ تھا۔ اب میں جو کچھ آپ کو نظر آ رہا ہوں یہ مجھے حضرت شیخ التفسیر مولانا لاہوریؒ نے بنایا ہے۔ میں اپنے پسند کی کتابیں خریدنے کے لیے لاہور جایا کرتا' حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر بتاتا تو میرے لیے کتابوں کا انتخاب خود فرماتے۔ درحقیقت علامہ محمد امین صفدر اوکاڑویؒ کے والد گرامی کی دعوات سحر گاہی نے بارگاہ رب العالمین میں شرف قبولیت حاصل کیا اور امام الاولیاء حضرت شیخ التفسیر کے فیض صحبت نے انہیں کندن بنا دیا۔ مذکورہ واقعہ سے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی مقام اور ان کے تربیت یافتہ مولانا محمد امین صفدرؒ کے علمی مرتبہ کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کا اثر تھا کہ علم کا بحر بیکراں اور کوہ فلک بوس ہونے کے باوجود مولانا محمد امین صفدرؒ نہایت سادہ خو' ملنسار اور قناعت پسند انسان تھے۔ ان کے تلامذہ اور قریبی احباب یقیناً ان کی علمی تدریسی اور مناظرانہ معرکہ آرائیوں پر بہت کچھ لکھیں گے۔ ہم انہی سطور کے ساتھ ان کی خدمات ومراتب کا اعتراف کرتے ہوئے ان کی ناگہانی موت کو اہل حق کا ناقابل تلافی نقصان قرار دیتے ہیں کہ ان کے انتقال سے پیدا ہونے والا خلا مدتوں پر نہ ہو سکے گا۔ اللہ رب العزت ان کی قبر کو گلزار جنت بنائے اور ان کی روح کو اہل حق کی ارواح کے ساتھ جمع کرا دے۔ اللھم اغفرہ اللھم ارحمہ

مناظر اسلام کی رحلت

✍ مفتی ذاکر حسن نعمانی ☆

اسلامی فقہ کے محافظ، فقہ حنفی کے ترجمان، مناظر اسلام، حق گو نامور عالم دین حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ مرحوم وسیع المطالعہ۔ ذہین وفطین اور اسلامی فقہ پر گہری نظر رکھنے والے بے مثال سکالر تھے فقہ کے ساتھ تعلق کی وجہ سے حدیث اور اسماء الرجال میں ان کو کافی عبور حاصل تھا۔ بڑے ہنس مکھ اور تحمل والے تھے۔ بڑے بڑے اہم مناظروں میں مدمقابل کو انداف شکن جوابات دیا کرتے تھے۔ مناظرہ میں ان کو کبھی غصہ نہیں آیا یہ ان کا ایک ایسا وصف تھا جو بہت کم لوگوں میں پایا جاتا ہے فقہ حنفی میں اتنا کامیاب، بے باک، حق گو اور نکتہ دس مناظر میں نے نہیں دیکھا ان کے ساتھ میری پہلی ملاقات جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں ۱۹۸۶ء میں ہوئی ۔۔۔ دورہ حدیث سے فراغت کے بعد جامعہ کی طرف سے طلبہ کرام کو فرق باطلہ کے رد میں کچھ کورسز پڑھائے جاتے تھے۔ یہ سلسلہ غالباً اب بھی جاری ہے پڑھانے والے ملک کے نامور علماء اور مناظر ہوا کرتے تھے۔ غیر مقلدین جو بظاہر فقہ حنفی کے خلاف ہیں، لیکن حقیقت میں غور کیا جائے تو چاروں مکتب فقہ کے خلاف ہیں۔ حالانکہ فقہ اسلامی حقیقت میں قرآن وحدیث کا صحیح فہم ہے۔ جب اسباب اختلاف موجود ہیں۔ اجتہاد کی گنجائش ہے تو اختلاف ان شاء اللہ ضرور ہوگا جس کی وجہ سے اختلاف ناگزیر ہوتا ہے لیکن ایسا اختلاف جو مبنی برحق ہو اور اس کی پشت پر صحیح اسلامی دلائل ہوں ایسی صورت میں اہل علم حضرات اور مجتہدین اختلاف کریں گے اور بقیہ حضرات خواہ علماء ہوں یا عوام ان میں سے کسی کی تقلید کریں گے۔ تقلید کی حقیقت قرآن وحدیث میں موجود ہے۔ اس حقیقت کا اصطلاحی نام تقلید ہے جسے اصول فقہ مین کتاب اللہ کی بیس (۲۰) اقسام۔ عام، خاص، مشترک، مؤول وغیرہ کی حقیقت موجود ہے لیکن علماء اصول فقہ نے ان کے نام، عم، خاص، مشرک، مؤول، حقیقت، مجاز، صریح کنایہ وغیرہ رکھ دیئے۔ اصول حدیث کی کئی اقسام ہیں مثلاً الباحث الحثیث میں علامہ حافظ ابن کثیر نے غالباً پینسٹھ اقسام گنوائی ہیں۔ ان اقسام کی حقیقت قرآن وحدیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتی ہے لیکن محدثین نے آسانی کے لیے ان مختلف حقائق کا نام۔ خبر واحد، مشہور اور متواتر وغیرہ رکھ دیا۔ علم فقہ کے مسائل کی حقیقت قرآن وحدیث میں غور

☆ مدرس جامعہ عثمانیہ پشاور

کرنے سے معلوم ہوتی ہے لیکن محدثین نے آسانی کے لیے ان مختلف حقائق کا نام۔ خبر واحد، مشہور اور متواتر وغیرہ رکھ دیا۔ علم فقہ کے مسائل کی حقیقت قرآن وحدیث میں موجود ہے۔ سہولت کی خاطر ان کے نام فرض، واجب، سنت، مستحب حرام اور مکروہ وغیرہ رکھ دیئے۔ قرآن وحدیث کے حقائق سے صرف نظر کر کے ان اصطلاحی ناموں کے ساتھ الجھنا، علماء کو زیب نہیں دیتا۔ اگر کوئی ان اصطلاحات میں الجھ کر حجت بازی شروع کردے تو قرآن وحدیث سے باخبر علماء کبھی بھی ان کا خیر مقدم نہیں کریں گے۔ میرے خیال میں اسلامی فقہ اور فقہ حنفی کے ساتھ جھگڑ وانا اصطلاحات کا جھگڑا ہے۔ قرآن وحدیث سے ماخوذ فقہی اختلافات کو اتنی ہوا دی گئی کہ کفر وشرک تک بات پہنچ گئی اور اسلامی فقہ اور خاص کر فقہ حنفی کے خلاف غیر مقلدین کی ایک مستقل جماعت بن گئی۔ جن کا اوڑھنا بچھونا صرف فقہ حنفی کا خلاف کرنا ہے۔ یہاں تک کہ تقلید کو شرک کہہ دیا۔ اللہ کا کرنا ہوا کہ خود اس غیر مقلد جماعت کا ذہین فطین تیار کردہ شخص مولانا محمد امین اوکاڑویؒ سترہ سال غیر مقلد رہ کر ان کے خلاف ہو گیا فرمایا کرتے تھے۔ سترہ سال صرف انکار حدیث تھا۔ واقعی یہ بات دیکھنے اور سننے میں آتی ہے کہ غیر مقلدین احناف کی متدل احادیث کا مختلف بودے تاویلات کر کے انکار کر دیتے ہے اللہ تعالیٰ نے وجود موصوف کو علم، علمی استدلال، مناظرانہ طرز گفتگو، حاضر جوابی، مخالف کو سکت جواب دینا الزامی جواب اور علمی گرفت جیسے اوصاف سے خوب مالا مال کیا تھا۔ ان کی علمی اور فقہی گفتگو سن کر ایک حنفی کے اندر حنفیت کی حقانیت اور اس میں مزید پختگی پیدا ہو جاتی تھی فقہی مسائل میں بعض ایسے مخفی گوشے بیان کرتے تھے جو ایک ماہر کہنہ مشق، فقیہ النفس عالم سے بھی سننے میں نہیں آتے تھے احقر نے بھی نیو ٹاؤن کراچی میں ان سے خوب استفادہ کیا تھا۔ جب کراچی سے رخصت ہونے لگے تو میں ان کے ساتھ ریلوے سٹیشن تک گیا خیبر میل میں ان کو بٹھایا تو سامنے والی سیٹ پر مستورات بیٹھی تھیں میں نے کہا حضرت اوکاڑہ تک آپ کو تکلیف ہوگی تو فرمایا کوئی بات نہیں پھر قصہ سنایا۔ کہ ایک دینی رسالہ (خدام الدین لاہور) میں حضرت مولانا احمد علی لاہوری کا مضمون پڑھا جس میں لکھا تھا کہ سر کی آنکھیں تو اللہ تعالیٰ حیوانات کو بھی دی ہیں دل کی آنکھیں ہونی چاہئیں تاکہ انسان حلال وحرام کو بھی دیکھ سکے فرمایا میں نے سوچا کہ حضرت لاہوری کا امتحان لینا چاہیے اور حرام کے پانچ روپیہ کا پھل خرید کر پہنچ گیا۔ مجھ سے قبل ایک شخص چوری کا کوئی تحفہ لایا تھا اس کو واپس کر دیا۔ پھر میں نے پھل پیش کیا تو وہ بھی واپس کر دیا۔ پھل واپس کرنے میں میرا اعتقاد بڑھا گیا۔ میں نے عرض کیا حضرت مجھے بیعت کر دیں۔ تو حضرت والا نے فرمایا آج تو امتحان کی نیت سے آئے تھے جاؤ جب بیعت کی غرض سے آؤ گے تو بیعت کردوں گا۔ مولانا اوکاڑوی صاحب نے فرمایا کہ میرا اعتقاد واشتیاق اور بھی بڑھ گیا۔ پھر لاہور میں ایک رشتہ دار کے گھر رات گزاری۔ صبح حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیعت کر دی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم سے کام لے گا۔ (یہ کام فقہ حنفی کی صحیح ترجمانی تھی (از راقم) جناب مولانا اوکاڑویؒ صاحب نے پھر فرمایا کہ ایک دن ہم سکول کے چند اساتذہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک اجنبی عورت کی طرف سب نے دیکھا۔ تو رات کو حضرت لاہوری کی خواب میں زیارت ہوئی اور فرمایا کہ کھرپا چاہیے میں نے کھرپا دیا تو گندگی کے ڈھیر سے گندگی اٹھا کر مجھ سے فرمایا کھاؤ دریں اثناء میں پیچھے کی طرف ہٹنے کی کوشش کر رہا ہوں اور ساتھ کہا حضرت یہ تو گندگی ہے تو حضرت لاہوریؒ نے فرمایا اجنبی عورت کی طرف جو دیکھ رہے تھے۔ کیا وہ گندگی نہیں تھی۔ جناب اوکاڑویؒ نے فرمایا اس دن سے یہ خیال ہی دل سے اکھڑ

گیا۔ حالانکہ یہ بدنظری اتنی گندی اور بری بیماری ہے کہ یہ انسان سے موت کے ساتھ نکلتی ہے۔ جناب مولانا امین اوکاڑویؒ کی یہ شیریں اور سبق آموز گفتگو سن کر حیران ہوگیا۔ دنیا میں کیسی پاکیزہ ہستیاں موجود ہیں۔ خاتم المحدثین مولانا انور شاہ کشمیری ایک مرتبہ گھر تشریف لائے تو گھر میں مولانا قاری محمد طیبؒ کی بڑھیا والدہ موجود تھیں۔ اچانک اس پر نظر پڑی تو استغفار پڑھتے ہوئے الٹے پاؤں لوٹے اور اس کی وجہ سے طبیعت پر ہر وقت بوجھ رہتا تھا اور اس کا تذکرہ فرماتے کہ یہ زندگی میں پہلی اجنبیہ ہے جس پر نظر پڑی ہے پھر گاڑی ہی میں احقر نے جناب اوکاڑویؒ سے عرض کیا۔ کہ حضرت پڑھنے کے لیے کوئی وظیفہ بتائیں تو فرمایا کہ صبح اور عشاء کی نماز کے بعد ۸۲ مرتبہ یا عزیز یا عزیز اس تصور کے ساتھ پڑھیں کہ میرے اوپر اللہ تعالیٰ کی ایک نورانی چادر ہے اور اس کے بعد دعا مانگیں کہ اے اللہ تیرے علم میں میری جان' مال اور دین کا جو دشمن ہو اس کے شر سے مجھے محفوظ فرما۔ الحمدللہ چودہ سال سے یہ وظیفہ پڑھ رہا ہوں۔ احقر کا خیال تھا کہ مولانا مرحوم کو جامعہ عثمانیہ تشریف لانے کی زحمت دیں گے تاکہ جامعہ کے طلباء بھی ان سے مستفید ہوں لیکن قدرت کو کچھ اور منظور تھا۔ جس کی وجہ سے وہ حسرت دل میں ہی رہ گئی حضرت سے کافی علماء نے استفادہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ ان شاءاللہ ان کی کمی جلد پوری ہو جائے گی۔ اس لیے کہ جیسے وہ خود فعال اور مستعد تھے۔ اسی طرح انہوں نے اپنے شاگردوں کا جال بچھا دیا ہے جو مولانا مرحوم اور فقہ حنفی کے لیے مفید ذخیرہ ہے۔ دین کا کام رکتا نہیں یہ سلسلہ انشاءاللہ چلتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہر دور میں ہر فتنے کے لیے رجال پیدا فرماتا ہے۔ رہی موت کی بات تو اس سے کسی کو مفر نہیں ہر ایک کو جانا ہے۔ لیکن بعض لوگ جانے کے بعد اپنے پیچھے ایک داستان غم رقم کر جاتے ہیں۔ غم ایک طبعی چیز ہے حضورؐ کی وفات پر صحابہ کرام اتنے غمگین تھے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ کو سلام کیا حضرت عثمان نے جواب نہ دیا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا۔ حضرت عثمان نے کہا واللہ ماشعرت علیہ یعنی مجھے حضرت عمرؓ کا شعور تک نہیں ہوا' حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا۔ صدق عثمان' عثمان سچ کہتے ہیں۔ بہرحال حضرت مولاناؒ کی وفات کی خبر سن کر ایک بجلی سی دل پر گری۔ بہت غمگین ہوا۔ لیکن صبر کے سوا چارہ نہیں۔ حضرت مجھ سے کافی دور تھے لیکن مجھے ان سے بڑی محبت تھی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرما کر نجات اخروی کا ذریعہ بنا دے اور ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ ان کے خاندان' اولاد' شاگرد اور حلقہ مستفیدین و متعلقین کو صبر اور اجر عطا فرمائے۔ کبھی موقع ملا تو ان کی قبر کی زیارت کروں گا۔ قبر بزبان حال پکارے گی۔

میرے مرنے کے بعد آئے میرے مزار پر
پتھر پڑیں صنم تیرے ایسے پیار پر

بہرحال سب کا فریضہ بنتا ہے کہ جانے والے محسنین کو ہمیشہ دعاؤں میں یاد رکھیں۔

مولانا اوکاڑویؒ اور تحریک خدام اہل سنت

جناب حافظ زاہد حسین رشیدی ☆

۳۱ر اکتوبر ۲۰۰۰ء بمطابق شب ۳ شعبان پونے ۹ بجے اس خبر نے ذہن کو متحیر اور قلب وجگر کو چیر کر رکھ دیا کہ مناظر اسلام ترجمان اہل سنت وکیل احناف حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ عالم فناء سے عالم بقاء رحلت فرما گئے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ متحیر ذہن کی سوچوں اور پارہ پارہ قلب وجگر کی کرچیوں سے ہوک اٹھی۔

یوں تو فانی ہے ہر اک شئی اور جہاں کا ہر بشر
لیک تیرا جانا چھلنی کر گیا قلب و جگر
ہوک سی اٹھتی ہے دل میں' ہو رہی ہے چشم تر
چاہتا ہے جی کہ ہو جائے یہ سب جھوٹی خبر

پورے عالم میں اس بے مثل عالم کے درد کی کسک محسوس کی گئی سبھی کے دل روئے' سبھی کی آنکھیں پرنم ہوئیں کہ قافلہ ملت بے سہارا ہو گیا ملت اسلامیہ یتیم ہو گئی۔ سبھی کو فکر لاحق ہوئی کہ اب مصائب و آلام کی گھنگھور گھٹاؤں' مہمات و مسائل کے ہجوم میں ہماری نگاہیں اس کو تلاش کریں گی مگر وہ نہیں ملے گا۔

اب تشنگان علم کی کیسے بجھے گی پیاس
فنوں کا بحر و بستان چلا گیا
تصنیف کا امام وہ قلم کا شہسوار
فہم و خرد کا مہر درخشاں چلا گیا

پھر تھوڑی دھارس بندھی کہ وہ تو یقیناً نہیں ملے گا مگر اس کے مبارک قدموں کے نشانات ہمیں ضرور ملیں گے جو انشاءاللہ نشان راہ ثابت ہوں گے۔ جن راہوں سے وہ گزر گیا وہ ہمیں منزل کا پتہ دیتی رہیں گی۔ عمل کی شاہراہ پر وہ جتنے چراغ روشن کر گیا۔ ان سے ہمیں روشنی ملتی رہے گی۔

☆ ناظم دفتر ماہنامہ "حق چاریار" لاہور۔ خطیب مسجد الغنی اہل سنت و جماعت چونگی امر سدھو لاہور

تحریک خدام اہل سنت کا قیام

۱۹۶۷ء کے بعد جب ایوب خان کی فوجی آمریت پورے عروج پر تھی اور ملک کے سیاسی قائدین اس آمریت کے خلاف صف آراء ہونے کے لیے اپنی اپنی سیاسی حکمت عملیاں ترتیب دے رہے تھے۔ اسی سیاسی ماحول کے تحت اہل حق کا واحد سیاسی پلیٹ فارم (جمعیۃ علماء اسلام) بھی وقت کی سیاسی مصلحتوں کا شکار ہو کر باطل و گمراہ (مودودی و خاکساری وغیرہ) جماعتوں سے سیاسی اشتراک کی خطرناک پالیسی پر عمل پیرا ہو چکا تھا۔ جس سے جماعت کی اندرونی صفوں میں اختلاف و انتشار کا پیدا ہونا ایک فطری امر تھا۔ چنانچہ اس صورتحال میں جماعت کے اندر ایک طبقہ اس سیاسی اشتراک کا حامی و مؤید تھا' اور دوسرا طبقہ اس غیر نظریاتی سیاسی اشتراک کو سنی عقائد و نظریات اور ملی حقوق و مفادات کے لیے زہر قاتل سمجھتا تھا۔ اس دوسرے طبقے کی قیادت اس وقت کے جمعیت علماء اسلام شمالی پنجاب کے امیر' شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے شاگرد رشید و خلیفہ مجاز قائد اہل سنت وکیل صحابہؓ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت فیوضہم کر رہے تھے۔ چونکہ جمعیۃ کے پالیسی ساز ادارہ (مجلس شوریٰ) پر سیاسی ذہن غالب تھا۔ اس لیے اس اختلاف اور اختلافی موقف کو سنجیدگی سے نہ لیا گیا۔ اور نہ مستقبل کے اندر حق اور اہل حق کے لیے اس کے منفی و مہلک اثرات کا جائزہ لیا گیا۔ جس کے نتائج نہ صرف ہم مسلسل دیکھ رہے ہیں بلکہ ان کا خمیازہ مسلسل بھگت بھی رہے ہیں جب جمعیۃ کی طرف سے غیر نظریاتی سیاسی اشتراک کا راستہ ترک کرنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ نے ۱۹۶۹ء میں تحریک خدام اہل سنت و جماعت کے نام سے ایک خالص نظریاتی اور اصلاحی تنظیم تشکیل دے دی۔ جس کا مقصد قیام ہر قسم کے غیر نظریاتی اشتراک و اتحاد سے الگ رہ کر صرف اور صرف آئینی و اخلاقی حدود میں رہتے ہوئے ملک کی پچانوے فی صد اکثریت اہل سنت و جماعت کے عقائد و نظریات اور حقوق و مفادات کے تحفظ کے لیے عمل وجد وجہد کرنا تھا۔

پیر سید خورشید شاہ صاحبؒ کی سرپرستی

اس تحریک کا قیام' پاکستان کے اندر حضرت مدنیؒ کے خلیفہ حضرت پیر خورشید احمد صاحب کی مشاورت سے عمل میں آیا اور وہی اس تحریک کے پہلے سرپرست مقرر کیے گئے۔ تحریک خدام اہل سنت کے قیام کے بعد تو حضرت قائد اہل سنت مدظلہم نے اپنے آپ کو سنی حقوق و مفادات کے تحفظ کے لیے وقف کر دیا جہاں بھی کسی بڑی شخصیت کی طرف سے بھی اگر سنی عقائد و نظریات' یا سنی حقوق و مفادات کو نقصان پہنچا' حضرت قاضی صاحب کسی وقتی' ہنگامی یا سیاسی مصلحت کی پرواہ کیے بغیر میدان میں اتر آئے اور دشمنان اہل سنت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ چنانچہ اس پر سابقہ و موجودہ کئی قضایا شاہد عدل ہیں! عام طور پر مذہبی یا سیاسی کشمکش میں لوگ افراط و تفریط کا شکار ہو جاتے ہیں لیکن حضرت قاضی مدظلہ نے اس طویل کشمکش میں اعتدال کا دامن اپنے ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور یہی حضرت قاضی صاحب مدظلہ کا طرہ امتیاز ہے۔ جس کی بناء پر آنجناب کی تحریک۔ آپ کے مبارک مشن اور آپ کے قلم سے تحریر شدہ ایک ایک لفظ کو تمام ہمعصر علماء اہل سنت کی تائید و توثیق حاصل رہی ہے! نمونہ مشت از خروارے کے طور پر چند اکابرین اہل سنت کے تائیدی کلمات و ارشادات بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ

میرے نزدیک تحریک خدام اہل سنت و جماعت کا تعاون ہر مسلمان پر لازم ہے اہل سنت و جماعت کے عقائد کے تحفظ کے سلسلہ میں اس جماعت کی خدمات قابل صد تحسین ہیں جماعت کے بانی اور امیر مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ شیخ الاسلام والمسلمین' شیخ العرب والعجم امیر المومنین فی الحدیث مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز کے تلمیذ خاص اور آپ کے صحیح جانشین ہیں۔ حضرت قاضی صاحب کا مجاہدانہ ولولہ بے مثال عزم تاریخ کا ایک زرین باب ہوگا۔ ملت اسلامیہ کا فرض ہے کہ حقیقی کلمہ اسلام کے تحفظ کے لیے پیہم تگ و دو میں حضرت قاضی صاحب کی آواز پر لبیک کہیں اور اس دھرتی میں اسلام اور صحابہ کرام کے دشمنوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیں!

شیخ الحدیث مولانا سید حامد میاںؒ

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہم مشاجرات صحابہؓ اور ان کے بعد کے واقعات میں حضرات اکابر علماء دیوبند کے مسلک و تحقیقات پر مضبوطی سے قائم ہیں۔

مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین مدظلہ کا مقالہ ''دفاع صحابہؓ '' احقر نے حرفاً حرفاً سنا۔ اس مقالہ سے فاضل مصنف نے مذہب اہل سنت والجماعت کی ترجمانی کا حق ادا کیا ہے اور رافضیت و خارجیت دونوں فتنوں سے اہل سنت و جماعت کو آگاہ کرنے و محفوظ رکھنے کی کوشش کی ہے۔

مفتی سید عبدالشکور ترمذیؒ

مولانا مفتی محمد اعظم صاحب جو حضرت مفتی صاحبؒ کے جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا میں مدرس اور دارالافتاء میں بھی خدمات سرانجام دیتے ہیں' انہوں نے سنایا کہ جب ماہنامہ حق چار یارؓ لاہور دسمبر ۲۰۰۱ء میں حضرت قاضی صاحب کا مضمون مفتی نظام الدین صاحب شامزئی کے رجوع الی الباطل کے متعلق میں نے حضرت مفتی صاحب کو سنایا تو حضرت بوجہ ضعف کے سہارا لے کے سن رہے تھے فوراً اٹھ بیٹھے اور ہاتھ سے پرزور انداز میں اشارہ کر کے فرمانے لگے لکھ دو الجواب صحیح بندہ عبدالشکور ترمذی حرف بحرف متفق ہے علاوہ اس کے حضرت مفتی صاحبؒ کی حضرت قائد اہل سنت کے مشن کی تائید میں دیگر تحریرات بھی موجود ہیں۔

مولانا قاضی عبداللطیف جہلمیؒ

حضرت جہلمیؒ تو حضرت قائد اہل سنت کی برپا کردہ تحریک کی روح رواں تھے اگر یہ کہا جائے تو حضرت جہلمیؒ ایک ورکر و کارکن کی حیثیت سے حضرت قاضی صاحب کے مشن کو بڑھاتے رہے تو یہ کہنا بالکل بجا اور قابل اتفاق ہوگا چنانچہ حضرت جہلمیؒ کی وفات پر حضرت شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہم نے حضرت جہلمیؒ کو حضرت قاضی صاحب کا وفادار جرنیل فرمایا۔

شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ

حضرت قاضی صاحب کے پیش کردہ اہل حق کے موقف و مسلک سے ہمیں نہ صرف اعتماد ہے بلکہ اتفاق ہے بلکہ یہی ہمارا عقیدہ اور ایمان ہے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد ایوب بنوریؒ

مدلل جوابات' قاری کے فہم و ادراک کو بیدار کرنے والے پرمغز خیالات' حقائق سے لبریز مرصع تحریر حضرت قاضی صاحب ہی کا طرہ امتیاز ہے سنی کاز کے لیے ان کی موثر تگ و دو اور باطل فرقوں کا کامیاب تعاقب اکابر کے خیالات و افکار خصوصاً شیخ مدنیؒ کی دوربین سوچ کی صحیح ترجمانی ہے!

مولانا خواجہ خان محمد صاحب

یزید کے متعلق اکابرین امت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا موقف جس کی ترجمانی حضرت مولانا قاضی مظہر حسین مدظلہ فرما رہے ہیں۔ اس کو صحیح سمجھتا ہوں اللہ تعالیٰ اسی پر قائم رکھے اور اسی زمرہ میں محشور فرمائے۔

علاوہ ان کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہ' استاذ العلماء مولانا محمد مالک کاندھلویؒ۔ مولانا قاضی عزیز اللہ' فاضل دیوبند' حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ۔ مولانا غلام غوث ہزارویؒ' مولانا مفتی محمود صاحبؒ' مولانا عبید اللہؒ مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور۔ مناظر اسلام مولانا عبدالستار تونسوی' مولانا قاری محمد امین' فاضل دیوبند' شہید ملت مولانا عبداللہ صاحبؒ اسلام آباد۔ حضرت مولانا حکیم سید علی شاہ ڈومیلی' حضرت مولانا نذیر اللہ خان صاحبؒ' مولانا مفتی محمد تقی عثمانی' مولانا عبدالحمید سواتی' وغیرہم اکابر علماء کے اگر حضرت قاضی صاحب مدظلہ کے مشن کے متعلق تائیدی کلمات اگر اکھٹے کیے جائیں تو ایک کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تائیدی تبصرے مرتبہ مفتی شیر محمد صاحب علوی)

خدام اہل سنت کے اہم عنوانات

تحریک خدام اہل سنت کے قیام' جماعتی کوشش اور اس کے اہم عنوانات کے متعلق حضرت قائد اہل سنت فرماتے ہیں! اہل سنت و جماعت کو اپنے مذہب حق کی بنیاد پر فعال اور منظم کرنے کے لیے ۱۲ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ

بمطابق ۱۹/ مئی ۱۹۶۹ء میں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا پیر خورشید احمد صاحبؒ (قصبہ عبدالحکیم ملتان) کی تائید کے تحت تحریک خدام اہل سنت و جماعت کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ ہماری کوشش یہی ہے کہ عظمت صحابہؓ اور اہل بیت اور عقیدہ خلافت راشدہ کی بنیاد پر اہل سنت و جماعت کو متحد و منظم کیا جائے ہم خدام نے سنی ملت کو تین اہم نشانات و عنوانات دیئے ہیں۔ یا اللہ مدد۔ اصلی کلمہ اسلام اور خلافت راشدہ۔ حق چاریارؓ۔

حضرت اوکاڑویؒ کا خاص تعلق

مناظر اسلام ترجمان اہل سنت حضرت مولانا محمد امین صاحب صفدر اوکاڑویؒ کا حضرت قائد اہل سنت مدظلہ' اور آپ کی برپا کردہ تحریک' تحریک خدام اہل سنت و جماعت کے ساتھ ربط و تعلق مولانا عبدالحق خان بشیر کے توسط سے ہوا جس کی تفصیل آپ حضرت مولانا کے مفصل مضمون میں تفصیلاً پڑھیں گے۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ کے بعد حضرت اوکاڑوی کا اصلاحی تعلق حضرت قائد اہل سنت مدظلہ' سے ہوا جس کا ذکر آپ تحریراً و تقریراً فرمایا کرتے تھے! حضرت لاہوریؒ کے بعد میرا روحانی تعلق حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے خلیفہ امام اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے ہے۔ ان کی دعائیں و توجہات میرے لیے بہت بڑا سرمایہ ہیں اللہ پاک ان کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔

قائد اہلسنت رئیس المناظرین حضرت اوکاڑوی کی نظر میں

حضرت اوکاڑویؒ حضرت "قائد اہلسنت" کو تمام فتنوں کے لیے تریاق فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ہمارے مدرسہ جامعہ محمدیہ ۴۲ ایک روڈ لاہور تشریف لائے اور دوران بیان فرمایا جس طرح فصل ہر جگہ ہر ملک میں ایک قسم کی ہوتی ہے مگر جڑی بوٹیاں اور کیڑے مکوڑے مختلف ہوتے ہیں اسی طرح سنت ہر جگہ ایک ہی ہے مگر بدعت والحاد ہر جگہ کا جدا جدا ہے فرمایا بدعت کی مثال جڑی بوٹیوں کی سی ہے اور الحاد کی مثال کیڑے مکوڑوں جیسی پھر فرمایا ہر قسم کی جڑی بوٹیوں اور ہر قسم کی سنڈیوں کے لیے بہترین سپرے چکوال میں قائد اہلسنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت فیوضہم کے فیوض و تحریرات میں ملتا ہے۔

"تحریک کے پروگراموں میں شرکت"

اپنے مناظروں کو حضرت مدظلہ' کی مشاورت و اجازت سے ترتیب فرماتے تھے۔ اور تحریک خدام اہل سنت و جماعت کے زیر اہتمام ہونے والے پروگراموں چکوال۔ بھیں۔ جہلم۔ گجرات۔ راولپنڈی۔ ہری پور۔ اٹک۔ حضرو۔ کوہاٹ۔ میانوالی۔ ہرنولی۔ بھکر۔ کلورکوٹ۔ سرگودھا اور ساہیوال وغیرہ کے لیے تو گویا اپنے آپ کو وقف کر رکھا تھا۔ تادم آخر تحریک' قائدین تحریک۔ اور اس کے مشن کے ساتھ پوری طرح وفاداری نبھائی۔ آپ کے وجود اور دعوت کی وجہ سے تحریک اور بانی تحریک کے خلاف علمی و عوامی سطح پر نفرت و اختلاف کے اثرات بہت کم

ہوئے بالفاظ دیگر انہوں نے علمی وعوامی حلقوں میں تحریک اور قائد تحریک کے موقف کی حقانیت وصداقت اپنے طرز عمل اور ٹھوس طرز استدلال کے ذریعے اس طرح منوائی کہ نفرت واختلاف کے بادل خود بخود چھٹتے چلے گئے۔

ہر مقام پر نہ صرف تحریک کی پالیسیوں کو سراہا بلکہ اس کی دعوت وترجمانی کا حق ادا کر دیا۔

قائدین تحریک کا اعتماد

قائدین تحریک نے آپ کی جماعت کے ساتھ وابستگی کی وجہ سے آپ کو اپنا جماعتی نمائندہ منتخب فرمایا تھا کہ مناظروں میں ان کی فتح ہماری فتح اور ان کی شکست ہماری شکست ہوگی۔

خدام کے ساتھ دفن تک تعلق

حضرت اوکاڑویؒ اور تحریک خدام اہل سنت وجماعت کا تعلق دنوں، ہفتوں، مہینوں کا نہیں سالوں کا ہے۔ جسے اوراق کی زینت بنانے کی صفحات وقلم دونوں تاب نہیں رکھتے۔ لہٰذا میں حضرت اوکاڑویؒ کے اس دنیوی تعلق کے اختتام کو ذکر کرتے ہوئے اپنے معروضات کو لپیٹتا ہوں۔ کہ حق تعالیٰ جل شانہ نے راقم کو حضرت اوکاڑوی کو قبر میں اتارنے کی سعادت بھی نصیب فرمائی۔

آسمان تیری لحد پہ! شبنم افشانی کرے

حضرت اوکاڑویؒ کے بکھیرے ہوئے نقوش، فرمودہ ارشادات متاخرین کے لیے دستور حیات کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن میں تو یہ کہوں گا۔

رو رہے ہیں انگلیوں کو آج قرطاس وقلم
جا چھپا ہے اب کہاں پر ہائے وہ معجز رقم

ترجمانِ اہل حق

جناب مولانا سعید احمد جلال پوری ☆

اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ کو غیر معمولی صفات وکمالات سے نوازا تھا۔ آپ اس قدر زود مطالعہ اور زود نویس تھے کہ کئی کئی مجلدات پر مشتمل ضخیم کتابیں ایک ایک رات میں پڑھ کر ان پر ضروری نوٹ لگاتے اور شائقین علوم نبوت کے لیے ان کا خلاصہ اور قابل توجہ امور کی نشاندہی فرماتے۔ بامبالغہ بیس بیس سال پہلے کی دیکھی ہوئی کتابوں کے حوالے انہیں ازبر ہوتے، ہم نے ان کا یہ غیر معمولی کمال دیکھا کہ حوالہ اور حدیث نکالنے کے لیے وہ فہرست کتاب کی مدد نہ لیتے تھے، بلکہ یوں کتاب کھولتے اور ان کا مطلوبہ صفحہ اور حوالہ سامنے ہوتا۔ ان کا ایک غیر معمولی اختصاص یہ تھا کہ اتنے بڑے عالم، فاضل، محقق، مناظر ہونے کے باوجود ان میں خودرائی وخودروی نام کو بھی نہیں تھی اور نہ ہی ان میں علم کی پندار اور تکبر وغرور تھا۔ طبیعت حد درجہ سادہ اور متواضع تھی۔ ان کی شکل وشباہت سے کبھی کسی کو یہ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ یہ وہ شخص ہے جس سے فتنہ گر لرزاں وترساں رہتے ہیں؟ وہ علم دوست اور اہل علم کے قدردان تھے۔ وہ جس شہر میں تشریف لے جاتے وہاں کے اکابر اہل علم کی خدمت میں خود حاضر ہوتے۔ انہیں جس بات پر شبہ ہوتا، اس کی دریافت پر ان کا علم وفضل کبھی ان کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتا تھا۔ ایک بار راقم الحروف کو انہوں نے اپنا قصہ سنایا کہ مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بنی اختلاف اور تنقیح موضوع کے معاملہ میں، میں بے حد پریشان تھا۔ میں نے کئی اہل علم حضرات سے اس بارے میں استفسار بھی کیا، مگر تشفی نہیں ہوتی تھی، آخر ایک دن حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذیؒ کی خدمت میں ساہیوال سرگودھا حاضر ہوا تو انہوں نے مجھے مسئلہ سمجھایا اور ایسا منقح فرمایا کہ پھر کبھی کسی سے پوچھنے کی نوبت نہیں آئی۔

ہم نے فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ کو دیکھا اور سنا تھا کہ ان کی طبیعت میں سادگی اور تحمل ایسا تھا کہ وہ کسی مرحلہ میں طیش میں نہیں آتے تھے بلکہ نہایت دھیمے انداز میں مخالف کے سامنے اپنا موقف رکھتے اور جب مخالف سے جواب نہ بن پڑتا تو بغیر کسی تعلّی کے فرماتے ”بھائی اگر تجھے اس کا جواب نہیں آتا تو اپنے کسی بڑے سے

☆ مدیر ماہنامہ ”بینات“ جامعہ علوم اسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی

پوچھ لے!'' ٹھیک یہی مزاج اور طرزِ عمل حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ کا تھا۔ یوں تو مناظرہ میں کامیابی اور کبھی شکست نہ کھانے کے دعویدار بہت مل جائیں گے' لیکن اس کے حقیقی مصداق حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ ہی تھے۔ میں سمجھتا ہوں مولاناؒ کی ہر میدان میں کامیابی کا راز ہی یہ تھا کہ وہ کبھی اور کسی مرحلہ پر طیش میں نہیں آتے تھے۔

حضرت مولانا لال حسین اخترؒ کے بارے میں حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر رات کے کسی حصے میں دنیا کے کسی کونے میں کوئی نیا فتنہ جنم لے اور اس سے مناظرہ کی ضرورت پڑے تو مجھے یقین ہے کہ صبح ہوتے ہی حضرت مولانا لال حسین اخترؒ اس فتنہ گر سے مناظرہ کے لیے تیار ہوں گے اور وہ اپنی خداداد قابلیت' استحضار علمی اور وسعت مطالعہ کی بنا پر اس فتنہ کے خلاف قرآن و سنت کے دلائل کا انبار لگا دیں گے' بالکل اسی طرح حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ کی شخصیت کو یہ شرف حاصل تھا کہ جدید سے جدید فتنوں کے خلاف ان کے پاس قرآن و سنت کے دلائل و براہین کا انبار تھا۔ چنانچہ عیسائیت' قادیانیت' غیر مقلدیت' بریلویت' جماعت المسلمین' حزب اللہ' منکرین حدیث اور منکرین حیات النبی ﷺ اور دوسرے فتنہ گروں کے مقابلہ میں انہوں نے بیسیوں مناظرے کیے اور ہمیشہ سرخرو ہو کر لوٹے۔ بلاشبہ آپ آیت من آیات اللہ کا مصداق تھے۔ آپؒ کے حلم و تحمل اور عظمت و وقار کا یہ عالم تھا کہ ایک بار شجاع آباد کے علاقہ میں ایک مناظرے کے دوران غیر مقلد مناظر نے انہیں تین بار گالی دی مگر ادھر سے کوئی جوابی حملہ نہیں کیا گیا' البتہ آخری بار اتنا فرمایا: اچھا تین بار تو آپ نے مجھے گالی دے کر اپنا کلیجہ ٹھنڈا کر لیا ہے' اب ذرا میری بات کا جواب بھی دے دیں۔ لیکن جواب ہوتا تو ملتا چونکہ مخالفین دلائل کی دنیا میں آپ کے مقابلہ سے عاجز تھے اس لیے اپنی خفت مٹانے کے لیے کہا کرتے تھے کہ ماسٹر امین سے ہم بات نہیں کرتے۔ وہ ہمارے معیار کا آدمی نہیں ہے۔ مخالفین کے اس توہین آمیز جواب پر مولانا موصوف کسی خفگی اور ناراضگی کا اظہار کیے بغیر نہایت مزے سے فرمایا کرتے تھے کہ ان لوگوں کو دیکھو کیسے بزدل ہیں کہ ایک ماسٹر سے ڈرتے ہیں اور اس سے مناظرہ نہیں کرتے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے جہاں دوسری غیر معمولی صلاحیتوں سے نوازا تھا وہاں فن تعبیر الرؤیا میں بھی آپ امتیازی شان رکھتے تھے۔ فرماتے تھے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ یا اللہ مجھ سے یہ چیز واپس لے لے کہیں اس سے میرا شغل علمی متاثر نہ ہو۔

احقاق حق' تردید باطل اور اشاعت اسلام سے قلبی لگاؤ کے پیش نظر آپ نے عبرانی زبان تک سیکھ لی تھی اور اس میں کسی قدر مہارت حاصل کر لی تھی۔ آپ کے پاس انجیل کے عربی' اردو' انگلش اور عبرانی کے نسخے تھے اور آپ اس پر خاموشی سے کام کر رہے تھے۔ جب کہ حضرت لاہوریؒ کے ارشاد پر انجیل برنباس پر مقدمہ تو آپ بہت پہلے لکھ چکے تھے۔ آپ کا جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن اور اس کے مہتمم مولانا مفتی احمد الرحمن صاحب سے الفت و محبت کا خاص تعلق تھا۔ دوسری جانب حضرت مفتی صاحبؒ بھی آپ کی شخصیت کے بے حد قائل اور قدردان

تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مفتی صاحبؒ نے آپ کی اسکول کی ملازمت چھڑائی اور نہایت اہتمام سے آپ کو اپنے ادارے میں لائے اور آپ کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے اور طلبہ کو آپ سے مستفید ہونے کے مواقع فراہم کیے اور آپ کو شعبہ تخصص فی الدعوۃ والارشاد کا نگران بنا دیا۔ مگر شومیٔ قسمت کہ آپ کو کراچی کی آب و ہوا راس نہ آئی اور کچھ سالوں کے بعد آپ واپس اوکاڑہ تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے جامعہ خیر المدارس ملتان کے مہتمم مولانا محمد حنیف جالندھری نے آپ کو اپنے ادارہ میں بلا کر آپ کے علوم و معارف سے استفادہ کے مواقع مہیا فرمائے۔ زندگی کے آخری سالوں میں اللہ تعالیٰ نے مولانا موصوف سے جتنا غیر معمولی کام لیا بلاشبہ وہ قابل رشک اور باعث تقلید ہے۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ موصوف نے اپنی حیات مستعار میں ہی اپنے جانشینوں کی ایک جماعت تیار فرمائی تھی اور متعدد علمی شاہکار مرتب فرما دیئے تھے چنانچہ ''تجلیات صفدر'' اور ''مجموعہ رسائل'' ان کے علمی مآثر ہیں۔ جن سے رہتی دنیا تک امت استفادہ کرتی رہے گی۔

حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ کو شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ سے بھی غیر معمولی محبت و الفت کا تعلق تھا۔ ناممکن تھا کہ کراچی کا سفر ہو اور حضرت موصوف حضرت لدھیانوی شہیدؒ سے ملنے نہ آئے ہوں۔ اسی طرح حضرت شہیدؒ کو بھی موصوف سے بے حد قلبی تعلق تھا' اور آپ کی عظمت' علمی استعداد' فقہی اور حدیثی خدمات کا بے حد اعتراف کرتے تھے۔ حضرت شہیدؒ مولانا موصوف کے علمی استحضار قوت حافظہ اور طرز استدلال کی دل کی گہرائیوں سے قدر کرتے تھے۔ ''تجلیات صفدر'' کی پہلی جلد آئی تو حضرت شہیدؒ نے اس پر جو کلمات تحریر فرمائے وہ ان سے محبت و عقیدت اور قدردانی کے لیے سند کا درجہ رکھتے ہیں' چنانچہ حضرت شہیدؒ نے لکھا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم''

مکرم و محترم جناب مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی زیدمجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آنجناب کی کتاب ''تجلیات صفدر'' جلد اول کافی دنوں سے آئی رکھی تھی' لیکن یہ ناکارہ اس کی رسید بھی نہ بھیج سکا' اس کتاب کے کچھ مضامین تو میں پڑھ چکا ہوں' اب جو کتاب آئی اس کو قریباً بالاستیعاب پڑھا' سوائے ان مضامین کے جو مجھے پہلے سے مستحضر تھے۔

حق تعالیٰ شانہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس خدمت کو خالص اپنی رضا کے لیے بنائے' مضامین سارے لائق قدر ہیں' لیکن بعض مضامین بالکل اچھوتے ہیں' ان میں سے غیر مقلدین کا مسعودی فرقہ' ان کے وساوس کے جوابات اور صلوٰۃ المسلمین پر تبصرہ بہت ضروری مضامین ہیں' اسی طرح تین طلاقیں اور حلالہ اور دوسرے بعض خطوط جو مختلف لوگوں کے نام آپ نے

لکھتے ہیں ان سے ان کے عقائد کا لوگوں کو علم ہو جائے گا' اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ والسلام محمد یوسف

دفتر ختم نبوت' کراچی ۲/۲/۱۸ھ

حضرت مولانا کی وفات کا سانحہ جامعہ علوم اسلامیہ اور ادارہ بینات کا ذاتی سانحہ ہے' اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کی بال بال مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے' اور ان کے پسماندگان کی کفایت و کفالت فرمائے اور انہیں صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

نظارہ صبر جمیل

✍ جناب حافظ رشید احمد الحسینی ☆

مسجد نبوی علی صاحبہا الف الف تحیۃ وسلاماً سے ۵ نومبر ۲۰۰۰ء عشاء کی نماز پڑھ کر شارع ستین پر واقع دار السمانیہ پہنچا خود کھانے سے فارغ ہو کر مرشدی و مربی امام اہل السنۃ وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں کھانا لے جانے کی تیاری کر رہا تھا کہ رفیق سفر برادر محمد عابد شجاع اپنے گھر (لاہور) فون کر کے واپس آئے اور آتے ہی یہ دلخراش خبر سنائی کہ مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صاحب صفدر اوکاڑوی وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون. موت جیسی اٹل حقیقت پر ہزار دل و جان سے کامل بلکہ اکمل یقین ہونے کے باوجود اس خبر پر یقین نہ آیا محاورۃً نہیں بلکہ حقیقتاً بندہ کو دار السمانیہ کا مطبخ گھومتا ہوا اور دم گھٹتا ہوا محسوس ہوا' شدت صدمہ کی وجہ سے جو میری حالت بنی قریب تھا کہ گر پڑتا بمشکل تمام سہارا لیکر دونوں ہاتھوں میں سر تھام کر بیٹھ گیا۔ ذرا حواس بحال ہوئے تو میں نے کہا بھائی شاید آپ کو سننے میں غلطی لگی ہو کہنے لگے سہیل بھائی بتا رہے تھے کہ حافظ زاہد صاحب نے خود حضرت کو اوکاڑہ کے اندر اپنے ہاتھوں لحد میں اتارا ہے۔

حضرت جی کے کھانے کا انتظام رفیق سفر محترم جناب برکت صاحب (چکوال) کے سپرد کیا اور خود پاکستان فون کرنے نکل کھڑا ہوا دفتر حق چاریار لاہور فون کرتا رہا۔ رابطہ نہ ہو سکا چکوال فون کیا لائن صاف نہ تھی۔ پوری تفصیل تو معلوم نہ ہو سکی البتہ حضرت اوکاڑویؒ کی خبر وفات کی تصدیق ہوگئی۔ (مزید تصدیق کے لیے قاری محمود حسن (مٹھا) لاہور کا نمبر ملایا ساتھ ساتھ دعائیں جاری تھیں یا اللہ خبر درست نہ ہو قاری مٹھا اس خبر کی تردید کر دے۔ لیکن میری دعا سے حقیقت تو نہیں بدل سکتی تھی۔ بالآخر قاری مٹھے نے بھی اس کڑوی حقیقت کی تصدیق کر دی) P.C.O سے دار السمانیہ کا تھوڑا سا فاصلہ کتنی دیر اور کتنی مشکل سے طے کیا۔ طرح طرح کے خیالات کہ حضرت جی کو کیسے بتاؤں گا۔ نیز یہ کہ پاکستان میں ہوتا تو حضرت اوکاڑویؒ کی تکفین و تدفین اور نماز جنازہ میں شرکت اور

☆ مدرس جامعہ قاسمیہ رحمان پورہ لاہور۔ مہتمم مسجد و مدرسہ اشاعت اہل سنت و جماعت حنفی دیوبندی ٹبی روڈ لاہور

آخری دیدار نصیب ہو جاتا۔ سوچتے سوچتے بھائی عابد شجاع کی اس بات (کہ حافظ زاہد صاحب نے خود حضرت کو اپنے ہاتھوں لحد میں اتارا ہے) نے کافی عرصہ پہلے کی ایک بات یاد دلا دی کہ کوئی جماعتی جلسہ تھا یا حضرت جی کا شب جمعہ کا درس قرآن مجید بندہ اس میں کسی عذر کی وجہ سے شریک نہ ہو سکا تھا جس پر کافی پریشان تھا تو برادر عزیز حافظ زاہد حسین صاحب رشیدی مجھے پریشان دیکھ کر کہنے لگے کہ پریشان مت ہو میں شریک ہوا تھا تو چلو اس کا آدھا ثواب تمہارا ہو گیا بلکہ آئندہ بھی اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کسی نیک کام میں شرکت نصیب ہوئی تو آدھا ثواب تمہارا' یہ بات یاد آئی تو کافی تسلی ہوئی خیر دار السمانیہ پہنچا محترم برکت صاحب کو خبر سنائی نیز مشورہ کیا کہ حضرت جی کو ابھی بتایا جائے یا نہ۔ بندہ کا ناقص خیال یہ تھا کہ ابھی نہ بتایا جائے حضرت جی پریشان ہونگے موقع دیکھ کر بتا دیں گے لیکن برکت صاحب فرمانے لگے ابھی بتا دیں' حضرت بڑے مضبوط دل والے ہیں تو خیال آیا کہ واقعی جن لوگوں کے دل ذکر اللہ سے منور ہوتے ہیں' وہ بڑے مضبوط اور مطمئن ہوتے ہیں وہ راضی برضا ہوتے ہیں صابر شاکر ہوتے ہیں۔ بندہ اور عابد شجاع حضرت جی کی چارپائی کے پاس جا کر بیٹھ گئے حضرت جی متوجہ ہوئے بندہ نے عرض کی پاکستان فون کیا تھا تو اطلاع ملی ہے کہ مولانا امین صفدر صاحب اوکاڑویؒ فوت ہو گئے ہیں۔

عموماً ایسی خبر سننے والا شدید صدمہ سے دوچار ہو کر کسی غیر شرعی حرکت کا مرتکب ہو جاتا ہے یا شکوہ و شکایت کرنے لگتا ہے لیکن مظہر شریعت و طریقت نے یہ المناک خبر سن کر آیت مقدسہ و بشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون کے فرمان خداوندی اور سنت نبویؐ کے مطابق انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا یہ ہے صبر جمیل جزع نہ فزع' شکوہ نہ شکایت۔ واقعی ذاکرین کا یہی حال ہوتا ہے کہ غمی' خوشی' مسرت' مصیبت کے ہر لمحہ میں حکم الٰہی پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ فصبر جمیل کی تفسیر کرتے ہوئے مولانا سید امیر علی ملیح آبادیؒ تفسیر مواہب الرحمٰن پارہ ۱۲ صفحہ ۱۸۸ پر لکھتے ہیں۔ "پس صبر جمیل خوب ہے جزع و فزع سے علماء نے کہا کہ صبر دو طرح کا ہے ایک جمیل جو خالص اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی ہونے کے لیے ہو پس اس کو ایک نور مشاہدہ ہو گا کہ یہ امر حق تعالیٰ ہے اس کے استغراق میں کسی سے شکایت نہیں کریگا۔ اسی سے کہا گیا کہ یونہی محبت و صدق مودت نہ وفا سے بڑھے نہ جفا سے گھٹے" اور اسی صفحہ پر صبر جمیل کی تفسیر میں ایک مرسل روایت نقل فرمائی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبر لاشکوی فیہ ایسا صبر جس میں شکوہ نہ ہو۔ پھر حضرت جی نے جو چند جملے ارشاد فرمائے وہ بھی حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کی عملی تفسیر ہیں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مولانا مرحوم کو بہت خوبیوں سے نوازا تھا۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہر باطل سے مناظرہ کر لیتے تھے۔ مجھے مولانا مرحوم سے تعلق کے حوالہ سے واقعات نے آ گھیرا اکتوبر ۱۹۹۴ء میں مولانا مرحوم میرے ماموں مولانا حافظ محمد رفیع الحسینی صاحب کی دعوت پر حضرو تشریف لائے۔ دو تین دن کا پروگرام تھا۔ ایک دن ہم چند ساتھی مولانا کے پاؤں دبا رہے تھے۔ بندہ نے پوچھا حضرت ہم نے سنا ہے کہ آپ حضرت قاضی صاحب مدظلہ سے بیعت ہیں۔ فرمایا۔ ہاں بھائی حضرت کو بدنام کرنے والوں میں میرا بھی شمار ہے۔ ہم حیران رہ گئے۔ اتنی خوبیوں کے مالک' علم و عمل کے پیکر' شہرت کی بلندیوں

کو چھونے والے اور تواضع و انکساری کا یہ عالم۔ اور حقیقی بات ہے بھی یہی کہ جو لوگ علم و عمل کے پہاڑ اخلاص و وفا کے پیکر ہوتے ہیں۔ ان ہی میں تواضع انکساری ہوتی ہے۔

نہد شاخ پرمیوہ سر بر زمیں

اور جو لوگ سر اٹھا اٹھا کے ہیئت بنا بنا کے صورت بگاڑ بگاڑ کے اپنے بونے قدوں کو بلند کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ حقیقت میں وہ بہت پستہ قد ہوتے ہیں اور یہ مختصر فانی زندگی اپنا قد کاٹھ بنانے میں ضائع کرتے ہیں۔ لیکن مولانا مرحوم جس طرح ظاہری نمود و نمائش سے بچ کر تواضع انکساری کی عملی تصویر تھے۔ ایسے ہی باطنی طور پر بھی تواضع وللّٰہیت کے بلند ترین مقام پر فائز تھے۔ اور ہم جیسے کم علموں اور کم فہموں کو ایسے حوصلہ دیتے ایسی ہمت بندھاتے اور ایسا اعتماد دلاتے کہ الحمد للہ آج ہم کسی باطل و گمراہ فرقہ یا فرد سے گفتگو کرتے ہوئے قطعاً کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے۔ اور یہ چھوٹوں کی حوصلہ افزائی یقیناً بڑے لوگوں کا کام ہے۔ ہمارے علاقہ حضرو کی نواحی بستی ویسہ میں عثمانی فرقہ کے چند لوگ سادہ لوح مسلمانوں کو مغالطہ میں ڈالنے اور پریشان کرنے کے لیے طرح طرح کے پروپیگنڈے کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے ایک شوشہ یہ چھوڑا کہ قبر سے مراد یہ گڑھا نہیں بلکہ عالم برزخ ہے وغیرہ اس پر ہماری جماعت تحریک خدام اہل سنت کے مخلص کارکن صوفی محمد فاروق صاحب نے قرآن مجید سے وہ آیات ایک صفحہ پر نقل کیں جن میں قبر سے مراد ارضی قبر ہے۔ جب انہوں نے مجھے یہ صفحہ دکھایا تو مجھے حضرت اوکاڑویؒ کا ایک فرمان یاد آ گیا کہ دشمن کا طریقہ اس پر الٹ دو۔ اس کو دفاع پر مجبور کر دو تب وہ باز آئے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک عنوان میرے ذہن میں آ گیا۔ کہ ان قرآنی آیات سے تو یہ ارضی قبر ثابت ہو رہی ہے اور یہ عذاب و ثواب قبر کے منکر اس کا انکار کرتے ہیں تو ان سے پوچھا جائے کہ تمہاری قبریں کہاں ہیں۔ تو میں نے کہا کہ اس کا عنوان رکھو "عثمانیوں کی قبر کہاں ہے۔" چنانچہ یہ عنوان رکھ کر ذیل میں اس ارضی قبر کے ثبوت میں قرآنی آیات لکھ دیں۔ اس پر وہ حضرات بہت تلملائے' بہت شپٹائے بہت پریشان ہوئے۔ جب حضرت اوکاڑویؒ کو اس کارروائی کا علم ہوا تو بہت خوش ہوئے۔ ہم سے فوٹو سٹیٹ لیا کئی جگہ اس کو تقسیم فرمایا اور کئی جگہ تقریر میں کا حوالہ دیا۔ ماضی قریب میں حضرت اوکاڑویؒ اور حضرت جہلمیؒ وغیرہ بزرگ حضرات اتنے شفیق' مہربان اور حوصلہ دینے والے تھے کہ ان کی شفقتوں محبتوں سے ہم جیسے ہزاروں لوگ مستفید ہوئے' حوصلہ پا کر کام کی لگن پیدا ہوئی۔ یہ اکابر تو محبتیں شفقتیں بانٹ کر اپنے اپنے وقت پر سفر آخرت فرما گئے۔ ان حضرات سے ملنے والوں اور تمام جماعتی کارکنوں کی طرح میں بھی یہی سمجھتا ہوں کہ شائد سب سے زیادہ محبت و شفقت میرے ساتھ ہی تھی۔ موجودہ اساتذہ اور اکابر کی شفقتوں اور حوصلہ افزائیوں کے تذکرہ میں ان اشعار پر اکتفا کافی سمجھتا ہوں۔

یہ عنایتیں یہ نوازشیں ابھی آپ مجھ سے نہ پوچھئے
میری آنکھ محو جمال ہے میرے سامنے رخ یار ہے

اللہ رب العزت حضرت اوکاڑویؒ کی قبر کو جنت کے باغوں میں سے باغ بنائے ان کی محنت کو قبول فرمائے ان کے درجات کو بلند فرمائے۔ ان کی اولاد اور خاندان کے ساتھ ساتھ ہم خدام کو بھی صبر جمیل نصیب فرمائے اور ان کے مشن پر ان کے نقش قدم پر تادم آخر استقامت نصیب فرمائے آمین یارب العالمین۔

میرے مشفق ومہربان والد

لکھے جناب قاری محمد معاویہ صفدر☆

والدمحترم حضرت اقدس مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ اس عالم فانی سے رحلت فرما کر عالم بقاء میں اپنے رب کے حضور پہنچ گئے۔ بلاشبہ موت وحیات اس عالم کا خاصہ ہے جو آیا ہے وہ رہنے کے لیے نہیں آیا۔ بنی آدم کے آنے جانے کا سلسلہ حق تعالیٰ کا امر ہے۔ جس سے کسی کو چھٹکارا نہیں اور رضا بالقضاء کے بغیر کوئی چارا نہیں تاہم بعض شخصیتیں انسانیت کے لیے مینارہ نور ہوتی ہیں جن کے وجود مسعود سے علم ودانش زہد وتقویٰ اور شریعت وطریقت کی بنیادیں مزید نکھر کر سامنے آجاتی ہیں اور ان سے علوم نبوت کا وقار قائم رہتا ہے ایسی منتخب اور برگزیدہ ہستیوں میں سے والدمحترمؒ کی ایک ہستی بھی تھی جن کے علم وفضل سے ایک عالم مستفیض ہوتا تھا اور جن کو شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ کی دعاؤں نے چار چاند لگا دیئے اور قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ نے ایسا کندن اور مزاج شناس علوم نبوت بنا دیا تھا کہ جس کی کرنوں نے ایک عالم کو منور کر دیا۔ پھر خالق کائنات کے بلانے پر لبیک کہتے ہوئے چل دیے ان کے چلے جانے سے ایسا خلا پیدا ہوا کہ اس کے پر ہونے کی کوئی صورت بظاہر نظر نہیں آتی والدمحترمؒ نہ صرف اپنے دور کے ممتاز عالم دین تھے بلکہ حلم ودانش کا مجسمہ اور للّٰہیت کا بہترین نمونہ تھے اور ان کے وجود سے علم وعلماء کا وقار قائم تھا۔

والدمحترم نے جامعہ بنوری ٹاؤن میں دورہ حدیث کے طلباء کو تصوف کا ایک انتہائی مشکل الاشکل مسئلہ وحدت الوجود وحدت الشہود کو ایسے دل چسپ ودلنشین انداز میں سمجھایا کہ تمام سامعین یہ کہہ اٹھے کہ یہ مسئلہ آج سمجھ آیا ہے یہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا اس قسم کے لاتعداد واقعات ہیں اور پھر جس طرح تشنگان علوم کو شفقت ومحبت اور مخصوص تبسم کے ساتھ سیراب فرماتے تھے یہی حال گھر میں بھی تھا کہ سب گھر والوں کے ساتھ محبت کے ساتھ پیش آتے تھے دوران تعلیم جب میں پہلی بار کراچی سے گھر گیا تو والدمحترمؒ نے گھر سے بھائی عثمان کو اسٹیشن بھیجا کہ جاؤ معاویہ صفدر کو اسٹیشن سے لے آؤ جب ہم دونوں بھائی گھر کے قریب پہنچے تو والدمحترمؒ حسب عادت اپنے مطالعہ والے

☆ مولانا محمد امین صفدرؒ کے سب سے چھوٹے فرزند مدرس ناظرہ جامعہ اسلامیہ تعلیم القرآن کراچی

کمرے میں بیٹھے مطالعہ کرنے میں مصروف تھے اور جب ان کی نظر ہم پر پڑی تو مسکراتے ہوئے کمرے سے باہر آگئے اور مجھے گلے سے لگایا اور بہت پیار کیا والدمحترمؒ جب بھی سفر سے واپس گھر آئے تو سب گھر والوں کے تفصیلی حالات دریافت کرتے اگر رات کے وقت گھر میں آئے تو سب کے چہروں سے چادر اٹھا اٹھا کر دیکھتے سب کو بہت پیار کرتے اور خوش ہوتے فرماتے کہ میں بہت زیادہ سفر کرتا ہوں جس کی وجہ سے بہت تھک جاتا ہوں جب گھر میں آتا ہوں تو ساری تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے اگر کوئی گھر میں موجود نہ ہوتا تو والدہ صاحبہ سے ہر ایک کا تفصیلی حال پوچھتے والد صاحب پوری زندگی دین کے معاملات میں ہماری اصلاح فرماتے رہے کبھی غافل نہیں رہتے تھے اور دین والوں کے ساتھ محبت کی تلقین کرتے رہتے تھے۔ مثلاً مجھے والدمحترمؒ کے ساتھ جہاز میں سفر کرنے کا موقع ملا تو دوران سفر فرمانے لگے کہ بیٹا جو آج ہم جہاز میں سفر کر رہے ہیں یہ سب دین کی برکات ہیں ورنہ کہاں جہاز کا سفر اور کہاں ہم غریب لوگ۔ فرمانے لگے کہ اگر تم بھی دین حاصل کرنے کے بعد دین کی خدمت کرو گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ تمہیں بھی یوں ہی دین کی برکات سے نوازیں گے ان کی فرمائی ہوئی نصیحت کا عملی نمونہ میں آج اپنی زندگی میں دیکھ رہا ہوں کہ اللہ پاک دین کی برکات سے مجھے کس طرح نواز رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ والدمحترمؒ علم وعمل کی چلتی پھرتی تصویر تھے بقول حضرت مولانا سید محمد امین شاہ صاحب (فاضل دیوبند) مولانا محمد امین صفدرؒ اس قرب قیامت میں حق کی ایک نشانی تھے۔ افسوس ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زمانہ کی پیشین گوئیوں کے مطابق دنیا میں فتنے بڑھتے چلے جا رہے ہیں اور جن اکابرین کا وجود مسعود ان فتنوں کے لیے پیغام موت ہے وہ اٹھتے چلے جا رہے ہیں میری دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ موجود اکابر کا سایہ اہل سنت وجماعت پر ہمیشہ قائم دائم رکھے اور والدمحترمؒ کے مقدس مشن کو آگے بڑھانے کے لیے ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین۔ بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

غضب کا حافظہ

☆ جناب مفتی محمد صدیق اکبر☆

جس باغ کی نکہت سے معطر تھیں فضائیں
ہے مرثیہ خواں اس پر پھولوں کی زباں آج

میں جامعہ اشرفیہ لاہور سے درس نظام کی تکمیل کے بعد تخصص فی الفقہ الاسلامی کے لیے حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کے قائم کردہ علمی مرکز جامعہ خیر المدارس ملتان پہنچا' وہاں ان دو سالوں میں حضرت اوکاڑویؒ سے بھی شرف تلمذ حاصل ہوا۔ پہلے سال ہر جمعرات کو ظہر تا عصر حضرت کا کسی نہ کسی موضوع پر بیان ہوتا تھا جب کہ دوسرے سال روزانہ صبح ایک گھنٹہ حضرت کا مختلف عنوانات پر درس ہوتا اور مذہب اہل سنت کے دلائل اور مخالفین کے اعتراضات کے جوابات سمجھائے جاتے تھے۔ حضرت کو اللہ تعالیٰ نے غضب کا حافظہ عطا فرمایا تھا ہم سب ساتھی حضرت سے کسی بھی کتاب کے متعلق دریافت فرماتے تو فوراً فرماتے کہ میں نے یہ کتاب پڑھی ہے واقعی یہ بات اس کتاب میں موجود ہے اور اس طرح ہے یا یہ بات اس میں موجود نہیں ہے۔ تخصص کے دوران ہمیں جب بھی کسی حوالہ کی تلاش میں مشکل پیش آتی تھی ہم حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو فوراً حوالہ بتا دیتے کہ یہ بات فلاں کتاب کے فلاں باب میں موجود ہے۔ خصوصاً احادیث کے متعلق اور راویوں کے حالات کے متعلق یعنی اسماء الرجال کے بہت ماہر تھے۔

حضرتؒ ایک وقت میں کئی میدانوں کے شہ سوار رہے ہیں۔ اگر وہ ایک طرف درس و تدریس میں مشغول تھے تو دوسری طرف تصنیف و تالیف میں ان کا قلم چل رہا ہوتا تھا۔ اگر ایک طرف محراب و منبر ان کے دعوت و ارشاد کی صدائے حق و صداقت سے گونج رہے تھے۔ تو دوسری طرف مذہب اہل سنت کے دفاع اور فرق باطلہ کے رد کے لیے اپنے آپ کو ہر وقت تیار رکھتے تھے۔ اور اگر ایک وقت میں لوگوں کو مذہب اہل سنت کا تعارف کرا رہے ہوتے تھے تو دوسرے وقت میں عبادت و ریاضت میں مشغول ہوتے تھے۔

☆ ثمن ضلع چکوال

الغرض اس جامعیت نے انہیں ابنائے زمانہ کی نگاہ میں بہت بلند مقام عطا کیا اور وہ ان کی عظمت و جلالت کے سامنے سرنگوں رہتے۔ جب بنوں میں پہلی فقہی کانفرنس منعقد ہوئی تو اس میں جامعہ خیر المدارس کے بڑے بڑے اساتذہ جن میں حضرت اوکاڑوی کے ساتھ ساتھ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق دامت برکاتہم فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار دامت برکاتہم وغیرہم اساتذہ کرام شامل تھے' اس سفر میں مجھے اللہ نے یہ توفیق بخشی کہ میں ان حضرات کی خدمت کے لیے شریک سفر رہا۔ اس سفر میں میں نے حضرت اوکاڑویؒ کو ایک عجیب حالت میں دیکھا کہ دوران سفر یا تو کسی عنوان پر روشنی ڈالتے یا پھر ذکر اللہ میں مشغول رہتے تھے۔ ایک مرتبہ دریافت کرنے پر حضرت نے یہ جواب دیا کہ میں اکثر سفر میں رہتا ہوں لیکن میری کوشش ہوتی ہے'' کہ سفر میں ایسا ساتھی ملے جو میرے ساتھ باتیں نہ کرے بلکہ میں پورے سفر میں اللہ کے ذکر میں مشغول رہوں۔'' حضرت اوکاڑویؒ کی زندگی زاہدانہ و مجاہدانہ جہد مسلسل' علم و عمل' زہد و تقویٰ' استغناء' توکل' عفاف و پاک بازی' راست گوئی و حق گوئی کا شاندار نمونہ تھی آپ کی زندگی آنے والی نسلوں کے لیے مشعل راہ ہے۔

حضرت کے انتقال سے جو علمی خلا پیدا ہوا وہ تو پورا نہیں ہو سکتا لیکن حضرت اپنی زندگی میں اتنا علمی مواد جمع کر گئے ہیں اور اتنے شاگرد پیدا کر گئے ہیں کہ وہ فرق باطلہ کو لوہے کی نکیل ڈالے رکھیں گے۔ ان شاء اللہ

العالم امین اللہ فی الارض

کے جناب مفتی محمد اعظم ☆

حقیقت یہ ہے کہ میری زندگی کے وہ دن بڑے قیمتی اور سہانے تھے جب دفتر تنظیم اہل سنت ملتان میں وکیل حفیت اور ترجمان مسلک اہل سنت و جماعت حضرت مولانا اوکاڑوی نور اللہ مرقدہ کی مجلس ۱۹۹۴ء میں نصیب ہوئی تھی جو کچھ پڑھا وہ دل پر نقش ہو گیا آج تک وہ مبارک ساعتیں نگاہوں کے سامنے ہیں۔

اس بزم میں مدت سے نہیں گرچہ رسائی
نظروں میں میری آج بھی عالم ہے وہیں کا

حضرت اوکاڑوی مرحوم دن کو غیر مقلدیت پر اور رات کو فتنہ مماتیت کے باطل مزعومات پر آہنی دلائل کے نشتر چلاتے جس سے یہ فکر پیدا کر دی کہ:

جرأت کر ظالم سے آنکھ ملانا سیکھ
حق کی راہ میں باطل سے ٹکرانا سیکھ

اور سبق میں کچھ اس طرح بھی فرما دیتے تھے کہ غیر مقلد ہمیشہ جاہل اور ضدی ہوگا کیونکہ یہ مجتہد نہیں اور تقلید کو شرک سمجھتا ہے اس لیے اس کی زندگی علم اور اہل علم کی مخالفت میں گزرتی ہے۔

مگر آپ اس باطن فرقہ سے انتہائی خیر خواہانہ انداز مخاطب ہوتے اور ان کے یوں فرماتے:

ڈرو خدا سے مکرو دجل سے کام نہ لو
حدیث پر چلنا سیکھو ورنہ اس کا نام نہ لو

حضرت اوکاڑوی ہر شخص (خواہ وہ مرزائی، مماتی، پرویزی، غیر مقلد، بدعتی، مماتی ہو) کے ساتھ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق برتاؤ فرماتے (قال عمر) اذا تم اخالکم ذل ذلۃ فسد دوہ ووفقوہ وادعوا اللہ لہ ان یتوب علیہ ولا تکونوا اعوانا للشیطان علیہ (قرطبی پ ۲۴ حاشیہ اوائل سورۃ المومن) مفہوم یہ ہے کہ جب تم کسی کو حق راستے

☆ مدرس جامعہ حقانیہ ساہیوال ضلع سرگودھا

سے بھٹکتے ہوئے دیکھو تو اسے سیدھا کر دو اور سیدھا ہونے کو کہو اور اللہ سے دعا کرتے رہو کہ اسے توبہ کی توفیق مرحمت فرما دے اور خاموش رہ کر تم اس کی گمراہی پر شیطان کے مددگار نہ ہو جاؤ اس طرح امام غزالی حدیث نقل فرماتے ہیں کہ "قال النبی صلی الله علیه وسلم ماتی الله عالماً الا اخذ علیه بن المیثاق کما اخذ من النبیین ان یبینه ولایکتمه۔ مفہوم یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جسے اللہ علم نصیب فرمائے۔ اس سے اللہ تعالیٰ ایسے عہد لیتے ہیں جیسے نبیوں سے کہ وہ علم کو کھول کر بیان کرے گا اور چھپائے گا نہیں۔ (الاحیاء الغزالی) اللہ تعالیٰ حضرت اوکاڑوی ان پر کما حقہ عامل تھے۔ یعنی تقریر و تحریر، بحث و مناظرہ میں مضبوط دلائل اور حجج قاطعہ کے ساتھ حق راستہ کو اظہر من الشمس وابین من الامس فرما دیتے۔

حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ کا ایک طرہ امتیاز یہ تھا کہ آپ صاحب نسبت تھے کہ امام الاولیاء حضرت لاہوری، مولانا مفتی بشیر احمد پسروری رحمہما اللہ اور علمی دنیا کے عظیم راہنما میرے شیخ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم سے تعمیر الظاہر والباطن میں بیعت کی اور اصلاح لی اس لیے آپ اپنے دور کے جامع المحاسن لوگوں میں سے تھے اور تخلقوا باخلاق اللہ (کہ تم بھی ان اخلاق سے آراستہ ہو جاؤ جو اللہ کے اخلاق ہیں) یعنی اللہ نے جن اخلاق کا حکم دیا ہے ان اخلاق الٰہیہ کو ان اللہ والوں کی مجالس سے حاصل کر کے حدیث رسول کے مظہر ہوئے۔ فللہ درہ آپ واقعتاً زہد و تقویٰ کی تصویر مجسم، راہروان علم و تحقیق کے استاذ صحابہ کرام وائمہ مجتہدین کے خوشہ چیں اور اشرف کے شجر طوبیٰ کے امین، چمنستان علم و فضل کے عندلیب تھے جنہوں نے ظلمت و جہالت کی تاریک راہوں کو چیر کر ہر ادنیٰ و اعلیٰ کے قلب میں محبت فقہ و اہل فقہ کو موجزن کر دیا کیونکہ بحمد اللہ آپ اسم با مسمیٰ تھے کہ اللہ کی زمین میں اللہ کے دین کے امین تھے۔ باقی آپ کا دار فانی سے کوچ کر جانا اور داعی اجل کو لبیک کہنا یہ اس حقیقت کا اقرار ہے۔ جس کا کوئی بھی انکاری نہیں۔

منظوم خراج عقیدت

عظمت اسلاف کا امین

از

سید محمد سلمان گیلانی

جو تھا امینِ عظمت اسلاف چل بسا! وہ فخر و ناز مسلک احناف چل بسا

امت کا وہ وقار تھا ملت کی شان تھا فکر ابوحنیفہؒ کا وہ ترجمان تھا

للکارتا تھا وہ صف اعداء کو اس طرح جنگل میں کوئی شیر گرجتا ہے جس طرح

کرتا وہ جب حدیث اور سنت پہ گفتگو سب دم دبا کے بھاگتے تقلید کے عدو

بخشی تھی حق نے اسکو وہ تلوار سی زباں جس سے بکھیرتا تھا وہ باطل کی دھجیاں

باطل ٹھہر سکا نہ کبھی اس کے سامنے جرأت سے حق بیاں کیا حق کے غلام نے

دیتا تھا وہ کتب کے حوالے کچھ اسطرح برسات میں برستی ہے باران جسطرح

کرتا تھا اختلافی مسائل پہ جب وہ بات دیتا مخالفین کو وہ چٹکیوں میں مات

عرفاں کے موتیوں سے بھرا اسکا بیان تھا سینہ نہیں تھا اسکا جواہر کی کان تھا

ملبوس اسکا سادہ سا' سادہ سی شکل تھی لیکن سخن تھا ایسا کہ حیران عقل تھی

حق کے معاندین پہ حجت تھا دوستو نعمانؒ کی وہ زندہ کرامت تھا دوستو

اللہ کا وہ بندہ تھا اللہ سے جا ملا

جنت کا وہ مکین تھا جنت میں جا بسا

گلہائے عقیدت

پروفیسر محمد افضل ۔ ساہیوال

(۱)
امیں صفدر کو روئے گا زمانہ — بنا ہے جس کا جنت میں ٹھکانہ
غزالی وقت کا رازیٔ دوراں — جو تھا اک علم و حکمت کا خزانہ
تیرے مرشد تھے وہ حضرت لہوری(۱) — جو تھے قطب زماں غوث یگانہ
تیرے استاذ تھے وہ عبدحنان(۲) — ملا جن کو بقیع میں آشیانہ
ضیاء الدین(۳) بھی تھا تیرا رہبر — بڑی تھی جس کی شان عالمانہ
فداکار امام اعظمؒ سراپا — دفاع اس کا تھا تیرا کارنامہ
حضور پاکؐ سے تیری محبت — گواہ اس بات کا سارا زمانہ
دجال قادیانی کا تعاقب — دلیل علم و حکمت فاضلانہ
غرض ہر شعبہء دین مبیں پر — نظر تیری تھی نظر قائدانہ
تجھے کیسے بھلاؤں گا میں بھائی — تیری شفقت تھی مجھ پہ والہانہ
خوشی جن کو امیں کی موت پر ہے — طرز ان کا ہے طرز جاہلانہ
امیں صفدر تو تھا استاذ علماء — نہیں اس میں تعلّی شاعرانہ
مرگ تیری جہان علم کی موت — طرز تھا زندگی کا زاہدانہ
خدایا مغفرت تو ان کی کر دے — دعا افضل کی ہے یہ عاجزانہ

(۲)
دل ہوا مجروح آنکھیں اشکبار — اٹھ گیا احناف کا اک ملنسار
علم و حکمت زہد و تقویٰ کا سفیر — تھا جہاں میں نازش برنا و پیر
تو ستاروں کی طرح رخشندہ تھا — تیرا سینہ نور سے تابندہ تھا
تھا غزالی کی طرح باطل شکن — ابر رحمت کی طرح سایہ فگن
اہل حق کی آنکھ کا تو نور تھا — تیرا سینہ علم سے معمور تھا
افضل رنجور کی ہے یہ دعا — جنت الفردوس ان کو ہو عطا

(۳)
کون کہتا ہے امیں کو مر گیا — ہو گیا وہ زندہ جاوید ہے
اس کے لب پر مسکراہٹ دیکھ کر — یہ گماں ہوتا تھا بھائی سو گیا

۱۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ۔ ۲۔ حضرت مولانا عبدالحنان حضرویؒ ۳۔ مولانا ضیاءالدین سیوہاروی بانی

کون پھر آج گلشن سے رخصت ہوا؟

حافظ عبدالحق خان بشیر☆

اے مرے ہمنشیں مجھ کو اتنا بتا کون کون پھر آج گلشن سے رخصت ہوا؟
نالہ کش کیوں ہے یہ عندلیب چمن، رنگ کلیوں کا پھر کیوں ہے اترا ہوا؟
اس گلستان خدام سے کل ابھی، حضرت جہلمیؒ سوئے مرقد گئے
چھین کر دست خدام سے آج پھر، آ گئی لینے صفدر امیں کو قضا
وہ بہار چمن، رونق انجمن، عاشق بوحنیفہؒ و شاہ زمن
جس نے قرآن و سنت لیے ہاتھ میں داؤ ہر فتنہ پرور کا الٹا کیا
لے کے مرشد کی زیر قیادت امیں، سنی خدام کا پرچم دلنشیں
چار یاروںؓ کے حق خلافت کو پھر، اس نے اطراف عالم میں بالا کیا
گلشن اہل سنت کی رونق گئی، اور دبستان احناف سنساں ہوا
وہ بخاریؒ، طحاویؒ کا مسند نشیں، بوحنیفہؒ سے خلد بریں جا ملا
شیخ صفدر(۱) کی ہر فکر و تحقیق کی، وہ زبان بیاں آج خاموش ہے
جس نے احسن کلام(۲) اور تسکین(۳) سے طاری ہر اہل بدعت پہ سکتا کیا
اے امیں تو تھا صفدر ترے سامنے، لشکر اہل باطل نہ ٹھہرا کبھی
جیش احناف تیری قیادت میں تھا، جس نے لامذہبیت کو پسپا کیا
دشمن دین پہ جب بھی تو نے کبھی، کی جو یلغار دیکھا زمانہ نے بھی
نصرت آسماں سایہ افگن رہی، کفر کا ہر نشاں تیرے قدموں میں تھا
خواب(۱) میں اپنے ہاتھوں سے آقاؐ نے خود دست صدیقؓ میں ہاتھ تیرا دیا

۱۔ شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ (۲) احسن الکلام ۳۔ تسکین الصدور

پھر اسی دست صدیقؓ نے جابجا، تیرے ہاتھوں سے ہر کفر رسوا کیا
موت کو میرے رنج والم سے ہے کیا، اس نے یہ بھی تو بالکل نہ سوچا ذرا
قائد اہل سنت (۲) پہ گزرے گی کیا؟ جہلمیؒ کا ابھی غم جو بھولا نہ تھا
اے بشیر آج بیشک تو رنجور ہے، مہت سے پر کسی کو ہے چارا کہاں
تیرے دل کو تسلی بھلا کون دے؟ آج ہر سنی اس غم میں ہے مبتلا

تاریخ وفات ۔۔۔ مولانا اوکاڑویؒ

حافظ عبدالحق خان بشیر☆

چودہ سو اکیس اور شعبان (۱) چار — روز بدھ کا اور شب کی ابتدا
ٹوٹ کر بجلی مرے دل پر گری — ذہن پر طاری ہوا کرب و بلا
حضرت اوکاڑویؒ رخصت ہوئے — خبر کیا تھا ایٹمی جھٹکا سا تھا
چھا گئیں پھر چار سو تاریکیاں — ہوگئی محفل میں گل شمع وفا
آہ رے خدام تیری بے بسی — جہلمیؒ کے بعد صفدرؒ چل بسا
علم و حکمت کا امیں، مہر مبیں — ارض اوکاڑہ کی تہہ میں جا چھپا
میری آنکھیں پرنم و نمناک تھیں — اس کا چہرہ مسکراہٹ سے سجا

وہ تھا حق اور اہل حق کی آبرو
وہ بشیر اک داعی توحید تھا

بلبل احناف تھی جب چار سو نغمہ سرا — گلستان بوحنیفہؒ کے مکیں سرشار تھے
سنت و قرآن، قیاس مجتہد، اجماع کے — پھول، کلیوں سے مہکتے گلشن و گلزار تھے
ایک جانب فاختائیں، قمریاں پر کیف تھیں
ایک جانب بوم، شپر، زاغ سب بیزار تھے

۱۔ اسلامی تاریخ کا آغاز غروب آفتاب سے ہوتا ہے۔ مولانا کی وفات ۴ شعبان کے اول وقت میں ہوئی۔ بشیر

بیاد حضرت امین اوکاڑویؒ

مطیع الرحمٰن اطہر ہاشمی

خادم اہل سنت بصدق و یقیں — عالم بے بدل اور عاشق دیں
کر گیا راہ حق میں وہ جاں آفریں — ہوگئے جس کی فرقت میں سب دل حزیں
تھا وہ میرا امیں اور تیرا امیں

چاشنی بانٹتا تھا جو گفتار میں — چال میں سادگی پیار کردار میں
بے پناہ خوبیاں تھیں اس اک یار میں — ایسے ہوتے ہیں کم گوہر سنسار میں
انجمن ہے مگر اس کی شمع نہیں

گلشن اہل سنت کا اک پھول تھا — بے بدل گفتگو میں وہ مقبول تھا
خدمت دین میں خوب مشغول تھا — دین کا ایک ہیرا وہ انمول تھا
دفعتاً چل بسا دور جا کر کہیں

راہ حق میں وہ اک ننگی تلوار تھا — حنفیت کا وکیل اور جرار تھا
کیا کہوں غیر پر اس کا کیا وار تھا — فاسقوں کا عدو نیکوں کا یار تھا
جس سے خائف مماتی تھے سب فاسقیں

دے خدا بوحنیفہ کی سنگت اسے — اپنی آغوش رحمت میں لے لیں اسے
رحمت عالمیں کی شفاعت اسے — اپنا دیدار بھی کر عطا تو اسے
کھول دے بہر صفدر بہشت بریں
تھا وہ میرا امین اور تیرا امیں

بیاد حضرت اوکاڑویؒ

محمد آصف رضا

کئی دماغوں کا ایک انسان' ہمارا رہبر تھا نور بن کر
وہ علم و حکمت کا حکمراں تھا' ''امیں'' سراپا شعور بن کر

خدا کی حکمت کہ ایسا انسان' دبا دیا ہم نے زیر تربت
دلیل و برہاں کی علمی دنیا میں جو رہا کوہ طور بن کر

وہ مرد آہن بلاغرض ہی' لڑا ہے ان لشکروں سے تنہا
جو سنیت اور حنفیت پہ تھے حملہ آور فتور بن کر

گلوئے باطل پہ حجت محکمہ کے مضبوط پاؤں رکھ کر
کچل ہی ڈالے وہ سارے فتنے جو تھے مقابل شرور بن کر

وہ قادیانی' نصاریٰ مشرک وہ غیر مقلد' مماتی گمراہ
یہ سارے فتنے بھی ان کے قدموں میں آئے اہل قصور بن کر

کئی مسائل جو گنجلک تھے' عجب سلاست سے حل کیے ہیں
کہ اب کے دانشوروں کی سوچوں سے ماورا تھے صبور بن کر

عجب تھی صفدر کی صفدریت' کہ سادہ سادہ سی امثلہ سے
صفوف باطل کو چیر ڈالا تھا تیغ حق کا ظہور بن کر

کرامت بوحنیفہؒ کہیے! یا فیض حضرت لہوریؒ کہیے!
بفضل رب قدیر نصرت تھی حاصل ان کو سرور بن کر

ہے پیر مظہر کے شیخ مدنی سے فیض پایا مرے امیں نے
نہ بدنمائی رہی ہے ان میں' نہ خود نمائی غرور بن کر

دیا ہے حضرتؒ نے درس ہم کو' کہ اس جہان فتن میں ہر دم
خدا کی رسی کو تھام رکھو' بہت ہیں طوفان فجور بن کر

نہ اتنی حدت کہ بھڑک اٹھیں' نہ اتنی خنکی کہ بجھ ہی جائیں
ہمیں ابھی راہ زندگی میں' سلگتے رہنا ہے نور بن کر

وفات پر بھی رضا نے دیکھی وہ تازگی اور مسکراہٹ
سجی سی رہتی تھی ان کے چہرے پہ جو ہمیشہ سرور بن کر

برادر مرحوم مولانا محمد امین صفدر

پروفیسر میاں محمد افضل

لبوں پر آہ ہے دل خونچکاں ہے — میری پلکوں سے آنسو بھی رواں ہے
گیا سوئے جناں صفدر امیں جب — جہان علم سب ماتم کناں ہے
یتیمان امیں کا غم تو دیکھو — وفات ان کی یہ عبرت کا نشاں ہے
ہمیں چھوڑا یہاں کس کے سہارے — بڑا' چھوٹا ہر اک محو فغاں ہے
مرگ تیری نے ہم کو مار ڈالا — بڑا جابر' بڑا ظالم زماں ہے
صمیم قلب سے کرتا ہوں وعدہ — گواہ اس بات کا پیر و جواں ہے
تیرا رستہ نہ چھوڑوں گا کبھی بھی — مخالف گرچہ میرا آسماں ہے

تجھے جنت عطا کر دی خدا نے
ترے بارہ میں افضل کا گماں ہے

والدہ مرحومہ حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ اوکاڑوی

✍ پروفیسر محمد افضل ساہیوال ☆

وائے ناکامی اجل نے تاک کر مارا اسے
عالمانِ دین قیم کی کہیں مادر جسے

صفدر والا سا عالم گود میں جس کی پلا
رتبہء اجداد جس کے دم سے دنیا میں بڑھا

کفر کے الحاد کے بت پاش جس نے کر دیئے
مسلک حقہ کے مدھم دیپ روشن کر دیئے

اس کی ماں ہونے کا شرف بے کراں تجھ کو ملا
کون کر سکتا ہے اماں تجھ سے لاحاصل گلا

اسلم مرحوم بھی اچھا سپوت وطن تھا
تیری تربیت سے وہ بے مثل سرو وتخن تھا

بے غرض خادم رہا تیرا وہ اک مرد حکیم
تیرا بیٹا نام جس کا تو نے رکھا تھا سلیم

اکرم و اشرف سے بیٹوں کو جنم تو نے دیا
خدمت دین و وطن میں صرف تن من کر دیا

مفتی انور بھی ہے تیرا سپوت بے مثال
ایسے بیٹے کو جنم دیتی ہیں مائیں خال خال

افضل ناچیز بھی ناچیز سا بیٹا تیرا
رو رہا ہے تجھ کو ماں ہو کے اب بے آسرا

جنت الفردوس میں تو نے بنایا آشیاں
سرسبز شاداب ہو تیرا سدا یہ آستاں

اے خدائے ذوالمنن تجھ سے ہے افضل کی دعا
میری ماں کا سب جہانوں میں تو اب کردے بھلا

وائے قسمت مادر مرحومہ ہم کو چھوڑ کر
اس جہان خاک وخوں سے اپنا رشتہ توڑ کر

عازم خلد بریں جنت مکانی ہوگئی
اپنے رب کے پاس جا کر جاودانی ہوگئی

تربت مرحومہ کو وسعت عطا کر دے خدا
تھی وہ تیری نیک بندی نام احمدؐ پر فدا

☆ نظم میں مذکورہ حضرات مرحومہ کے بیٹے ہیں۔

رسائل وجرائد ۔۔۔ کا ۔۔۔ خراج تحسین

محقق و معلم، ترجمان اہل حق

فاضل اجل، محقق، ماہر تعلیم، مصنف، متکلم، مناظر، مدرس ومبلغ اسلام مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی ۳۱ نومبر کو اوکاڑہ کے قریب اپنے گاؤں میں قضائے الٰہی سے انتقال کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ موت سب کو آنی ہے، ہر کوئی اپنے وقت پر موت کے پل کو عبور کر کے دنیا سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چلا جاتا ہے۔ کسی کے جانے سے اتنے بڑے جہاں میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ دنیا میں شرح اموات وپیدائش کے درمیان فرق ایک اور دس کا ہے۔ اس لیے اگرچہ دنیا کی آبادی تیزی سے بڑھ رہی ہے تاہم اس حقیقت کو تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ ان میں سے کسی ایک کے چلے جانے سے ایک جہان سنسان اور ایک دنیا ویران ہو جاتی ہے۔ ان میں اہل تقویٰ اور اہل علم کا مقام ومرتبہ بہت نمایاں ہے۔ حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ بھی انہیں رجال عمل وکردار میں سے ہے۔ ان کا شمار ملک کے چند بڑے متکلمین اور بین المذاہب ومسالک تقابلی مطالعہ وتحقیق رکھنے والے علماء میں ہوتا تھا۔ آپ ابتدائی زندگی میں اسکول ماسٹر تھے مگر امام الاولیاء شیخ التفسیر حضرت احمد علی لاہوریؒ کے تزکیہ وتصفیہ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز صفدر کے سامنے زانوئے تلمذ (۱) طے کر کے انہیں کندن بنا دیا تھا۔ ان کی رائے سے اختلاف کرنے کا کسی کو حق ہے مگر یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اکابر اہل حق سے وابستگی کے بعد پھر وہ چین سے نہیں بیٹھے۔ جس امر کو انہوں نے حق سمجھا اسے بابانگ دہل دلائل وبراہین قاطعہ سے پیش کیا۔

جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی اور جامعہ خیر المدارس جیسے بڑے دینی اور علمی اداروں میں بیٹھ کر انہوں نے تشنگان علوم کو سیراب کیا۔ علاوہ ازیں مدارس وجامعات کے تبلیغی اجتماعات میں عامۃ الناس کے سامنے بھی وہ دقیق علمی مسائل ومباحث ایسے عام فہم انداز میں پیش کرتے کہ اہل علم کے علاوہ ہر کس وناکس کوئی بھی ان کی محفل سے خالی نہ جاتا تھا۔ قحط الرجال کے دور میں مولانا محمد امین صفدر جیسے دفاع عن الحق کی بلند پایہ علمی صلاحیتیں رکھنے والے چند گنے چنے علماء ملک میں تاحال موجود ہیں، جن کے دم قدم سے فکرونظر کی دنیا میں گرمی افکار ابھی باقی ہے۔

بہر کیف! حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی کے انتقال سے مسند علم اداس ہوگئی ہے، تکلم وتدریس کا ایک چشمہ فیض رساں بند ہوگیا ہے۔ جانشین حافظ الحدیث حضرت مولانا فداء الرحمن درخواستی، علامہ اکرم الحق خیری،

مولانا زاہد الراشدی، مولانا احسان اللہ ہزاروی، ڈاکٹر سیف الرحمٰن آرائیں، مولانا قطب الدین انصاری، ڈاکٹر عبدالسلام، مولانا عبدالحمید اور پاکستان شریعت کونسل کے دیگر رہنماؤں نے مولانا کے انتقال پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے اسے اہل حق کی صفوں میں بہت بڑے خلا کا پیدا ہونا قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت مولانا کی مغفرت فرمائے، اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کی روح کو اکابر اہل حق کی ارواح مقدسہ کے ساتھ اعلیٰ علیین میں جمع کردے۔ آمین ثم آمین

(ماہنامہ انوار القرآن، کراچی۔ رمضان ۱۴۲۱ھ)

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ

اہل سنت کے معروف مناظر حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ کا گزشتہ دنوں انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون وہ عیسائیت اور قادیانیت کے محاذ پر ایک کامیاب مناظر تھے اور احناف کی عوامی سطح پر وکالت کا خصوصی ملکہ رکھتے تھے۔ انہوں نے اس شعبہ میں قابل قدر خدمات سرانجام دیں اور خاص طور پر نوجوان علماء کی تربیت کی طرف توجہ دی جو ان کا صدقہ جاریہ رہے گا۔

(پندرہ روزہ الشریعہ گوجرانوالہ)

موت العالم۔ موت عالم

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صاحب اوکاڑویؒ ۲ شعبان ۱۴۲۱ھ بمطابق ۳۱ اکتوبر ۲۰۰۰ء کو دل کا دورہ پڑنے سے انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی وفات سے علم کی دنیا میں بہت بڑا خلا پیدا ہوگیا ہے۔ آپ نے پاکستان کے کونے کونے میں ردغیر مقلدیت میں مناظرے کیے دین حق کی صحیح نمائندگی کرتے ہوئے کامیاب ہوتے۔ آپ کی وفات سے مسلک علمائے دیوبند اہل سنت ایک بہت بڑے مناظر اسلام سے محروم ہوگئے۔ کارکنان اسلامی مشن پاکستان و ماہنامہ شمع ہدایت اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ مولانا مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے ان کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین (ماہنامہ شمع ہدایت بہاولپور)

انتقال پر ملال

۳۱ر اکتوبر کو حضرت مولانا محمد امین صاحب اوکاڑویؒ عارضہ قلب کے سبب انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا پورے ملک میں مسلک دیوبند کے تحفظ کی خدمات میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ کفر و الحاد کے مقابلہ میں شمشیر بے نیام تھے۔ عیسائی قادیانی اور پرویزی مناظر آپ کے نام سے لرزتے تھے۔ بہت سے غیر مقلد آپ کے ہاتھ پر تائب ہوئے حق کی حقانیت اور باطل کے بطلان کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک خاص سلیقہ عطا فرمایا تھا۔ ہر شخص آپ کی بات کو دلچسپی کے ساتھ بغور سنتا تھا اور مطمئن ہوکر جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کی خدمات کو قبول فرمائے اور مولانا کی وفات سے ہونے والے خلا کو پر فرما کر کار خیر کے سلسلہ کو جاری فرمائے رکھے۔ آمین۔ (انوار مدینہ)

مناظر اسلام مولانا محمد امین اوکاڑوی انتقال فرما گئے

مناظر اسلام، وکیل احناف حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی صاحب گزشتہ ماہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔ مولانا کی وفات سے علمی میدان میں ایک خلا پیدا ہوگیا ہے۔ جو مدتوں پر نہیں ہوسکے گا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی جوار رحمت میں جگہ دے دیں۔ (ماہنامہ نصرت العلوم گوجرانوالہ دسمبر ۲۰۰۰ء)

تعارف وتبصرہ

از ابوالحقائق چار یاری ☆

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے۔ نیز تبصرہ اپنی باری پر ہوگا۔ ان شاء اللہ (ادارہ)

(۱) تذکرۃ النعمان

مؤلف! علامہ شمس الدین محمد بن یوسف شافعیؒ ـــــ ناشر! مکہ کتاب گھر اردو بازار لاہور۔

صحابہ کرامؓ کے بعد خیر القرون کی جن شخصیات کو امت کے اندر مسلسل پذیرائی ملی ان میں امام اعظم ابو حنیفہ [illegible] سرفہرست ہیں۔ ارباب سیاست وحکومت کے بے پناہ مظالم کے باوجود اصحاب علم وفہم کے [illegible] بھی متنازعہ نہیں رہی۔ اور اگر بعض افراد کی طرف سے ان پر اعتراضات [illegible] مخالفین کی طرف سے ہی جوابات کا انتظام فرما [illegible] حالات زندگی پر لکھی جانے والی کتب [illegible] مکی الشافعیؒ کی "الخیرات الحسان" اور امام جلال الدین [illegible] میں [illegible] علامہ شمس الدین محمد بن یوسف [illegible] الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان" [illegible] مہاجر مدنی نے کیا ہے۔ دیگر حالات وواقعات کے علاوہ [illegible] بحث کی ہے۔ اور اس الزام کا تفصیلی جواب دیا ہے کہ امام صاحب قرآن وحدیث کے علوم [illegible] باللہ تعالیٰ۔ یہ کتاب اس اعتبار سے انتہائی اہمیت کی حامل ہے کہ اس کے مصنف دسویں صدی ہجری کے بزرگ ہیں۔ اور شافعی المذہب ہیں۔ کتاب معلوماتی، دلچسپ اور قابل مطالعہ ہے۔ کمپوزنگ، طباعت اور جلد بندی خوبصورت اور معیاری ہے۔ قیمت ۱۵۰ روپے۔

(۲) رسول اکرمؐ کا طریقہ نماز

مؤلف! مفتی جمیل احمد نذیری ـــــ ناشر مکہ کتاب گھر الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور۔

نماز اسلام کی افضل ترین عبادت اور بنیادی ستون ہے۔ جسے فواحش ومنکرات سے بچاؤ اور طہارت وتزکیہ کے حصول کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ ماضی میں فروعات نماز کے اندر فقہاء کرامؒ کا اختلاف رہا ہے۔ لیکن کسی فریق نے دوسرے کی نماز کو خلاف سنت اور غلط قرار نہیں دیا۔ لیکن بدقسمتی سے فرنگی ساختہ گروہ غیر مقلدین نے نماز جیسی عبادت کو بھی تختہ مشق بنالیا۔ اور صدیوں سے پڑھی جانے والی حنفی طرز نماز کو خلاف سنت قرار دے کر انتشار وتفریق کا بازار گرم

کر دیا۔ غیر مقلدین کے جواب میں متعدد کتب منظر عام پر آئیں۔ جن میں زیر تبصرہ کتاب خاص اہمیت کی حامل ہے۔ جس میں دلائل و براہین کے ساتھ حنفی طریقہ نماز کو سنت نبویؐ اور تعامل صحابہؓ و خلفاء راشدینؓ کے مطابق ثابت کیا گیا ہے۔ بہترین کتابت و طباعت اور خوبصورت جلد کی ۳۹۰ صفحات پر مشتمل اس کتاب کی قیمت ۱۰۰ روپے ہے۔

(۳) آداب حاملین قرآن

مؤلف! امام یحیٰی بن شرف الدین نوویؒ۔۔۔ ناشر! مکتبہ کتاب گھر الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور۔

ہر چیز کو اس کے مقام و مرتبہ کے مطابق پہچاننا اور اس کے مطابق اس سے سلوک روا رکھنا ادب کا تقاضا ہے اور عملی زندگی کے حوالہ سے دنیوی فلاح اور اخروی نجات کے لیے ادب ہی بنیادی زینہ ہے۔ قرآن پاک کلام الہی ہے۔ اور اس کے ادب و احترام کے بھی کچھ تقاضے ہیں' جنہیں پورا کیے بغیر خود کو قرآن کی رحمتوں کا مستحق نہیں بنایا جاسکتا۔ زیر تبصرہ کتاب امام یحیٰی بن شرف الدین نووی الشافعیؒ (المتوفی ۶۷۸ھ) کی کتاب ''التبیان فی آداب حملة القرآن'' کا اردو ترجمہ ہے جو مولانا نجم الدین اصلاحی نے کیا ہے۔ اس میں مصنف نے قرآن پاک کے علاوہ' معلم' متعلم' حافظ قرآن' اور عالم قرآن کے آداب کا ذکر فرمایا ہے' عمدہ کتابت و طباعت اور خوبصورت معیاری جلد کی ۱۲۰ صفحات پر مشتمل اس کتاب کی قیمت ۶۳ روپے ہے۔

(۴) فیشن پرستی اور اس کا علاج

مؤلف! پروفیسر حسن سعید۔۔۔ ناشر! مکہ کتب گھر اردو بازار لاہور۔

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ جس میں زندگی کے ہر شعبہ کے لیے ایک راہنما نظام موجود ہے۔ جہاں عبادات و اخلاقیات کے لیے اس کا اپنا طرز و طریق اور معاشیات و سیاسیات کے لیے اپنے اصول و ضوابط ہیں' وہاں معاشرہ کی اجتماعی حیات کے لیے اس کی تہذیب' ثقافت اور کلچر بھی اپنا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے ہمارا یورپین تہذیب سے مرعوب زدہ طبقہ اسلامی تہذیب سے دستبرداری اختیار کر کے تیزی کے ساتھ ماڈرن ازم کی طرف مائل ہو رہا ہے۔ جس کی وجہ سے نہ صرف ہماری اخلاقی و معاشرتی اقدار پامال ہو رہی ہیں بلکہ ہماری اسلامی شناخت حتیٰ کہ مرد و زن کے درمیان تفریق بھی ختم ہو کر رہ گئی ہے۔ جنسی اطوار کے تبادلہ نے شرافت و حیا کی بنیادیں متزلزل کر کے رکھ دی ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب اسی خطرناک مرض کی نشاندہی اور اس کے مؤثر علاج کے لیے ترتیب دی گئی' جس میں فیشن پرستی کے عبرتناک انجام سے خبردار کیا گیا ہے۔ کتاب کی حیثیت کا اندازہ اسی سے کیا جاسکتا ہے کہ اس پر حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ کی تائید موجود ہے۔ کتاب ہر گھر کی ضرورت ہے۔ عمدہ کتابت و طباعت اور خوبصورت جلد کی ۲۰۸ صفحات پر مشتمل کتاب کی قیمت ۹۰ روپے ہیں۔

(۵) ماہنامہ القاسم کا مفتی کفایت اللہ نمبر

مرتب! مولانا محمد اسلم جامعی۔۔۔ ناشر! ماہنامہ القاسم' جامعہ ابو ہریرۃ خالق آباد نوشہرہ۔

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی' حضرت شیخ الہندؒ کے تلامذہ اور اسلاف دیوبند میں ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ علمی اعتبار سے فقیہ الہند کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ جن کا فتوی ہر طبقہ میں قدر و اعتماد کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ اور سیاسی اعتبار سے برصغیر کی سب سے بڑی حریت پسند تحریک ''جمعیة علماء ہند'' کے ۱۹۱۹ء میں قیام کے بعد پہلے صدر منتخب کیے گئے اور طویل مدت تک اس منصب پر فائز رہے۔ ان کی علمی و سیاسی خدمات جماعت دیوبند کے لیے عظیم ورثہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۵۲ء میں ان کی وفات کے بعد فروری ۱۹۵۳ء میں ''الجمعیة دہلی'' نے ان کی یاد میں خصوصی نمبر شائع کیا۔ جسے بعد میں ایک بار پھر جدید اضافوں سے شائع کیا گیا۔ پاکستان میں ''ماہنامہ القاسم'' نے اسے خصوصی نمبر کی حیثیت سے شائع کیا ہے۔ جلد خوبصورت اور مضبوط ہے۔ طباعت قدرے ناقص ہے۔ سوانحی لٹریچر میں قابل قدر اضافہ ہے۔ قیمت درج نہیں۔

دیگر نسخوں میں پائی جانے والی کثیر اغلاط سے پاک

اُردو میں احادیث و علومِ نبویہ کا مخزن

تفہیم البخاری

متن عربی مع شرح صحیح البخاری

امیر المؤمنین فی الحدیث امام ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل البخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ

ترجمہ و شرح

مولانا ظہور الباری اعظمی فاضل دار العلوم دیوبند

مع حواشی مفیدہ

حضرت مولانا محمد امین اوکاڑوی صاحب

تصحیح و مقدمہ

ڈاکٹر محمود الحسن عارف

مکتبہ مدنیہ

عقیدہ حیاۃ النبیؐ کے بارے میں اختلاف کے ابتدائی دور میں اس وقت کے دس ممتاز علماء دیوبند نے ایک متفقہ اعلان جاری فرمایا تھا۔ جو قارئین "حق چار یارؓ" کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ تاکہ منکرین حیات الانبیاءؑ کی طرف سے مسلک دیوبند کی طرف ان کی نسبت کی حقیقت آشکارا ہو جائے۔ حافظ عبدالحق خان بشیر

مسئلہ حیات النبیؐ کے متعلق۔۔۔۔۔ اکابر دیوبند کا مسلک

علمائے دیوبند کا متفقہ اعلان

حضرت اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں اکابر دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ ان کے ابدان مقدسہ بعینہ محفوظ ہیں۔ اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے جو حیات دنیوی کے مماثل ہے۔ صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں۔ لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں۔ اور روضہ اقدس میں جو درود پڑھا جائے بلا واسطہ سنتے ہیں۔ اور یہی جمہور محدثین اور متکلمین اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے۔ اکابر دیوبند کے مختلف رسائل میں یہ تصریحات موجود ہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی تو مستقل تصنیف حیات انبیاءؑ پر "آب حیات" کے نام سے موجود ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے ارشد خلفاء میں سے ہیں۔ ان کا رسالہ "المہند علی المفند" بھی اہل انصاف اور اہل بصیرت کے لیے کافی ہے۔ **اب جو اس مسلک کے خلاف دعویٰ کرے اتنی بات یقینی ہے کہ اس کا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل.**

۱۔ مولانا محمد یوسف بنوری عفاء اللہ عنہ مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی نمبر ۵	۲۔ مولانا عبدالحق عفی عنہ مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک	۳۔ مولانا محمد صادق عفاء اللہ عنہ سابق ناظم محکمہ امور مذہبیہ بہاولپور
۴۔ مولانا ظفر احمد عثمانی عفاء اللہ شیخ الحدیث دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار سندھ	۵۔ مولانا شمس الحق افغانی عفاء اللہ صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان	۶۔ مولانا محمد ادریس کان اللہ لہ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور
۷۔ مولانا مفتی محمد حسن مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہو	۸۔ مولانا محمد رسول خاں عفاء اللہ عنہ جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور	۹۔ مولانا مفتی محمد شفیع عفاء اللہ عنہ مہتمم دارالعلوم کراچی نمبر ۱

۱۰۔ مولانا احمد علی (لاہوری) عفی عنہ امیر نظام العلماء و امیر خدام الدین لاہور (تلک عشرۃ کاملہ)

(بحوالہ پیام مشرق لاہور ستمبر ۱۹۶۰ء)

خدام اہل سنت کی دُعا

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین بانی تحریک خدام اہل سنت پاکستان

خُدایا اہل سنت کو جہاں میں کامرانی دے
خلوص وصبر و ہمت اور دیں کی حکمرانی دے

تیرے قرآن کی عظمت سے پھر سینوں کو گرمائیں
رسول اللہ ﷺ کی سنت کا ہر سُو نُور پھیلائیں

وہ منوائیں نبی ﷺ کے چار یاروں کی صداقت کو
ابوبکر و عمر عثمان و حیدر رضی اللہ عنہم کی خلافت کو

صحابہؓ اور اہل بیتؓ سب کی شان سمجھائیں
وہ ازواج نبی پاک ﷺ کی ہر شان منوائیں

حسنؓ کی اور حسینؓ کی پیروی بھی کر عطا ہم کو
تو اپنے اولیاء کی بھی محبت دے ہم کو

صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا تھا پرچم اسلام کو بالا
انہوں نے کر دیا تھا روم وایراں کو تہہ و بالا

تیری نصرت سے پھر ہم پرچم اسلام لہرائیں
کسی میدان میں بھی دشمنوں سے ہم نہ گھبرائیں

تیرے کن کے اشارے سے ہو پاکستان کو حاصل
عروج و فتح وشوکت اور دیں کا غلبہ کامل

ہو آئینی تحفظ ☆ ملک میں ختم نبوت کو
مٹا دیں ہم تیری نصرت سے انگریزی نبوت کو

تو سب خدام کو توفیق دے اپنی عبادت کی
رسول پاک ﷺ کی عظمت، محبت اور اطاعت کی

ہماری زندگی تیری رضا میں صرف ہو جائے
تیری راہ میں ہر ایک سنی مسلمان وقف ہو جائے

تیری توفیق سے ہم اہل سنت کے رہیں خادم
ہمیشہ دین حق پر تیری رحمت سے رہیں قائم

نہیں مایوس تیری رحمتوں سے مظہر ناداں
تیری نصرت ہو دنیا میں قیامت میں تیری رضواں

۲ محرم ۱۳۹۳ھ ـــ ۶ فروری ۱۹۷۳ء

☆ الحمد للہ تمام مسلمانوں کا یہ متفقہ مطالبہ منظور ہو چکا ہے اور آئین پاکستان میں قادیانی اور لاہوری مرزائیوں کے دونوں گروہوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا ہے۔